تمام ضروری موضوعات پر مشتمل

احادیث نبوی ﷺ کا

تشریحی ترجمے کے ساتھ ایک انتہائی مفید مجموعہ

فہم حدیث

جلد اول.....عقائد و اخلاق

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

مجلس نشریات اسلام

۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد نمبر ا کراچی ۷۴۶۰۰

یہ کتاب

محترم جناب ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (ایم بی بی ایس)

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور کی

اجازت سے شائع کی جارہی ہے

نام کتاب .....فہم حدیث (حصہ اول عقائد واخلاق)
تصنیف .....ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)
طباعت .....مولائی پرنٹنگ پریس، کراچی
اشاعت ۲۰۰۴ء
ضخامت ۵۶۰صفحات

ناشر:

فضل ربی ندوی

مجلس نشریات اسلام

۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد نمبر ا کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۰۸۹۶۔۶۶۰۱۸۱۷

اسٹاکسٹ: مکتبہ ندوہ۔ قاسم سینٹر اردو بازار کراچی

فون: ۲۶۳۸۹۱۷

مختصر تعارف

مؤلف کتاب: حافظ عبدالواحد

سن ولادت: ۱۹۵۰ء

تعلیمی کوائف: ۱۔ایم بی بی ایس ۱۹۷۴ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے پاس کیا۔
۲۔درس نظامی۔ جامعہ مدنیہ لاہور وفاق المدارس کے عالمیہ کا امتحان ۱۹۸۳ء میں پاس کیا۔
۳۔تخصص وافتاء۔ جامعہ مدنیہ لاہور میں حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مدظلہ
اور حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔

تدریسی معمولات: جامعہ مدنیہ میں ۱۹۸۳ء سے تا حال

افتاء: ۱۔دارالافتاء جامعہ مدنیہ۔ لاہور ۲۔دارالافتاء والتحقیق۔ چوبری پارک، لاہور

تصنیفات: ۱۔تفسیر 'فہم قرآن' (جلد اول، دوم، سوم، چہارم، 21 پارے مکمل) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی مشہور تفسیر بیان القرآن کی تسہیل واختصار۔
۲۔فہم حدیث (جلد اول۔ دوم۔ سوم) تقریباً ہر موضوع پر مشتمل احادیث کا مجموعہ
۳۔مسائل بہشتی زیور (مکمل دو حصوں میں دوسرا ایڈیشن مع اضافات مفیدہ)
۴۔اسلامی عقائد ۵۔اصول دین
۶۔Creed of Islam (انگریزی) ۷۔ Principles of Islam (انگریزی)
۸۔مریض ومعالج کے اسلامی احکام ۹۔سونا چاندی اور ان کے زیورات کے اسلامی احکام
۱۰۔ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار ونظریات تنقید کی میزان میں (نایاب)
۱۱۔تحفہ اصلاحی: جناب امین احسن اصلاحی صاحب کی کتابوں مبادی تدبر قرآن اور مبادی تدبر حدیث پر تبصرہ وتحقیق حق۔ (غیر مطبوعہ)
۱۲۔تحفہ غامدی۔ جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے مغالطوں کی نشاندہی اور ان کا جواب
۱۳۔تحفہ خیر خواہی بجواب مغالطات کیپٹن عثمانی
۱۴۔قرآن وحدیث سے عداوت کیوں؟ منکر حدیث ڈاکٹر قمر زمان کے افکار کا محاسبہ اور جواب
۱۵۔جاگیرداری اور اسلام، مولانا طاسین صاحب کے مضمون پر تبصرہ اور ان کے مغالطوں کا جواب
۱۶۔متفرق مقالہ جات جو ماہنامہ انوار مدینہ اور سہ ماہی منہاج میں شائع ہوئے۔
۱۷۔شرح احادیث حروف سبعہ اور تاریخ قرأت متواترہ۔
۱۸۔مروجہ مجالس ذکر ودرود شریف کی شرعی حیثیت۔
۱۹۔دین کا کام کرنے والوں کے لیے چند ضروری باتیں۔
۲۰۔جدید معاشی مسائل کی اسلامائزیشن کا شرعی جائزہ
۲۱۔اسلامی صکوک تعارف اور تحفظات ۲۲۔صفات متشابہات اور سلفی عقائد
۲۳۔فقہ اسلامی (عائلی مسائل۔ مدلل) ۲۴۔فقہی مضامین (۴۱ مضامین پر مشتمل)
۲۵۔مسنون حج وعمرہ مدلل ۲۶۔مسنون عمرہ

کسب معاش: ۱۔دو سال فوج کے میڈیکل کور میں بطور کیپٹن ملازمت
۲۔۱۹۷۹ء سے تا حال محکمۂ اوقاف کے ہسپتال میں ملازمت بطور میڈیکل آفیسر۔

عرض مؤلف

الحمد لله الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیبینه للناس و یزکیهم و نشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له و نشهد ان محمدا عبده و رسوله و نصلی علیه و علی آله و اصحابه و علی الانبیاء و المرسلین و اصحابهم اجمعین

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اردو زبان میں ''فہم دین کورس'' کے نام سے دینیات کا ایک مکمل نصاب ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔

اس کورس کا درجہ عام تین کتابوں پر مشتمل ہے یعنی اسلامی عقائد، اصول دین اور مسائل بہشتی زیور۔ یہ تینوں کتابیں علمی معیار کی ہیں اور طبع ہوکر بازار میں دستیاب ہیں۔

کورس کا درجہ اعلیٰ دو مضامین پر مشتمل ہے یعنی تفسیر اور حدیث۔ تفسیر فہم قرآن کی سوا پانچ پاروں پر مشتمل پہلی جلد چھپ چکی ہے۔ تفسیر فہم قرآن کی اصل بنیاد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن ہے جس کی تلخیص اور تسہیل اس حد تک کی گئی ہے کہ عام لوگوں کے لئے اس کو پڑھنے میں کچھ دشواری نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو باقی جلدیں بھی جلد چھپ جائیں گی۔

اس وقت آپ کے ہاتھوں میں فہم حدیث کے نام سے احادیث کے مجموعہ کی پہلی جلد ہے جس میں غیر فقہی موضوعات اکٹھے کئے گئے ہیں۔ دوسری جلد میں انشاء اللہ فقہیات کو جمع کیا جائے گا۔

حدیث کے ترجمہ میں الفاظ کی رعایت کرتے ہوئے محاورہ کا خیال رکھا ہے لفظی ترجمہ کا اہتمام نہیں کیا۔ ہر حدیث کے ساتھ کتاب کا حوالہ مذکور ہے لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ بعض جگہوں پر مثلاً بخاری اور مسلم کی حدیث کو براہ راست بخاری اور مسلم سے نقل نہیں کیا بلکہ مشکوٰۃ سے یا جمع الفوائد سے نقل کیا ہے جس کی وجہ سے الفاظ میں کچھ تغیر ہوسکتا ہے۔ کوشش کی ہے کہ مضمون کو ترتیب سے بیان کیا جائے اور پڑھے لکھے ذہنوں میں ابھرنے والے سوالات کا حل ذکر کیا جائے۔ مطالعہ کے وقت ملحوظ رہے کہ تشریحی الفاظ بریکٹ کے اندر آئے ہیں اور حدیث کا ترجمہ بریکٹ سے باہر ہے۔

پختہ علماء کے لئے فہم دین کورس کے دونوں درجے ان کے اپنے علم کے اعتبار سے شاید عام سی چیز ہوں لیکن وہ اگر اس کی طرف اس اعتبار سے التفات کریں کہ دنیوی تعلیم یافتہ طبقات کو دین کے علم سے روشناس کرانے کے لئے یہ ضروری بھی ہیں اور معیاری بھی تو بہت ہی اچھا ہو۔ زنانہ و مردانہ تعلیمی ادارے اور تجوید و قراءات کے ادارے بھی اگر اس مکمل کورس کو اپنی ترتیب میں داخل کرلیں تو بہت مفید رہے گا۔

ہم جامعہ مدنیہ کے استاد مولوی حفیظ الرحمٰن سلمہ کے مشکور ہیں کہ ان کا ہمیں بہت زیادہ تعاون حاصل رہا اور جناب فضل ربی صاحب ندوی کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے کتاب کی نشرواشاعت میں دلچسپی لی ہے۔ کمپوزر شاہد صاحب سمیت اور بھی جن لوگوں نے تعاون کیا ہم ان کے لئے بھی دعا گو ہیں۔

عبدالواحد

جامعہ مدنیہ لاہور

ربیع الثانی 1423ھ

فہرست مضامین

باب: 1	**دین کا علم**	**13**
	علم دین کے طلب کی فضیلت	13
	علم دین کی فضیلت	15
	دین کا علم مستند اور اہل حق علماء سے حاصل کرنا چاہئے	17
	علماء کو ہدایت وتنبیہات	18
	قیامت تک دین کی حفاظت کا انتظام	23
	دنیا سے علم کا کم ہوتے جانا	24
باب: 2	**اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات**	**25**
	ازل میں صرف اللہ تعالیٰ تھے اور کچھ بھی نہ تھا	25
	تخلیق عالم	26
	اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال	28
	سب کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔	30
	اللہ تعالیٰ کی صفات	32
	اللہ تعالیٰ کی تجلیات	38
باب: 3	**نبوت ورسالت**	**41**
	انبیاء علیہم السلام سب کے سب بشر تھے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے	42
	انبیاء علیہم السلام کو بشری عوارض پیش آتے تھے	43
	رسول اللہ ﷺ کی کچھ خصوصیات	47
	عالم غیب سے تعارف اور تعلق	48
	وحی	52

	معراج	55
	معراج کے موقع پر دیدار الٰہی کی نوعیت	63
	معجزات	66
	امت کے ساتھ انبیاء کی ہمدردی و خیر خواہی	70
	ختم نبوت	72
	نبوت کے اثرات	73
	نبی کی تعریف و تعظیم میں غلو سے ممانعت	78
	انبیاء کی عالم برزخ میں حیات کی کیفیت	80
باب: 4	**قیامت اور آخرت کی تفصیلات**	83
	قیامت کی قریبی علامات	84
	امام مہدی علیہ السلام	85
	دجال	87
	ابن صیاد کی حقیقت	96
	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول	100
	سورج کا مغرب سے طلوع ہونا	102
	یاجوج ماجوج	103
	قیامت کی زمین	107
	قیامت کے دن کا منظر	109
	اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیشی	112
	قیامت میں حقوق العباد کا انصاف	116
	حوض کوثر	118
	پل صراط	120
	شفاعت	122
	جنت اور اس کی نعمتیں	127
	جہنم اور اس کی ہولناکیاں	133

باب:5	**تقدیر**	**140**
	تقدیر کا انکار	**142**
	تقدیر پر ایمان کے بعد عمل کیوں	**146**
	تدبیر تقدیر کے منافی نہیں	**151**
	دعا وغیرہ سے تقدیر کے بدل جانے کی حقیقت	**156**
	عقیدہ تقدیر کے فوائد	**156**
باب:6	**فرشتے**	**160**
	فرشتے نور سے پیدا ہوئے	**160**
	مختلف فرشتے	**161**
	حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق تفصیل	**169**
	رحمت کے فرشتوں کے چند کام	**172**
	فرشتوں کے دیگر کام	**174**
باب:7	**قرآن پاک**	**179**
	قرآن پاک قریش کی لغت پر نازل ہوا	**179**
	ابتداء میں لوگوں کی آسانی کی خاطر مرادف الفاظ کی اجازت ہوئی	**179**
	لغت قریش ہی میں قرآن سات طریقے سے نازل ہوا	**182**
	نازل شدہ سات حروف سے مراد	**184**
	نازل شدہ سات حروف کے چند فوائد	**184**
	رسول اللہ ﷺ کا پورا قرآن لکھوانا	**186**
	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن	**188**
	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن	**190**
باب:8	**صحابہ کرام**	**194**
	کوئی غیر صحابی کسی ادنی صحابی کے درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا	**195**
	اہل علم صحابہ معیار حق ہیں	**196**

کمتر درجہ کے صحابہ کی فکر اور اخروی محاسبہ کا خوف	197
بعد والے صحابہ کو اجازت نہیں کہ پہلے والے صحابہ کو ناراض کریں یا برا کہیں	198
پوری امت کو صحابہ کے بارے میں زبان درازی اور تنقید سے منع کیا گیا	200
صحابہ میں درجہ بندی	200
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ	202
فضائل، ہمت وعزیمت	204
ان کی خلافت بلافصل کے حق ہونے کے دلائل	206
انتخاب	208
حضرت عمر رضی اللہ عنہ	214
فضائل	214
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	216
فضائل	216
بطور خلیفہ تقرری	218
حضرت عثمان رضی اللہ کا امر خلافت اور احکام خلافت میں حق پر ہونا	222
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ	226
حضرت علی رضی اللہ عنہ	227
فضائل	227
حضرت علی ﷺ کے قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے کی وجوہات	231
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جنگ جمل	231
عشرہ مبشرہ	234
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	236
فضائل	236

	حضرت معاویہ ﷺ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کی نوعیت	237
	چند وضاحتیں	240
	رسول اللہ ﷺ کے اہلبیت	242
	امہات المومنین	242
	دیگر اہلبیت	244
	یزید کی شخصیت	249
	یزید کے فاسق ہونے کی وجوہات	249
	ایک سوال اور اس کا جواب	255
باب: 9	**ایمان، اسلام اور احسان**	258
	ایمان، اسلام اور احسان کی تعریف	258
	کامل ایمان مکمل اطاعت کے بغیر نہیں ہوتا	260
	ایمان کے تقاضے اور لوازم	261
	عام لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ آسمان پر ہیں ایمان کے منافی نہیں	273
	گناہ کبیرہ کے وقت ایمان کی رونق جاتی رہتی ہے	274
	ایمان پر استقامت کا ایک واقعہ	278
	اسلام کی وجہ سے ایک دوسرے پر حقوق	282
	اسلام کا کفر کے طریقوں سے امتیاز	284
	اسلامی احکام آدمی کی ظاہری حالت پر نافذ ہوں گے	287
	احسان	289
	احسان کی تحصیل کا طریقہ	290
	صوفیہ کی شطحیات	293
باب: 10	**نفاق**	295
	اعتقادی نفاق اور عملی نفاق	295
	نفاق عملی کی چند مثالیں	296

	نفاق پیدا کرنے میں گانے بجانے کو خصوصی دخل ہے	299
باب:11	**شرک اور اس کی اقسام واحکام**	300
	شرک کے دو درجے: کفریہ شرک اور فسقیہ شرک	300
	شرک انسان کی فطرت نہیں	301
	شرک سب سے بڑا جرم	302
	شرک کے کام سے توبہ نہ کی تو اس کی سزا لازمی ہے	303
	فسقیہ شرک کرنے والے نبی ﷺ کی شفاعت سے محروم رہیں گے	304
	صفات الٰہی میں شرک کی اقسام	305
	عبادت میں شرک	307
	روزمرہ کے کاموں میں شرک	308
	شرک کے سد باب کا اہتمام	310
باب:12	**غیب کا علم**	311
	مغیبات کی دو قسمیں ہیں	311
	مخلوق کو غیب کی بعض جزوی باتوں کا علم	317
	استخارہ	319
	الہام	321
	کشف قبور	321
	غیب کی بات کا وہمی علم	323
	کہانت	323
	علم نجوم	324
	علم خط	326
	فال اور شگون	327
باب:13	**سنت وحدیث کا بیان**	328
	دین میں سنت کا مقام	328
	خلفائے راشدین کی سنت کی حجیت	333

	صحابہ کی سنت کی حجیت	334
	صحابہ میں کتابت حدیث کا اہتمام	334
	تابعین میں کتابت حدیث کا اہتمام	336
	صحابہ میں حدیثیں زبانی یاد کرنے کا اہتمام	338
	تابعین میں حدیثیں زبانی یاد کرنے کا اہتمام	340
	حدیث کے لینے میں احتیاط	340
باب: 14	**بدعت**	343
	بدعت کی تعریف اور حکم	343
	بدعت کی چند صورتیں	346
	بدعتی فرقوں کے بارے میں سختی	352
باب: 15	**خصائل نبوی**	357
باب: 16	**اخلاق**	411
	اچھے اخلاق کی فضیلت واہمیت	412
	عدالت کے شعبے	414
	صداقت	414
	الفت	414
	وعدوں کو اور حقوق کو پورا کرنا	415
	شفقت	416
	صلہ رحمی	417
	توکل اور رضا بالقضا	419
	اللہ کے لئے محبت وبغض	425
	احسان	428
	مکافات (بدلہ لینا دینا)	431
	عفو ودرگزر	432
	حقوق کی ادائیگی	434

سچائی	435
امانت	436
عفت کے شعبے	437
شرم وحیا	437
قناعت	438
صبر	438
بردباری اور متانت	439
میانہ روی	440
نرم مزاجی	440
پرہیز گاری	441
سخاوت	442
شجاعت کے شعبے	443
رقت اور رحمدلی	443
تواضع	446
تکلیف پر صبر	447
غیرت	448
اخلاق رزیلہ سے اجتناب	448
جھوٹ	448
حرص وبخل	450
کسی مسلمان پر ظلم کرنا اور اس کی تحقیر کرنا	452
حسد	453
باہمی کینہ	453
کسی کی مصیبت پر خوش ہونا	454
غیبت	454
بدزبانی	456

	لایعنی	458
	چغلخوری	459
	دورخاپن	459
	غصہ کرنا	460
باب: 17	**خوف خدا اور فکر آخر**	463
	خدا خوفی کے فوائد	466
	رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی خدا خوفی کا حال	468
باب: 18	**آخرت کے اعتبار سے دنیا کے ساتھ معاملہ**	471
	دنیوی ترقی کے دو پہلو	471
	دنیا کی حقارت	473
	دنیا اور اس کی کشادگی سے خطرہ	476
	اپنے مال کی حقیقت	477
	مال کی کمی کو مطلوب بنانا	478
	معصیت کی زندگی کے ساتھ دنیوی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے	481
	زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی	481
	زہد کے فائدے	482
	زہد کی تاکید و ترغیب	483
باب 19	**حقوق کا بیان**	488
	والدین کے حقوق	488
	اولاد کے حقوق	491
	دوسرے رشتہ داروں کے حقوق	493
	شوہر کے حقوق	494
	بیوی کے حقوق	495
باب: 20	**حسن عمل کی توفیق ہو تو زندگی بڑی نعمت ہے**	498

باب: 21	ابلیس اور اس کے لشکر کے انسان دشمنی کے چند کام	501
	دین خراب کرنا	501
	نمازیں خراب کرنا	503
	انسانوں کا مذاق اڑانا اور ان کی توہین کرنا	504
	نیک عمل سے غافل کرنا	505
	دنیا کا نقصان پہنچانا	506
باب: 22	بیعت اور اس کی اقسام	509
باب: 23	جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کا اخراج	514
باب: 24	طبعی اسباب کے علاوہ ماوراء الطبعی اسباب کا ثبوت	517
	سورج اور چاند گہن	518
باب: 25	دعا میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ کو وسیلہ اور واسطہ بنانا جائز ہے	522
	عمل کا واسطہ	522
	رسول اللہ ﷺ کا واسطہ	524
	غیر نبی کا واسطہ	526
	کسی مقبول بندے کے حق کا واسطہ	526
باب: 26	تعدیہ امراض	528
باب: 27	نظر لگنا	531
باب: 28	دم اور تعویذ	534
باب: 29	مسلمان گناہگاروں کو قبر کا عذاب	539
باب: 30	عالم مثال	542
باب: 31	خواب	547

باب: 1

دین کا علم

دین کا ضروری علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ. (ابن ماجه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اپنی ضرورت کے بقدر) دین کا علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے (خواہ وہ مرد ہو یا عورت)۔

فائدہ: ایک چیز ہے کسی ضرورت پڑنے پر کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھنا، یہ بھی اپنی جگہ ضروری ہے۔ دوسری چیز ہے مستقل طور پر دین کے اصول و مسائل کا اتنا علم سیکھنا کہ جس سے آدمی دین کے عام احکام کو معلوم کر لے اور اپنے متعلقین کے دین کو شیطان کے مکروفریب اور گمراہ لوگوں کے شکوک وشبہات سے محفوظ رکھ سکے۔ یہ بھی واجب ہے اور حدیث سے اصل میں یہی مراد ہے۔ اتنے علم کی مقدار کا دارومدار ہر دور کے حالات پر ہوگا۔ آج کل اخبارات، رسائل، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ مختلف قسم کی گمراہیاں پھیلائی جا رہی ہیں اس لئے آجکل کی ضرورت آج سے پچاس سال پہلے کی مقدار سے زیادہ ہے۔

علم دین کے طلب کی فضیلت

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلّمَ .....مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰہُ لَهٗ بِہٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَۃُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَۃُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَۃُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا .....جو شخص دین کا علم حاصل کرنے کیلئے کسی رستے پر چلتا ہے (خواہ وہ علم زیادہ ہو یا تھوڑا ہو البتہ نیت میں خلوص ہو) اللہ

تعالیٰ اس طلب کی وجہ سے اسکے لیے جنت کی طرف جانے والے رستے کو آسان کر دیتے ہیں (کہ خلوص اور عمل کرنے کی نیت اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے جب علم حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس علم پر عمل کرنا آسان فرما دیتے ہیں اور پھر اس سے راضی ہو کر اس کو جنت میں داخل فرماتے ہیں) اور جب بھی کچھ لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں (جو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے بنایا گیا ہو خواہ وہ مسجد ہو یا مدرسہ ہو) جمع ہو کر کتاب الٰہی پڑھتے ہیں اور آپس میں اسکو سیکھتے سکھاتے ہیں (یعنی ان میں سے جو اہل علم ہیں وہ دوسروں کو سکھاتے ہیں) تو ان پر سکینت (یعنی ایسی کیفیت) نازل ہوتی ہے (جس سے دل کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور دل کو سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے اور دین کا ذوق وشوق بڑھتا ہے) اور رحمت (الٰہی) انکو ڈھانپ لیتی ہے اور (رحمت و برکت کے) فرشتے انکو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (فخر کے طور پر) انکا ذکر اپنے پاس موجود مقرب فرشتوں سے کرتے ہیں۔

عَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِساً مَعَ اَبِى الدَّرْدَاءِ فِىْ مَسْجِدِ دَمِشْقَ فَجَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ اِنِّىْ جِئْتُكَ مِنْ مَدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ ﷺ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِىْ أَنَّكَ تُحَدِّثُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَاجِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَإِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ. (احمد و ترمذی)

حضرت کثیر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا اے ابودرداء میں آپ کے پاس مدینہ رسول ﷺ (یعنی مدینہ منورہ) سے صرف ایک حدیث کی خاطر آیا ہوں جس کے بارے میں مجھے یہ پتہ چلا کہ آپ اسکو براہ راست رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں (اس کے علاوہ) کسی اور حاجت کیلئے میں (مدینہ منورہ سے شام کے شہر دمشق تک) نہیں آیا۔ (طلب علم میں ان صاحب کی ہمت و قربانی کو دیکھتے ہوئے اسکی مناسبت سے) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے (پہلے ایک اور حدیث سنائی اور) کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص علم (دین) کی طلب میں کسی رستے پر چلتا ہے تو اس طلب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسکو جنت کی طرف جانے والے رستوں میں سے کسی رستے پر ڈال دیتے ہیں (اور جنت کی طرف لے جانے والے بہت سے رستے ہیں مثلاً جہاد کا رستہ، علم دین کے سیکھنے سکھانے کا رستہ، عبادات کے شغل کا رستہ اور مخلوق الٰہی کی خیر خواہی اور خدمت کا

رستہ وغیرہ۔ دیگر فرائض اور واجبات پورے کرتے ہوئے آدمی محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ان میں سے کسی رستے پر چل رہا ہو تو یہ ایک زائد فضیلت ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ جنت میں داخلہ سہل فرمادیتے ہیں) اور فرشتے (دین کے) طالب علم کے اکرام میں اپنے پر رکھ دیتے ہیں (یعنی اسکے سامنے تواضع سے کھڑے ہو جاتے ہیں)۔

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَ ہُ الْمَوْتُ وَھُوَ یَطْلُبُ الْعِلْمَ لِیُحْیِیَ بِہِ الْإِسْلاَمَ فَبَیْنَہُ وَبَیْنَ النَّبِیِّیْنَ دَرَجَۃٌ وَاحِدَۃٌ فِیْ الْجَنَّۃِ (دارمی)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ وہ طلب علم میں منہمک تھا تاکہ علم کے ذریعہ اسلام (کے مٹے ہوئے احکام) کو زندہ کرے (علم حاصل کرنے کی کوئی دنیوی غرض نہ ہو) تو جنت میں اسکے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔

علم دین کی فضیلت:

عَنْ أَبِیْ الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ..... وَإِنَّ صَاحِبَ الْعِلْمِ یَسْتَغْفِرُلَہُ مَنْ فِیْ السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِیْ الْأَرْضِ وَالْحِیْتَانُ فِیْ جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْأَنْبِیَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَلَادِرْھَمًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَہُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (احمد و ترمذی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ.....

(اس عالم کی درستی اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق چلیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور صرف انسان ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق کو اسکا فائدہ پہنچتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے طریقے پر نہ چلیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے جو کئی قسم کی مصیبتوں کے نازل ہونے کا سبب بنتی ہے مثلاً قحط اور خشک سالی وغیرہ جس سے صرف انسان ہی نہیں دوسری تمام مخلوق بھی متاثر ہوتی ہے۔ جو علماء اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہوں لوگوں کو دین کے طریقے بتا رہے ہوں اور خود عمل کرتے ہوئے لوگوں کو بھی عمل کرنے کا کہہ رہے ہوں تو اس میں چونکہ سب مخلوق کا فائدہ ہے اس لیے ایسے) عالم کیلئے جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب بخشش طلب کرتے ہیں یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی (فرشتے اس وجہ سے علماء کیلئے

دعائے مغفرت کرتے ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں فرشتے ان کیلئے دعا کرنے پر مامور ہیں)۔ اور عالم (جس نے دین کا پورا علم حاصل کیا اور خود بھی اس پر عمل کیا اور دوسروں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہے اور دین سکھاتا ہے اس کی) فضیلت عبادت گزار پر (جو ضرورت کا تھوڑا سا علم حاصل کر کے اپنا زیادہ وقت عبادت میں گزارتا ہے) چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے دیگر ستاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں (لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انبیاء کچھ مال چھوڑ جاتے ہیں جو علماء میں تقسیم کیا جاتا ہے کیونکہ) انبیاء کی میراث دینار و درہم (اور دیگر مال) نہیں ہوتے (کیونکہ اگر وہ کچھ مال چھوڑتے بھی ہیں تو وہ صدقہ ہوتا ہے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا) انکی میراث تو محض علم دین ہوتا ہے۔ تو جس نے یہ میراث حاصل کی اس نے تو بڑا نصیب حاصل کرلیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقِیْہٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فقیہ (یعنی وہ شخص جو دین کے اصول وقواعد اور جزوی مسائل خواہ انکا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے خوب باخبر ہو) شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے (کیونکہ عابد کی کم علمی کی وجہ سے شیطان بہت مرتبہ اسکو عبادت کے رنگ میں دھوکہ دینے میں کامیاب ہوجاتا ہے جبکہ فقیہ کو شیطان کی چالبازیوں کا بخوبی علم ہوتا ہے اور وہ شیطان سے خود کو بھی محفوظ رکھتا ہے اور دوسروں کی بھی حفاظت کا ذریعہ بنتا ہے)۔

عَنْ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْراً یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وِإِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِی (مسلم،1\287مرقات)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بہت ہی زیادہ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسکو دین میں تفقہ (یعنی دین کی مکمل سمجھ) عطا کرتے ہیں اور میں تو (اللہ کے دیئے ہوئے) علم کو تقسیم کرنے والا ہوں تفقہ اور سمجھ دینے والے تو فقط اللہ تعالیٰ ہیں (کسی کو کم دیتے ہیں کسی کو زیادہ دیتے ہیں)۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَھَاوَ وَعَاھَا وَاَدَّاھَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ غَیْرُفَقِیْہٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ اِلیٰ

مَنْ هُوَاَفْقَهُ مِنْهُ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ (اور پھلا پھولا) رکھے جس نے میرا قول سنا اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (اس دعائے نبوی اور فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال دین کے مسائل اور فقہ اور سوجھ بوجھ پر مشتمل ہیں لیکن) بسا اوقات فقہ کی بات کو سننے اور یاد کرنے والا خود فقیہ نہیں ہوتا۔ (کہ یہ جان سکے کہ اس حدیث سے دین کے کیا کیا مسائل حل ہوتے ہیں اور کیا کیا ہدایات ملتی ہیں) لیکن یہ جس شخص کو وہ حدیث پہنچاتا ہے وہ بسا اوقات اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے (اور حدیث سے حاصل ہونے والے بہت سے مسائل کو جان لیتا ہے خواہ انکا ذکر صراحت سے ہو یا اشارہ سے یا دلالت سے یا قیاس سے اور اس طرح سے یہ شخص دین کے تفصیلی علم پھیلانے میں مددگار بنتا ہے)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ كِلاَهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَأَحَدُهُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ أَمَّا هٰؤلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَأَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ أَوِالْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ أَفْضَلُ وإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِمْ (دارمی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کا گذر دو مجلسوں پر ہوا۔ (انکے بارے میں) آپ نے فرمایا یہ دونوں ہی مجلسیں بھلائی پر ہیں لیکن ان میں ایک کو دوسری پر زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ رہے اس مجلس کے لوگ تو یہ اللہ سے دعا میں مشغول ہیں اور اللہ کے ہاں کی نعمتوں میں رغبت کرنے والے ہیں تو اگر اللہ چاہے گا تو انکو اپنی نعمتیں عطا کرے گا اور اگر نہیں چاہے گا تو ان کو نہیں دے گا اور رہے اس (دوسری) مجلس والے تو یہ فقہ (یا دین) کا علم سیکھتے ہیں اور جاہلوں کو سکھاتے ہیں (اس طرح سے ان کی نیکی کا پھیلاؤ ہے) تو یہ لوگ زیادہ فضیلت والے ہیں اور (چونکہ) میں بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں (لہذا میری انکے ساتھ زیادہ مناسبت ہے) پھر آپ ﷺ ان ہی میں بیٹھ گئے۔

دین کا علم مستند اور اہل حق علماء سے حاصل کرنا چاہئے

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ (مقدمه مسلم)

(بڑے اور مشہور تابعی) حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا بلاشبہ دین کا علم بھی دین ہے تو

دیکھو تم اپنا دین (یعنی اس کا علم) کن لوگوں سے حاصل کرتے ہو (یعنی اہل حق علماء سے حاصل کرو جن کے سلسلہ تعلیم میں بھی اہل حق علماء ہوں۔ جو مستند عالم ہی نہیں یا جو اہل حق نہیں ان کے پاس دین سیکھنے اور کوئی درس سننے نہ جاؤ)۔

عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَایِهٖ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ (ترمذی)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے (اور عقل سے صحیح دلیل کے بغیر کوئی بات کہی اور وہ (اتفاق سے) صحیح بھی ہوگئی تب بھی اس نے (اصولی) خطا کی (کیونکہ اس کو کچھ کہنا ہی جائز نہیں تھا)

فائدہ: ایک چیز ہے کسی مستند تفسیر سے کوئی پختہ بات نقل کرنا۔ یہ تو ہر وہ شخص جس نے بات کو پورے طور پر صحیح صحیح سمجھ لیا ہو کرسکتا ہے اور ایک چیز ہے اپنی طرف سے قرآن پاک کے کسی لفظ یا آیت کا مطلب بتانا۔ یہ کام صرف وہی شخص کرسکتا ہے جس کو وہ تمام علوم حاصل ہوں جو تفسیر کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

عام لوگ یہ کر سکتے ہیں کہ کوئی مستند اور آسان تفسیر لے کر اس کو پڑھ لیں اور کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو کسی اچھے عالم سے پوچھ لیں۔ بہتر یہی ہے کہ کوئی مختصر تفسیر کسی اچھے عالم سے سبقاً سبقاً پڑھ لیں۔

البتہ قرآن پاک کا درس دینا ہو تو کوئی اچھا عالم یہ کام کرے۔ عام آدمی درس نہ دے۔ عام آدمی کسی مستند تفسیر میں سے صرف لفظ بلفظ پڑھ کر سنا سکتا ہے۔ عالم بھی اگر خود تفسیر کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو وہ بھی مستند تفسیر کو نقل کر دے اپنی طرف سے جرأت نہ کرے اور نہ ہی غیر مستند لوگوں کی باتوں کو لے کر نقل کرے۔

علماء کو ہدایت وتنبیہات

1- علم دین سیکھنے سکھانے میں بھی اخلاص یعنی خالص نیت ضروری ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ..... وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَأْتُ فِیْکَ الْقُرْآنَ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ إِنَّکَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِیٌ فَقَدْ

قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا محاسبہ ہوگا ان میں .....ایک وہ شخص (بھی) ہوگا جس نے دین کا علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا۔ اسکو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اسکو اپنی نعمتیں یاد کرائیں گے اور اسکو وہ سب یاد آجائیگا (پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے اب بتا کہ تو نے ہماری نعمتوں کے شکرانہ میں کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا کہ میں نے آپ کی رضا کی خاطر علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ (جو انسانوں کی نیتوں سے خوب باخبر ہیں) فرمائیں گے تو نے جھوٹ کہا (کیونکہ تیری نیت میری رضا کو حاصل کرنے کی نہ تھی) بلکہ تو نے علم سیکھا تھا تاکہ تجھے عالم کہا جائے اور تو نے قرآن پڑھا تھا تاکہ کہا جائے کہ یہ بڑا قاری ہے اور (تیری مراد تو دنیا ہی میں پوری ہوگئی کہ) یہ سب کچھ کہا جا چکا پھر اسکے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسکو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا اور جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِیَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُجَارِیَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ. (1\286 مرقات)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دین کا علم اس لیے حاصل کرتا ہے کہ دوسرے علمائے حق کے ساتھ ناحق کی حجت بازی کرے یا کم سمجھوں کو (غلط سلط دلیلیں سنا کر حق بات اور اہل حق کے بارے میں) شکوک میں مبتلا کرے یا (جاہ کی طلب میں یا مال کی طلب میں) لوگوں کی توجہات اپنی طرف پھیرے تو (ان مقاصد بد کی بنا پر) اللہ تعالیٰ اسکو جہنم کی آگ میں داخل فرمائیں گے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لاَ يَتَعَلَّمُهٗ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِیْ رِيحَهَا (احمد و ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایسا علم سیکھا جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے (مراد ہے دین کا علم) لیکن اس نے صرف اس غرض سے وہ علم حاصل کیا کہ اسکے ذریعہ سے دنیا کا کچھ مال حاصل کرلے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا (جبکہ دیگر علماء جنت کی خوشبو بہت دور سے پالیں گے)۔

نوٹ: ایک چیز ہے دین کو اور آخرت کو پیش نظر رکھنا اور دین کے کاموں کے لیے دلجمعی اور فراغت حاصل کرنے کیلئے دنیوی ضرورتوں کی خاطر کچھ دنیوی مال یعنی تنخواہ لینا اور ایک چیز ہے دنیا کو اپنا مقصد بنانا اور دنیا حاصل کرنے کیلئے دین کو ذریعہ بنانا۔ ان دو باتوں میں جو فرق ہے اسکو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

2- ہر ایک اپنے علم کو نافع بنائے کہ علم کے تقاضوں پر خود بھی عمل کرے:

عَنْ أَبِیْ الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لاَیَنْتَفِعُ بِعِلْمِهٖ (دارمی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے برے مرتبہ والے لوگوں میں سے ایک وہ (دین کا) عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے خود کوئی نفع نہ اٹھایا (یعنی دین کی باتوں پر خود کچھ عمل نہ کیا)۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِیْ الْقَلْبِ فَذَاکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذٰلِکَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَی ابْنِ آدَمَ (دارمی)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ علم ہے جو دل میں اتر جائے (اور دل اس سے متاثر ہو جائے جس کے بعد علم کے مطابق عمل کا ہونا ضروری ہے) اور دوسرا وہ علم ہے جو صرف زبان پر رہے (نہ اس سے دل متاثر ہو اور نہ ہی دیگر اعضاء پر اسکا اثر ظاہر ہو) تو یہ آدمی کے خلاف اللہ عزوجل کی حجت ہے۔

عَنْ زِیَادِ بْنِ لَبِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا فَقَالَ ذٰلِکَ عِنْدَ أَوَانِ ذِهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ یَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَنُقْرِئُهُ أَبْنَاءَ نَا وَیُقْرِئُهُ أَبْنَاءُ نَا أَبْنَائَهُمْ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَقَالَ ثَکِلَتْکَ أُمُّکَ زِیَادُ إِنْ کُنْتُ لَأُرَاکَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِیْنَةِ أَوَلَیْسَ هٰذِهِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی یُقْرِئُوْنَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِیْلَ لاَیَعْمَلُوْنَ بِشَیْءٍ مِمَّا فِیْهِمَا (احمد و ابن ماجه)

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مجلس میں) نبی ﷺ نے کوئی ہولناک بات ذکر کی اور فرمایا کہ ایسا اس وقت ہوگا جب علم اٹھ جائے گا۔ حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول علم کیسے اٹھ جائے گا حالانکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں (اور سیکھتے ہیں) اور اپنی اولاد کو پڑھاتے سکھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائے گی سکھائے گی اور یہ سلسلہ

قیامت تک چلتا رہے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زیاد تمہاری ماں تم کو روئے (عربوں میں یہ بات بطور محاورہ کے کم سمجھی کی بات پر کہی جاتی تھی اس سے بددعا مقصود نہ ہوتی تھی) میں تو تم کو مدینہ کے سب سے سمجھدار لوگوں میں سے سمجھتا تھا (لیکن تم اتنی بات بھی نہ سمجھے) آخر یہ یہود اور نصاری بھی تو تورات اور انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن ان پر کچھ عمل نہیں کرتے (اور جس علم پر خود عمل نہ ہو وہ علم نہیں بلکہ اس کی مثال تو کتابوں کے بوجھ کی ہے جو گدھے پر لاد دیا گیا ہو تو جب علم پر عمل نہ رہے گا تو درحقیقت علم بھی نہ رہے گا)۔

3- عالم اپنے وقت کو ضائع نہ کرے:

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِیْہُ فِیْ الدِّیْنِ إِنِ احْتِیْجَ إِلَیْہِ نَفَعَ وإِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْہُ أَغْنٰی نَفْسَہٗ (رزین)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دین کی فقہ رکھنے والا وہ شخص بہت ہی اچھا ہے جس کی جب (لوگوں کو) حاجت ہو تو وہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے اور جس وقت لوگ اسکی ضرورت محسوس نہ کریں تو وہ بھی اپنے آپ کو (عبادت میں مشغول کر کے) غنی کر لیتا ہے۔

4- بلاعلم قرآن کے بارے میں کچھ کہنا ناجائز ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِیْ الْقُرْاٰنِ بِرَأْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن کے بارے میں کوئی بات محض اپنے اٹکل سے کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم کی آگ میں بنالے۔

5- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ کی ان کہی بات کی نسبت کرنا حرام ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوْا الْحَدِیْثَ عَنِّیْ إِلَّا مَاعَلِمْتُمْ فَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے کوئی بات (اور حدیث) نقل کرنے بچو مگر جبکہ تم کو اچھی طرح علم ہو جائے کہ وہ میری ہی کہی ہوئی بات اور حدیث ہے) کیونکہ (میری ان کہی بات کو میری طرف منسوب کرنا بڑا جھوٹ اور دین میں افتراء ہے اور) جو کوئی مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

6- دینی مصلحت نہ ہو تو دین کی بات چھپانا جائز نہیں:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ (احمد و ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے کوئی علم دین کی بات پوچھی گئی جبکہ وہ اسے جانتا بھی ہے (اور مسئلہ بتانے کی دینی ضرورت بھی ہو) پھر بھی اس نے مسئلہ چھپالیا (اور بتایا نہیں اور خاموش رہا گویا کہ اس نے اپنے منہ میں لگام لگائی ہوئی ہے جس کی وجہ سے بول نہیں پا رہا) تو اسکو قیامت کے دن (اس کے طرز عمل کی مناسبت سے) آگ کی لگام پہنائی جائیگی۔

7- بغیر علم کے فتوی دینا اور مسئلہ بتانا:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلٰی مَنْ أَفْتَاهُ وَمَنْ أَشَارَ عَلٰی أَخِیْهِ بِأَمْرٍ یَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو بغیر علم کے کوئی مسئلہ بتایا گیا تو اسکا (یعنی غلط مسئلہ بتانے کا اور غلط مسئلہ پر عمل کرنے کا) گناہ مسئلہ بتانے والے پر ہوگا اور جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کوئی مشورہ دیا جبکہ وہ سمجھتا ہے کہ اسکی بھلائی دوسری بات میں ہے تو مشورہ دینے والے نے اپنے مسلمان بھائی سے خیانت (اور بددیانتی) کی۔

8- اپنی بڑائی جتلانے کیلئے کسی کو مغالطہ نہ دے:

عَنْ مُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْأُغْلُوْطَاتِ. (ابوداؤد)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مغالطوں (کے دینے) سے منع فرمایا۔

9- وعظ ونصیحت میں لوگوں کی اکتاہٹ کا خیال رکھنا:

عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ أَبَیْتَ فَمَرَّتَیْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَاتُمِلَّ النَّاسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَلَا أُلْفِیَنَّكَ تَاْتِیْ الْقَوْمَ وَهُمْ فِیْ حَدِیْثٍ مِنْ حَدِیْثِهِمْ فَتَقُصُّ عَلَیْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَیْهِمْ حَدِیْثَهُمْ فَتُمِلَّهُمْ وَلٰكِنْ أَنْصِتْ فَإِذَا أَمَرُوْكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ یَشْتَهُوْنَهٗ. (بخاری)

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

لوگوں کو ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قرآن وحدیث کے ساتھ وعظ ونصیحت کرواور اگر تم اس پر بس نہ کرو (اور لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچانا مقصود ہو) تو چلو ہفتہ میں دومرتبہ کرلواور اگر اس سے بھی زیادہ کرنا ہوتو ہفتہ میں تین مرتبہ کرلو (اس سے زیادہ نہ کرو) اور لوگوں کو اس قرآن سے اکتاہٹ میں مت ڈال (کہ روز کروگے تو لوگ اکتا جائیں گے) اور میں تمہیں ہرگز اس حالت میں نہ پاؤں کہ تم کچھ لوگوں کے پاس جاؤ جو اپنی باتوں میں مشغول ہوں اور تم ان کی بات کاٹ کر ان کو وعظ ونصیحت کرنی شروع کردو اور اس طرح ان میں اکتاہٹ اور بیزاری پیدا کردو بلکہ (جب تم ان کے پاس جاؤ اور وہ اپنی باتوں میں مشغول ہوں تو) تم خاموش رہو۔ جب وہ خود (اپنی بات ختم کر کے) تم سے بات کرنے کو کہیں اور تمہاری بات سننے کو رغبت رکھیں تو اب تم ان سے قرآن وحدیث اور وعظ ونصیحت کی بات کرو۔

10- دین کے طالب علموں کے ساتھ خیر خواہی:

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّاسَ لَکُمْ تَبَعٌ وَإِنَّ رِجَالاً یَاتُوْنَکُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْإِرْضِ یَتَفَقَّھُوْنَ فِیْ الدِّیْنِ فَإِذَا أَتَوْکُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِھِمْ خَیْرًا. (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے علمائے صحابہ تم نے مجھ سے دین کو حاصل کیا آگے لوگ تم سے اسکو حاصل کریں گے اور بجا طور پر یخیال کر کے کہ تمہارے اقوال و افعال میرے اقوال و افعال کے موافق ہیں) لوگ بلاشبہ اقوال و افعال میں تمہاری پیروی کریں گے اور دین میں تفقہ حاصل کرنے کیلئے لوگ تمہارے پاس اطراف عالم سے آئیں گے تو جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم انکے بارے میں میری طرف سے خیر خواہی کی وصیت اپنے پلے باندھ لو۔

قیامت تک دین کی حفاظت کا انتظام:

عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْأُمَّۃِ عَلیٰ رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا. (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی اس امت کی ہر صدی پر ایسے لوگوں کو بھیجتے ہیں جو اس (امت) کیلئے اس کے دین کی تجدید کرتے ہیں (یعنی درمیانے عرصہ میں اہل بدعت جو بدعات ایجاد کرتے ہیں اور گمراہ لوگ اپنی گمراہیوں کے لئے

جو غلط تاویلیں اختیار کرتے ہیں یہ انکا باطل ہونا کھول کر بیان کر دیتے ہیں اور اپنی کوششیں اس پر لگا دیتے ہیں کہ صحیح دین ہی کو رواج ہو)۔

دنیا سے علم کا کم ہوتے جانا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہ بِنْ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا یَنْتَزِعُہٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤْسًا جُھَّالاً فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی دین کے علم کو اس طرح نہیں اٹھاتے کہ لوگوں کے دلوں اور سینوں سے علم کو کھینچ لیں بلکہ اللہ تعالی علماء کو موت دے کر علم کو اٹھاتے ہیں یہاں تک کہ جب کسی علاقہ میں کوئی صحیح عالم باقی نہیں رہتا (یا بہت تھوڑے رہ جاتے ہیں) تو لوگ ناقص اور خود ساختہ علم کے دعویداروں کو جو حقیقت میں جاہل ہیں (اور اہل حق علماء ان کے علم پر مطمئن نہیں ان کو) اپنا دینی بزرگ اور رہنما (سمجھ لیتے ہیں اور) بنا لیتے ہیں۔ پھر جب ان جاہلوں سے (دین کی باتیں اور) دین کے مسائل پوچھے جاتے ہیں (یا وہ خود ہی لوگوں کو دین کی باتیں اور مسائل بتاتے ہیں) تو وہ بغیر علم کے (غلط سلط) باتیں بتاتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

باب: 2

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات

ازل میں صرف اللہ تعالیٰ ہی تھے اور کچھ بھی نہ تھا:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی الله عنه أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْنَاکَ لِنَتَفَقَّهَ فِی الدِّيْنِ وَلِنَسْئَلَکَ عَنْ أَوَّلِ هٰذَا الْأَمْرِ مَاکَانَ؟ قَالَ کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَکُنْ شَيْئٌ قَبْلَهٗ وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَکَتَبَ فِی الذِّکْرِ کُلَّ شَيْئٌ (بخاری)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل ہے اہل یمن میں سے کچھ لوگ آئے اور کہا اے اللہ کے رسول ہم (آپ کے پاس) اس غرض سے آئے ہیں کہ دین کا فہم حاصل کریں اور آپ سے اس عالم اور کائنات کی ابتداء کے بارے میں پوچھیں کہ کیسے ہوئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ازل میں) صرف اللہ ہی تھے اور ان سے پہلے کچھ بھی نہ تھا (یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیش سے ہیں باقی جو کچھ بھی ہے اس کا وجود بعد میں ہوا ہے) اور (پھر ایک وقت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا اور اس وقت وہ) عرش پانی پر تھا (اس پانی کی حقیقت صرف اللہ ہی جانتے ہیں)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور لوح محفوظ میں ہر چیز (کے بارے میں تفصیل) کو لکھ دیا۔

عَنْ أَبِیْ رَزِيْنٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقَهٗ قَالَ کَانَ فِی عَمَاءٍ مَا تَحْتَهٗ هَوَاءٌ وَمَا فَوْقَهٗ هَوَاءٌ وَخَلَقَ عَرْشَهٗ عَلَى الْمَاءِ (ترمذی)

(چونکہ آدمی اس محسوس عالم و کائنات کا حصہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی تصور قائم کرتا ہے تو اس کائنات کے اعتبار سے ہی کرتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ کائنات پہلے کچھ نہ تھی اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی مادہ کے محض اپنی قدرت سے اس کو پیدا کیا ہے تو آدمی کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں تصور قائم کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے اسی لئے) حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارا رب اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کو کائنات سے اب جو تعلق ہے تو کائنات کی تخلیق سے پہلے یہ تعلق کس کے ساتھ تھا)؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ کو (اب جو تعلق کائنات کے ساتھ ہے تو ایک وقت تھا کہ یہی تعلق خلا کے ساتھ تھا کہ (موجود کائنات کی جگہ) اوپر نیچے ہر طرف خلا ہی خلا تھا۔ پھر (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی پیدا کیا اور اس) پانی کے اوپر اپنا عرش پیدا کیا۔

فائدہ: دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عالم کا تفصیلی وجود جس تجلی کے سبب سے ہے عالم کے وجود سے پہلے بس وہی تجلی موجود تھی اور اس کے ہر طرف خلا ہی خلا تھا۔ (تجلیات کی بحث آگے آ رہی ہے)۔

تخلیق عالم

عالم نور اور اسکے بعد عالم ارواح کی تخلیق:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ أَخْبِرْنِيْ عَنْ أَوَّلِ شَيءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ قَالَ يَا جَابِرُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَامَلَكٌ وَلَاسَمَاءٌ وَلَا أَرْضٌ وَلَاشَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَاجِنِّيٌّ وَلَا إِنْسِيٌّ فَلَمَّا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَّمَ ذٰلِكَ النُّوْرَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ الْقَلَمَ وَمِنَ الثَّانِي اللَّوْحَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْعَرْشَ ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْأَوَّلِ حَمَلَةَ الْعَرْشِ وَمِنَ الثَّانِي الْكُرْسِيَّ وَمِنَ الثَّالِثِ بَقِيَّةَ الْمَلَائِكَةِ ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ السَّمَاوَاتِ وَمِنَ الثَانِي الْأَرْضِيْنَ وَمِنَ الثَالِثِ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْأَوَّلِ نُوْرَ أَبْصَارِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمِنَ الثَانِي نُوْرَ قُلُوْبِهِمْ وَهِيَ الْمَعْرِفَةُ بِاللّٰهِ وَمِنَ الثَّالِثِ نُوْرَ أَلْسِنَتِهِمْ وَهُوَ التَّوْحِيْدُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. (عبدالرزاق)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر اشیاء کی تخلیق سے پہلے سب سے پہلی چیز کیا پیدا کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جابر اللہ نے دیگر اشیاء کی تخلیق سے پہلے اپنے (علم میں خزانہ) نور سے تیرے نبی (کی روح اور تمام مخلوقات کی ارواح) کا (مادہ ایک) نور پیدا کیا (اور چونکہ وہ جزو جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ کی تخلیق کی گئی اس مادہ میں مرکزہ کی حیثیت رکھتا تھا اس لیے پورے مادہ نور کی نسبت شرافت کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی)۔ وہ

(مادہ) نوراللہ کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا گردش کرتا اوراس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ جنت تھی نہ دوزخ تھی نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ سورج تھا نہ چاند تھا اور نہ کوئی جن تھا نہ کوئی انسان تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا (یعنی جب اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ ازلی میں مخلوق کی پیدائش کا جووقت تھا وہ ہوا) تو اس نور کے چار حصے کئے۔ پہلے حصے سے قلم کو دوسرے سے لوح کو اور تیسرے سے عرش کو (یعنی ان تینوں چیزوں کی ارواح کو) پیدا کیا اور چوتھے حصے کے آگے چار جزو کئے ان میں سے پہلے جزو سے حاملین عرش کو دوسرے سے کرسی کو تیسرے سے باقی فرشتوں کو (یعنی ان سب کی ارواح کو) پیدا کیا اور چوتھے جزو کے پھر چار ٹکڑے کئے ان میں سے پہلے ٹکڑے سے آسمانوں کو دوسرے سے زمینوں کو تیسرے سے جنت و دوزخ کو (یعنی ان سب کی رواح کو) پیدا کیا اور چوتھے ٹکڑے کے مزید چار حصے کئے ان میں سے پہلے حصے سے مومنین کی آنکھوں کا نور اور دوسرے سے انکے دلوں کا نور یعنی معرفت الٰہیہ اور تیسرے سے انکی زبانوں کا نور یعنی کلمہ توحید لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ بنایا (اسی طرح باقی اجزاء سے انسانوں سمیت دیگر مخلوقات کی ارواح کو پیدا کیا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ کے مطابق ان ارواح کو ان کے مناسب حال اجساد واجسام عطا کئے گئے۔اس طرح سے یہ عالم وجود میں آیا)۔

تنبیہ: یہ جولکھا کہ تمام اشیاء کی ارواح کو پیدا کیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے:

وَ اِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ (سورہ اسراء: 44)

ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ تسبیح وتحمید حالی نہیں بلکہ قولی ہے کیونکہ تسبیح حالی کو تو لوگ سمجھ ہی لیتے ہیں اور جو تسبیح وتحمید قولی ہو اسکے لیے تسبیح وتحمید کرنے والے میں کسی قدر شعور کا ہونا ناگزیر ہے اور ذی شعور حقیقت روح کہلاتی ہے تو اس آیت کی رو سے عالم کی ہر شے میں کوئی شعور رکھنے والی روح موجود ہے اور ارواح سب انتہائی لطیف اور نورانی ہوتی ہیں۔

عالم کی ارواح کا مادہ پیدا کرنے کے بعد جو چیزیں پہلے پہل پیدا کی گئیں وہ پانی اور عرش اور قلم اور لوح محفوظ ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صلی الله علیه وسلم كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل قلم کو (لوح محفوظ میں لکھنے کا حکم دے کر) تمام مخلوقات کی تقدیریں اور اندازے لکھ دیے۔اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ زَعَمَ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا فِي الْبَطْحَاءِ فِيْ عِصَابَةٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ فِيْهِمْ .....قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالُوْا لَا نَدْرِيْ قَالَ إِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا إِمَّا وَاحِدَةٌ وَإِمَّا اثْنَتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ وَسَبْعُوْنَ سَنَةً وَالسَّمَاءُ الَّتِيْ فَوْقَهَا كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ أَعْلَاهُ وَأَسْفَلِهٖ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ بَيْنَ أَظْلَافِهِنَّ وَوَرِكِهِنَّ مِثْلُ مَابَيْنَ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِهِنَّ الْعَرْشُ بَيْنَ أَسْفَلِهٖ وَأَعْلَاهُ مَابَيْنَ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ اللّٰهُ فَوْقَ ذٰلِكَ. (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ وادیٔ بطحاء میں بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان میں تشریف فرما تھے۔آپ نے پوچھا تم جانتے ہو کہ (اس نیلگوں فضا اور تاروں بھری کائنات سے بھی اوپر دروازوں والے مادی اور ٹھوس) آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔آپ نے فرمایا انکے مابین اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کی (یعنی بہت زیادہ) مسافت ہے اور آسمان دنیا اور اس سے اوپر آسمان کے مابین بھی اتنی ہی مسافت ہے یہاں تک کہ آپ نے ساتوں آسمان گنائے پھر ساتویں آسمان کے اوپر (پانی کا جس کی اصل حقیقت سے صرف اللہ تعالیٰ ہی واقف ہیں) ایک سمندر ہے جس کی اوپری سطح اور تہہ کے درمیان کا اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان فاصلہ ہے پھر اس سمندر کے اوپر آٹھ (فرشتے ہیں جو) پہاڑی بکرے (کی شکل کے) ہیں (اور اتنے بڑے بڑے ہیں کہ) انکے کولہے اور پیروں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہی ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے۔انکی پشت پر عرش ہے جس کی موٹائی اتنی ہے جتنی ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے اور پھر اسکے اوپر اللہ تعالیٰ (کی عظیم الشان تجلی ہے اور اسکی قدرت کا ظہور) ہے۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ أَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْأَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْأَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْأَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ

وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْکَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِکَ فِیْ وُجُوْهِ أَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَيْحَکَ إِنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى أَحَدٍ شَانُ اللّٰهِ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِکَ وَيْحَکَ أَ تَدْرِیْ مَا اللّٰهُ إِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمَاوَاتِهٖ لَهٰکَذَا وَقَالَ بِأَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَ إِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ أَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاکِبِ. (ابوداؤد)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی نے آکر کہا کہ لوگ مشقت میں پڑ گئے ہیں۔ بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں اور فصلیں اجڑ گئیں اور جانور ہلاک ہو گئے ہیں آپ ہمارے لیے اللہ سے بارش کی دعا مانگیں ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو سفارشی اور شفیع بنانا چاہتے ہیں اور آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کو شفیع اور سفارشی بنانا چاہتے ہیں آپ (یہ بات سن کر ہیبت زدہ ہو گئے اور اسی حالت میں آپ) نے فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ یعنی اللہ تعالیٰ اس نقص سے پاک ہیں اللہ تعالیٰ اس نقص سے پاک ہیں اور آپ اتنی دیر تک یہی دہراتے رہے کہ صحابہ کے چہروں پر اس (کی وجہ سے پریشانی) کا اثر محسوس ہونے لگا پھر فرمایا نادان اللہ تعالیٰ کسی سے سفارش نہیں کرتا اسکی شان اس سے بلند و برتر ہے۔ نادان کیا تو جانتا ہے اللہ کیا ہے۔ اس کا عرش اسکے آسمانوں پر اس طرح ہے اور انگلیوں سے گنبد کی طرح بنایا (اور عرش باوجود یکہ اتنا بڑا ہے مگر پھر بھی اس شہنشاہ کی عظمت کو نہیں سنبھال سکتا اور) اسکی وجہ سے وہ چرچراتا ہے جس طرح اونٹ کی کاٹھی سوار کے بوجھ سے چرچراتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ إِسْرَافِيْلَ مُنْذُ يَوْمَ خَلْقِهٖ صَافًّا قَدَمَيْهِ لَايَرْفَعُ بَصَرَهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الرَّبِّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰى سَبْعُوْنَ نُوْرًا مَا مِنْهَا مِنْ نُوْرٍ يَدْنُوْ مِنْهُ إِلَّا احْتَرَقَ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب سے (قیامت کے دن صور میں پھونکنے والے فرشتہ) اسرافیل کو پیدا کیا ہے وہ دونوں پاؤں برابر کئے کھڑے ہیں (اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت کی وجہ سے) نظر اوپر نہیں اٹھاتے انکے اور پروردگار کے درمیان نور کے ستر پردے ہیں۔ ہر پردہ ایسا ہے کہ اگر اسکے قریب بھی جائیں تو جل جائیں۔

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰى قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِخَمْسِ کَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَايَنَامُ وَلَا يَنْبَغِیْ لَهٗ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهٗ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ کَشَفَهٗ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى إِلَيْهِ

بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ. (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہوکر پانچ باتیں بیان فرمائیں۔ (1) بلاشبہ اللہ عزوجل سوتا نہیں ہے اور نہ یہ اسکے شایان شان ہے۔ (2) میزان عدل (جو دنیا میں مخلوق کی روزی اور آخرت میں انکے اعمال کی مقدار کیلئے مقرر کی گئی) کو جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے (کیونکہ اعمال و رزق کی کثرت وقلت اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ اپنے ہی پیمانہ سے کسی کو زیادہ دیتا ہے کسی کو کم دیتا ہے اور اسی وجہ سے کسی کے اچھے عمل زیادہ ہونگے اور کسی کے کم۔ کسی کو روزی فراخ ملتی ہے اور کسی کو تنگ) (3) اللہ تعالیٰ (نے انسان کو عبث نہیں پیدا کیا اور نہ ہی اسکے اعمال کو مہمل چھوڑا ہے بلکہ انکے ریکارڈ کے محفوظ رکھنے پر فرشتوں کو مقرر کیا ہے دن کے وقت الگ اور رات کے وقت الگ۔ عصر اور فجر کی نمازوں میں انکی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ اس طرح سے اس) کی طرف دن کے عمل سے پہلے رات کے عمل اٹھائے جاتے ہیں اور رات کے عمل سے پہلے دن کے عمل اٹھائے جاتے ہیں (4) (اسکے اور مخلوق کے درمیان) خود اس (کی عظمت وجلال کا) نور ہی اسکا حجاب (بنتا) ہے (جیسے خود آفتاب کی انتہائی تیز روشن کرنیں اسکے دیدار کیلئے حجاب بن جاتی ہیں) (5) اگر وہ یہ حجاب اٹھا دے تو اسکی ذات کے انوار جہاں تک اسکی نظر جائے سب عالم کو جلا ڈالیں۔

سب کائنات اللہ کے حکم کے تابع ہے

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِی الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَتَدْرِیْ أَيْنَ تَذْهَبُ الشَّمْسُ قُلْتُ اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ تَذْهَبُ تَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ أَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَاذِنَ فَلَايُؤْذَنُ لَهَا فَيُقَالُ لَهَا ارْجِعِیْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِo وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ تَدْرُوْنَ مَتٰی ذَاکَ، ذَاکَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِیْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا (بخاری و مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں غروب آفتاب کے وقت نبی ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھا۔ آپ نے پوچھا اے ابوذر کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جاتا ہے (یعنی اس کی روح جاتی ہے اگرچہ اس کا جسد اپنے مدار میں باقی رہتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا تعلق قائم رہتا ہے) اور عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے

اور (اپنے مدار میں آگے بڑھنے کی اجازت مانگتا ہے۔ اس کو اجازت دی جاتی ہے۔ اور (وہ زمانہ) قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے گا لیکن آگے بڑھنے کی اجازت کی خاطر) وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ اجازت مانگے گا لیکن اس کو اجازت نہ دی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا جہاں سے تو آیا ہے وہیں واپس لوٹ جا تو وہ اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع ہوگا۔ اور (سورج کے اللہ کے حکم کے تابع ہونے کا ذکر) آیت میں ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ. (اور سورج چلتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے رستہ پر۔ یہ اندازہ کیا ہوا ہے زبردست باخبر کا) اور (مغرب سے طلوع ہونے کے بارے میں) ایک روایت میں ہے آپ نے پوچھا جانتے ہو ایسا کب ہوگا؟ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) یہ اس وقت ہوگا جب کسی ایسے نفس کو اس کا ایمان لانا نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لا چکا ہو۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیَطْوِی السَّمَاءَ بِیَمِیْنِهٖ ثُمَّ یَقُوْلُ أَنَا الْمَلِکُ أَیْنَ مُلُوْکُ الْأَرْضِ. (بخاری و مسلم احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے ایک ہاتھ میں زمین کو لے گا اور اپنے داہنے ہاتھ پر آسمانوں کو لپیٹ کر فرمائے گا میں ہی بادشاہ ہوں (آج) زمین کے بادشاہ کہاں ہیں۔

عَنْ أَبِی ذَرٍّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم إِنِّی أَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا فِیْهَا مَوْضِعُ أَرْبَعَةِ أَصَابِعَ إِلَّا وَ مَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَ اللّٰهِ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْراً وَلَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَ لَخَرَجْتُمْ إِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ إِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ أَبُوْذَرٍّ یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ. (احمد)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ باتیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چرچر آواز کر رہا ہے اور اسکو ایسا ہی کرنا چاہئے کیونکہ اس میں چار انگشت کے برابر بھی کوئی جگہ خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو۔ اگر تم (اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قہر و جبر کی) وہ باتیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت رویا کرتے اور بہت کم ہنستے اور اپنے بستروں پر اپنی بیویوں سے لطف اندوز نہ ہوتے اور خدا کی طرف شور مچاتے ہوئے جنگلوں میں نکل جاتے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اے کاش میں

ایک درخت ہوتا (جو جڑ سے) کاٹ دیا جاتا (اور حساب کا خطرہ نہ رہتا)۔

اللہ تعالیٰ کی صفات:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالیٰ تِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ اِسْماً مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لاَ إِلٰهَ اِلَّاهُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلاَمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِیءُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْحَکَمُ الْعَدْلُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْغَفُوْرُ الشَّکُوْرُ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ الْکَرِیْمُ الرَّقِیْبُ الْمُجِیْبُ الْوَاسِعُ الْحَکِیْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِیْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِیْدُ الْحَقُّ الْوَکِیْلُ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ الْمُحْصِیُ الْمُبْدِیءُ الْمُعِیْدُ الْمُحْیِی الْمُمِیْتُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ اَلاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِیُ الْمُتَعَالِی اَلْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِکُ الْمُلْکِ ذُوْالْجَلاَلِ وَالْإِکْرَامِ اَلْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِی الْمَانِعُ الضَّارُ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِی اَلْبَدِیْعُ الْبَاقِیُ الْوَارِثُ اَلرَّشِیْدُ الصَّبُوْرُ. (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو انہیں یاد کرے (اور ان کے معانی کو اپنے دل و دماغ میں بٹھالے) وہ جنت میں جائے گا وہ اللہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، نہایت رحم والا ہے، بڑا مہربان ہے، وہ بادشاہ ہے، (تمام عیبوں اور جسم وجسمانیات سے) پاک ہے، ہر نقص وآفت سے سالم ہے، (مخلوق کو آفتوں سے) امان دینے والا ہے، (ہر چیز کا) نگہبان ہے، زبردست ہے، جبروقہر والا ہے، انتہائی بلند و برتر ہے (ٹھیک اندازہ کر کے اس کے مطابق)، پیدا کرنے والا ہے، کسی اصل کے بغیر پیدا کرنے والا ہے۔ صورت بنانے والا ہے، بہت بخشش والا ہے، بہت غلبہ والا، بہت دینے والا، بڑا روزی دینے والا، بڑا مشکل کشا، جاننے والا، تنگی اور فراخی کرنے والا، پست و بلند کرنے والا، عزت و ذلت بخشنے والا، سننے والا، دیکھنے والا، اٹل فیصلہ والا، منصف، بھید جاننے والا، خبردار، بردبار، عظمت والا، مغفرت کرنے والا، تھوڑے عمل پر بہت دینے والا، بلند بڑائی والا، حفاظت کرنے والا، (مخلوق کو) روزی اور توانائی دینے والا، حساب لینے والا، بزرگی والا، بے مانگے بخشش کرنے والا، نگراں، (بندوں کی پکار کا) جواب دینے والا، وسعت والا، حکمت والا، بڑی محبت والا، مجدوشرف والا، (مردوں کو اور سوتے

ہوؤں کو) اٹھانے والا، گواہ، ثابت و برحق، کارساز، زورآور، مضبوط، دوست و مددگار، تعریف کا مستحق، ہر چیز کا شمار رکھنے والا، عدم سے وجود میں لانے والا، معدوم کو پھر موجود کرنے والا، زندہ کرنے والا، مارنے والا، سدا زندہ، مخلوق کی ہستی کو تھامنے والا، اپنی مراد کو پانے والا، شرف والا، یکتا، یگانہ، بے نیاز، قدرت والا، ہر شے پر قبضہ والا، آگے کرنے والا، پیچھے کرنے والا، سب سے پہلا اور سب سے پچھلا، باقی رہنے والا، سب پر عیاں، نگاہوں سے اوجھل، ہر چیز کا ذمہ دار، بہت بلند، بڑا محسن، توبہ کی توفیق بخشنے والا اور قبول کرنے والا، بدلہ لینے والا، معاف کرنے والا، بڑی رحمت والا، سارے ملک کا مالک، جلال و بخشش والا، انصاف قائم کرنے والا، (قیامت کے دن سب کو) جمع کرنے والا، سب سے بے نیاز، دوسروں کو غنی بنانے والا، روکنے والا، نقصان پہنچانے والا، نفع پہنچانے والا، خود بخود ظاہر، ہدایت دینے والا، بلانمونہ بنانے والا، ہمیشہ رہنے والا، تمام مخلوقات کے فنا کے بعد انکے مال کا مالک، درست راہ بتانے والا، ضبط و برداشت کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ کا حلم

عَن أَبِي مُوسٰى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلٰى أَذًى يَسْمَعُهٗ مِنَ اللّٰهِ يَدْعُوْنَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ يُعَافِيْهِمْ وَ يُرْزُقُهُمْ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تکلیف دہ بات کو سن کر اس پر صبر (اور برداشت کرنے اور سزا نہ دینے) میں کوئی اللہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔ لوگ اس کے لئے اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ پھر بھی ان کو (مہلت دیتا ہے اور) عافیت اور رزق دیتا ہے۔

عَن أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يُؤْذِيْنِيْ ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا لدَّهْرُ بِيَدِي الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے۔ دہر اور زمانہ کو برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ (کچھ نہیں وہ) تو میں ہی ہوں (کیونکہ حقیقت میں) سب تصرفات میرے قبضہ میں ہیں (اور) شب و روز کی گردش میرے ہی حکم سے ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ وَ شَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيْبُهٗ إِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لَنْ يُّعِيْدَنِيْ كَمَا بَدَأَنِيْ وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهٖ وَأَمَّا شَتْمُهٗ إِيَّايَ فَقَوْلُهٗ اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَداً وَاَنَا الْأَحَدُ

الصَّمَدُ الَّذِیْ لَم أَلِدْ وَلَمْ أُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لِیْ کُفُوًا أَحَدٌ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ ایسا کرنا اس کے مناسب نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کے لئے جائز نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو اس کا یہ کہنا ہے کہ جیسا میں نے اس کو ابتدا میں پیدا کیا دوبارہ میں اس کو پیدا نہ کروں گا (اور آخرت کچھ نہ ہوگی) حالانکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا مجھ پر دوسری دفعہ پیدا کرنے سے آسان نہیں ہے (بلکہ میرے لئے دونوں یکساں ہیں جب کہ لوگوں کے لئے دوسری دفعہ کے مقابلے میں پہلی دفعہ کوئی چیز بنانا مشکل ہوتا ہے۔) اور اس کا مجھے گالی دینا اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ نے (اپنے لئے) بیٹا بنا لیا ہے حالانکہ میں یکتا ہوں اور بے نیاز ہوں نہ میں نے کسی کو جنا (یعنی نہ میں نے اپنی کوئی اولاد بنائی ہے) اور نہ ہی میں جنا گیا ہوں (یعنی نہ ہی میں کسی کی اولاد ہوں) اور کوئی بھی میرے جوڑ کا نہیں ہے (کہ وہ خدائی میں میرا شریک ہو سکے)۔

سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَیْتُ فَاسْتَغْفِرُوْنِی أَغْفِرْلَکُمْ وَمَنْ عَلِمَ أَنِّیْ أَقْدِرُ عَلَی الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِیْ بِقُدْرَتِیْ غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا أُبَالِیْ. وَکُلُّکُمْ ضَالٌّ إِلَّامَنْ هَدَیْتُ فَاسْتَهْدُوْنِیْ أَهْدِکُمْ. وَکُلُّکُمْ فَقِیْرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَیْتُ فَاسْئَلُوْنِیْ اُغْنِکُمْ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَحَیَّکُمْ وَمَیِّتَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَشْقٰی قَلْبٍ مِنْ قُلُوْبِ عِبَادِیْ مَا نَقَصَ فِیْ مُلْکِیْ مِنْ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ وَلَوِاجْتَمَعُوْا عَلٰی أَتْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ مَا زَادَ فِیْ مُلْکِیْ مِنْ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَحَیَّکُمْ وَمَیِّتَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اِجْتَمَعُوْا فَسَأَلَنِیْ کُلُّ سَائِلٍ مِنْهُمْ مَابَلَغَتْ اُمْنِیَّتُهٗ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ سَائِلٍ مِنْهُمْ مَا سَأَلَ مَا نَقَصَنِیْ إِلَّا کَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَکُمْ مَرَّ بِشَفَةِ الْبَحْرِ فَغَمَسَ فِیْهَا إِبْرَةً ثُمَّ انْتَزَعَهَا کَذٰلِکَ لَا یَنْقُصُ مِنْ مُلْکِیْ ذٰلِکَ بِأَنِّیْ جَوَادٌ مَاجِدٌ صَمَدٌ عَطَائِیْ کَلَامٌ وَعَذَابِیْ کَلَامٌ إِذَا أَرَدْتُّ شَیْئاً فَإِنَّمَا أَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (مسلم)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے کہا اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں اے میرے بندو تم سب قصوروار ہو مگر وہ جسے میں بچالوں تو مجھ سے بخشش طلب کیا کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ مجھے بخشش کی طاقت ہے پھر مجھ سے بخشش مانگتا ہے تو میں اسے بخش

دیتا ہوں اور کوئی پرواہ نہیں کرتا۔تم سب گم کردہ راہ ہومگر وہ جس کو میں راہ دکھلاؤں تو مجھ سے ہدایت مانگا کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا،تم سب محتاج ہومگر وہ جس کو میں بے نیاز کر دوں تو مجھ سے مانگو میں تمہیں بے نیاز کر دوں گا۔اگر تمہارے اگلے پچھلے، زندہ اور مردہ، تر اور خشک (یعنی جوان اور بوڑھے) سب مل کر میرے بندوں میں سب سے شقی القلب بندہ کی طرح ہو جائیں تو میری سلطنت میں مچھر کے پر کے برابر کوئی کمی نہیں آ سکتی اور اگر سب کا دل سب سے زیادہ متقی انسان کی طرح ہو جائے تو میری سلطنت میں ایک مچھر کے پر کے برابر زیادتی نہیں ہوگی۔اگر تمہارے اول و آخر، زندہ اور مردہ، تر اور خشک (یعنی جوان اور بوڑھے) سب جمع ہوں اور ان میں ہر سائل مجھ سے وہ مانگے جو اس کی انتہائی آرزو ہو پھر ان میں ہر ہر سائل کو میں اس کی منہ مانگی مراد دے دوں تو بھی میرے خزانہ میں کچھ کمی نہ آئے گی جیسا کہ تم میں کوئی شخص سمندر کے کنارے گزرے اور اس میں سوئی ڈبو کر نکال لے (تو سمندر میں کوئی کمی نہیں آتی) اسی طرح میری سلطنت میں کچھ کمی نہیں آتی۔یہ اس وجہ سے ہے کہ میں سخی ہوں، بزرگی والا ہوں، بے نیاز ہوں۔میری بخشش (کیلئے فقط میری) بات (کافی) ہے اور میرا عذاب (نازل ہونے کیلئے فقط میرا) کلام (کافی) ہے (کچھ کرنا نہیں پڑتا) اور جب میں کسی چیز کے کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو صرف یہ کہہ دیتا ہوں کہ موجود ہو جا تو وہ موجود ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ تعلق

اللہ تعالیٰ بڑی غیرت والے ہیں

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ یَغَارُ وَغَیْرَةُ اللّٰهِ أَنْ لَّا یَأْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے اور مومن بندے کو بھی غیرت آتی ہے (جس کی وجہ سے وہ بے حیائی کو برداشت نہیں کرتا) اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن بندہ اس کام کا ارتکاب نہ کرے جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتے

عَن أَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَّبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ إِنِّیْ حَرَّمْتُ عَلٰی نَفْسِیْ الظُّلْمَ وَجَعَلْتُهٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے میں نے ظلم کرنا اپنے اوپر بھی حرام کیا ہے اور تم پر بھی حرام کیا ہے تو (خبردار) ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ کی بندوں پر رحمت

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مِأَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَ بِهَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَ بِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِهَا وَأَخَّرَهَا اللّٰهُ تِسْعاً وَّتَسِعِیْنَ رَحْمَةً یَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (مسلم و بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لئے سو رحمتیں ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کئے) جن میں سے اس نے جنات اور انسانوں اور جانوروں اور حشرات میں رحمت کا صرف ایک حصہ اتارا ہے۔ اس ایک حصہ کی وجہ سے وہ باہم ایک دوسرے سے مہربانی کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اسی ایک حصہ سے وحشی جانور اپنے بچوں سے محبت رکھتے ہیں۔ رحمت کے باقی ننانوے حصوں کو اس نے قیامت کے دن کے لئے رکھ چھوڑا ہے کہ ان سے اپنے (مومن) بندوں پر رحم فرمائے گا۔

عَنْ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِیِ ﷺ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ لَا یَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَتَأَ لّٰی عَلَیَّ أَنِّیْ لَا اَغْفِرُ لِفُلَانٍ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَأَحْبَطْتُ عَمَلَکَ (مسلم)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ خدا فلاں کو نہیں بخشے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کون ہے جو مجھ پر قسم کھا رہا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا (جا) میں نے فلاں کو (تو) بخشا اور تیری قسم کو باطل (یعنی جھوٹا) کر دیا۔

عَنِ ابْنِ عَمْرِو بْنُ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (مخلوق پر) رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے تو تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں کے ساتھ معاملہ

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ أَحَبَّ إِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ

وَمَايَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ إِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی أَحْبَبْتُهٗ فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَ إِنْ سَأَلَنِیْ لَأُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَأُعِیْذَنَّهٗ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے دوست اور ولی سے دشمنی کی میری طرف سے اس کو اعلان جنگ (یعنی میری سخت ناراضگی کا اعلان) ہے۔ میرا بندہ میرا تقرب کسی اور عمل سے جو مجھے پسند ہو اتنا حاصل نہیں کرتا جتنا کہ اس عمل سے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں (اس کے وہ اعمال خیر جن کے لئے پہلے اس کو کچھ تکلف کرنا پڑتا تھا میرے محبت کرنے کی وجہ سے اس کی وہ کلفت دور ہو جاتی ہے اور صراط مستقیم پر قائم رہنا اس کے لئے بہت سہل ہو جاتا ہے) میں اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے (لہٰذا وہ وہی سنتا ہے جس کے سننے کی میں نے اجازت دی ہے) اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے (لہذا وہ صرف وہی کچھ دیکھتا ہے جس کے دیکھنے کی میں نے اجازت دی ہے) اور وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے (لہٰذا وہ صرف وہی کام کرتا ہے جس کے کرنے کی میں نے اجازت دی ہے یا حکم دیا ہے) اور وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (لہٰذا وہ صرف میری مرضی کے کام میں چلتا ہے اس کے سوا نہ وہ کچھ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ اور کوئی ادنی حرکت کرتا ہے) اب اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرے گا تو میں اسے دوں گا اور اگر میری پناہ میں آنا چاہے گا تو میں اپنی پناہ میں لے لوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا بندے کی توبہ پر خوش ہونا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِیْ أَرْضٍ دَوِیَّةٍ مَهْلِکَةٍ مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَیْهَا طعامه و شرابه فوضع راسه فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَیْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ فَطَلَبَهَا حَتّٰی إِذَا اشْتَدَّ عَلَیْهِ الْحَرُّ وَالْعَطْشُ أَوْمَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ أَرْجِعُ إِلٰی مَکَانِیَ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْهِ فَأَنَامُ حَتّٰی أَمُوْتَ فَوَضَعَ رَاسَهٗ عَلٰی سَاعِدِهٖ لِیَمُوْتَ فَاسْتَیْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهٗ عِنْدَهٗ عَلَیْهَا زَادُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاللّٰهُ أَشَدُّ فَرَحاً بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَ زَادِهٖ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جس نے کسی ہلاکت خیز جگہ میں پڑاؤ کیا۔ اس کے ساتھ اس کی سواری ہے جس پر اس کا سامان اور پانی بندھا ہے۔ (آرام کے لئے) اس نے اپنا سر زمین پر رکھا اور (کچھ دیر کے لئے) سو گیا۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس کی سواری کہیں جا چکی ہے۔ اس نے اپنی سواری کو (بہت) ڈھونڈا یہاں تک کہ جب گرمی اور پیاس وغیرہ شدید ہوگئی تو اس نے سوچا کے میں اپنی اسی جگہ جہاں میں (سویا) تھا واپس جاتا ہوں اور وہاں سوتا ہوں یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے۔ اس نے (لیٹ کر) اپنا سر اپنے بازو پر رکھا تا کہ اسی حالت میں مر جائے۔ (اس کی آنکھ لگ جاتی ہے)۔ پھر جو آنکھ کھلتی ہے تو ناگہاں دیکھتا ہے کہ اس کی سواری اس کے پاس ہی کھڑی ہے اور اس پر اس کا سامان اور پانی موجود ہے۔ اس بندے کو اپنی سواری اور اپنے سامان کے ملنے سے (اتنی) خوشی ہوتی ہے (کہ خوشی میں بے اختیار یہ الٹ بات کہہ بیٹھتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ یعنی اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں اللہ تعالیٰ کو مومن بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تجلیات

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت کے دو اہم طریقے یہ ہیں۔

1- رسولوں کے ذریعہ۔

2- تجلیات کے ذریعہ۔

تجلی کی حقیقت

اللہ تعالیٰ کسی شے کو اپنی ذات کا عنوان اور اپنی معرفت کا اور اپنے احکام دینے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ اس وقت اس شے کی اپنی مستقل حیثیت ختم ہو جاتی ہے یعنی بالکل نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ اس لئے جب اس حالت میں اس شے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تو اس سے خود وہ شے مقصود نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شے خود خدا بن جاتی ہے یا خدا اس میں حلول کر جاتا ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھو

فرض کرو کہ بڑے جاہ و جلال والا ایک بادشاہ جس تک ہر کسی کی رسائی نہیں ہے۔ اس بادشاہ نے ایک پبلک مقام میں ایک بڑا ٹیلی ویژن نصب کرا دیا اور اعلان کرا دیا کہ میری رعایا فلاں وقت

اس ٹیلی ویژن کے گرد جمع ہو جایا کرے اور اس وقت ٹیلی ویژن پر ان کو جو حکم دیا جائے اس پر عمل کو واجب سمجھیں اور جس بات سے روکا جائے اس سے رک جائیں۔ اس اعلان کے بعد بادشاہ اپنی منتظمہ کے افراد کو کہتا ہے کہ وہ اس مقام پر باادب حاضر ہوں اور ٹیلی ویژن پر وہ ان کو جو احکام دے وہ ان کو بجا لائیں۔ پھر وقت مقرر پر بادشاہ اپنا شاہی تاج پہن کر تخت پر بیٹھتا ہے اور براہ راست ٹیلی ویژن چلا دیا جاتا ہے۔ اب سکرین پر بادشاہ کی تصویر اور عکس آتا ہے۔ بادشاہ کسی کو قریب کرنے اور کسی کو دور کرنے کا حکم دیتا ہے، کسی کو انعام دینے اور کسی کو سزا دینے کا حکم دیتا ہے۔

اس مثال سے سمجھو کہ ٹی وی سکرین پر جو صورت نظر آتی ہے یہی اس بادشاہ کی تجلی ہے۔ مادی اعتبار سے بادشاہ اور ہے اور اس کا عکس اور ہے لیکن ظاہری صورت کے اعتبار سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ ہی نے ان کو حکم دیا ہے اور سکرین پر عکس و تصویر ہونے کی مستقل حیثیت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور اس کی طرف اشارہ سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ بعینہ بادشاہ ہی کی طرف ہے۔

تنبیہ: جب تجلی سے مقصود تجلی کرنے والی ذات ہوتی ہے اور اسی کی طرف مکمل توجہ مطلوب ہوتی ہے اور تجلی والی شے کی اپنی ذاتی حیثیت معدوم ہو جاتی ہے تو ذات تجلی کے ذریعہ جن باتوں کا اظہار چاہتی ہے اور ان کو نمایاں کرنے کا ارادہ کرتی ہے ان کی نسبت ذات ہی کی طرف کرنا مناسب ہے۔ مثلاً جب اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص تجلی عرش پر قائم ہوئی تو یہی کہنا حقیقت اور مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی تو اس طرف گئے۔ سمجھے کہ آگ ہے تاپنے کے لئے کچھ لے آئیں۔ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی تھی۔ نہ وہ خود خدا تھی اور نہ خدا نے اس میں حلول کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے لئے عنوان اور اپنی معرفت کا ذریعہ بنا لیا تھا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توجہ آگ کے مادے کی طرف نہ رہی بلکہ ان کی توجہ سراسر اللہ تعالیٰ کی طرف رہی اور ان کو یقین تھا کہ وہ خدا تعالیٰ سے براہ راست ہمکلام ہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دیدار الٰہی کی درخواست پر بھی پہاڑ پر ایک نسبتاً بڑی تجلی نازل فرمائی جو جمال خداوندی کی محض ایک جھلک پر مشتمل تھی لیکن وہ بھی گویا تیز بجلی تھی جس کی برداشت کسی دنیوی مادے میں نہیں لہٰذا وہ پہاڑ اس تجلی کا تحمل نہ کر سکا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْآخِرُ فَیَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَأَسْتَجِیْبُ لَهٗ مَنْ یَّسْأَلُنِیْ فَأُعْطِیَهٗ وَ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرُ لَهٗ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر رات کو جب رات کی آخری تہائی باقی رہ جاتی ہے ہمارے رب (یعنی اس کی تجلی) کا آسمان دنیا کی طرف نزول ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کی پکار کو قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی ایک وقت میں متعدد تجلیاں ہوسکتی ہیں مثلاً عرش پر اس کی مستقل تجلی ہے جو ہمیشہ رہتی ہے، خواہ وہ دن و رات کا کوئی بھی حصہ ہو۔ اس کے علاوہ ایک یہ تجلی ہے جو آسمان دنیا پر رات کے آخری حصہ میں ہوتی ہے۔ ان متعدد تجلیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے احکام کی نسبت کرنا ممکن ہے جو باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ عرش پر مستوی رہتے ہیں اور یہ کہ رات کے آخر حصہ میں اللہ تعالیٰ نچلے آسمان پر اترتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰه تعالیٰ قَالَ ..... وَمَاتَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْئٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَهُ مَسَاءَ تَهٗ وَلَا بُدَّ مِنْهُ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اپنے) مومن (بندے) کی روح کے قبض کرنے میں جتنا مجھے تردد ہوتا ہے (اور میں رکاوٹ محسوس کرتا ہوں) کسی اور کام میں نہیں ہوتا جس کو میں نے کرنا ہے۔ (جس کی وجہ یہ ہے کہ) میں اس کو ناگواری میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرتا حالانکہ موت اس کے لئے ناگزیر ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں مومن بندوں سے مراد وہ خاص لوگ ہیں جن کی روح پر تجلی قائم ہو۔ یہ تجلی ان کے سارے اعلیٰ روحانی مقاصد اور مطالب کی تکمیل کی ضامن ہوتی ہے اور وہی ان کی تمام مشکلات اور دکھ درد کے ازالہ کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اس تجلی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ ایسی تمام باتوں کو ناپسند فرماتے ہیں جنہیں خدا کا یہ بندہ طبعی اور فطری طور پر اپنے اختیار سے پسند نہیں کرتا لیکن اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایک اور عظیم الشان تجلی بھی ہے جس کا ہر حکم ہر فرد انسانی پر نافذ ہوتا ہے خواہ وہ فرمانبردار ہو یا نافرمان، اس کو قرب الٰہی حاصل ہو یا وہ اس سے دور ہو۔ یہ تجلی ہر فرد کے بارے میں چاہتی ہے کہ ایک وقت تک اس کو بقا حاصل ہو اور پھر ایک وقت وہ فنا ہو جائے۔ اس تجلی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ بندہ مومن کی موت چاہتے ہیں۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ عام طور سے بندے کو مصائب اور نقصانات اور دیگر صبر آزما حالات میں مبتلا کرتے ہیں جن کی وجہ سے اس کا دل دنیا سے سرد ہو جائے اور وہ از خود دنیا ترک کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

باب :3

نبوت و رسالت

کسی مذہب سماوی سے تعلق ہونے کے باوجود جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور ان کی تعلیمات کے متعلق کج فہمی میں مبتلا ہیں ان کو ہمیشہ سے یہ مغالطہ رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا تعلق صرف ایک ایسی غیر محسوس حیات کے ساتھ وابستہ ہے جس کے وجود میں بھی یہ کج فہم لوگ بہت سے شکوک وشبہات رکھتے ہیں۔ان کے نزدیک گویا مذہبی تعلیمات کا تعلق اگر ہے تو صرف قبر، حشر ونشر اور ما بعد الموت زندگی کے مسائل کی حد تک ہے دنیوی نظم ونسق کے ساتھ اس کا کوئی محکم تعلق ثابت نہیں۔ دوسری طرف عالم غیب اور اس کے علوم سے چونکہ یہ مادی عقول بالکل خالی ہوتی ہیں اس لئے وہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی تعلیمات کے لئے کوئی بلند مقام تجویز کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔

لیکن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اصل حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں۔

''اگر تم نبی اور اس کے خواص جاننا چاہتے ہو تو یوں سمجھو کہ حیات انسانی کے نظم ونسق کے لئے جن جن صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بیک وقت نبی کی ذات میں تمام انسانوں سے بڑھ کر پیدا فرمائی جاتی ہیں۔''

(1) وہ حاکم کی طرح ہوتا ہے جس کی قوت عاقلہ اور قوت عاملہ کے سایہ کے نیچے اہل قلم بھی، بڑے بڑے جرنیل اور سیاست دان بھی، کاشتکار اور تاجر بھی غرض تمام عالم اپنی اپنی زندگی کے مطابق تربیت حاصل کرتا ہے اور ہر ہر شعبہ کا نظام اس کے اقوال وافعال کے دم سے قائم رہتا ہے۔

(2) وہ ایک حکیم و مدبر بھی ہوتا ہے جو علم اخلاق وتدبیر منزل اور سیاست مدن کا ماہر ہو اور یہ تمام صفات اس کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہوں حتیٰ کہ اس کے حرکات وسکنات سے یہ علوم ٹپکتے نظر آرہے ہوں۔

(3) وہ مرشد کامل بھی ہوتا ہے جو کرامات وخوارق کا مصدر بنا ہوا ہو اور طاعات وعبادات کے ان تمام طریقوں سے آگاہ ہو جو تہذیب نفس کیلئے ضروری ہیں اور ان علوم فقہ کا ماہر ہو جن سے انسانوں پر

ملکوت کے خفیہ اسرار روشن ہوتے ہیں اور اسی طرح اعمال جوارح اور اذکار لسانی کے علیحدہ علیحدہ تمام خواص سے پورا پورا آشنا ہو۔ اللہ کے ہر حکم کو پورا کرنا اس کی شان بن چکی ہو اور اس کی فطرت کو عالم بالا سے وہ مناسبت حاصل ہو کہ علوم الٰہیہ اور یقین واطمینان کی نعمت اس کے قلب پر بہہ رہی ہو۔'' ترجمان السنۃ 115/3

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ نبوت کے تین رکن ہیں:

(1) حکومت وسیاست

اس کی حقیقت یہ ہے کہ نبی خلیفۃ اللہ ہوتا ہے اور احکام الٰہیہ کی تلقین کرتا ہے۔ اور جب موقع ہوتا ہے تو حکومتی سطح پر ان کو خود جاری بھی کرتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کی حکومت وسیاست کی اہم بنیاد عالم غیب سے اس کا رشتہ اور تعلق ہوتی ہے اور قدرت خود بھی نبی کے اندر اعلیٰ قابلیتیں اور صلاحیتیں ودیعت رکھتی ہے۔

(2) علم وحکمت

علوم نبوت کی خصوصیات یہ ہیں:

(ا) وہ انسانیت کے حقوق کا تحفظ اور مصالح عالم کی رعایت کرتے ہیں۔

(ب) وہ حقیقت کی صحیح صحیح ترجمانی کرتے ہیں کبھی باطل ثابت نہیں ہوتے۔

(ج) وہ قطعیت اور یقین کے اس نقطہ پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

(3) رشد وہدایت

(ا) انبیاء علیہم السلام کے رشد وہدایت اور جمیع کمالات اتنے بلند درجہ کے ہوتے ہیں کہ کہنا بجا ہے کہ گویا ان کی نوعیت ہی علیحدہ ہوتی ہے مثلاً جوان کی صحبت میں ایمان کے ساتھ ایک مرتبہ آ بیٹھا وہ باجماع امت جنیدؒ وشبلیؒ سے کہیں فائق بن کر اٹھا۔

(ب) نبی کی عام صفات مثلاً صداقت، دیانت، امانت، بلندی اخلاق اور انصاف وغیرہ بھی دیگر انسانوں میں موجود ان صفات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بلند ہوتی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام سب کے سب بشر تھے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْساً فَقِيْلَ لَهُ أَزِيْدَ فِيْ

الصَّلٰوۃ فَقَالَ وَمَاذَاکَ قَالُوْا صَلَّیْتَ خَمْساً فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَفِیْ رَوَایَۃٍ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ أَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے (بھول سے) ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھا دیں۔اس پر آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کیا ظہر کی نماز کی رکعتیں بڑھا دی گئی ہیں۔آپ نے پوچھا کیا ہوا ؟لوگوں نے عرض کیا (آج) آپ نے پانچ رکعتیں ادا فرمائی ہیں۔یہ سن کر آپؐ نے ایک رکعت اور پڑھی اور تشہد پڑھ کر سلام کے بعد سہو کے لئے دو سجدے کئے (یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں بات کرنے کی اجازت تھی)۔ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا میں (اگرچہ اللہ کا رسول ہوں لیکن اصل کے اعتبار سے) ایک بشر ہوں جیسے تم بشر ہو اور (مجھ کو بھی بشری عوارض پیش آتے ہیں جو میری رسالت اور برگزیدگی کے منافی نہیں ہیں اور بشری عوارض کی وجہ سے میں) بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو اس لئے جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔

انبیاء علیہم السلام کو بھی بشری عوارض پیش آتے تھے مثلاً

1۔ بھول چوک

اوپر کی حدیث میں إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی ایک بشر ہوں جیسے تم بشر ہو اور بھول بھی جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو۔

عَنْ عَائِشَۃَ أَنَّ رَجُلاً قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَقَرَأَ فَرَفَعَ صَوْتَہٗ بِالْقُرْآنِ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَرْحَمُ اللّٰہُ فُلَانًا کَأَیِّنْ مِنْ آیَۃٍ أَذْکَرَنِیْھَا اللَّیْلَۃَ کُنْتُ قَدْ أَسْقَطْتُھَا (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک صاحب (یعنی عبداللہ بن یزید) رات کے وقت اٹھے اور اونچی آواز سے قرآن پڑھا۔(ان کی آواز نبی ﷺ) کے کان میں بھی آئی۔جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ فلاں (یعنی عبداللہ بن یزید) پر رحم فرمائے کتنی ہی آیتیں ہیں جو آج رات انہوں نے مجھے یاد دلا دیں جو مجھے مستحضر نہیں رہی تھیں۔

فائدہ: عارضی طور پر مستحضر نہ رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ان کو بالکل بھول ہی گئے تھے جو کوشش کے باوجود بھی یاد نہ آ رہی ہوں بلکہ وقتی طور پر توجہ نہ ہونے کے باعث جب وہ کان میں پڑیں تو ایسے معلوم ہوا گویا بھولی ہوئی تھیں جو یاد دلا دیں۔

(2) بھوک کی شدت محسوس کرنا

عَنْ أَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ شَکَوْنَا إِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْجُوْعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَطْنِهٖ عَنْ حَجَرَیْنِ. (ترمذی)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (غزوہ خندق میں) شدت بھوک کی شکایت کے طور پر اپنے پیٹ کھول کر دکھائے کہ ان پر ایک پتھر بندھا ہوا ہے۔ (تاکہ اس کے دباؤ کی وجہ سے خالی پیٹ کا درد محسوس نہ ہو اور کمر سیدھی رہے) اس پر آپ ﷺ نے اپنا پیٹ جو کھولا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

(3) بچھو کا کاٹنا

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ بَیْنَارَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَیْلَةٍ یُصَلِّیْ فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلَی الْأَرْضِ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فَنَاوَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ بِنَعْلِهٖ فَقَتَلَهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَاتَدَعُ مُصَلِّیاً وَلَاغَیْرَهٗ أَوْنَبِیّاً وَغَیْرَهٗ ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَمَاءٍ فَجَعَلَهٗ فِیْ إِنَاءٍ ثُمَّ جَعَلَ یَصُبُّهٗ عَلٰی إِصْبَعِهٖ حَیْثُ لَدَغَتْهُ وَیَمْسَحُهَا وَیُعَوِّذُهَا بِالْمُعَوَّذَتَیْنِ. (بیهقی فی شعب الایمان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شب رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھا تو کسی بچھو نے آپ کے ہاتھ میں کاٹ لیا۔ آپ ﷺ نے اپنا چپل لے کر (عمل قلیل سے) اس کو مار دیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوگئے تو فرمایا خدا تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے نہ نمازی کو بخشے نہ غیر نمازی کو یا یہ فرمایا کہ نہ نبی کو چھوڑے نہ غیر نبی کو۔ اس کے بعد ذرا سا نمک اور پانی منگا کر ایک برتن میں ڈالا اور جس جگہ پر بچھو نے کاٹا تھا اس جگہ اس کو ڈالتے رہے اور معوذتین پڑھ کر انگلی پر ہاتھ پھیرتے اور دم کرتے رہے۔

(4) جادو کا اثر ہو جانا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سُحِرَحَتّٰی کَانَ یُرٰی أَنَّهٗ یَاتِی النِّسَاءَ وَلَایَاْتِیْهِنَّ..... فَانْتَبَهَ مِنْ نَوْمِهٖ ذَاتَ یَوْمٍ فَقَالَ یَاعَائِشَةُ أَ عَلِمْتِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَفْتَانِیْ فِیْمَا اسْتَفْتَیْتُهٗ فِیْهِ أَتَانِیْ رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِیْ وَالْأٰخَرُ عِنْدَ رِجْلَیَّ فَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَ رَأْسِیْ لِلْآخَرِمَا بَالُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهٗ قَالَ لَبِیْدُ بْنُ الْأَعْصَمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ زُرَیْقٍ حَلِیْفٍ لِیَهُوْدَکَانَ مُنَافِقًا قَالَ وَفِیْمَ قَالَ فِیْ مُشْطٍ وَّمُشَاقة قَالَ فَأَیْنَ قَالَ فِیْ جُفِّ طَلْعَةِ ذَکَرٍتَحْتَ رَعُوْفَةٍ فِیْ بِئْرِذِیْ أَرْوَانَ قَالَ فَأَتَی الْبِئْرَحَتّٰی اسْتَخْرَجَهٗ فَقَالَ هٰذِهِ الْبِئْرُالَّتِیْ أُرِیْتُهَا وَکَأَنَّ مَاءَ هَا نُقَاعَةُ الْحِنَاءِ وَکَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُ وْسُ الشَّیَاطِیْنِ قَالَ

فَاسْتَخْرَجَ قَالَتْ فَقُلْتُ أَفَلَا تَنَشَّرْتَ فَقَالَ أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ شَفَانِیْ وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيْرَ عَلٰى أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ شَرّاً (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا (جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ خیال کرتے تھے کہ آپ (اپنی) بیویوں سے صحبت کریں مگر کر نہ پاتے تھے۔ایک دن آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا اے عائشہؓ جانتی ہو آج اللہ تعالیٰ نے جس بات کو میں نے اس سے پوچھا تھا اس نے اس کی مجھے خبر دے دی ہے۔(اس کی صورت یہ ہوئی کہ) دو فرشتے میرے پاس آئے ایک میرے سرہانے بیٹھا اور دوسرا میرے پیروں کی طرف بیٹھ گیا۔جو میرے سرہانے بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے پوچھا ان کو کیا تکلیف ہے۔ دوسرے نے جواب دیا ان پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟اس نے جواب دیا لبید بن اعصم نے جو قبیلہ بنی زریق کا ایک آدمی ہے اور یہود کا حلیف ہے۔یہ شخص منافق تھا۔پہلے نے پوچھا اچھا یہ جادو کس چیز پر کیا ہے؟اس نے کہا ایک کنگھی اور کنگھی کشیدہ بالوں پر۔پہلے نے پوچھا تو وہ ٹونا کہاں ہے۔اس نے کہا وہ ایک نر کھجور کے خوشہ کے غلاف میں رکھ کر ذی اروان کنویں کے اندر کے پتھر کے نیچے ہے۔چنانچہ آپ ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اس جادو کو نکالا اور فرمایا یہی کنواں تھا جو مجھ کو دکھایا گیا تھا۔اس کا پانی ایسا تھا جیسا مہندی کا پانی سرخ ہوتا ہے اور اس کے اردگرد درختوں پر ایسی وحشت برستی تھی گویا وہ شیطانوں کے سر ہیں۔حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے عرض کی آپؐ نے اس کو کھول (کر لوگوں کو دکھا) کیوں نہیں دیا۔آپؐ نے فرمایا مجھ کو تو اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرما ہی دی اور اب مجھ کو یہ بات گوارا نہیں کہ کسی بھی شخص کے خلاف شر اٹھاؤں۔

5- زہر کے اثر سے متاثر ہونا

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ يَهُوْدِيَّةً مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ أَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الذِّرَاعَ فَأَكَلَ مِنْهَا وَأَكَلَ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِهٖ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِرْفَعُوْا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ أَخْبَرَكَ قَالَ أَخْبَرَتْنِیْ هٰذِهٖ فِیْ يَدِیْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ إِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ تَضُرَّهٗ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ نَبِيًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يُعَاقِبْهَا وَتُوُفِّيَ أَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ أَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَاحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى كَاهِلِهٖ مِنْ أَجْلِ الَّذِیْ أَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهٗ أَبُوْ هِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِیْ بَيَاضَةَ مِنَ الْأَنْصَارِ (ابو داؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے ایک بھونی ہوئی بکری زہر ملا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے بطور ہدیہ پیش کی۔ آپ ﷺ نے اس کی دستی لی اور اس میں سے کچھ کھایا اور آپ ﷺ کے بعض صحابہ نے بھی کھا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کھانے سے ہاتھ اٹھا لو اور اس یہودی عورت کو ایک آدمی بھیج کر بلوایا اور اس سے پوچھا تو نے بکری میں زہر ملایا ہے؟ اس نے کہا آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے دستی کے اس ٹکڑے کی طرف جو آپ کے ہاتھ میں تھا اشارہ کر کے فرمایا کہ اس نے۔ یہ سن کر وہ بولی جی ہاں (اور) میں نے اپنے دل میں سوچا تھا اگر یہ نبی ہوں گے تو ان کو یہ زہر ہرگز نقصان نہ دے گا اور اگر نبی نہ ہونگے تو ان سے ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ آپ نے اس یہودن کو معاف کر دیا اور اس کو کوئی سزا نہیں دی اور آپ ﷺ کے جن صحابہؓ نے وہ گوشت کھا لیا تھا ان (میں سے بعض کا یعنی بشر رضی اللہ عنہ) کا تو انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ نے بھی اس زہر آلود بکری کے اثر سے اپنے شانوں کے درمیان سینگی لگوائی۔ سینگی لگانے والے ابو ہند تھے جو انصار کے قبیلہ بنو بیاضہ کے ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے سینگ اور نشتر سے آپ کے سینگی لگائی تھی۔

6- دنیوی امور کی فکر لاحق ہونا

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ لِنِسَائِهِ إِنَّ أَمْرَكُنَّ لَمِمَّا يَهُمُّنِيْ مِنْ بَعْدِيْ وَلَنْ يَّصْبِرَعَلَيْكُنَّ إِلَّا الصَّابِرُوْنَ الصِّدِّيْقُوْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ يَعْنِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ لِأَبِيْ سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَقَى اللّٰهُ أَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ وَكَانَ ابْنُ عَوْفٍ قَدْ تَصَدَّقَ عَلٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِحَدِيْقَةٍ بِيْعَتْ بِأَرْبَعِيْنَ أَلْفًا (ترمذی، مشکوۃ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں سے فرمایا کرتے تھے۔ میری وفات کے بعد کا تمہارا معاملہ بھی ایسا ہے جو مجھے فکر مند کرتا ہے اور تمہاری دیکھ بھال میں حصہ لینے والے صرف وہی لوگ ہونگے جو بڑے ضبط وہمت والے ہونگے (کہ خود قلت برداشت کر کے تم پر زیادہ خرچ کریں گے) اور کثرت واخلاص سے صدقہ کرنے والے ہوں گے (کیونکہ تمہاری دیکھ بھال کی ضرورت تو تمہاری وفات تک مسلسل رہے گی اس لئے کہ تمہارا کسی دوسری جگہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا)۔ حضرت عائشہؓ ابوسلمہ سے دعائیہ کلمات فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد کو جنت کے اس چشمہ کے پانی سے سیراب کرے جس کا نام سلسبیل ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے والد عبدالرحمٰن بن عوف نے امہات المومنین کو ایک باغ ہدیہ کیا تھا جو چالیس ہزار دینار میں فروخت ہوا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی کچھ خصوصیات

1۔اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کو غیر معمولی طریقے سے کھانا پلانا

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ إِنَّکَ تُوَاصِلُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَأَیُّکُمْ مِثْلِیْ إِنِّیْ أَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی ممانعت فرمائی کہ دو روزے درمیان میں افطار کئے بغیر ایک ساتھ رکھے جائیں ۔اس پر ایک مسلمان شخص نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ بھی تو ایسا کر لیتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا (جی ہاں) مگر کیا تم میں کوئی میری طرح ہے؟ میں شب بسر کرتا ہوں اس حالت میں کہ میرا رب مجھ کو (غیر معمولی طریقے سے نیند میں حقیقتاً) کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے (اس لئے میری توانائی بحال رہتی ہے)۔

2۔ غیر معمولی بصارت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ أَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ وَ تَرَاصُّوْا فَإِنِّیْ أَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جماعت کھڑی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف اپنا رخ پھیر کر فرمایا اپنی صفیں سیدھی کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو کیونکہ (اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ غیر معمولی بصارت عطا کی ہے کہ پشت کی طرف کی روشنی کی شعائیں میرے دائرہ بصارت میں داخل ہو جاتی ہیں اور) میں تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی دیکھ لیتا ہوں۔

3۔ نیند میں خصوصیت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَفَقَالَ یَا عَائِشَةُ إِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِی (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے (انہوں نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ نوافل پڑھ کر وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں اور پھر اٹھ کر بلا وضو کئے وتر پڑھ لیتے ہیں تو) انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا وتر کی نماز پڑھنے سے پہلے آپ (اس طرح) سو سکتے ہیں۔آپ نے فرمایا اے

عائشہؓ میری آنکھیں سوتی ہیں (لیکن) میرا دل (و دماغ) نہیں سوتا (بلکہ وہ بیدار رہتا ہے اور کام کرتا رہتا ہے جس سے مجھے پتہ رہتا ہے کہ میرا وضو ٹوٹا ہے یا نہیں جبکہ اور لوگوں کو یہ غیر معمولی وصف حاصل نہیں ہے اس لئے وہ جب لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سوتے ہیں تو ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ ان کے وضو کا کیا حال ہے اور چونکہ نیند میں جسم و جوڑ ڈھیلے ہو جانے کی وجہ سے ہوا خارج ہو سکتی ہے اس لئے محض نیند کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم ہے)۔

4- شیطان سے حفاظت

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْكُمْ مَنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوْ وَ إِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَإِيَّایَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِیْ عَلَيْهِ فَأَسْلَمُ فَلَايَامُرُنِیْ اِلَّا بِخَيْرٍ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ (کی جانب سے) دو ساتھی مقرر کئے گئے ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہیں ایک جن دوسرا فرشتہ۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ دونوں آپ ﷺ کے ساتھ بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی ہیں لیکن شر کی قوت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی ہے اس لئے میں اس کے فریب سے محفوظ ہوں۔ (اس لئے کوئی زور نہ پا کر) وہ جن مجھے (اگر کچھ مشورہ دیتا ہے تو) بھلائی کا ہی مشورہ دیتا ہے۔

عالم غیب سے تعارف کی ابتداء

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَكَّةَ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً يَسْمَعُ الصَّوْتَ وَيَرَى الضَّوْءَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَلَايَرٰى شَيْأًوَثَمَانَ سَنِيْنَ يُوْحٰى إِلَيْهِ وَأَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْراً (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں پندرہ سال اس طرح قیام پذیر رہے کہ ان میں سے سات سال تک آپ صرف (فرشتے یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کی غائبانہ) آواز سنتے تھے اور (فرشتے کے ساتھ کی) روشنی دیکھا کرتے اس کے علاوہ (فرشتہ وغیرہ) کچھ نہ دیکھتے (تاکہ آپ کا طبعی خوف جاتا رہے اور آپ کے اندر فرشتے کو دیکھنے کی قوت اور استعداد پیدا ہو جائے۔ استعداد حاصل ہو جانے پر فرشتہ نے ظاہر ہو کر وحی لانے کا کام شروع کیا) اور (مکی دور کے) آٹھ سال آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔ اس کے بعد آپ نے دس

سال مدینہ (طیبہ) میں قیام فرمایا۔

فائدہ: سالوں کی یہ تحدید عربوں کے اسلوب کے مطابق ایک اندازے کی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّیْ لَأَعْرِفُ حَجَراً بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنِّیْ لَأَعْرِفُهُ الْاٰنَ (مسلم)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مکہ مکرمہ میں اس پتھر کو خوب پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے قبل مجھ کو سلام کیا کرتا تھا میں اب بھی اس کو خوب پہچانتا ہوں۔

عالم غیب کے ساتھ تعلق اور ربط

وحی کا نزول اور فرشتوں کے ساتھ ہم کلامی

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فَكَانَ لَايَرٰى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَ تْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءَ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتَ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَّنْزِعَ إِلٰى أَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَ هُ الْحَقُّ وَهُوَ فِیْ غَارِ حِرَاءَ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیَ الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَ فِیْ فَغَطَّنِیَ الثَّالِثَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِیْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تُقْرِی الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ إِلٰى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ ابْنِ عَمِّ خَدِيْجَةَ فَقَالَتْ لَهٗ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ عَنِ ابْنِ أَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِیْ مَاذَا تَرٰى فَأَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَبَرَ مَا رَأٰى فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا هُوَ النَّامُوْسُ الَّذِیْ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى..... (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی اول ابتداء سچے خوابوں سے

ہوئی۔ آپ (رات کو) جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح سامنے آ جاتا (یعنی خواب کے موافق ہی واقعہ رونما ہوتا) پھر آپ کو خلوت نشینی محبوب ہوگئی اور آپ غار حراء میں خلوت اختیار کرتے اور گھر واپس جانے سے پہلے وہاں چند (دن اور) رات عبادت کرتے۔ پھر گزارہ کا کچھ سامان عبادت و خلوت کی غرض سے لے جاتے۔ پھر چند دنوں بعد واپس خدیجہ کے پاس آتے اور اتنے دنوں کے لئے مزید سامان لے جاتے۔ (یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا) یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آ گیا (جس کی صورت یہ ہوئی کہ) آپ غار حراء میں تھے تو آپ کے پاس فرشتہ آیا (یعنی جبرئیل علیہ السلام آئے) اور کہا پڑھئے۔ آپ نے فرمایا میں (نے چونکہ لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا لہٰذا میں پڑھ نہیں سکتا۔ انہوں نے مجھے پکڑا اور مجھے زور سے بھینچا (جس سے غرض یہ تھی کہ وحی کے تحمل کی جو توانائی انہیں حاصل تھی اس میں سے کچھ نبی ﷺ کی طرف بھی منتقل ہو جائے)۔ پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھئے۔ میں نے کہا میں پڑھ نہیں سکتا۔ انہوں نے مجھے (پھر) پکڑا اور دوسری مرتبہ مجھے زور سے بھینچا (تاکہ مزید توانائی منتقل ہو جائے) پھر انہوں نے مجھے چھوڑا اور کہا پڑھئے۔ میں نے (پھر یہی) جواب دیا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ جبرئیل نے (پھر) مجھے پکڑا اور تیسری مرتبہ مجھے زور سے بھینچا (تاکہ مزید توانائی منتقل ہو جائے) پھر مجھے چھوڑا اور کہا (یہ آیتیں) پڑھئے۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَo خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُo اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِo عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْo رسول اللہ ﷺ ان آیتوں کو لے کر (گھر کی طرف لوٹے) آپ کا دل (رعب کی وجہ سے) زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ (جب) آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو فرمایا مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ گھر والوں نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا یہاں تک کہ آپ کا خوف (اور رعب) جاتا رہا۔ آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پورا قصہ سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان (پر ہلاکت) کا خوف ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہرگز نہیں (آپ ایسا خوف نہ کیجئے) اللہ کی قسم، اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہ کرے گا (کیونکہ آپ کا جو کردار ہے ایسے کو برباد و رسوا کرنا اللہ تعالیٰ کی عادت نہیں ہے) آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بات کہتے ہیں اور بے کسوں کی خبر گیری کرتے ہیں اور محتاجوں پر خرچ کرتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور قدرتی حوادث میں (مبتلا لوگوں کی) مدد کرتے ہیں۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں (جو کہ عیسائی ہو چکے تھے اور اس وقت کی دینی کتابوں کے بڑے عالم تھے) اور ان سے کہا اے میرے چچا زاد بھائی ذرا اپنے بھتیجے کی بات تو سن لیجئے۔ ورقہ نے آپ ﷺ سے پوچھا اے بھتیجے آپ کیا (چیزیں) دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ

ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا قصہ ورقہ کو سنایا۔ (وہ سن کر) ورقہ نے کہا (جو فرشتہ آپ نے دیکھا) یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ..... فَتَرَ الْوَحْیُ حَتّٰی حَزِنَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا کَیْ یَتَرَدّٰی مِنْ رُؤُسِ شَوَاهِقِ الْجَبَلِ فَکُلَّمَا أَوْفٰی بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِکَیْ یُلْقِیَ نَفْسَهُ مِنْهُ تَبَدّٰی لَهُ جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ إِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَیَسْکُنُ لِذٰلِکَ جَاشُهُ وَتَقِرُّ نَفْسُهُ. (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں (غار حراء میں پہلی وحی کے بعد کچھ ایام کے لئے وحی بند رہی۔ اگرچہ غار حراء کی وحی آنے پر آپ خوفزدہ ہو گئے تھے لیکن ایک تو ویسے بھی وہ خوف جاتا رہا دوسرے حقیقت حال بھی واضح ہو گئی تھی۔ خوف اور رعب کی جگہ فرشتہ سے ملاقات اور وحی کا اشتیاق دل میں بہت زیادہ پیدا ہو گیا تھا لہٰذا وحی جو کچھ عرصہ رکی رہی تو آپ ﷺ اتنے زیادہ غمگین ہوئے کہ آپ کئی مرتبہ اس غرض سے نکلے کہ اپنے آپ کو پہاڑ کی بلندیوں سے نیچے گرا دیں۔ اس ارادے سے آپ جب بھی کسی چوٹی پر پہنچتے تا کہ وہاں سے اپنے آپ کو گرا دیں تو جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے ظاہر ہوتے اور کہتے اے محمد ﷺ بے شک آپ اللہ کے واقعی رسول ہیں۔ اس سے آپ ﷺ کے جوش وقلق کو سکون ملتا اور آپ کے نفس کو قرار آتا۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْیِ قَالَ فَبَیْنَا أَنَا أَمْشِیْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِیْ فَإِذَا الْمَلَکُ الَّذِیْ جَاءَ نِیْ بِحِرَاءَ قَاعِدٌ عَلٰی کُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا حَتّٰی هَوَیْتُ إِلَی الْأَرْضِ فَجِئْتُ إِلٰی أَهْلِیْ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ وَ ثِیَابَکَ فَطَهِّرْ ثُمَّ حَمِیَ الْوَحْیُ وَتَتَابَعَ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فترت وحی (یعنی چند ایام کے لئے وحی کے انقطاع) کی بات کرتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس دوران کہ میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی۔ میں نے جو اپنی نظر اٹھائی تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حراء میں آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں رعب کی وجہ سے اس سے اتنا خوفزدہ ہوا کہ میں زمین پر گر گیا اور (تیزی سے) اپنے گھر والوں کی طرف آیا اور کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں: یَاأَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ

فَأَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ (سورہ مدثر) پھر تو وحی کی گرمی تیز ہوگئی اور بار بار آنے لگی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَصْبَحَ یَوْماً وَاجِماً..... وَ قَالَ إِنَّ جِبْرَئِیْلَ کَانَ وَعَدَنِیْ أَنْ یَّلْقَانِیَ اللَّیْلَةَ فَلَمْ یَلْقَنِی أَمَ وَاللّٰهِ مَا أَخْلَفَنِیْ..... ثُمَّ وَقَعَ فِیْ نَفْسِهٖ جَرْوُ کَلْبٍ تَحْتَ فُسْطَاطٍ لَّنَا فَأَمَرَ بِهٖ فَأُخْرِجَ ثُمَّ أَخَذَ بِیَدِهٖ مَاءً فَنَضَحَ مَکَانَهٗ فَلَمَّا أَمْسٰی لَقِیَهٗ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ لَقَدْ کُنْتَ وَعَدْتَنِیْ أَنْ تَلْقَانِیَ الْبَارِحَةَ قَالَ أَجَلْ وَلٰکِنَّا لَا نَدْخُلُ بَیْتاً فِیْهِ کَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت میمونہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت کچھ مغموم تھے اور (اسکی وجہ) آپ ﷺ نے یہ بات بتائی کہ جبرئیل (علیہ السلام) نے آج کی رات مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر آئے نہیں خدا کی قسم انہوں نے مجھ سے (کبھی) وعدہ خلافی نہیں کی۔ پھر آپ ﷺ کے دل میں تخت کے نیچے موجود کتے کے پلہ کا خیال آیا۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کو فوراً نکال دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے پانی لے کر اس جگہ پر چھڑکا۔ (تاکہ آپ کے ہاتھ لگے پانی کی برکت سے کتے کے معنوی اثرات اس جگہ سے دور ہو جائیں)۔ جب شام ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آپ نے تو گزشتہ شب مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں لیکن جس گھر میں (شوقیہ یا بلا وجہ) کتا (رکھا گیا) ہو یا تصویر ہو اس میں ہم (یعنی فرشتے) داخل نہیں ہوتے۔

وحی کا نعمت ہونا

عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ أَبُوْبَکْرٍ لِعُمَرَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ لِلّٰهِ ﷺ اِنْطَلِقْ بِنَا إِلٰی أُمِّ أَیْمَنَ نَزُوْرُهَا کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَزُوْرُهَا فَلَمَّا انْتَهَیَا إِلَیْهَا بَکَتْ فَقَالَا لَهَا مَا یُبْکِیْکِ أَمَا تَعْلَمِیْنَ أَنَّ مَا عِنْدَاللّٰهِ خَیْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰه ﷺ فَقَالَتْ إِنِّیْ لَا أَبْکِیْ إِنِّیْ لَأَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰی خَیْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلٰکِنْ أَبْکِیْ أَنَّ الْوَحْیَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَیَّجَتْهُمَا عَلَی الْبُکَاءِ فَجَعَلَا یَبْکِیَانِ مَعَهَا (مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد (حضرت) ابوبکر نے (حضرت) عمر سے کہا (آؤ بھئی) جس طرح کبھی رسول اللہ ﷺ ام ایمن کی ملاقات کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے ہم بھی ان کی ملاقات کیلئے چلیں (یہ ام ایمن رسول اللہ ﷺ کو اپنے والد کے ترکہ میں بطور باندی ملی تھیں اور نبی ﷺ کی خدمت آیا کی طرح انجام دیا کرتی تھیں۔ نبی ﷺ نے ان کو

آزاد بھی کر دیا تھا اور آپ ماں کی طرح ان کا اکرام کیا کرتے تھے اور ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے) جب یہ دونوں حضرات ان کے گھر پہنچے تو (ان حضرات کو دیکھ کر بے ساختہ) ام ایمن پر گریہ طاری ہو گیا انہوں نے پوچھا آپ کیوں روتی ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو سامان ہیں وہ بہت خیر (اور تحسین) کے ہیں ۔ انہوں نے جواب دیا میں اس پر تو نہیں روتی کیونکہ بلاشبہ میں اتنا تو جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کے لئے خیر کے سامان ہیں، بلکہ میں تو اس پر روتی ہوں کہ اب آسمان سے وحی کی آمد کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے (جو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے دین و دنیا کی براہ راست رہنمائی کا ذریعہ تھا) یہ کہہ کر ام ایمن نے ان دونوں حضرات کو بھی خوب رلایا اور یہ بھی ان کے ساتھ مل کر رونے لگے۔

وحی آنے کی کیفیت

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَ لَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَاتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِﷺ أَحْيَاناً يَاتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَأَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصِمُ عَنِّيْ وَقَدْوَعَيْتُ عَنهُ مَا قَالَ وَأَحْيَاناً يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَأَعِيْ مَا يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيُفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقاً (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر وحی کیسے آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کبھی تو یہ صورت ہوتی ہے کہ مجھے ایک گھنٹی کی سی آواز آتی ہے اور یہ قسم مجھ پر سب سے زیادہ دشوار ہوتی ہے (کیونکہ اس میں فرشتہ اپنی اصلی صورت پر رہتا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ کو مسخر کر کے اس میں کلام الٰہی کا القاء کرتا ہے۔ روح مبارکہ کے مسخر کئے جانے کے عمل میں آپ کو گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی تھی) اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہو جاتی ہے تو جو وحی میں ارشاد ہوا تھا وہ مجھ کو محفوظ ہو جاتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ فرشتہ خود کسی انسانی مرد کی صورت بن کر میرے سامنے آجاتا ہے اور مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ پھر جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے سخت جاڑوں کے دن میں آپ کو خود دیکھا ہے کہ جب آپ پر (پہلی صورت میں) وحی آکر پوری ہو جاتی تو آپ کی پیشانی (وحی کی مشقت کی وجہ سے) پسینہ پسینہ ہو جاتی تھی۔

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى أَنَّ يَعْلٰى قَالَ لِعُمَرَ أَرِنِيَ النَّبِيَّﷺ حِيْنَ يُوْحٰى إِلَيْهِ قَالَ

فَبَيْنَمَاالنَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعِرَّانَةِ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ جَاءَ هُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً فَجَاءَ هُ الْوَحْيُ فَأَشَارَعُمَرُ إِلٰى يَعْلٰى فَجَاءَ يَعْلٰى وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهٖ فَأَدْخَلَ رَاسَهٗ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغِطُّ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِيْ سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ (بخاری)

حضرت یعلی نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ پر وحی آئے تو اس وقت آپ ﷺ کا مجھے بھی مشاہدہ کرائیے گا۔ اتفاق ہوا کہ جب آپ ﷺ مقام جعرانہ میں تھے اور صحابہ کی ایک جماعت آپ ﷺ کے ساتھ تھی کہ ایک شخص آیا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ایک شخص خوشبو میں لت پت ہو رہا تھا اور اسی حالت میں اس نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اب وہ کیا کرے۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے اور آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا حضرت عمرؓ نے یعلی کو اشارہ کیا آگے آؤ۔ وہ آگئے اس وقت آپ ﷺ کے اوپر ایک کپڑا سائبان کے طور پر ڈالا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنا سر اس کپڑے کے اندر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا ہے اور وحی کی شدت سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کا دم گھٹ رہا ہو۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت جاتی رہی تو آپ ﷺ نے پوچھا عمرہ کا مسئلہ دریافت کرنے والا شخص کہاں ہے.....

وحی کا بوجھ

إِنّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمْلٰى عَلَيْهِ لَا يَسْتَوِيْ الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَجَاءَ هُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ وَهُوَ يُمِلُّهَاعَلَيَّ قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ أَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ وَكَانَ أَعْمٰى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ غَيْرَ أُوْلِي الضَّرَرِ (بخاری)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (مومنوں میں سے جو لوگ جہاد سے بیٹھ رہے اور جنہوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا برابر نہیں ہو سکتے) زید بن ثابت سے قلمبند کرائی۔ ابھی آپ اس کو قلمبند کر ہی رہے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ابن ام مکتوم آگئے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ بخدا اگر میں جہاد کر سکتا تو ضرور جہاد کرتا۔ بات یہ تھی کہ وہ نابینا تھے۔ (انکے عذر کرنے پر

) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وحی نازل فرمائی۔ اس وقت آپ ﷺ کی ران میری ران کے اوپر رکھی ہوئی تھی (یعنی بے تکلفی کے ساتھ گھٹنا سے گھٹنا ملائے بیٹھے تھے) تو میری ران پر اتنا وزن پڑا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب چورا چور ہوئی۔ اس کے بعد جب وحی کی کیفیت آپ ﷺ سے دور ہوگئی تو جو کلمہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا وہ یہ تھا غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ (یعنی یہ حکم ان کا ہے جو معذور نہ ہوں)۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أُوْحِيَ إِلَيْهِ وَهُوَعَلٰى نَاقَتِهٖ وَضَعَتْ جِرَانَهَا فَمَا تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَتَحَوَّلَ حَتّٰى يُسَرّٰى عَنْهُ وَتَلَتْ إِنَا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيْلًا (احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر ہوتے تو وحی کے وزن سے وہ بھی اپنی گردن نیچے ڈال دیتی اور جب تک وحی ختم نہ ہو لیتی اپنی جگہ سے گردن نہ ہلا سکتی تھی اس کے بعد اس مضمون کی تصدیق میں حضرت عائشہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی انا سنلقی علیک قولاثقیلا (ہم آپ پر ایک بہت وزنی کلام اتارنے والے ہیں)۔

رسول اللہ ﷺ کی معراج جسمانی وروحانی

عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةٍ أَسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا أَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَمَا قَالَ فِيْ الْحِجْرِ إِذْ أَتَانِيْ آتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ إِلٰى هٰذِهٖ يَعْنِيْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ إِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ أُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٍ إِيْمَاناً فَغَسَلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ أُعِيْدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ غَسَلَ الْبَطْنَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِيءَ اِيْمَاناً وَّحِكْمَةً ثُمَّ أُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ أَبْيَضُ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ يَضَعُ خَطْوَهُ عِنْدَ أَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرَئِيْلُ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَباً بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا فِيْهَا آدَمُ فَقَالَ هٰذَا أَبُوْكَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَباً بِالْإِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَباً بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَهٰذَا عِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَباً بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ

جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَباً بِهٖ فَنِعْمِ اَلْمَجِيئُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يُوْسُفُ قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِیْ حَتّٰی أَتَی السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَ مَنْ مَعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرَحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا اِدْرِيْسُ فَقَالَ هٰذَا إِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَباً بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی أَتَی اِلسَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَباً بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيئُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَباً بِالْأَخِ الصَّالِحِ والنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی أَتَی السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَائِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَباً بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيئُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا مُوْسٰی قَالَ هٰذَا مُوْسٰی فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَباً بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ اِلصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَکٰی قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْکَ قَالَ أَبْكِیْ لِأَنَّ غُلَاماً بُعِثَ بَعْدِیْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِیْ ثُمَّ صَعِدَ بِیْ إِلَی السَّمَاءِ اِلسَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرَائِيْلُ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَائِيلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِئُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِبْرَاهِيْمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَباً بِالِابْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ إِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی فَإِذَا نَبقُهَا مِثْلَ قِلَالِ هَجَرَوَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلَ آذَانِ الْفِيْلَةِ قَالَ هٰذِهٖ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی فَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ قُلْتُ مَا هٰذَانِ يَاجِبْرَئِيْلُ قَالَ أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِی الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِیَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ أُتِيْتُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وإِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ هِیَ الْفِطْرَةُ أَنْتَ عَلَيْهَا وَأُمَّتُکَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَیَّ الصَّلَاةُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ أُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ اُمَّتَکَ لَاتَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَ إِنِّیْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَعَالَجْتُ بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَا لَجَةِ فَارْجِعْ إِلٰی رَبِّکَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِأُمَّتِکَ فَرَجَعْتُ فَوُضِعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوُضِعَ عَنِّیْ عَشْراً

فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوُضِعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوُضِعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ بِمَا أُمِرتَ قُلْتُ أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ قَالَ إِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِیْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَإِنِّی قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَعَالَجْتُ بَنِی إِسْرَائِیْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلٰی رَبِّکَ فَسَلْهُ التَّخْفِیْفُ لِأُمَّتِکَ قَالَ سَأَلْتُ رَبِّی حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ وَلٰکِنِّیْ أَرْضٰی وَ أُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰی مُنَادٍ أَمْضَیْتُ فَرِیْضَتِیْ وَ خَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ (بخاری و مسلم)

حضرت مالک بن صعصعہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے اس شب کا واقعہ جس میں آپ کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی تھی بیان فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا (اور حجر بھی حطیم کو کہتے ہیں) کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک میرا پیٹ چاک کیا یعنی کوڑی (ہنسلی کی ہڈیوں کے درمیان گڑھے) کے پاس سے لے کر زیر ناف تک۔ اس نے میرے قلب کو نکالا اور اس کے بعد ایک سونے کا طشت ایمان وحکمت (کے نور) سے بھرا ہوا لایا گیا اور میرے قلب کو دھویا گیا پھر اس کو محبت خداوندی سے بھرا گیا اور پھر اس کو اس کی جگہ میں لوٹا دیا گیا ایک روایت میں ہے کہ پھر میرے (قلب سمیت) سینہ کو آب زمزم سے دھویا اور اس کے بعد اس میں ایمان وحکمت کو بھر دیا۔ پھر میرے سامنے ایک جانور کو پیش کیا گیا جو خچر سے ذرا چھوٹا اور گدھے سے ذرا بڑا سفید رنگ کا تھا اس کو براق کہا جاتا ہے۔ (اس کی رفتار کی حالت یہ تھی کہ) وہ اپنا قدم اس جگہ ڈالتا تھا جہاں اس کی نظر پہنچتی تھی۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر چلے یہاں تک کہ جب اس دنیا کے آسمان تک پہنچے (یہ آسمان اس نیلگونی سے بہت اوپر ہے جو ہمیں نظر آتی ہے بلکہ وہ ہماری اس تاروں بھری کائنات کو گھیرے ہوئے ہے) تو انہوں نے دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے جواب دیا جبرئیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے انہوں نے کہا محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا ہاں۔ اس پر دربان فرشتے نے کہا خوش آمدید کیا ہی مبارک تشریف آوری ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ جب میں دروازہ سے اندر گیا کیا دیکھتا ہوں وہاں (حضرت) آدم علیہ السلام (اپنے جسم مثالی کے ساتھ) بیٹھے ہیں۔ (ان کی دائیں جانب بھی کچھ اشخاص ہیں اور ان کی بائیں جانب بھی کچھ اشخاص ہیں۔ جب وہ دائیں جانب کے اشخاص کو دیکھتے تو خوش ہوتے اور جب بائیں جانب کے اشخاص کو دیکھتے تو رنجیدہ ہوتے اور روتے)۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کے والد ہیں ان کو سلام کیجئے تو میں نے ان کو سلام کیا

انہوں نے سلام کا جواب دے کر فرمایا فرزند صالح اور نبی صالح آؤ خوش آمدید۔(جبرئیل نے مجھے بتایا کہ ان کے دائیں بائیں جو اشخاص ہیں وہ ان کی اولاد کی ارواح ہیں۔ان میں سے داہنے ہاتھ والے جنتی ہیں اور بائیں ہاتھ والے جہنمی ہیں۔ جب وہ داہنے ہاتھ والوں کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں ہاتھ والوں کو دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور روتے ہیں) پھر جبرئیل مجھ کو لے کر اور اوپر چلے یہاں تک کہ جب دوسرے آسمان پر پہنچے تو انہوں نے دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل ہوں پھر پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے۔کہا محمد ﷺ ہیں۔پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے۔جواب دیا کہ ہاں۔اس پر دربان فرشتے نے کہا خوش آمدید کیا ہی مبارک تشریف آوری ہے اور دروازہ کھول دیا میں جب آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ (حضرت) یحییٰ اور (حضرت) عیسیٰ (علیہم السلام) ہیں۔دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔جبرئیل نے کہا یہ تو حضرت یحییٰ ہیں اور یہ حضرت عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے۔میں نے ان کو سلام کیا۔انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آیئے برادر صالح اور نبی صالح آیئے خوش آمدید۔ پھر جبرئیل مجھ کو لے کر تیسرے آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہیں کہا محمد ہیں پھر پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں۔اس پر دربان فرشتے نے کہا خوش آمدید کیا ہی مبارک تشریف آوری ہے اور دروازہ کھول دیا جب میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام ہیں(اور ان کو حسن کا بہت بڑا حصہ دیا گیا ہے)۔جبرئیل نے کہا یہ یوسف ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آیئے برادر صالح اور نبی صالح آیئے خوش آمدید۔پھر جبرئیل مجھ کو لے کر چوتھے آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں کہا محمد ﷺ ہیں پھر پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں۔دربان فرشتے نے کہا خوش آمدید کیا ہی مبارک تشریف آوری ہے اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں آگے بڑھا کیا دیکھتا ہوں کہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ ادریس ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آیئے برادر صالح اور نبی صالح آیئے خوش آمدید۔پھر جبرئیل مجھ کو لے کر پانچویں آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔پوچھا گیا کون ہے۔کہا جبرئیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں۔کہا محمد ہیں۔پھر پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں۔دربان فرشتے نے کہا خوش آمدید کیا ہی مبارک آمد ہے اور دروازہ کھول دیا۔جب میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ ہارون ہیں ان کو سلام کیجئے۔میں نے ان کو سلام کیا۔انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آیئے برادر

صالح اور نبی صالح آیئے خوش آمدید۔ پھر جبرئیل مجھ کو لے کر چھٹے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا ۔ پوچھا گیا کون؟ کہا جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں کہا محمد ﷺ ہیں پھر پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں اس پر کہا گیا خوش آمدید کیا ہی مبارک آمد ہے اور دروازہ کھول دیا گیا جب میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ موسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آیئے برادر صالح اور نبی صالح آیئے خوش آمدید۔ جب میں آگے بڑھنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام پر گریہ طاری ہوگیا۔ ان سے پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا اس وجہ سے کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوئے ہیں ان کی امت کے لوگ میری امت سے بھی زیادہ جنت میں جائیں گے۔ پھر جبرئیل مجھ کو لے کر ساتویں آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ کہا جبرئیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں۔ کہا محمد ﷺ ہیں پھر پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں اس پر کہا گیا خوش آمدید کیا ہی مبارک تشریف آوری ہے جب میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام (بیت معمور کے ساتھ اپنی کمر لگائے بیٹھے) ہیں جبرئیل نے کہا یہ آپ کے والد ابراہیم ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آؤ فرزند صالح اور نبی صالح آؤ خوش آمدید۔ اس کے بعد مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ (یعنی بیری کا درخت) نظر آیا (جس کی جڑیں اور تنے کا نچلا حصہ چھٹے آسمان پر ہے جب کہ اس کا فوقانی حصہ اور شاخیں وغیرہ ساتویں آسمان پر ہیں) کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پھل مقام ہجر کے (بڑے) مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند تھے جبرئیل نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے (جو نیچے والے فرشتوں کے چڑھنے کی آخری حد ہے۔ اس سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔ اس کے آگے جانے کی صرف رسول اللہ ﷺ کو ہی اجازت ملی۔ اوپر سے جو وحی اور احکام نازل ہوتے ہیں وہ یہاں نیچے والے لے لیتے ہیں اور نیچے سے جو ارواح اور اعمال اوپر چڑھتے ہیں وہ یہیں تک پہنچتے ہیں۔ اس درخت پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی روشنیاں تھیں اور چمکدار ٹڈیوں اور پتنگوں کی صورت میں فرشتے ان انوارات کے شوق میں اس درخت کو گھیرے ہوئے تھے) وہاں چار نہریں تھیں (جو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکل رہی تھیں) دو اندر کی جانب اور دو باہر کی جانب۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ نہریں کیسی ہیں۔ انہوں نے کہا جو اندر کی جانب ہیں یہ جنت کی نہریں (کوثر اور نہر رحمت) ہیں اور جو باہر کی جانب ہیں یہ نیل و فرات ہیں۔ ان ناموں کی وجہ یہ ہے کہ آگے جا کر غیر محسوس طور پر ان کا تعلق دنیا کے دریائے نیل اور دریائے فرات سے ہے۔ پھر میرے سامنے بیت معمور لایا گیا (جو خانہ کعبہ کے عین اوپر پر ایک مسجد

ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ اس کے بعد میرے سامنے ایک برتن شراب کا، ایک دودھ کا اور ایک شہد کا پیش کیا گیا۔ میں نے دودھ لے لیا۔ جبرئیل نے کہا یہی فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت رہے گی۔ (اور مجموعی حیثیت کے اعتبار سے بہکے گی نہیں)۔

(پھر مجھے اور اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں ایک بلند مقام پر چڑھا جہاں میں نے لکھائی کے دوران قلموں کے گھسیٹنے کی جو آواز ہوتی ہے وہ سنی جو فرشتوں کے لوح محفوظ سے احکام خداوندی کو لکھتے ہوئے پیدا ہو رہی تھی)۔ اس کے بعد مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ جب میں واپس لوٹا تو موسیٰ علیہ السلام پر میرا گذر ہوا انہوں نے پوچھا آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے کہا روزانہ پچاس نمازوں کا۔ انہوں نے کہا آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکتی بخدا میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ بڑی کوشش کی ہے لہٰذا آپ اپنے پروردگار کی طرف واپس جائیں اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ چنانچہ میں لوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی۔ میں لوٹ کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے پانچ اور نمازیں کم کر کے کل) دس نمازیں کم کر دیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی۔ میں پھر لوٹ کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں (یہ کمی بھی دو مرتبہ میں ہوئی اور آگے بھی ایسا ہی ہوا)۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی چنانچہ میں پھر لوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور معاف فرما دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی چنانچہ میں پھر لوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور معاف کر دیں اور اب مجھ کو ہر دن میں دس نمازوں کا حکم رہ گیا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی چنانچہ میں پھر لوٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہر دن میں پانچ نمازوں کا حکم دیا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے پوچھا (اس مرتبہ) آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے کہا روزانہ پانچ نمازوں کا۔ انہوں نے کہا آپ کی امت روزانہ پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکتی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ بڑی کوشش کر چکا ہوں لہٰذا آپ پھر جائیں اور اپنے رب سے (ابھی مزید) تخفیف کی درخواست کیجئے آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے بار بار درخواست کی اب اور زیادہ درخواست کرتے مجھ کو

شرم آتی ہے لہٰذا اب میں اس پر راضی ہوں اور اس کو قبول کرتا ہوں۔اس کے بعد آپ نے فرمایا جب میں آگے بڑھا تو ایک منادی نے آواز دی اب میں اپنا آخری حکم جاری کر چکا اور اپنے بندوں پر جو تخفیف کرنی تھی کر چکا۔

فائدہ: پچاس نمازوں کا سن کر بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پھر تو دنیا کا کوئی کام ہی نہ کر سکتے تھے بس ہر وقت مصلے پر بیٹھے رہتے۔ یہ خیال بہت ہی غیر مناسب ہے کیونکہ اول تو اگر ہمیں اللہ تعالیٰ یہی حکم دیتے کہ بس روکھی سوکھی کھا کر اور موٹا جھوٹا پہن کر سارا وقت عبادت ہی میں خرچ کرو تو یہ بھی ناجائز نہ ہوتا کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں۔ دوسرے یہ بھی تو ضروری نہیں کہ اس وقت موجودہ پانچ نمازوں کی طرح کی ترتیب اور طریقہ ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ بہت مختصر سی نماز مثلاً صرف ایک یا دو رکعتوں پر مشتمل نماز کا حکم دیا جاتا جو آدمی جلدی سے ادا کر لیتا۔

2- پچاس کا کہہ کر پھر تخفیف کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں مثلاً

i- اللہ تعالیٰ کا امت پر احسان ظاہر ہونا۔

ii- رسولوں کی امت کے حال پر شفقت کا ہونا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا وَ كَذٰلِكَ نُرِيْ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (دارمی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو (تجلی کی) بہترین صورت میں دیکھا۔ رب تعالیٰ نے (مجھ سے) پوچھا ملأ اعلیٰ (یعنی مقرب فرشتے) کس بارے میں بحث کر رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ آپ زیادہ باخبر ہیں۔ آپ ﷺ نے کہا میرے رب (کی تجلی) نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اس (کی راحت کے لطف) کی ٹھنڈک اپنے پستانوں کے درمیان پائی (یعنی مجھ پر رحمت اور علوم کا نزول ہوا) تو میں نے آسمانوں اور زمین کی درمیان کی (نبوت کی ضرورت کی) چیزوں کو جان لیا (جن میں مقرب فرشتے اور ان کا مباحثہ کا بھی مجھ کو علم ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وکذلک نری ابراہیم مراد یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین میں اپنی بادشاہت دکھائی اسی طرح آپ کو بھی دکھائی۔

جنت ودوزخ کا مشاہدہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ فَصَلّٰی..... قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَیْنَاکَ تَنَاوَلْتَ شَیْئاً فِیْ مَقَامِکَ ثُمَّ رَأَیْنَاکَ تَکَعْکَعْتَ فَقَالَ إِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَاعُنْقُوْداً وَلَوْأَصَبْتُهُ لَأَکَلْتُمْ مِنْهُ مَابَقِیَتِ الدُّنْیَا وَرَأَیْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ کَالْیَوْمِ مَنْظَراً قَطُّ أَفْظَعَ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک بار سورج کا گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے نماز کسوف ادا کی۔لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے (نماز پڑھنے کے دوران) آپ کو دیکھا تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے کوئی چیز سامنے سے لینے کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا۔اس کے کچھ دیر بعد ہم نے دیکھا کہ آپ اپنے پیچھے کی جانب کو کچھ ہٹے تھے(تو یہ کیا بات تھی؟) آپ ﷺ نے فرمایا(جب میں نے سامنے کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا تو اس وقت) میں نے جنت دیکھی تھی (کہ وہ بالفعل میرے بالکل قریب کر دی گئی تھی) میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اس میں سے ایک خوشہ لے لوں اور اگر کہیں میں لے لیتا تو تم اس کو کھاتے رہتے جب تک دنیا باقی رہتی (اور وہ ختم نہ ہوتا) اور میں نے دوزخ دیکھی تو ایسا خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا جیسا آج دیکھا تھا۔

عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَدَعَا بِلَالاً فَقَالَ بِمَا سَبَقْتَنِیْ إِلَی الْجَنَّةِ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ اِلَّاسَمِعْتُ خَشْخَشَتَکَ أَمَامِیْ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَذَّنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَمَا اَصَابَنِیْ حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّاْتُ عِنْدَهُ وَرَأَیْتُ أَنَّ لِلّٰهِ عَلَیَّ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِهِمَا (ترمذی)

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے (حضرت) بلال کو بلایا اور پوچھا تم کس عمل کی وجہ سے مجھ سے بھی پہلے جنت میں جا پہنچے۔میں جب بھی (خواب میں روحانی معراج کے طور پر) جنت میں داخل ہوتا ہوں تمہارے پیروں کی آہٹ اپنے آگے آگے سنتا ہوں انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں جب بھی اذان دیتا ہوں تو دو رکعت نفل ضرور پڑھ لیتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے میں فوراً وضو ضرور کر لیتا ہوں اور میں اللہ کے لئے دو رکعت نفل بطور منت سمجھتا ہوں (یعنی جیسے منت کو پورا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے ایسے ہی میں وضو کے بعد تحیۃ الوضو کے) دو رکعت نفل پڑھنے کا پورا اہتمام کرتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا انہی دونوں باتوں کی وجہ سے ہے۔

معراج کے موقع پر دیدار الٰہی کی نوعیت

اللہ تعالیٰ کا ایک تو نور ذاتی ہے جس پر پھر مزید نور کا حجاب ہے۔

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ ..... حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰی إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهٖ (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حجاب (یعنی اس کے دیدار سے مانع بھی) نور ہے۔ اگر وہ اس کو دور کر دے تو اس کے چہرے (یعنی ذات) کے انوار اس کی تمام مخلوق کو جس پر اس کی نظر ہے جلا ڈالیں۔

جنت میں مومنین کو جو دیدار الٰہی نصیب ہوگا اس وقت حجاب اٹھا دیا جائے گا

عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا أَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَ تُنَجِّيْنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ فَمَا أُعْطُوْا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظْرِ إِلٰی رَبِّهِمْ (مسلم)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہو چکیں گے اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے (اے جنتیو!) تم کچھ اور چاہتے ہو جو میں تمہیں مزید دے دوں۔ جنتی کہیں گے (آپ نے تو ہمیں بہت کچھ دے دیا) آپ نے ہمارے چہرے روشن کر دیئے۔ ہم کو جنت میں داخل کر دیا اور ہم کو جہنم سے نجات دی (اب ہمیں مزید کیا چاہئے)۔ اس وقت حجاب اٹھا دیا جائے گا تو جنتیوں کو اپنے رب کے دیدار سے بڑھ کر کچھ محبوب نہ دیا گیا ہوگا۔

جنت میں داخلہ سے پہلے آنکھوں سے بلا حجاب دیدار ممکن نہیں اور نہ ہی ایسا دیدار معراج کے موقع پر نبی ﷺ کو حاصل ہوا۔

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ رضی الله عنها فَقَالَتْ يَا أَبَا عَائِشَةَ ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأٰی رَبَّهٗ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْظِرِيْنِیْ وَلَا تَعْجِلِيْنِیْ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِيْنِ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰی فَقَالَتْ أَنَا أَوَّلُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيْلُ عليه السلام لَمْ أَرَهٗ عَلٰی صُوْرَتِهٖ خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَأَيْتُهٗ مُنْهَبِطاً مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهٖ مَابَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَتْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لَا

تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ أَوَلَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَمَاكَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْمِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا إِلٰى قَوْلِهٖ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (مسلم)

مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹیک لگائے بیٹھا تھا کہ انہوں نے (مجھ سے میری کنیت بولتے ہوئے) کہا اے ابو عائشہ (یعنی مسروق) تین باتیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی کہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔ کہتے ہیں میں نے پوچھا وہ (تین باتیں) کیا ہیں۔ انہوں نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو (بلاحجاب اپنی آنکھوں سے) دیکھا تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا۔ کہتے ہیں میں ٹیک لگائے ہوئے تھا (یہ سن کر) میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اور کہا اے ام المومنین ذرا ٹھہرئے اور جلدی نہ کیجئے (کیونکہ مجھے آپ کی بات سے اتفاق نہیں ہو رہا) کیا خود اللہ تعالیٰ نے (قرآن پاک میں) نہیں فرمایا وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِيْنِ اور اس نے دیکھا ہے اس کو آسمان کے کھلے کنارہ کے پاس (سورۃ تکویر) اور وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى اور دیکھا ہے اس کو اترتے ہوئے ایک بار اور بھی (سورہ نجم)

حضرت عائشہ نے کہا اس امت مسلمہ میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ میں نے ان کو ان کی (اصلی) صورت میں جس پر وہ پیدا کئے گئے ہیں ان دو موقعوں کے علاوہ نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو آسمان سے اترے ہوئے دیکھا۔ ان کی عظیم خلقت آسمان و زمین کے درمیان تمام جگہ کو گھیرے ہوئے تھی۔ حضرت عائشہ نے کہا کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سنا لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے اور وہی باریک بین اور باخبر ہے)۔ اور کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہیں سنا: وَمَاكَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ أَوْيُرْسِلَ رَسُوْلاً إِلٰى قَوْلِهٖ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اللہ اس سے باتیں کرے مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا) ..... (سورہ شوریٰ: 51)

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ رَأٰى مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّهٗ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِيْ لِمَاقُلْتَ (مسلم)

مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا حضرت محمد ﷺ نے

اپنے رب کو دیکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا سبحان اللہ (تعجب ہے تم نے کیا بات کہی۔ تم نے تو ایسی سخت بات کہی کہ) تمہاری بات کے خوف سے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں (رسول اللہ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو بلا حجاب ہرگز نہیں دیکھا)

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ ھَلْ رَأَیْتَ رَبَّکَ قَالَ نُوْرٌ أَنّٰی أَرَاہُ (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا آپ نے (معراج کے موقع پر) اپنے رب کو دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ (کا نور ذاتی) تو نور ہے میں اس کو (اپنی آنکھوں سے) کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے نور ذاتی کو دل سے دیکھنا ممکن ہے

دل سے دیکھنے سے مراد فقط علم کا حاصل ہونا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے کہ جیسے کوئی صورت آنکھوں میں آجاتی ہے ایسے ہی دل میں آجائے۔

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَاٰہُ بِقَلْبِہٖ (مسلم)

عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار اپنے قلب سے کیا۔

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمْ یَرَہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِعَیْنِہٖ إِنَّمَا رَاٰہُ بِقَلْبِہٖ.

(ابن مردویہ)

عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ صرف اپنے دل سے دیکھا۔

عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَأٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ قُلْتُ أَلَیْسَ اللّٰہُ یَقُوْلُ لَا تُدْرِکُہُ الْأَبْصَارُ وَ ھُوَ یُدْرِکُ الْأَبْصَارَ قَالَ وَیْحَکَ ذَاکَ إِذَا تَجَلّٰی بِنُوْرِہِ الَّذِیْ ھُوَ نُوْرُہٗ وَقَدْ رَأٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ. (ترمذی)

عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ (اس پر) میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے: لَا تُدْرِکُہُ الْأَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْأَبْصَارَ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے یہ تو اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے نور ذاتی کے ساتھ جلوہ افروز ہوں (اور معراج کے موقع پر اس کی نفی تو ہم بھی کرتے ہیں۔ ہم تو اور طریقے سے یعنی دل سے

دیکھنے کے قائل ہیں اور دوسرے طریقے سے) آپ ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حجاب نوری کو آنکھوں سے دیکھا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِیْ ذَرٍّ لَوْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ أَیِّ شَیْءٍ كُنْتَ تَسْأَلُهُ قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ أَبُوْذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُهُ فَقَالَ رَأَيْتُ نُوْراً (مسلم)

عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے کہا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہوتی تو میں نے آپ ﷺ سے ضرور پوچھا ہوتا۔ انہوں نے پوچھا (ہاں بھئی) تم رسول اللہ ﷺ سے کیا بات پوچھتے۔ میں نے کہا میں پوچھتا کہ کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا (بھئی) یہ بات تو میں نے آپ ﷺ سے پوچھی تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے (اپنی آنکھوں سے) نور (کے حجاب) کو دیکھا تھا۔

نبوت کے دلائل: معجزات

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوْارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُرِيَهُمْ اٰيَةً فَأَرَاهُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ وَفِیْ رِوَايَةٍ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَأَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا وَفِی رَوَايَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِشْهَدُوْا. (بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے اہل مکہ نے رسول ﷺ سے اس بات کی فرمائش کی کہ آپ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو چاند کے پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانے کا معجزہ دکھایا یہاں تک کہ انہوں نے کوہ حراء کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھ لیا اور آپ نے (ان سے) فرمایا دیکھو گواہ رہنا۔

فائدہ: چاند کا پھٹنا چونکہ خلاف معمول تھا اس لئے کسی حساب کتاب سے ان کو معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ رہا یہ اعتراض کہ اس کو حدیث سے ہٹ کر اور لوگوں نے نقل ہی نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے۔

1- بہت سی دنیا میں چاند اس وقت طلوع ہی نہیں ہوا ہوگا۔

2- عربوں میں سائنس کا رواج ہی نہ تھا۔ ویسے بھی مشاہدہ کا اس وقت اہتمام کیا جاتا ہے جب کسی واقعہ کی حساب سے توقع ہو۔

3- سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے خلاف کوئی واقعاتی شہادت موجود نہیں یعنی کوئی یہ کہے کہ

فلاں وقت میں چاند کو دیکھ رہا تھا مجھے تو وہ پھٹا ہوا نظر نہیں آیا ایسا نہیں ہوا۔ چاند کو نہ دیکھنے کی تو مذکورہ بالا دو وجہوں کے علاوہ اور بھی وجوہات ہوسکتی ہیں۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ رَأَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَقُرَیْشٌ تَسْأَلُنِیْ عَنْ مَسْرَایَ فَسَأَلَتْنِیْ عَنْ أَشْیَاءَ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا فَکُرِبْتُ کَرْباً مَاکُرِبْتُ مِثْلَهٗ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِیْ أَنْظُرُ إِلَیْهِ مَایَسْأَلُوْنِیْ عَنْ شَیءٍ إِلَّا اَنْبَأْتُهُمْ. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں حطیم میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے میرے (شب میں) سفر معراج کے متعلق (بطور امتحان) طرح طرح کے سوالات کررہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بیت المقدس کی بہت سی چیزوں کے متعلق بھی کھود کرید کرنی شروع کی جو مجھ کو ٹھیک ٹھیک یاد نہ رہی تھیں (کیونکہ آپ ﷺ بیت المقدس کی عمارت وغیرہ کی تفصیلات تو یاد کرنے نہیں گئے تھے) تو اب مجھے (ان کی تکذیب کے اندیشے سے) ایسی بے چینی پیش آئی کہ اس سے پہلے ایسی کبھی پیش نہ آئی تھی تو (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے اس طرح کردیا کہ میں اس کو دیکھ دیکھ کر ان کے ہر ہر سوال کا جواب دیتا رہا۔

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ مِنْ رِوَایَةِ سُرَاقَةَ نَفْسِهٖ قَالَ جَاءَ نَا رُسُلُ کُفَّارِ قُرَیْشٍ یَجْعَلُوْنَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ دِیَةَ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِمَنْ قَتَلَهٗ أَوْأَسَرَهٗ فَبَیْنَمَا أَنَا جَالِسٌ فِیْ مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ قَوْمِیْ بَنِیْ مُدْلِجٍ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتّٰی قَامَ عَلَیْنَا وَنَحْنُ جُلُوْسٌ فَقَالَ یَا سُرَاقَةُ إِنِّیْ رَأَیْتُ انِفاً أَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ أَرَاهُمَا مُحَمَّداً وَّ اَصْحَابَهٗ قَالَ سُرَاقَةُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُمْ هُمْ فَقُلْتُ لَهٗ إِنَّهُمْ لَیْسُوْا بِهِمْ وَلٰکِنَّکَ رَأَیْتَ فُلاناً وَفُلاناً انْطَلَقُوْا بِأَعْیُنِنَا ثُمَّ لَبِثْتُ فِی الْمَجْلِسِ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ بَیْتِیْ فَأَمَرْتُ جَارِیَتِیْ أَنْ تُخْرِجَ فَرَسِیْ وَهِیَ مِنْ وَّرَاءِ أَکَمَةٍ فَتَحْبِسُهَا عَلَیَّ وَأَخَذْتُ رُمْحِیْ فَخَرَجْتُ بِهٖ مِنْ ظَهْرِ الْبَیْتِ فَخَطَطْتُ بِزُجِّهِ الْأَرْضَ وَخَفَضْتُ عَالِیَهٗ حَتّٰی أَتَیْتُ فَرَسِیْ فَرَکِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا تُقَرِّبُ بِیْ حَتّٰی دَنَوْتُ مِنْهُمْ فَعَثَرَتْ بِیْ فَرَسِیْ فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَقُمْتُ فَأَهْوَیْتُ یَدِیْ إِلٰی کِنَانَتِیْ فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْأَزْلَامَ فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا أَضُرُّهُمْ أَمْ لَا فَخَرَجَ الَّذِیْ أَکْرَهُ فَرَکِبْتُ وَعَصَیْتُ الْأَزْلَامَ تُقَرِّبُ بِیْ حَتّٰی إِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَ ةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ لَا یَلْتَفِتُ وَأَبُوْ بَکْرٍ یُکْثِرُ الْإِلْتِفَاتَ سَاخَتْ یَدَا فَرَسِیْ فِی الْأَرْضِ حَتّٰی بَلَغَتَا الرُّکْبَتَیْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَکَدْ تُخْرِجُ یَدَیْهَا فَلَمَّا اِسْتَوَتْ قَائِمَةً إِذَا لِأَثَرِ یَدَیْهَا غُبَارٌ

سَاطِعٌ فِی السَّمَاءِ مِثْلَ الدُّخَانِ فَاسْتَقسَمْتُ بِالْأَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِیْ أَکْرَہُ فَنَادَیْتُھُمْ بِالْأَمَانِ فَوَقَفُوْا فَرَکِبْتُ فَرَسِیْ حَتّٰی جِئْتُھُمْ وَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ حِیْنَ لَقِیْتُ مَا لَقِیْتُ مِنَ الْحَبْسِ عَنْھُمْ أَنْ سَیَظْھَرُ أَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (بخاری و مسلم)

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت سراقہ بن مالکؓ کا خود اپنا بیان نقل کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر کو قتل کرے یا قید کرے تو اس کو ان میں سے ہر ایک کے عوض میں دیت کے برابر مال ملے گا۔ یہ کہتے ہیں کہ ابھی کچھ دیر گزرنے نہ پائی تھی کہ میں اپنی قوم بنی مدلج میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص سامنے سے آیا اور کہنے لگا اے سراقہ دریا کے کنارے میں نے ابھی ابھی کچھ لوگ دیکھے ہیں جن کے متعلق میرا غالب گمان یہی ہے کہ وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہوں گے۔ اس کے پتہ دینے پر میں سمجھ تو گیا کہ ہوں نہ ہوں یہ وہی ہیں مگر (یہ سوچ کر کہ میں تنہا جا کر ان کو پکڑ لوں اور پورا انعام خود لے لوں بات ٹالنے کے لئے) میں نے اس سے کہہ دیا وہ نہیں ہو سکتے شاید تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا جو ہمارے سامنے گئے ہیں۔ پھر ذرا سا وقفہ دے کر میں اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر جا کر اپنی باندی سے کہا کہ میرا گھوڑا باہر نکالے جو کہ ایک ٹیلے کے پیچھے تھا اور اس کو لے کر کھڑی رہے۔ ادھر میں اپنا نیزہ لے کر گھر کی پشت کی طرف سے نکلا اور اس کا پھل زمین کی طرف کر دیا اور اس کے اوپر کے حصہ کو نیچا کر دیا (تاکہ کسی کی نظر نہ پڑے اور وہ ساتھ نہ ہو لے اور انعام میں شریک نہ ہو جائے یا سبقت نہ لے جائے) یہاں تک کہ میں اپنے گھوڑے پر آ کر سوار ہو گیا اور اس کو تیز کر دیا کہ وہ جلد ان کو جا پکڑے۔ جب میں ان کے نزدیک پہنچا تو میرا گھوڑا دفعۃً پھسلا اور میں اس کے اوپر سے جا پڑا۔ کھڑے ہو کر میں نے فال کے تیر نکالے اور ان کا پانسا گھمایا تاکہ یہ دیکھوں کہ میں ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں۔ فال میں جو بات نکلی وہ وہ تھی جو میں ناپسند کرتا تھا مگر پھر بھی میں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے اتنے نزدیک پہنچ گیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قرآن پڑھنے کی آواز سنی۔ آپ کسی طرف التفات نہ فرماتے تھے جبکہ ابوبکر بار بار مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ جب میں اتنے قریب جا پہنچا تو (اس مرتبہ) میرے گھوڑے کے دونوں ہاتھ زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے اور میں پھر اس پر سے گر پڑا۔ میں پھر اٹھ کھڑا ہوا اور گھوڑے کو زور سے ڈانٹا مگر وہ اپنے ہاتھ زمین سے نہ نکال سکا۔ پھر جب وہ بمشکل سیدھا کھڑا ہوا تو زمین سے دھوئیں کی طرح ایک غبار نکلا۔ میں نے پھر اپنے فال کے تیر گھمائے مگر وہی بات نکلی جو مجھے پسند نہ تھی۔ اس پر میں نے امن کے

لئے آواز دی۔ وہ ٹھہر گئے ۔ میں گھوڑے پر سوار ہو کر جب بالکل ان کے پاس پہنچ گیا تو اپنی پیش آمدہ رکاوٹوں کی وجہ سے میرے دل میں اب یہ یقین ہو گیا کہ آپ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ مَسِيْرٍلَّهٗ.....وَجَعَلَنِيْ فِيْ رَكُوْبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَقَدْ عَطِشْنَا عَطْشاً شَدِيْداً فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ إِذَا نَحْنُ بِامْرَأَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا أَيْنَ الْمَاءُ فَقَالَتْ إِيْهَاه إِيْهَاه لَا مَاءَ لَكُمْ فَقُلْتُ كَمْ بَيْنَ أَهْلِكِ وَبَيْنَ الْمَاءِ قَالَتْ مَسِيْرَةُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ قُلْنَا انْطَلِقِيْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ وَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ أَمْرِهَا شَيْئاً حَتّٰى انْطَلَقْنَا بِهَا فَاسْتَقْبَلْنَا بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهَا فَأَخْبَرَتْهُ مِثْلَ الَّذِيْ أَخْبَرَتْنَا وَأَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا مُؤْتَمَةٌ لَهَا صِبْيَانٌ أَيْتَامٌ فَأَمَرَ بِرَاوِيَتِهَا فَأُنِيْخَتْ فَمَجَّ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ الْعُلْيَاوَيْنِ ثُمَّ بَعَثَ بِرَاوِيَتِهَا فَشَرِبْنَا وَ نَحْنُ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا عَطَّاشًاحَتّٰى رَوِيْنَا وَمَلَأْنَا كُلَّ رَاوِيَةٍ وَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَأَدَاوَةٍ وَغَسَلْنَا صَاحِبَنَا غَيْرَ أَنَّا لَمْ نَسْقِ بَعِيْراً وَهِيَ تَكَادُ تَتَفَرَّجُ مِنَ الْمَاءِ يَعْنِي الْمَزَادَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوْا مَا عِنْدَكُمْ فَجَمَعْنَا لَهَا مِنْ كَسْرٍ وَ تَمْرٍ وَصَرَّ لَهَا صُرَّةً وَقَالَ لَهَا اِذْهَبِيْ فَأَطْعِمِيْ عِيَالَكِ وَاعْلَمِيْ أَنَّا لَمْ نَرْزَأْ مِنْ مَاءِ كِ شَيْئًا فَلَمَّا أَتَتْ أَهْلَهَا قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ أَسْحَرَ الْبَشَرِ أَوْ أَنَّهٗ لَنَبِيٌّ كَمَا زَعَمَ كَانَ مِنْ أَمْرِهٖ ذَيْتَ وَذَيْتَ فَهَدَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ذٰلِكَ الصِّرْمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَأَسْلَمَتْ وَأَسْلَمُوْا. (بخاری و مسلم)

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا..... (رستے میں) ہم کو سخت پیاس لگی تو آپ نے پانی کی تلاش کیلئے ایک قافلہ جو آگے جا رہا تھا اس کی طرف جلدی سے ہم کو روانہ کیا (تا کہ اس سے ہم کو کچھ پانی حاصل ہو جائے) ہم جا رہے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنی چھاگلوں کے درمیان اونٹنی پر پیر لٹکائے جا رہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا پانی کہاں ملے گا اس نے کہا پرے ہو پرے ہو تمہارے لئے پانی نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا تیرے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ اس نے کہا ایک دن کا۔ ہم نے اس سے کہا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس چل۔ اس نے پوچھا اللہ کا رسول کیا ہوتا ہے۔ ہم اس کو بے بس کر کے اپنے ساتھ لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا کر اس کو پیش کر دیا۔ آپ نے پانی کے متعلق اس سے دریافت کیا۔ اس نے آپ ﷺ کو بھی وہی جواب دیا جو ہم کو دیا تھا اور آپ ﷺ کہ یہ بھی بتایا کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں اور میرے بچے یتیم ہیں آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کی اونٹنی بٹھا دی جائے

تو اس کو بٹھا دیا گیا۔آپ ﷺ نے اس کی چھاگلوں کے اوپر کے دہانوں میں دہن مبارک سے کلی کر کے پانی ڈال دیا۔اور پھر اونٹنی کو کھڑا کر دیا (تا کہ نیچے کے دہانے سے پانی لیا جا سکے) اس وقت ہم چالیس آدمی تھے اور سب پیاسے تھے۔سب نے پیٹ بھر کر پانی پیا اور اپنے اپنے اونٹوں پر رکھے ہوئے چھاگل اور دوسرے مشکیزے اور جتنے برتن تھے سب پانی سے بھر لئے اور ہم نے ایک دوسرے پر پانی بھی ڈالا البتہ ہم نے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا لیکن چھاگلیں تھیں کہ پانی کے جوش کے مارے پھٹی جا رہی تھیں۔اس کے بعد آپ ﷺ نے ہم لوگوں سے کہا اب جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے کر آؤ تو ہم نے اس عورت کیلئے کچھ روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کر دیں۔آپ ﷺ نے ان کو ایک تھیلی میں ڈال کر اس سے فرمایا جا یہ جا کر اپنے بچوں کو کھلا دے اور یہ یاد رکھنا کہ ہم نے تیرے پانی میں کچھ کمی نہیں کی ہے۔جب وہ اپنے گھر آئی تو اس نے کہا میں نے بہت بڑا جادوگر دیکھا ہے ورنہ وہ واقعی نبی ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے۔انہوں نے یہ یہ کرشمے دکھائے۔اس عورت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس کے پورے قبیلے کو ہدایت نصیب فرمائی چنانچہ وہ خود بھی مسلمان ہوئی اور باقی لوگ بھی مسلمان ہوئے۔

امت کے ساتھ انبیاء کی ہمدردی و خیر خواہی

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِی اللّٰهُ بِهٖ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰی قَوْمًا فَقَالَ يَاقَوْمِ إِنِّیْ رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَیَّ وَ إِنِّیْ أَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ فَأَطَاعَهٗ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهٖ فَأَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَاجِئْتُ بِهٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَكَذَّبَ مَاجِئْتُ بِهٖ مِنَ الْحَقِّ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور اس دین کی مثال جو خدا نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا اے میری قوم میں نے دشمن اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور (عربوں میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص دشمن کا لشکر دیکھتا تو اپنے کپڑے اتار کر کسی اونچی جگہ چڑھ کر ان کو ہلاتا تا کہ یہ وحشتناک صورت دیکھ کر لوگ دشمن کی آمد کا یقین کر لیں اور دشمن کے پہنچنے سے پہلے ہوشیار ہو جائیں چنانچہ اس کی خبر بھی چشم دید اور سچی سمجھی جاتی تھی۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے آپ کو النذیر العریان یعنی ننگے ڈرانے والے سے

تعبیر فرمایا مراد یہ تھی کہ) میں ایک سچا ڈرانے والا ہوں لہٰذا نجات کی جلدی کرو، نجات کی جلدی کرو۔ اس پر اس کی قوم میں سے کچھ نے تو اس کا کہنا مانا اور آہستہ آہستہ شروع رات میں ہی چل پڑے اور دشمن سے نجات پا گئے اور کچھ نے اس کو جھوٹا سمجھا اور اپنی جگہ (اپنے بستروں پر) صبح تک (پڑے سوتے) رہے دشمن کا لشکر (عربوں کے دستور کے مطابق) صبح سویرے ان پر حملہ آور ہوا اور ان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ بس ٹھیک یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری بات مان لی اور میرے لائے ہوئے دین کی پیروی کی (کہ اس خوش نصیب نے خدا کے عذاب سے نجات پائی) اور اس شخص کی جس نے میری بات نہ مانی اور اس سچائی کو جھٹلا دیا جو میں اپنے ساتھ لایا ہوں (اور کفر میں عمر گذار دی اور مر گیا اور دائمی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوا)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیرَةَ رضی اللّٰهِ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَ تْ مَاحَوْلَهَا جَعَلَ الْفِرَاشُ وَ هٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهِ وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهٗ فَیَتَقَحَّمْنَ فِیْهَا فَأَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا وَفِی رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ فِیْ آخِرِهَا قَالَ فَذٰلِکَ مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ أَنَا آخُذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُوْنِیْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا. (بخاری و مسلم، مشکواۃ)

حضرت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (تمہارے ساتھ محبت اور خیر خواہی میں کہ تم بھی آخرت کے عذاب سے بچ کر ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کر لو) میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی جب اس نے اردگرد کو خوب روشن کر دیا تو پروانے اور یہ کیڑے جو آگ میں گرا کرتے ہیں اس میں گرنے لگے۔ وہ ہے کہ انہیں روک رہا ہے اور یہ ہیں کہ اسے عاجز کر کے آگ میں گھسے جا رہے ہیں۔ اسی طرح میں بھی ہوں کہ تمہاری کمر پکڑ پکڑ (یعنی تمہاری منت سماجت کر کے) تمہیں دوزخ سے بچا رہا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گھسے جاتے ہو۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہ میری اور تمہاری مثال ہے میں تمہاری کمر پکڑے ہوئے (کہہ رہا) ہوں دوزخ سے بچو دوزخ سے بچو تم مجھے عاجز کر کے اس میں گھسے جاتے ہو۔

رسول کا آنا ان کی قوم کے لئے فیصلہ کن ہوتا ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ یُقِیْمُوا الصَّلَاةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصِمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَ هُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں (ان) لوگوں سے (جن میں میں مبعوث ہوا ہوں) قتال اور جنگ کرتا رہوں یہاں تک وہ (یا تو جزیرہ نما عرب سے نکل جائیں یا اسلام قبول کرلیں اور) اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کرلیں گے الا یہ کہ اسلام کا کوئی حق ہو (مثلاً یہ کہ کسی کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا تو اب قاتل کو حفاظت حاصل نہ ہوگی بلکہ اسلام ہی کے حکم کے مطابق اس سے قصاص لیا جائے گا) اور ان کا (اس اعتبار سے) حساب (کہ اخلاص تھا یا نہیں) اللہ پر ہے۔

ختم نبوت

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ رضی اللّٰہ عنہ خَلَفَهٗ علیہ السلام (أَیْ عَلِیًّا) فِیْ بَعْضِ مَغَازِیْهِ فَقَالَ لَهٗ عَلِیٌّ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ خَلَفْتَنِیْ مَعَ النِّسَاءِ و الصِّبْیَانِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَمَا تَرْضٰی أَنْ تَکُوْنَ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَا اَنَّهٗ لَانُبُوَّةَ بَعْدِیْ (وفی البخاری) إِلَّا أَنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ. (بخاری و مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ کے موقع پر حضرت علی کو (عورتوں اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے) پیچھے چھوڑ دیا (اور جنگ میں ساتھ لے کر نہ گئے) تو حضرت علیؓ نے آپ کی خدمت میں (حسرت سے) عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جارہے ہیں۔ آپ نے (ان کی تسلی کے لئے) فرمایا کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہ نسبت حاصل ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی (اور اسی نسبت وتعلق ہی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عدم موجودگی کے زمانہ میں اپنی قوم کی نگرانی کے لئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا انتخاب کیا تھا اسی طرح میں اپنی عدم موجودگی میں تمہارا انتخاب کرتا ہوں۔ لیکن حضرت ہارون علیہ السلام نبی بھی تھے اس لئے کسی کو کم فہمی سے وہم ہوسکتا تھا کہ شاید حضرت علیؓ کو نبوت بھی مل رہی ہو تو صاف صاف اس وہم کو دور کردیا کہ) مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کچھ بھی نبوت باقی نہیں اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے بعد کسی بھی قسم کا کوئی (نیا نبی) نہیں ہے۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ مَثَلِی وَمَثَلَ الْأَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَأَحْسَنَهٗ وَأَجْمَلَهٗ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیُعْجِبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ وَأَنَاخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (و فی روایة لمسلم فَجِئْتُ أَنَا وَأَتْمَمْتُ تِلْکَ اللَّبِنَةَ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اسے خوب آراستہ و پیراستہ کیا مگر اس کے ایک گوشہ میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ آ آ کر (اسے دیکھنے کے لئے) اس کے گرد گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ یہ نقص بھی نہ رہتا) تو میں ہی خاتم النبیین ہوں (اور ایک روایت میں ہے تو میں نے آ کر اس اینٹ کی جگہ کو پر کر دیا) تو جیسے وہ مکان اور محل جو ہر طرح سے مکمل ہو چکا ہو اس میں اب کسی اور اینٹ کی گنجائش نہیں اسی طرح میرے آنے کے بعد انبیاء کا سلسلہ مکمل ہو چکا اور اب کسی اور نبی کے آنے کا احتمال باقی نہیں رہا۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّهٗ سَیَکُوْنُ فِیْ أُمَّتِی کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّهُمْ یَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِیٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (مسلم)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آئندہ میری امت میں تیس سخت جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک اپنے متعلق دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں سب نبیوں کے آخر میں آیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نبوت کے اثرات

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ (بخاری) و فی روایة یَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْتُرٰی لَهٗ (کنز العمال)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول مبشرات کیا چیزیں ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھے (یعنی سچے) خواب (جو مسلمان خود دیکھے یا اس کے لئے کوئی دوسرا دیکھے۔

تنبیہ 1 : یہ ضروری نہیں کہ سچے خواب ہمیشہ خوشی و مسرت کے متعلق ہوں رنج و غم کے متعلق بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر رویاء صالحہ یعنی اچھے خواب میں یہ حصہ مغلوب ہوتا ہے اور بشارت کا حصہ

غالب۔ اس کے برعکس شیطانی خواب اکثر خوفناک ہوتے ہیں اور مسرت وخوشی کے شاذ و نادر کیونکہ شیطان کا مقصود ہی مسلمان کو غم وحزن پہنچانا ہے۔

تنبیہ 2 : نبوت سے قبل عالم میں عام طور سے کفر و گمراہی اور ظلم وفساد کی تاریکیاں چھائی ہوتی ہیں۔ جب نبوت کا سورج طلوع ہوتا ہے تو پورے عالم میں اس کے برکات و انوار پھیل جاتے ہیں۔ ظلم وفساد کی جگہ رشد وصلاح کا دور دورہ ہوتا ہے۔ انسانی عادتوں میں تبدیلی آتی ہے اور افراط و تفریط عجلت وجلد بازی کی بجائے متانت و بردباری وقار و میانہ روی پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کے باطن کا رشتہ شیطان سے یکسر کٹ جاتا ہے اور عالم بالا کے ساتھ ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے کہ اس میں (عالم حس سے ماورا) وہاں کے کچھ مغیبات کے انعکاس کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان ہی اوصاف کو نبوت کے اجزاء یا نبوت کے آثار و برکات کہا جاتا ہے۔ یہ اوصاف نبوت اور نبی کی برکت سے تو حاصل ہوتے ہیں لیکن ان کے حاصل ہونے سے کوئی شخص نبی نہیں بنتا۔ رویا صالحہ یعنی اچھے خواب دیکھنا انسان کے باطن کے متاثر ہونے کی نشانی ہے اور عادتوں کا انقلاب انسان کے ظاہر کے متاثر ہونے کی علامت ہے۔ احادیث میں ایک طرف رویاء صالحہ کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے دوسری طرف بعض بلند اخلاق کو نبوت کا چھبیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے حدیث میں ہے **التودة والاقتصاد و حسن السمت من ستة و عشرين جزء من النبوة** (ترمذی) بردباری ومتانت، میانہ روی اور اچھی روش نبوت کا چھبیسواں جز ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان اخلاق کی وجہ سے کسی کو نبی نہیں کہا جاسکتا جب کہ یہ چھبیسواں جزء ہیں تو چھیالیسویں جزو کو نبوت کیسے کہا جاسکتا ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَإِنْ يَّكُ فِيْ أُمَّتِيْ أَحَدٌ فَإِنَّهُ عَمُر (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں (یعنی بنی اسرائیل میں) محدث ہوا کرتے تھے (یعنی جن سے غیبی طور پر باتیں کی جاتی تھیں مگر وہ نبی نہ ہوتے تھے) اگر میری امت میں صرف ایک شخص ہی ایسا ہوتا تو وہ عمر ہیں۔

فائدہ: غیبی طور پر باتیں کی جانے کی یہ صورتیں ہیں۔

1- فرشتے اس سے ہمکلام ہوں۔

2- فرشتوں کی جانب سے کوئی بات اس طرح دل میں ڈالی جائے گویا اس سے کسی نے کہہ دی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی زبان سے صدق وصواب والی بات ہی نکلتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی یہ ذمہ داری نہیں کہ دنیا کے کاموں کی تفصیلات بتائیں

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يَأْبِرُوْنَ النَّخْلَ فَقَالَ مَاتَصْنَعُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوْا كَانَ خَيْرًا فَتَرَكُوْهُ فَنَقَصَتْ قَالَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ و إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِيْ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُوْرِ دُنْيَا كُمْ (مسلم)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اس وقت لوگوں کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنے کھجور کے درختوں کی تابیر کرتے تھے (یعنی مذکر درخت کا خوشہ لے کر مونث درخت کے ساتھ ملا دیتے تھے۔ اس کے بعد جب پھل آتا تو بہت کثرت سے آتا) آپ نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو لوگوں نے عرض کیا (پھلوں کی پیداوار میں کثرت کے لئے) ہم یہ کام پہلے سے کرتے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ یہ سن کر لوگوں نے تابیر کرنا چھوڑ دیا تو پھل کم آنے لگا اس پر لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا دیکھو میں بشر ہوں جب تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کسی بات کا حکم دوں اسے تو فوراً بلا پس وپیش اختیار کر لو اور جب (دنیا کے معاملات میں) کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو میں صرف بشر ہوں اور ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا اپنی دنیوی زندگی کے معاملات کو تم خود بہتر جانتے ہو۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اپنے بندوں پر اپنی اطاعت کی کچھ باتیں مقرر فرمائی ہیں تاکہ ان کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رحمت حاصل کریں۔ ان سب باتوں کے مجموعہ کو دین کہتے ہیں۔ وہ باتیں یہ ہیں: عقائد، عبادات، معاملات، حدود اور آداب۔

معاملات میں مالی، عائلی اور عدالتی معاملات بھی شامل ہیں اور امانت وترکہ کے معاملات بھی دنیوی امور کا ایک بڑا شعبہ ان ہی معاملات پر مشتمل ہے اور اس طرح سے وہ براہ راست دین کا ایک جزو ہے۔ اس شعبہ کی رہنمائی ہمیں دین ہی سے ملتی ہے اور انبیاء علیہم السلام ہی اس کے موسس اور معلم ہوتے ہیں۔ تجارت میں ایجاب وقبول جواز اور صحت کی شرائط بائع ومشتری کے اختیارات اختلاف کی صورت میں فیصلہ کی راہ، مزارعت کن شرائط سے کرنا مناسب ہے۔ جنگ وصلح کی کیا شرائط ہوں یہ سب باتیں دین کے دائرے میں آتی ہیں جنہیں انبیاء خود سکھاتے بتاتے ہیں لیکن ان کے بعد زراعت کی یہ تفصیلات کہ اس کے لئے کس کس سامان کی ضرورت ہے کس کس قسم کی مصنوعات درکار ہیں کس زمین میں کیسی کھاد ڈالی جاتی ہے کس موسم میں کیا بویا جاتا ہے فولاد کیسے بنایا

جاتا ہے اور نئی نئی ایجادات کیسے ہوتی ہیں۔ یہ دنیا کا دوسرا شعبہ ہے جو دین سے متعلق نہیں۔ ان باتوں کو دنیا انبیاء کے آنے سے پہلے بھی جانتی تھی اور ان کے بعد بھی ان میں ہزاروں ترقیاں کرتی رہتی ہے اس لئے فرمایا کہ یہ تمہاری دنیا ہے اسے تم خود جانتے بوجھتے ہو۔

انبیاء کو سب سے زیادہ تقوی اور معرفت الٰہی حاصل ہوئی ہے

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ قَالُوْا إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَلَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَغْضِبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ أَنَا (بخاری)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ جب کسی بات کا صحابہ کو حکم دیتے تو ایسی بات کا حکم دیتے جو ان سے (سہولت سے) ہو سکے۔ وہ (شوق شوق میں) عرض کرتے یا رسول اللہ (کچھ اور بڑھا دیجئے کیونکہ) ہم آپ کی طرح تو نہیں۔ آپ کی تو اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی سب لغزشیں (جو کہ صرف اجتہادی ہیں وہ بھی) معاف کر دی ہیں (ہماری کوتاہیاں تو معاف نہیں کیں لہذا ہمیں زیادہ عمل کرنا چاہئے) اس پر آپ کو اتنا غصہ آتا کہ اس کا اثر چہرہ مبارک پر نمایاں ہونے لگتا پھر آپ فرماتے دیکھو تم سب میں زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا سب سے زیادہ عالم میں ہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْأً فَرَخَّصَ فِيْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَابَالُ أَقْوَامٍ يَسْتَنْزِهُوْنَ عَنِ الشَّيْئِ أَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَ أَشَدُّ هُمْ لَهٗ خَشْيَةً (بخاری)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) کوئی ایسا عمل کیا جس میں رخصت کا پہلو اختیار کیا۔ بعض لوگوں نے اس عمل کے اختیار کرنے سے (اس لئے) احتراز کیا (کہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں جب کہ ہم ایسے نہیں ہیں)۔ یہ بات آپ تک پہنچ گئی۔ اسی وقت آپ نے خدا کی حمد وثناء (خطبہ) کے بعد فرمایا لوگوں کا بھی کیا حال ہے بھلا اس عمل سے احتراز کرتے ہیں جسے میں کرتا ہوں۔ خدا کی قسم ان سب میں زیادہ خدا کا علم رکھنے والا اور سب سے زیادہ اس سے خشیت کرنے والا یعنی ڈرنے والا تو میں ہوں۔

فائدہ: خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو کسی ذات کی عظمت کے استحضار کے ساتھ ہو ہر خوف کو خشیت نہیں کہتے۔ عالم اگر ڈرتا ہے تو وہ خدا کی ذات کی عظمت وجلال کا تصور کر کے ڈرتا ہے جب

کہ غیر عالم کو ان امور کا اتنا علم نہیں ہوتا اس لئے وہ ڈرتا ہے تو صرف اس کے عذاب کا تصور کر کے ڈرتا ہے۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ وقت کے نبی کے سب سے زیادہ عالم ہونے کا مطلب یہی ہے کہ خدا کی ذات وصفات کا سب سے زیادہ علم اس کو ہوتا ہے اور اس لئے سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا بھی وہی ہوتا ہے۔

یہاں غصہ صرف رخصت پر عمل نہ کرنے پر نہیں ہے بلکہ ان کے اس احتراز اور پرہیز پر ہے جو ایک غلط بنیاد پر ان کے دماغوں میں پیدا ہوا۔ نبی کے بخشے بخشائے ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اب خدا کی عبادت کا محتاج نہیں رہا بلکہ اس کی عبادت اور بڑھ جاتی ہے اور اس لئے بڑھ جاتی ہے کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے اور ادا نہیں کر سکتا اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا (کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں) کا یہی مطلب ہے۔

اللہ اور رسول کے ساتھ محبت کا تعلق

اللہ تعالیٰ کی اطاعت محبت کے ساتھ کرے کیونکہ محبت کے جو تین اسباب ہیں یعنی کمال جمال اور جود وسخاء وہ اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وجود دیا اور ہمیں سب سے عمدہ اور احسن طرز پر بنایا پھر وہ مستقل طور سے ہماری پرورش کرتے ہیں ہماری دنیا و آخرت کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں فرشتوں کے ذریعے ہماری حفاظت کا انتظام کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات جمال والی بھی اور تمام صفات کمال کے ساتھ متصف بھی ہے۔ یہ سب باتیں تقاضا کرتی ہیں کہ ہمارے اندر ایسی ذات کی محبت اور شکر کا جذبہ موجزن ہو۔ پھر جب یہ ذات ہمیں کچھ حکم دے اور وہ حکم بھی ایسے کہ جن میں ہمارے ہی فائدے کو ملحوظ رکھا گیا ہو اور تابعداری کے عمل پر وہ ہمیں اپنی خوشی اور محبت کا پروانہ دے تو محبت شکر اور ممنونیت کے احساس کے ساتھ اس کی تابعداری کریں اور اس کے حکم بجالائیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَحِبُّوا اللّٰه لِمَا يُغْذُوْكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَأَحِبُّوْنِی لِحُبِّ اللّٰهِ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ سے محبت رکھو اس لئے کہ وہ تمہیں طرح طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے اور (چونکہ رسول اس بارگاہ محبت کا پیغامبر ہوتا ہے اور اس بارگاہ کا محبوب اسوہ وسیرت اپنی ذات میں لے کر آتا ہے اس لئے) مجھ سے محبت کرو خدا کی محبت کی وجہ ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَ وَالِدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہے جب تک میں اسے اپنے بیٹے اور باپ (اور تمام رشتہ داروں) اور دیگر تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

فائدہ:1- رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے کی جو وجہ سابقہ حدیث میں ذکر ہوئی اس کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ میں دیگر اسباب محبت یعنی کمال و جمال علی وجہ الاتم موجود تھے۔

2- ماں باپ اور اولاد کی محبت طبعی ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت عقلی ہے۔ کمال ایمان یہ ہے کہ عقل کا تقاضا طبیعت کے تقاضے پر غالب رہے اور خدا اور رسول کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو۔ اسلام قبول کرنے کا معاملہ ہو یا مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کا مرحلہ ہو ایسا نہ ہو کہ دیگر محبتوں کو اپنے اوپر غالب کر کے اللہ کے فرامین اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کو نظر انداز کر دیا جائے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ يَا رُسُوْلَ اللّٰهِ لَأَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ عُمَرُ فَإِنَّكَ الْآنَ وَاللّٰهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ الْآنَ يَاعُمَرُ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن ہشام کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ لئے ہوئے تھے عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک تم کو میں اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں تم (کامل) مومن نہیں ہو (رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی برکت تھی اور حضرت عمرؓ کے ایمان کی قوت تھی کہ ان کو اس بات کو اپنے اندر اتارنے میں کچھ بھی دیر نہ لگی فوراً) عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اچھا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں اب اے عمر (تم پکے مومن بھی ہو گئے)۔

نبی ﷺ کی تعریف و تعظیم میں غلو سے ممانعت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّيْ لَا أُرِيْدُ أَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَةِ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيْهَا

اللّٰهُ تَعَالٰی أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ (رزین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مرتبہ سے آگے بڑھاؤ جس پر اللہ نے مجھے رکھا ہے۔ میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں اور (انسان ہوں مجھ میں خدائی نہیں ہے۔ البتہ انسان ہونے کے بعد یہ وصف مجھے حاصل ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتُطْرُوْنِیْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ (بخاری ومسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھے حد سے مت بڑھانا جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حد سے بڑھایا۔ میں تو محض اللہ کا بندہ ہی ہوں (اللہ نے مجھے کوئی خدائی اختیار نہیں دیئے) تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

عَنْ قَیْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَیْتُ الْحِیْرَةَ فَرَأَیْتُهُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَهٗ فَأَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ إِنِّیْ أَتَیْتُ الْحِیْرَةَ فَرَأَیْتُهُمْ یَسْجُدُوْن لِمَرْ زُبَانٍ لَّهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ یُّسْجَدَ لَکَ فَقَالَ لِیْ اَرَأَیْتَ لَوْمَرَرْتَ بِقَبْرِیْ أَ كُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا (ابوداؤد)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں پہنچا تو میں نے وہاں کے باشندوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو میں نے دل میں سوچا کہ اللہ کے رسول (تو زیادہ عظمت والے ہیں اور زیادہ قابل تعظیم ہیں اس لئے وہ) اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ انکو سجدہ کیا جائے۔ پھر جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ میں مقام حیرہ میں گیا تھا۔ میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں اور آپ تو زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر تم میری قبر پر گزرتے تو کیا تم اس کو بھی سجدہ کرتے۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں (کیونکہ دین میں اس سے منع کیا گیا ہے)۔ آپ نے فرمایا تو پھر اب بھی مت کرو (کیونکہ سجدہ انتہائی درجے کی تعظیم ہے جو انتہائی درجے کی عظمت والے ہی کے لائق ہے۔ اس لئے وہ عبادت ہے اور عبادت کے لائق بھی صرف وہ ذات ہے جو ہر حال میں عبادت کی حقدار ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ أَخْبَرَکَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ یَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی إِنَّ

اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفَرِيَّةَ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو کوئی تمہیں یہ کہے کہ محمد ﷺ ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (سورہ لقمان کی آخری آیت) میں فرمایا ہے تو اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔

انبیاء کی عالم برزخ میں حیات کی کیفیت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (بیهقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ میں (اور انکو برزخی حیات حاصل ہے جس کی توجیہ یہ ہے کہ اگرچہ ان کی ارواح مبارکہ کا ٹھکانا اعلیٰ علیین ہے لیکن انکا قبروں میں موجود اجسام مبارکہ کے ساتھ قوی تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ عالم برزخ میں) نماز پڑھتے ہیں۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں معراج کی رات سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام (کی قبر) کے پاس سے گذرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے (یعنی ہمارے محسوس عالم میں تو جسم لیٹے ہوئے نظر آتے ہیں اور قبر بھی اتنی اونچی نہیں ہوتی کہ کوئی اس میں کھڑا ہو سکے لیکن ان پر عالم برزخ کھل جاتا ہے جیسا کہ سونے والے پر عالم خواب کھل جاتا ہے اور جیسے سونے والا عالم خواب میں اپنے آپ کو اپنے اسی جسم کے ساتھ چلتا پھرتا دیکھتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں اپنے انہی اجسام کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهٗ قَالَ مَامِنْ رَجُلٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیتا ہے (یعنی آپ ﷺ کی روح مبارک کی جو تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے کسی امتی کے سلام کہنے پر اس کی طرف بھی متوجہ ہو جاتی ہے) اور (آپ فرماتے ہیں کہ) میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔

فائدہ: اگر یہ خیال ہو کہ دنیا میں تو ہر وقت کتنے ہی لوگ درود وسلام پڑھتے ہیں تو آپ تو

ہر وقت جواب دینے میں ہی مصروف رہتے ہوں گے بلکہ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے بیک وقت سلام کہنے پر تو شاید آپ کو ہر ایک کا علیحدہ جواب دینا دشوار ہوتا ہوگا اور تجلیات کے مشاہدہ کا وقت ہی نہ ملتا ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے محسوس عالم کے وقت اور مکان (TIME AND SPACE) کے جو پیمانے ہیں عالم مثال، عالم برزخ اور عالم آخرت کے پیمانے ان سے بہت مختلف ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر نے اپنی کرامت سے ملکہ سبا کے تخت کو پلک جھپکنے میں حاضر کر دیا حالانکہ عالم محسوس میں ایک قوی جن نے بھی اس کو لانے کی اتنی مہلت مانگی تھی کہ آپ کے مجلس سے اٹھنے سے پہلے حاضر کر دوں گا جیسا کہ قرآن پاک کی سورہ نمل میں یہ قصہ مذکور ہے۔

عَنْ أَوْسِ بْنِ اَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَ فِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ ..... فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ (ابوداؤد)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک تمہارے افضل ترین دنوں میں سے ایک جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں (حضرت) آدم (علیہ السلام) پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں (قیامت کا پہلا) نفخہ ہوگا اور اس میں (دوسرا) نفخہ ہوگا سو تم جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول ہمارے درود آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے۔ حالانکہ آپ تو (اپنی قبر میں) ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے اجسام (کھانے اور بوسیدہ کرنے) کو حرام کر دیا ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ صَلّٰى عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أُبْلِغْتُهٗ. (بیھقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جو میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ مجھے (فرشتوں کے واسطہ سے) بتلا دیا جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رس ول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم انبیاء کا (مال میں) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو مال چھوڑ جائیں وہ (فقراء پر) صدقہ ہوتا ہے۔

باب: 4

قیامت اور آخرت کی تفصیلات

قیامت کب آئے گی اسکا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کسی اور کو نہیں

عَنِ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ قَبْلَ أَنْ یَّمُوْتَ بِشَهْرٍ تَسْأَلُوْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ وَ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ..... (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کی وفات سے ایک ماہ پیشتر آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہو (کہ وہ کب ہوگی۔ تو جان لو کہ) اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے (کسی اور کو نہیں ہے)

قیامت قریب ہے

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَیْنِ. (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''میں بھیجا گیا ہوں اس حال میں کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔ (کہ ان کے درمیان کسی نئی امت اور کسی نئے نبی کا دور نہ ہوگا لہٰذا اس کو بہت دور سمجھ کر بے فکر نہ ہونا چاہئے)۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ هٰذِهِ الدُّنْیَا مَثَلُ ثَوْبٍ شُقَّ مِنْ أَوَّلِهٖ إِلٰی اٰخِرِهٖ فَبَقِیَ مُتَعَلِّقًا بِخَیْطٍ فِیْ اٰخِرِهٖ فَیُوْشَكُ ذَالِكَ الْخَیْطُ أَن یَّنْقَطِعَ (بیهقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس دنیا کی مثال اس کپڑے کی سی ہے جو اول سے آخر تک پھاڑ دیا گیا اور بس سرے پر ایک دھاگے سے وہ جڑا رہ گیا اور یہ آخری دھاگا بھی بس عنقریب ٹوٹنا ہی چاہتا ہے۔ (اور یہ آخری دھاگا میرا دور ہے کہ جس کے ختم ہونے پر قیامت قائم ہوگی)

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَیْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهٗ وَأَصْغٰی سَمْعَهٗ وَحَنٰی جَبْهَتَهٗ یَنْتَظِرُ مَتٰی یُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ

اللّٰهِ وَمَا تَامُرُنَا ؟ قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهِ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں کیونکر خوش اور بےغم ہوکر رہ سکتا ہوں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ صور والا فرشتہ صور کو اپنے منہ میں لئے ہوئے ہے اور اپنا کان اس نے لگا رکھا ہے اور اس کی پیشانی خمیدہ اور جھکی ہوئی ہے وہ انتظار کر رہا ہے کہ کب اس کو (دنیا کو ختم کر دینے کے لئے) صور کے پھونک دینے کا حکم ہو (اور وہ پھونک دے۔ یعنی جب مجھے اس واقعہ کا علم ہے تو میں کیسے اس دنیا میں اطمینان اور خوشی سے رہ سکتا ہوں)۔ صحابہؓ نے عرض کیا:۔ یارسول اللہ ! تو ہمیں آپ کا کیا حکم ہے (ان کا مطلب یہ تھا کہ جب معاملہ اتنا خطرناک ہے تو ہماری رہنمائی فرمایئے کہ قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں سے بچنے کے لئے ہم کیا کریں ؟) آپ نے ارشاد فرمایا: کہتے رہا کرو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. (ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے)۔

قیامت کی قریبی علامات

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيْدِ الْغِفَارِيِّ قَالَ اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَاتَذْكُرُوْنَ قَالُوْا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ إِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْا قَبْلَهَا عَشَرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَيَاجُوْجَ مَاجُوْجَ وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَآخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ. (مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس باہر سے تشریف لائے ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے آپ نے پوچھا کیا گفتگو کر رہے ہو؟۔ ہم نے عرض کی کہ قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک ہرگز نہیں آسکتی جب تک کہ اس سے پہلے تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو (جو وقوع میں ترتیب کے بغیر یوں ہیں۔ (1) دھواں (2) دجال (3) دابۃ الارض (4) مغرب کی جانب سے آفتاب کا طلوع (5) عیسٰی بن مریم کا اترنا (6) یاجوج ماجوج کا ظہور (9,8,7) تین خسف یعنی زمین میں دھنسنے کے واقعات ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں (10) اور سب سے آخر میں وہ آگ جو یمن سے ظاہر ہوگی اور لوگوں کو ہنکا کر محشر (یعنی وہ زمین جس کے مقابلہ میں قیامت کے دن کی محشر کی زمین ہوگی۔ اس) تک لے جائے گی۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ خَلِيْفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَلَا يَعُدُّهٗ عَدًّا (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں ایک ایسے خلیفہ و حکمران (یعنی مہدی علیہ السلام) ہوں گے جو لپ بھر بھر کر مال تقسیم کریں گے اور اس کو شمار نہ کریں گے۔

بعض علامتوں کی تفصیل

امام مہدی علیہ السلام

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لا تذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اسْمِيْ (ترمذی و ابوداؤد)

و فی روایة (يُوَاطِئُ) اسْمُ أَبِيْهِ اسْمَ أَبِيْ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ میرے اہل بیت (یعنی میری اولاد) میں سے ایک شخص عرب (اور ان کے تابع تمام اہل اسلام) کا حکمران نہ بن جائے۔ اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے موافق ہوگا (مطلب یہ ہے کہ وہ بھی محمد بن عبداللہ ہوگا)۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَلْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ أَوْلَادِ فَاطِمَةَ (ابوداؤد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی میری نسل میں (اور) فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَهْدِيُّ مِنِّي أَجْلَى الْجَبْهَةِ أَقْنَى الْأَنْفِ يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلاً كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہدی میری نسل سے ہوں گے چوڑی پیشانی والے اور بلند ناک والے ہوں گے۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح (پورا) بھر دیں گے جس طرح وہ (پوری) ظلم و زیادتی سے بھر گئی تھی۔ (جنگوں سے فارغ ہو کر اسلام کے غلبہ کے ساتھ) وہ سات سال تک حکمرانی کریں گے۔

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَلَاءً یُصِیْبُ ھٰذِہِ الْأُمَّۃَ حَتّٰی لَا یَجِدَ الرَّجُلُ مَلْجَأً یَلْجَأُ إِلَیْہِ مِنَ الظُّلْمِ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ رَجُلاً مِّنْ عِتْرَتِیْ وَأَھْلِ بَیْتِیْ فَیَمْلَأُ بِہِ الْاَرْضَ قِسْطًاوَّ عَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا یَرْضٰی عَنْہُ سَاکِنُ السَّمَاءِ وَسَاکِنُ الْأَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَاءُ مِنْ قَطْرِھَا شَیْئًا إِلَّا صَبَّتْہُ مِدْرَارًا وَّلَا تَدَعُ الْأَرْضُ مِنْ نَبَاتِھَا شَیْئًا إِلَّا أَخْرَجَتْہُ حَتّٰی یَتَمَنَّی الْأَحْیَاءُ الْأَمْوَاتَ یَعِیْشُ فِیْ ذٰلِکَ سَبْعَ سِنِیْنَ أَوْثَمَانَ سِنِیْنَ أَوْتِسْعَ سِنِیْنَ (حاکم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے (ظلم سے بھری) ایک بڑی مصیبت وآزمائش کا ذکر کیا جو مسلمانوں پر آئے گی۔ (اس دوران ظلم بہت ہوگا) یہاں تک کہ آدمی ظلم سے بچنے کے لئے کوئی پناہ نہ پائے گا۔ تو (ان حالات میں) اللہ تعالیٰ میری نسل اور میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو اٹھائیں گے جو زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح (پورا) بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وزیادتی سے (پوری) بھر گئی تھی۔ (اس کی خدا خوفی، للہیت اور اچھے اخلاق وکردار کی وجہ سے) آسمان والے (فرشتے) اور زمین والے (انسان وحیوان) اس سے راضی ہوں گے۔ آسمان اپنی بارش کے کچھ قطرے (بھی) نہ روکے گا مگر یہ کہ ان کو موسلا دھار برسائے گا اور زمین اپنی تمام پیداوار نکالے گی یہاں تک کہ زندہ لوگ تمنا کریں گے کہ کاش جو (لوگ ظلم کے زمانہ میں) مر چکے وہ (اس امن وعیش کے زمانہ میں) زندہ ہوتے۔ وہ صاحب (حکمران بننے کے بعد) سات یا آٹھ یا نو سال زندہ رہیں گے۔

عَنْ أُمِّ سَلِمَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَکُوْنُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِیْفَۃٍ فَیَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ ھَارِبًا إِلٰی مَکَّۃَ فَیَأْتِیْہِ نَاسٌ مِّنْ أَھْلِ مَکَّۃَ فَیُخْرِجُوْنَہٗ وَھُوَ کَارِہٌ فَیُبَایِعُوْنَہٗ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ وَیُبْعَثُ إِلَیْہِ الْبَعْثُ مِنَ الشَّامِ فَیُخْسَفُ بِھِمْ بِالْبَیْدَاءِ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَإِذَا رَأَی النَّاسُ ذٰلِکَ أَتَاہُ أَبْدَالُ الشَّامِ وَ عَصَائِبُ أَھْلِ الْعِرَاقِ فَیُبَایِعُوْنَہٗ ثُمَّ یَنْشَأُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْشٍ أَخْوَالُہٗ کَلْبٌ فَیَبْعَثُ إِلَیْھِمْ بَعْثًا فَیَظْھَرُوْنَ عَلَیْھِمْ وَذٰلِکَ بَعْثُ کَلْبٍ وَیَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّۃِ نَبِیِّھِمْ وَیُلْقِی الْإِسْلَامُ بِجِرَانِہٖ فِی الْأَرْضِ فَیَلْبَثُ سَبْعَ سِنِیْنَ ثُمَّ یُتَوَفّٰی وَیُصَلِّیْ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ (ابوداؤد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا (مسلمانوں کے) ایک حکمران کی وفات پر (اصحاب رائے لوگوں میں) بڑا اختلاف واقع ہوگا (کہ اب کس کو حاکم مقرر کیا جائے۔ ان حالات میں) مدینہ والوں میں سے ایک صاحب (اس ڈر سے کہ کہیں ان پر حکمرانی کا بار نہ ڈال

دیا جائے) مکہ مکرمہ کی طرف جائیں گے (لیکن ان کی شخصیت اور ان کے جوہر چھپے نہ رہ سکیں گے اس لئے) مکہ والوں میں سے کچھ لوگ ان کے پاس آئیں گے اور ان کی ناگواری کے باوجود ان کو ان کے گھر سے نکالیں گے۔ اور (مسجد حرام میں لے جا کر) حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے (اور ان کو اپنا حکمران بنائیں گے۔ یہ امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔ آس پاس کے حکمران ان کی حکمرانی اور امامت کو پسند نہ کریں گے) اور شام سے ان کی طرف (ان سے لڑنے کے لئے) ایک لشکر بھیجا جائے گا جس کو (امام مہدی علیہ السلام کی تائید میں) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقام بیداء میں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ ان کی یہ تائید دیکھیں گے تو (ہر طرف سے لوگ ان کو اپنے لئے نجات دہندہ سمجھ کر ان کے پاس آئیں گے یہاں تک کہ) شام کے ابدال اور عراق کے اولیاء ان کے پاس آئیں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ پھر قریش میں سے ایک شخص کی جس کی ماں قبیلہ کلب کی ہوگی اٹھے گا اور امام مہدی علیہ السلام کے حمایتیوں کے خلاف ایک کلبی لشکر بھیجے گا۔ امام مہدی کے لوگ اس لشکر پر غالب آئیں گے۔ وہ نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق حکمرانی کریں گے اور اسلام زمین پر اپنی گردن ڈال دے گا (یعنی پوری زمین میں کامل اسلام کا نفاذ ہوگا) وہ (حاکم ہونے کے بعد) سات سال تک رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

دجال

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ (مسلم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدم (علیہ السلام) کی تخلیق اور قیامت کے قائم ہونے کے درمیانی زمانہ میں (مشقت، شدت اور بلاؤں کے اعتبار سے) دجال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے۔

عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ أَكْثَرُ خُطْبَتِهٖ حَدِيْثًا حَدَّثَنَاهُ عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ مِنْ قَوْلِهٖ ..... إِنَّهٗ يَبْدَأُ فَيَقُوْلُ أَنَا نَبِيٌّ وَلَانَبِيَّ بَعْدِيْ ثُمَّ يُثَنِّيْ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ وَلَا تَرَوْنَ رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا ..... (ابن ماجه)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا جس کا اکثر حصہ دجال سے متعلق تھا۔ آپ کے ارشاد میں یہ تھا ..... دجال ابتداء میں دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے

حالانکہ میرے بعد تو کوئی بھی (نیا) نبی نہیں ہوگا پھر (اس سے بھی بڑھ کر) بعد میں وہ یہ دعوی کرے گا کہ وہ تمہارا رب ہے حالانکہ (اس کا یہ دعوی بھی جھوٹا ہوگا کیونکہ اس کو تم دیکھ رہے ہو گے جب کہ) تم اپنے (حقیقی) رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے (بلکہ مرنے کے بعد جب قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہو گے اور جنت میں جاؤ گے اس وقت اپنے رب کو دیکھو گے)۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ نَّبِيٍ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ وَ إِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ک ف ر (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی نبی ہوا اس نے اپنی امت کو (قیامت اور قرب قیامت کے فتنوں سے ڈرایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے) کانے جھوٹے (دجال) سے ڈرایا۔ (وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا حالانکہ خدا تو ہر قسم کے عیب سے پاک ہے جب کہ) آگاہ ہو جاؤ کہ دجال کانا ہوگا اور بلاشبہ تمہارا رب کانا نہیں ہے (تو اس کا یہ عیب اس کے خدائی کے دعوے کے منافی ہے۔ اسی طرح اس کے دعوائے خدائی کے خلاف ایک اور ثبوت یہ ہوگا کہ) اس کی آنکھوں کے درمیان (یعنی پیشانی کے بیچ میں) ک ف ر لکھا ہوگا (جو اس کے کفر یا اس کے کافر ہونے پر واضح دلیل ہوگی)۔

وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ لَيْسَ يَرىٰ أَحَدٌ مِنْكُمْ رَبَّهُ حَتّٰى يَمُوْتَ وَأَنَّهُ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَأُهُ مَنْ كَرِهَ عَمَلَهُ (بخاری و مسلم).

اور ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا (اس کے دعوے خدائی کے جھوٹے ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ) تم جانتے ہو کہ تم میں سے کوئی اپنے رب کو (دنیا میں) نہیں دیکھ سکتا یہاں تک وفات پا جائے (کہ اس کے بعد جنت میں جا کر دیکھ سکتا ہے جب کہ دجال کو تو لوگ دنیا میں دیکھ رہے ہوں گے تو وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے) اور (علاوہ ازیں ایک اور دلیل یہ ہے کہ) اس کی پیشانی کے بیچ میں (اس کے) کافر (ہونے پر بطور علامت ک ف ر) لکھا ہوگا۔ اس کو ہر وہ شخص پڑھے گا جو دجال کے عمل کو ناپسند کرتا ہوگا۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتّٰى خَشِيْتُ أَنْ لَا تَعْقِلُوْا، إِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ أَفْحَجُ، جَعْدٌ أَعْوَرُ، مَطْمُوْسُ الْعَيْنِ، لَيْسَتْ بِنَاتِئَةٍ وَلَا جَحْرَاءَ، فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ. (ابوداؤد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں

دجال سے متعلق مختلف باتیں بتائی ہیں یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں (وہ باتیں تم پر گڈ مڈ نہ ہوگئی ہوں اور) تم ان کو پوری طرح سمجھ نہ پائے ہو۔ (چونکہ اس کا فتنہ بہت بڑا ہوگا اور وہ بہت سے شعبدے دکھا کر لوگوں سے اپنی خدائی منوانے کی کوشش کریگا اس لئے میں تمہیں خوب واضح طور سے سمجھا دیتا ہوں کہ) مسیح دجال (سرخی مائل رنگ کا بڑے جسم والا لیکن نسبتاً) چھوٹے قد والا ہوگا۔ اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہوگا، پاؤں کا رخ اندر کی طرف ہوگا اس لئے ایڑیاں ایک دوسرے سے دور اور پاؤں کے پنجے ایک دوسرے سے قریب ہوں گے۔ اس کے بال گھنگریالے ہوں گے۔ اس کی (دونوں ہی آنکھیں عیب دار ہوں گی) ایک آنکھ (یعنی دائیں) سپاٹ ہوگی، نہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ ہی اندر کو دھنسی ہوئی ہوگی (اس میں بھی ناخونہ ہوگا جس کی وجہ سے اس آنکھ کی بینائی بھی کمزور ہوگی) (جب کہ دوسری یعنی بائیں آنکھ سے وہ کانا ہوگا اور وہ انگور کے دانے کی طرح ابھری ہوئی ہوگی اس کے رعب و دبدبہ اور شعبدہ بازیوں کو دیکھ کر) اگر تم کو اشتباہ ہو جائے (تو کم از کم اتنی بات تو یاد رکھنا کہ) تمہارا حقیقی رب کانا نہیں ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ وَ إِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَارًا فَأَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ ماءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَأَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارًا فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ (بخاری و مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ ایک نہر پانی کی ہوگی (اس نہر کے ساتھ باغ بھی ہوگا)۔ اس سے لطف اندوز ہونے کے لئے وہ اس میں اپنے ماننے والوں کو داخل کرے گا) اور (ایک نہر سی) آگ کی ہوگی (جس میں وہ اپنے نہ ماننے والوں کو داخل کرے گا) جس کو لوگ پانی دیکھتے ہوں گے وہ (اپنے اثر کے اعتبار سے) جلانے والی آگ ہوگی (کہ جہنم کی آگ میں داخلہ کا باعث ہوگی) اور جس کو لوگ آگ دیکھتے ہوں گے وہ (اپنے اثر کے اعتبار سے) ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگی (کہ اگرچہ وہ لوگ آگ میں جل جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو جلنے کی تکلیف سے محفوظ رکھیں گے اور ان کی موت بڑی راحت سے آئے گی اور موت کے بعد ان کو جنت کا ٹھنڈا میٹھا پانی میسر ہوگا) تو جس کسی کو اس صورتحال سے سابقہ پیش آئے وہ اس میں داخل ہو جس کو وہ آگ دیکھتا ہو کیونکہ وہ (اپنے اثر کے اعتبار سے) ٹھنڈا میٹھا پانی ہے۔

فائدہ: بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کا حقیقی معنی مراد ہے اور اس کی آگ داخل ہونے والوں پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی۔

عَنْ أَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ إِصْفَهَانَ سَبْعُوْنَ أَلْفاً عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اصفہان کے ستر ہزار یہودی (یعنی ان کی بڑی تعداد) دجال کی پیروی کرے گی اور وہ (سبز چغہ نما) طیلسان اوڑھے ہوئے ہوں گے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَاتِی الْمَسِيْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِيْنَةُ حَتّٰی يَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِکَ يَهْلِکُ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسیح دجال مشرق کی جانب سے مدینہ (منورہ) کا قصد کر کے آئے گا یہاں تک کہ وہ احد پہاڑ کے پیچھے پڑاؤ کرے گا۔ پھر فرشتے (جو اس وقت مدینہ منورہ کے پہرہ پر مامور ہوں گے اس کو مدینہ منورہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور) اس کو شام کی جانب موڑ دیں گے اور وہیں (یعنی اس کے باب لد نامی ایک مقام میں) وہ ہلاک ہوگا۔

عَنْ أَبِیْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلٰی كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ (بخاری)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا مسیح دجال کا رعب (اور خوف) مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوگا (جس کا ایک باطنی سبب یہ ہوگا کہ) اس وقت مدینہ منورہ میں داخلہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو دو فرشتے مامور ہوں گے۔ (ان فرشتوں کی وجہ سے مدینہ منورہ کے اندر لوگوں کو خوف محسوس نہ ہوگا۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ مِنْهُ فَوَ اللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَاتِيْهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ (ابوداؤد)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی دجال کا (نکلنا) سنے تو وہ دجال سے دور ہی رہے (کیونکہ وہ بہت بڑا فتنہ ہوگا اور اچھے بھلے لوگوں کا اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہوگا) اللہ کی قسم آدمی جو اپنے مومن ہونے پر یقین رکھتا ہوگا (یعنی جس کا اچھا بھلا ایمان ہوگا وہ اپنے ایمان پر مطمئن ہو کر دجال سے بات کرنے اور تحقیق کرنے کے لئے) اس

کے پاس جائے گا تو دجال دین کے بارے میں جو (عجیب وغریب شکوک و) شبہات اٹھائے گا ان سے متاثر ہوکر وہ دجال کی پیروی کرنے لگے گا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خاص طور سے وہ لوگ جو علم میں پختہ نہیں ہیں وہ یہ نہ سوچیں کہ کوئی ایسا شخص جو غیر مستند ہو اور جس پر علمائے حق مطمئن نہ ہوں اگر ہم نے اس کی دینی تقریر یا درس سن لیا یا اس کی لکھی ہوئی کتاب پڑھ لی تو کیا ہوا۔ انسانی ذہن کو کوئی بھی نکتہ پسند آ جائے خواہ وہ دلائل کے اعتبار سے غلط ہی کیوں نہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ وہ اس کے دل میں سما جائے پھر لاکھ صحیح دلائل کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ انسانی دل و دماغ کوئی منطق کی کتاب یا فقط کمپیوٹر نہیں ہے کہ وہ بس صحیح دلائل ہی کو دیکھے گا۔ اس کے اندر کسی صحیح یا غلط بات کے پسند آنے پر جم جانے کا رجحان و میلان بھی موجود ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالنے سے پرہیز کرے۔

دجال کے کچھ اور حالات اور اس کی ہلاکت

عَنْ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ الدَّجَّالَ ذَاتَ يَوْمٍ فَخَفَّضَ فِيْهِ وَ رَفَّعَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ عَرَفَ ذٰلِكَ فِيْنَا فَقَالَ مَاشَأْنُكُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ غَدَاةً فَخَفَّضْتَ فِيْهِ وَ رَفَّعْتَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ فَقَالَ غَيْرُ الدَّجَّالَ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ اِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيْكُمْ فَأَنَا حَجِيْجُهُ دُوْنَكُمْ وَ إِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ فَامْرُءٌ حَجِيْجٌ نَفْسُهُ وَ اللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِئَةٌ كَأَنِّيْ أَشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِيْنًا وَ عَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا لَبْثُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُوْنَ يَوْماً يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ أَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ قَالَ لَا اقْدِرُوْا لَهُ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اِسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ فَيَاتِيْ عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُ فَيَامُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وأَسْبَغَهُ ضُرُوْعًا وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ ثُمَّ يَاتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِأَيْدِيْهِمْ شَيٌّ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا أَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُهُ كُنُوْزُهَا كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُوْ رَجُلاً مُمْتَلِأً شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ

جَزْلَتَيْنِ رِمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلَ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ وَيَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمِشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ مِثْلُ جُمَّانٍ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيْحَ نَفَسِهٖ اِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِيْ إِلٰى حَيْثُ يَنْتَهِيْ طَرْفُهُ فَيَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَاتِيْ عِيْسٰى قَوْماً قَدْ عَصِمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ (مسلم)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صبح رسول اللہ ﷺ نے اتنی اہمیت و اہتمام سے دجال کا تذکرہ فرمایا کہ (دہشت کے مارے) ہم کو یوں معلوم ہونے لگا گویا وہ یہیں کسی باغ میں موجود ہے۔ جب ہم شام کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمارے اس خوف و دہشت کو محسوس کر لیا اور پوچھا تمہیں کیا ہوا (تم ایسے دہشت زدہ کیوں نظر آتے ہو) ہم نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے صبح دجال کا ذکر اتنی اہمیت کے ساتھ فرمایا کہ ہم کو یوں معلوم ہونے لگا گویا وہ یہیں کسی باغ میں ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے تم پر دجال سے بڑھ کر دوسری باتوں کا (یعنی دوسرے فتنوں کا) زیادہ اندیشہ ہے (کیونکہ ان کے بارے میں تم لاپرواہی کر کے اور انکو ہلکا سمجھ کر اپنے دین کا زیادہ نقصان کر سکتے ہو جب کہ دجال کا کیا ہے اس کا جھوٹا ہونا تو بالکل واضح ہوگا) اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو تمہارے بجائے میں خود اس سے نمٹ لوں گا ورنہ تو ہر شخص خود اس کا مقابلہ کرے (یعنی اس کو جھوٹا سمجھے اور اس سے بچے) اور میں نے تم سب کو خدا کے سپرد کیا۔ دیکھو وہ جوان ہوگا اس کے بال سخت گھنگریالے اور اس کی آنکھ (انگور کی طرح) باہر کو ابھری ہوئی ہوگی میں اس کو عبدالعزی بن قطن کے زیادہ مشابہ پاتا ہوں۔ تو تم میں جو شخص بھی اس کا زمانہ پائے اس کو چاہئے کہ وہ سورہ کہف کی ابتدائی (دس) آیتیں پڑھ لے۔ وہ شام اور عراق کے درمیانی رستہ سے ظاہر ہوگا اور اپنے دائیں اور بائیں ہر سمت بڑا فساد مچائے گا تو اے اللہ کے بندو! دیکھو اس وقت ثابت قدم رہنا۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کتنے عرصہ تک زمین پر رہے گا آپ نے فرمایا چالیس دن لیکن پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا اور پھر دوسرا ایک ماہ کے برابر اور تیسرا ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اس کے بعد باقی دن تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ ہم نے پوچھا جو دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس دن میں ہم کو ایک ہی دن کی نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔ فرمایا نہیں بلکہ تمام دنوں کے برابر نمازوں کا اندازہ کر کے نمازیں ادا کرتے رہنا (کیونکہ غالباً اس دن کی طوالت دجال کی محض شعبدہ بازی ہوگی ورنہ سورج فی الواقع اپنے وقت پر طلوع و غروب ہوتا رہے گا)۔ ہم نے پوچھا وہ

کس رفتار سے زمین میں گھومے گا۔ فرمایا اس تیز رفتار بادل کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا اڑائے لا رہی ہو (ممکن ہے کہ اس کو آج کے دور کی تیز رفتار سواریوں کی طرح کی یا ان سے زیادہ تیز رفتار سواریاں حاصل ہوں یا اس کے ساتھ خرق عادت کا معاملہ ہو)۔ وہ کچھ لوگوں کے پاس آ کر اپنی خدائی پر ایمان لانے کی دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے وہ خوش ہو کر آسمان کو بارش کا حکم دے گا فوراً بارش آ جائے گی اور زمین کو حکم دے گا اسی وقت وہ سبزہ زار ہو جائے گی اور شام کو جب ان کے حیوانات (چراگاہوں سے) چر کر واپس ہوں گے تو ان کے اونٹوں کے کوہان پہلے سے زیادہ لمبے لمبے ان کے تھن پہلے سے زیادہ دودھ سے لبریز اور ان کی کوکھیں پہلے سے زیادہ تنی ہوئی ہوں گی۔ اس کے بعد وہ کچھ اور لوگوں کے پاس جائے گا اور ان کو بھی اپنی خدائی کی دعوت دے گا مگر وہ اس کو نہ مانیں گے۔ جب وہ ان کے پاس سے واپس ہوگا تو یہ سب قحط میں مبتلا ہو جائیں گے اور ان کے قبضہ میں کوئی مال نہ رہے گا (سب دجال کے ساتھ چلا جائے گا) پھر وہ ایک ویران زمین سے گزرے گا اور اس کو یہ حکم دے گا ''اپنے تمام خزانے باہر اگل دے'' وہ سب کے سب خزانے اس کے پیچھے اس طرح ہو لیں گے جیسے مکھیوں کے سردار کے پیچھے پیچھے سب مکھیاں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد ایک شخص کو بلائے گا جو اپنے پورے شباب پر ہوگا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر کے ان کو ایک دوسرے سے اتنی دور پھینک دے گا جتنا تیر انداز اور اس کے نشانہ لگانے کی جگہ کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے پھر اس کو آواز دے کر بلائے گا وہ (زندہ ہو کر ہنستا کھلکھلاتا ہوا چلا آئے گا اور کہے گا کہ یہ خدا کیسے ہو سکتا ہے لیکن دجال اس کو دوسری مرتبہ قتل نہ کر سکے گا)۔ ادھر دجال شعبدہ بازیاں دکھا رہا ہوگا ادھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ دمشق (کی مسجد) کے مشرقی (یا دمشق کے مشرق میں بیت المقدس کے کسی) سفید منارہ پر اتریں گے اور دو زعفرانی رنگ کی چادریں اوڑھے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ہونگے۔ سر جھکائیں گے تو پانی کے قطرے ٹپکتے معلوم ہوں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو بالوں میں چاندی کے سے موتی محسوس ہونگے۔ جس کافر کو ان کے سانس کی ہوا لگ جائے گی وہ زندہ نہ رہ سکے گا اور انکے سانس کا اثر اتنے فاصلے تک پڑے گا جہاں تک کہ ان کی نظر جائے گی۔ وہ دجال کا پیچھا کریں گے اور باب لد (بیت المقدس کے قریب ایک مقام) پر اس کو پالیں گے اور یہاں (اگرچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر کی وجہ سے پگھلنے لگے گا لیکن مکمل پگھلنے سے پہلے آپ) اس کو قتل کر دیں گے۔ اس کے قتل سے فارغ ہو کر عیسیٰ علیہ السلام پھر ان لوگوں کے پاس آئیں گے جو اس کے فتنہ سے بچ رہے ہوں گے اور ان کو تسلی و تشفی دیں گے اور جنت میں ان کے جو درجات ہوں گے ان کو بیان فرمائیں گے۔

عالم مثال میں دجال کا وجود

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَىٰ صَلَاتَهُ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ إِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ إِنِّيْ وَاللّٰهِ مَاجَمَعْتُكُمْ لِرَ غْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ، وَلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيْمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ، وَحَدَّثَنِيْ حَدِيْثًا وَافَقَ الَّذِيْ كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، حَدَّثَنِيْ أَنَّهُ رَكِبَ فِيْ سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِيْنَ رَجُلاً مِنْ لَخْمٍ وَّجُذَامٍ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ، ثُمَّ أَرْفَئُوْا إِلٰى جَزِيْرَةٍ فِي الْبَحْرِ حَيْثُ تَغْرُبُ الشَّمْسُ..... حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيْهِ أَعْظَمَ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدَّهُ وِثَاقًا، مَجْمُوْعَةً يَدَاهُ إِلٰى عُنُقِهٖ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيْدِ، قُلْنَا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ ؟ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلٰى خبْرِيْ فَأَخْبِرُوْنِيْ مَا أَنْتُمْ ؟ قَالُوْا نَحْنُ نَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ..... فَقَالَ أَخْبِرُوْنِيْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ، قُلْنَا عَنْ أَيِ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ ؟ قَالَ أَسْأَلُكُمْ عَنْ نَخْلِهَا هَلْ يُثْمِرُ ؟ فَقُلْنَا لَهُ نَعَمْ، قَالَ أَمَا إِنَّهَا تُوْشِكُ أَنْ لَّا تُثْمِرَ، قَالَ أَخْبِرُوْنِيْ عَنْ بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةٍ، قُلْنَا عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْخْبِرُ ؟ قَالَ هَلْ فِيْهَا مَاءٌ ؟ قَالُوْا هِيَ كَثِيْرَةُ الْمَاءِ، قَالَ أَمَا إِنَّ مَاءَ هَا يُوْشِكُ أَنْ يَّذْهَبَ، قَالَ أَخْبِرُوْنِيْ عَنْ عَيْنِ زُعَرَ، قَالُوْا عَنْ أَيِّ شَأنِهَا تَسْخْبِرُ ؟ قَالَ هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ، وَهَلْ يَزْرَعُ أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ ؟ قُلْنَا لَهُ نَعَمْ هِيَ كَثِيْرَةُ الْمَاءِ وَأَهْلُهَا يَزْرَعُوْنَ مِنْ مَائِهَا، قَالَ أَخْبِرُوْنِيْ عَنْ نَبِي الْأُمِّيِّيْنَ مَافَعَلَ ؟ قَالُوْا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَّكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ، قَالَ أَ قَاتَلَهُ الْعَرَبُ ؟ قُلْنَا نَعَمْ، قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ ؟ فَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوْهُ، قَالَ لَهُمْ قَدْ كَانَ ذٰلِكَ قُلْنَا نَعَمْ، قَالَ أَمَا إِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّهُمْ أَنْ يُّطِيْعُوْهُ وإِنِّيْ مُخْبِرُكُمْ عَنِّيْ، أَنَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ، وَإِنِّيْ يُوْشِكُ أَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَأَخْرُجُ فَأَسِيْرُ فِي الْأَرْضِ، فَلَا أَدَعُ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِيْ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ، فَإِنَّهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا، كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدَةً مِّنْهُمَا اِسْتَقْبَلَنِيْ مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِيْ عَنْهَا، وَأَنَّ عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةٌ يَحْرُسُوْنَهَا (مسلم)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے منادی کو الصلاۃ جامعہ پکارتے ہوئے سنا کہ سب لوگ جمع ہو جاؤ تو میں بھی مسجد میں گئی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز

پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مسکراتے ہوئے منبر پر بیٹھے اور فرمایا ہر شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے پھر فرمایا..... میں نے تم کو جمع کیا ہے (تاکہ تم کو یہ بات بتاؤں) کہ تمیم داری عیسائی شخص تھے۔ وہ (میرے پاس) آئے اور اسلام قبول کیا اور انہوں نے مجھے ایسی بات بتائی جو اس کے موافق ہے جو میں تمہیں دجال کے بارے میں بتاتا رہا ہوں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ سمندری موجیں ان کو ایک ماہ تک سمندر میں لئے پھریں۔ پھر مغرب کی جانب ایک جزیرہ کے قریب ان کا جہاز لنگر انداز ہوا..... (اس جزیرہ میں ایک گرجا تھا۔ تمیم داری نے مجھے بتایا کہ) ہم گرجے میں داخل ہوئے تو اس میں عظیم الخلقت شخص تھا جو خوب مضبوطی سے بندھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ لوہے (کی زنجیروں) کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور اس کی پنڈلیاں بھی (لوہے کی زنجیروں سے) بندھی ہوئی تھیں۔ ہم نے پوچھا ارے تمہارا ناس ہو تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ تم میری خبر جاننے پر قادر ہو گئے (یعنی میں اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا پہلے) تم (اپنے بارے میں تو) بتاؤ کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم عرب ہیں اور ہمارے ساتھ سفر میں یہ حادثہ پیش آیا ہے)..... اس نے کہا مجھے (شام کی ایک بستی) نخلستان بیسان کے بارے میں بتاؤ۔ ہم نے پوچھا تم اس کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کیا وہ پھل دیتا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ ہاں (اس میں پھل لگتا ہے) اس نے کہا قریب ہے کہ وہ پھل دینا بند کر دے۔ اس نے کہا مجھے (چھوٹے دریا) بحیرہ طبریہ کے بارے میں بتاؤ۔ ہم نے کہا تم اس کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو۔ اس نے پوچھا کیا اس میں پانی ہے۔ ہم نے کہا اس میں تو بہت پانی ہے۔ اس نے کہا قریب ہے کہ اس کا پانی سوکھ جائے۔ (پھر) اس نے کہا مجھے زعر چشمہ کے بارے میں بتاؤ۔ ہم نے کہا تم اس کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو۔ اس نے پوچھا کیا اس چشمہ میں پانی ہے اور کیا اس جگہ کے لوگ اس کے پانی سے آبپاشی کرتے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں اس میں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس کے پانی سے آبپاشی کرتے ہیں۔ (پھر) اس نے پوچھا مجھے امیوں کے نبی کے بارے میں بتاؤ ان کا کیا بنا؟ ہم نے جواب دیا کہ وہ مکہ سے نکل گئے ہیں اور یثرب (یعنی مدینہ) میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ اس نے پوچھا کیا عربوں نے ان سے لڑائی کی ہے؟ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا پھر انہوں نے عربوں کے ساتھ کیا کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ اردگرد کے عربوں پر غالب آ گئے ہیں اور ان عربوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس نے پوچھا کیا انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس نے کہا عربوں کے لئے

ان کی اطاعت کرنا ہی بہتر ہے۔ اور میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں مسیح دجال ہوں۔ قریب ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے۔ تو میں نکلوں گا اور پوری زمین میں چالیس دنوں میں پھروں گا اور کسی بھی بستی (وشہر) میں جانا نہ چھوڑوں گا سوائے مکہ اور طیبہ (یعنی مدینہ) کے ان دونوں میں داخلہ مجھ پر حرام ہوگا۔ جب بھی میں ان میں سے کسی ایک میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا تو میرے سامنے ایک فرشتہ تلوار سونتے ہوئے موجود ہوگا جو مجھے اس میں داخل ہونے سے روکے گا (اور صرف یہی نہیں بلکہ) ان (دونوں شہروں) کے دروازے (اور راستے) پر فرشتے ہوں گے جو ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔

فائدہ: یہ دجال کی مثالی صورت تھی جو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر کھولی گئی اور اس کا تعلق عالم مثال سے تھا۔ عالم مثال ایک مستقل عالم ہے جس میں دنیا کے واقعات دنیا میں واقع ہونے سے پہلے پیش آتے ہیں اور وہاں ان کی اپنی ہی کوئی مناسب صورت ہوتی ہے۔ یہ محض خیالی عالم نہیں بلکہ حقیقی عالم ہے لیکن ہمارے حواس سے ماوراء ہے جو کبھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے تو کسی کے حواس پر کھول دیا جاتا ہے۔

جن زنجیروں اور بیڑیوں میں وہ بندھا ہوا تھا ان سے مراد ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں وجود اور دیگر بہت سے حوادث ہیں جو دجال کے ظہور سے پہلے پیش آنے ہیں وہ اس کے نکلنے میں رکاوٹ ہیں۔ جب یہ سب ہو چکیں گے تو اس کے خروج کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی اور وہ اپنے وقت پر ظاہر ہو جائے گا۔

ابن صیاد کی حقیقت

ابن صیاد یہودی ماں باپ کا لڑکا تھا جس پر جنات کا غلبہ تھا۔ یہ بعد میں مسلمان ہو گیا تھا لیکن اس کی کچھ باتیں دجال سے ملتی جلتی تھیں اس لئے نبی ﷺ کے دور میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہی وہ دجال ہو جواب پیدا ہوا ہے اور دجال کے طور پر اس کا قرب قیامت میں ظہور ہو۔ لیکن راجح بات یہی ہے کہ وہ دجال سے علیحدہ شخصیت تھی کیونکہ ایک حدیث میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ قَبْلَ أَنْ يَّمُوْتَ بِشَهْرٍ ..... أُقْسِمُ بِاللّٰهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ يَأْتِيْ عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَهِيَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی وفات سے ایک مہینہ پیشتر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا..... اللہ کی قسم آج روئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں ہے کہ اس پر اگلے سو سال گزریں اور وہ زندہ ہو (یعنی اس وقت روئے زمین پر جو کوئی بھی جاندار ہے وہ اگلے سو سال سے

زائد زندہ نہ رہے گا، اس سے سے پہلے ہی اس کی موت آ جائے گی۔ اس حدیث کی رو سے ابن صیاد کی بھی وفات ہو چکی ہے)۔

عَنْ أَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَمْکُثُ أَبَوَا الدَّجَّالِ ثَلاثِیْنَ عَامًا لَا یُوْلَدُ لَهُمَا وَلَدٌ ثُمَّ یُوْلَدُ لَهُمَا غُلَامٌ أَعْوَرُ أَضْرَسُ وَأَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَیْنَاهُ وَلَا یَنَامُ قَلْبُهُ ثُمَّ نَعَتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَبَوَیْهِ فَقَالَ أَبُوْهُ طُوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ کَأَنَّ أَنْفَهُ مِنْقَارٌ وَ أُمُّهُ إِمْرَأَةٌ فِرْضَاخِیَّةٌ طَوِیْلَةُ الْیَدَیْنِ فَقَالَ أَبُوْبَکْرَةَ فَسَمِعْنَا بِمَوْلُوْدٍ فِی الْیَهُوْدِ بِالْمَدِیْنَةِ فَذَهَبْتُ أَنَا وَالزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَامِّ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی أَبَوَیْهِ فَإِذَا نَعْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْهِمَا فَقُلْنَا هَلْ لَکُمَا وَلَدٌ فَقَالَا مَکَثْنَا ثَلاثِیْنَ عَامًا لَا یُوْلَدُ لَنَا وَلَدٌ ثُمَّ وُلِدَ لَنَا غُلَامٌ أَعْوَرُ أَضْرَسُ وَأَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَیْنَاهُ وَلَا یَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمَا فَإِذَا هُوَ مُنْجَدِلٌ فِی الشَّمْسِ فِیْ قَطِیْفَةٍ وَّلَهُ هَمْهَمَةٌ فَکَشَفَ عَنْ رَّاسِهٖ فَقَالَ مَاقُلْتُمَا قُلْنَا وَهَلْ سَمِعْتَ مَا قُلْنَا قَالَ نَعَمْ تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَایَنَامُ قَلْبِیْ (ترمذی)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال کے والدین کے ہاں (نکاح کے بعد) تیس سال تک اولاد نہ ہوگی پھر ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو ایک آنکھ سے کانا ہو گا، اس (کی کچلی) کا دانت غیر معمولی بڑا ہوگا اور وہ (اپنے والدین اور دیگر لوگوں کے لئے) بے فائدہ ہوگا (نیند میں) اس کی آنکھیں سوتی ہوں گی لیکن اس کا دل بیدار ہوگا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے اس کے والدین کے کچھ اوصاف ذکر کئے۔ فرمایا اس کا باپ بہت لمبا، کم گوشت (یعنی دبلا) ہوگا، اس کی ناک ایسی ہوگی گویا چونچ ہے۔ اس کی ماں خوب ڈیل ڈول والی اور لمبے لمبے ہاتھوں والی ہوگی۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے مدینہ کے یہود میں اسی طرح کے ایک بچے کے بارے میں سنا تو میں اور زبیر بن عوام (رضی اللہ عنہ) اس کے والدین کے پاس گئے تو جو باتیں (دجال کے والدین کے بارے میں) آپ ﷺ نے فرمائی تھیں وہ ان میں تھیں۔ ہم نے ان سے پوچھا کیا تمہارا کوئی بچہ ہے انہوں نے بتایا کہ شادی کے تیس سال تک ہماری کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر ہمارے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جو ایک آنکھ سے کانا ہے، اس (کی کچلی) کا دانت خاصا بڑا ہے اور وہ (ہمارے) کسی کام کا نہیں ہے، (نیند میں) اس کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر ہم ان کے پاس سے نکلے تو ابن صیاد کو دھوپ میں زمین پر ایک چادر میں پڑے پایا اور وہ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ ابن صیاد نے اپنے سر سے چادر ہٹائی اور ہم سے پوچھا تم دونوں نے کیا کہا تھا۔ ہم نے پوچھا کیا جو بات ہم نے کی تو نے سن لی تھی۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں (کیونکہ نیند میں) میری

آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے (اور اس کے ساتھ یا تو کان بھی کام کرتے رہتے ہیں یا پھر جنات بتا دیتے ہیں)۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقِيتُهُ وَقَدْ نَفَرَتْ عَيْنُهُ فَقُلْتُ مَتٰى فَعَلَتْ عَيْنُكَ مَا أَرٰى قَالَ لَا أَدْرِىْ قُلْتُ لَا تَدْرِىْ وَهِىَ فِىْ رَأْسِكَ قَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ خَلَقَهَا فِىْ عَصَاكَ قَالَ فَنَخَرَ كَأَشَدِّ نَخِيْرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (ایک مرتبہ) میری ملاقات ابن صیاد سے ہوئی۔ اس کی آنکھ سوجی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا تیری آنکھ خراب دیکھتا ہوں یہ کب خراب ہوئی۔ اس نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔ میں نے کہا تجھے معلوم نہیں حالانکہ وہ تیرے ہی سر میں تو ہے (یعنی تیرے اپنے جسم کا اتنا قریبی اور حساس حصہ ہے پھر بھی تجھے معلوم نہیں) اس نے جواب دیا اگر اللہ چاہیں تو (ایسی کوئی) بات (یعنی سوجن اور ورم) تمہاری لاٹھی میں پیدا فرما دیں (اور تمہیں خبر بھی نہ ہو حالانکہ یہ بھی تو تمہارے کتنے قریب ہے) پھر اس نے بری طرح کی آواز نکالی (جو) گدھے کی سی سخت آواز کی طرح (تھی) جو میں نے سنی ہو۔

عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىِّ قَالَ لَقِيَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ يَعْنِى ابْنَ صَيَّادٍ فِىْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَتَشْهَدُ أَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ هُوَ أَ تَشْهَدُ أَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ مَاذَا تَرٰى قَالَ أَرٰى عَرْشًا عَلَى الْمَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرٰى عَرْشَ إِبْلِيْسَ عَلَى الْبَحْرِ قَالَ وَمَا تَرٰى قَالَ أَرٰى صَادِقَيْنِ وَكَاذِبًا أَوْ كَاذِبَيْنِ وَصَادِقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لُبِسَ عَلَيْهِ فَدَعُوْهُ (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ابن صیاد سے ہوئی (جب کہ وہ قریب البلوغ تھا)۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے جواب میں کہا (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں یعنی عربوں کے رسول ہیں۔ پھر کہا) کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں (بھی) اللہ کا رسول ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں (میرے بعد تو کوئی نبی و رسول ہی نہیں لہٰذا میں تجھے نبی نہیں مانتا۔ پھر چونکہ آپ نے اس کے بارے میں سنا تھا کہ وہ غیر معمولی طور پر بڑبڑاتا ہے اور کچھ غیر معمولی باتیں کرتا ہے تو تحقیق حال کے لئے آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ) تو کیا دیکھتا ہے۔

اس نے جواب دیا کہ میں پانی پر عرش دیکھتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا (تیری بات کی حقیقت یہ ہے کہ) تو سمندر پر ابلیس کا عرش دیکھتا ہے (کیونکہ وہ اپنا عرش وہیں لگاتا ہے)۔آپ نے پوچھا تو (اس کے علاوہ) اور کیا دیکھتا ہے۔اس نے جواب دیا کہ میں دو سچوں کو (جو مجھے سچی خبریں بتاتے ہیں) اور ایک جھوٹے کو دیکھتا ہوں (جو مجھے جھوٹی خبر دیتا ہے) یا دو جھوٹے اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا اس پر بات خلط ہوئی ہے (اور اس کو جھوٹ سچ کی کوئی تمیز نہیں)۔اس کو چھوڑ دو (اس کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں)۔

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَیَّادٍ إِلٰی مَکَّةَ فَقَالَ لِیْ مَا لَقِیْتُ مِنَ النَّاسِ یَزْعُمُوْنَ أَنِّی الدَّجَّالُ أَ لَسْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ إِنَّهُ لَایُوْلَدُ وَلَدٌ وَقَدْ وُلِدَلِیْ وَلَدٌ. أَلَیْسَ قَدْ قَالَ هُوَ کَافِرٌ وَّ أَنَا مُسْلِمٌ أَوَلَیْسَ قَدْ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَةَ وَلَا مَکَّةَ وَقَدْ أَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ وَأَنَا أُرِیْدُ مَکَّةَ ثُمَّ قَالَ لِیْ فِیْ آخِرِ قَوْلِهٖ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّیْ لَأَعْلَمُ مَوْلِدَهٗ وَمَکَانَهٗ وَأَیْنَ هُوَ وَ أَعْرِفُ أَبَاهُ وَأُمَّهٗ قَالَ فَلَبَّسَنِیْ قَالَ قُلْتُ لَهٗ تَبًّا لَّکَ سَائِرَ الْیَوْمِ قَالَ وَقِیْلَ لَهٗ أَیُسِرُّکَ أَنَّکَ ذَاکَ الرَّجُلُ قَالَ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَیَّ مَاکَرِهْتُ (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (ایک سفر میں مدینہ منورہ سے) مکہ مکرمہ تک میں ابن صیاد کے ساتھ رہا۔اس نے کہا میں نے لوگوں سے بڑی عجیب بات سنی۔وہ کہتے ہیں کہ میں دجال ہوں (حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اور اس کے خلاف چند دلائل یہ ہیں) کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ دجال کی اولاد نہ ہوگی جب کہ میری اولاد ہے۔کیا نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہوگا جب کہ میں مسلمان ہوں۔اور کیا آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ دجال نہ مدینہ میں داخل ہوگا اور نہ مکہ میں جب کہ میں مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ جارہا ہوں۔(یہ دلائل دینے کے بعد) پھر آخر میں ابن صیاد نے کہا اللہ کی قسم میں اس کی ولادت کے وقت کو بھی جانتا ہوں اور اس کی جگہ کو بھی جانتا ہوں اور یہ کہ (اس وقت) وہ کہاں ہے اس کو بھی جانتا ہوں اور اس کے ماں باپ کو بھی میں پہچانتا ہوں۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (میرا بھی خیال تھا کہ وہ دجال ہوگا لیکن جب اس نے مجھے حدیثیں سنائیں تو) میں شک میں پڑ گیا (پھر جب اس نے کہا کہ دجال کے بارے میں وہ سب کچھ جانتا ہے اور اس کی یہ بات اس وقت سچ ہوسکتی تھی جب وہ خود ہی دجال ہو) تو میں نے کہا تیرے لئے باقی دن میں بربادی ہو (تو تو بات کو بہت خلط ملط کرتا ہے اور دجل سے کام لیتا ہے۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ کہتے ہیں ابن صیاد سے کسی نے کہا کیا تجھے یہ بات پسند

ہے کہ تو دجال ہی ہوتا، اس نے جواب دیا کہ دجال ہونے کی پیشکش اگر مجھے کی جاتی (اور اس کی خصوصیات اگر مجھ میں رکھی جاتیں) تو میں ناپسند نہ کرتا۔

فائدہ: ابن صیاد کا قول جو حدیث کے آخری جملہ میں نقل ہوا باعث کفر ہے کیونکہ یہ دجال (اور کافر) ہونے پر رضا مندی بتا رہا ہے جو خود کفر کی بات ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ فَقَدْنَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ (ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے (یزید کی فوج اور اہل مدینہ کے درمیان ہونے والی) جنگ حرہ میں اس کو گم پایا۔ (یعنی اس کے بعد سے ہمیں وہ نظر نہیں آیا)۔

فائدہ: بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس نے مدینہ منورہ میں وفات پائی تھی۔ ممکن ہے کہ جنگ حرہ ہی میں وہ مر گیا ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَماً عَدْلاً فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْحَرْبَ وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ أَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً وہ زمانہ قریب ہے جب ابن مریم تمہارے درمیان اتریں گے۔ وہ ایک منصف فیصلہ کرنے والے (حاکم) کی حیثیت سے آئیں گے۔ (نصرانیت کا خاتمہ کریں گے اور مادی وحسی طور پر بھی اسکے سب سے بڑے شعار یعنی) صلیب کو توڑ ڈالیں گے (اور نیست و نابود کردیں گے) اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جنگ (جہاد) ختم کردیں گے (کیونکہ اس وقت اسلام پوری دنیا میں ہوگا اور کوئی کافر نہ رہے گا اور یہ اسلام کا آخری دور ہوگا) اور (انکے دور میں فراوانی کی وجہ سے) مال (اس طرح بہا پڑے گا کہ کوئی شخص اسکو قبول کرنے والا نہ ہوگا اور لوگوں کی نظروں میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور کی قوی روحانیت کی وجہ سے) ایک سجدہ کی قدر و قیمت دنیا و مافیہا سے زیادہ بڑھ جائے گی۔ یہ مضمون روایت فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر تم اس مضمون کو قرآن میں دیکھنا چاہو تو یہ آیت پڑھو **وَاِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ**

مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنَ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا. (سورہ نساء) یعنی ہر اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَيَتْرُكَنَّ الْقِلَاصَ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوْنَّ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهٗ أَحَدٌ (مسلم)

وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَ إِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) عادل حاکم بن کر (آسمان سے) اتریں گے تو صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے (کیونکہ سب لوگ مسلمان ہو چکے ہوں گے اور یہی اسلام کا بالکل آخری دور ہوگا) اور (مال کی کثرت کی وجہ سے بہت سی) اونٹنیاں بے کار کھڑی ہوں گی ان سے کام نہ لیا جائے گا اور (باہمی) عداوت اور باہمی بغض وحسد دور ہو جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو مال لینے کے لئے بلائیں گے مگر (ہر ایک کے پاس پہلے ہی اتنا مال ہوگا کہ مزید مال) کوئی قبول نہ کرے گا۔

اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تمہارا کیا (ہی قابل رشک) حال ہوگا جب عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) تم میں (آسمان سے) اتریں گے اور تمہارا امام (یعنی مہدی علیہ السلام) تم ہی میں سے ہوں گے (کہ وہی اس وقت تمام مسلمانوں کے امام و حکمران ہوں گے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پوری امت کے امام ہوں گے)۔

عَن جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..... عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام آسمان سے) اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر (نماز کے وقت ان سے) درخواست کرے گا کہ آگے آیئے اور ہمیں نماز پڑھایئے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں۔ تم ہی میں سے کچھ دوسروں پر امیر ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس امت کا اکرام ہے (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اترتے ہی فوراً امارت نہیں سنبھالیں گے بلکہ اول تو نماز بھی جو امام ہوگا اسی کے پیچھے پڑھیں گے اور دوسرے امام مہدی علیہ السلام کے دور حکومت تک امارت بھی اختیار نہ کریں گے)۔

عَن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَيَمْكُثُ خَمْساً وَّ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَأَقُوْمُ أَنَا وَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) زمین پر اتریں گے اور نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور وہ (آسمان سے نازل ہونے کے بعد) پینتالیس سال رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور میرے ساتھ میری قبر (کے قرب) میں دفن کئے جائیں گے۔ پھر (قیامت کے دن) میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر سے (یعنی ساتھ ساتھ) ابوبکر اور عمر کے درمیان اٹھیں گے۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

عَن أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَأْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ أَنْ تَسْجُدَ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَاذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا وَيُقَالُ لَهَا ارْجِعِیْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَ فِیْ رِوَايَةٍ قَالَ أَ تَدْرُوْنَ مَتٰى ذَاكَ. ذَاكَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِیْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس وقت سورج غروب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے۔ میں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ باخبر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جاتا ہے (یعنی اس کی روح جاتی ہے اگرچہ اس کا جسد مدار میں ہوتا ہے) یہاں تک کے ہو عرش الٰہی کے نیچے (اللہ تعالیٰ کو) سجدہ کرتا ہے اور (اپنے مدار میں مزید آگے بڑھنے کی) اجازت چاہتا ہے۔ تو اس کو اجازت دی جاتی ہے اور (وہ وقت) قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے لیکن (اجازت کی خاطر) وہ اس سے قبول نہ کیا جائے اور اس کو (آگے بڑھنے کی) اجازت نہ دی جائے اور اس سے کہا جائے کہ جس طرف سے تو آیا ہے اسی طرف کو لوٹ جا تو وہ اپنے غروب کی جگہ سے طلوع ہوگا ..... اور ایک روایت میں ہے آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہوں ایسا کب ہوگا۔ یہ اس وقت ہوگا جب اس آدمی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے سے مومن نہ تھا یا اس نے اس سے پہلے اپنے ایمان کے باوجود نیک عمل نہ کیا تھا۔

یاجوج ماجوج

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ذَاتَ غَدَاۃٍ ..... فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذْ أَوْحَی اللّٰہُ إِلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ إِنِّی قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِیْ لَا یَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِھِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِیْ إِلَی الطُّوْرِ وَیَبْعَثُ اللّٰہُ یَا جُوْجَ وَ مَاجُوْجَ وَھُمْ مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ فَیَمُرُّ أَوَائِلُھُمْ عَلٰی بُحَیْرَۃٍ طَبَرِیَّۃٍ فَیَشْرَبُوْنَ مَا فِیْھَا وَیَمُرُّ آخِرُھُمْ فَیَقُوْلُوْنَ لَقَدْ کَانَ بِھٰذِہٖ مَرَّۃً مَاءٌ ثُمَّ یَسِیْرُوْنَ حَتّٰی یَنْتَھُوْا اِلٰی جَبَلِ الْخَمَرِ وَھُوَ جَبَلُ بَیْتِ الْمَقْدِسِ فَیَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِی الْأَرْضِ ھَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِی السَّمَاءِ فَیَرْمُوْنَ بِنُشَّابِھِمْ إِلَی السَّمَاءِ فَیَرُدُّ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ نُشَّابَھُمْ مَخْضُوْبَۃً دَمًا وَیُحْصَرُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُہٗ حَتّٰی یَکُوْنَ رَاسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِھِمْ خَیْراً مِنْ مِاَۃِ دِیْنَارٍ لِأَحَدِکُمُ الْیَوْمَ فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُہٗ فَیُرْسِلُ اللّٰہُ عَلَیْھِمُ النَّغَفَ فِیْ رِقَابِھِمْ فَیُصْبِحُوْنَ فَرْسٰی کَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَۃٍ ثُمَّ یَھْبِطُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُہٗ إِلَی الْأَرْضِ فَلَا یَجِدُوْنَ فِی الْأَرْضِ مَوْضَعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَہٗ زَھَمُھُمْ وَنَتْنُھُمْ فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُہٗ إِلَی اللّٰہِ فَیُرْسِلُ اللّٰہُ طَیْراً کَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُھُمْ فَتَطْرَحُھُمْ حَیْثُ شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا لَا یَکُنُّ مِنْہُ بَیْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ فَیَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰی یَتْرُکَھَا کَالزَّلَفَۃِ (مسلم)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا کہ ..... پھر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ وحی فرمائیں گے کہ اب میں اپنی ایسی مخلوق کو نکالنے والا ہوں جس کے مقابلہ کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے لہٰذا میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جا کر جمع کر دیں اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو نکالیں گے جو ہر بلند زمین سے نکل پڑیں گے۔ ان کے آگے کے لوگوں کا گزر بحیرہ طبریہ پر ہوگا تو وہ اسی کو پی کر ختم کر دیں گے اور جب ان کے پیچھے کے لوگ وہاں سے گزریں گے تو کہیں گے (معلوم ہوتا ہے کہ) کبھی یہاں پانی تھا۔ پھر بیت المقدس کے خمر پہاڑ پر پہنچیں گے اور اپنی قوت کے گھمنڈ میں کہیں گے ہم زمین والوں کو تو ختم کر چکے (کیونکہ بہت سے لوگوں کو وہ قتل کر دیں گے اور باقی چھپ جائیں گے) لو آؤ اب آسمان والوں کا بھی کام تمام کر دیں اور اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے قدرت ان کے تیروں کو خون آلود کر کے واپس کرے گی۔ ادھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی جماعت کوہ طور میں محصور ہوگی (اور حالات بہت تنگ ہو جائیں گے) یہاں تک کہ بیل کی ایک سری اتنی قیمتی ہو جائے گی جیسا کہ آج

تمہارے نزدیک سو دینار ہیں۔ (اس تنگی کی حالت میں) عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی جماعت مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگی۔ (ان کی دعا سے) یاجوج ماجوج کے لوگوں کی گردنوں میں پھوڑے نکل آئیں گے اور وہ سب کے سب ایک دم میں اس طرح پھول پھٹ کر مر جائیں گے جیسے ایک آدمی مرتا ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے اتر کر آئیں گے تو زمین پر کہیں بالشت بھر جگہ نہ ہوگی جہاں ان کے سڑے ہوئے گوشت کی بدبو اور سڑاند کا اثر نہ ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی جماعت پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کرے گی اس پر اللہ تعالیٰ ایک خاص قسم کے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی طرح لمبی لمبی ہوں گی۔ وہ ان لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا ڈال دیں گے اور اللہ تعالیٰ اس زور کی بارش برسائیں گے کہ کوئی بستی (کوئی گھر) نہ رہے گا اور جنگل میں کوئی خیمہ نہ بچے گا جس میں بارش نہ ہو یہاں تک کہ بارش تمام زمین کو آئینہ کی طرح صاف کر دے گی۔

[پھر زمین کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ اپنے پھل اور اپنی سب برکت ظاہر کر دے تو وہ برکت ظاہر ہوگی کہ ایک انار سے (کہ وہ اتنا بڑا ہوگا کہ) ایک جماعت کا پیٹ بھر جائے گا اور اس کا چھلکا ان کے سایہ کے لئے کافی ہوگا اور اونٹنی کے ایک مرتبہ کے دودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک دودھ والی اونٹنی کئی کئی جماعتوں کے لئے کافی ہوگی اور ایک دودھ کی گائے ایک قبیلہ کو اور ایک دودھ کی بکری ایک چھوٹے خاندان کو کافی ہوگی۔ مخلوق خدا اسی فراغت وعیش کی حالت میں ہوگی کہ ایک عمدہ ہوا چلے گی اور اس سے مسلمانوں کی بغلوں میں پھوڑے نکل آئیں گے اور ان سب کو موت آ جائے گی اور صرف بدترین قسم کے (کافر) لوگ بچ رہیں گے جو گدھوں کی طرح منظر عام پر زنا کرتے پھریں گے انہی پر قیامت قائم ہوگی]۔

خروج دابہ

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ وَ مَعَهَا خَاتَمُ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ وَعَصَا مُوْسَی بْنِ عِمْرَانَ فَتَجْلُوْ وَجْهُ الْمُؤْمِنِ بِالْعَصَا وَ تَخْتِمُ أَنْفَ الْكَافِرِ بِالْخَاتَمِ حَتّٰی أَنَّ أَهْلَ الْخِوَانِ لَیَجْتَمِعُوْنَ فَتَقُوْلُ هٰذَا یَا مُؤْمِنُ وَ تَقُوْلُ هٰذَا یَا كَافِرُ. (ترمذی و ابن ماجه).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (آخری زمانہ میں زمین سے ایک عجیب الخلقت) جانور نکلے گا۔ اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی لاٹھی ہوگی وہ مومن کے چہرے پر لاٹھی سے نشان لگائے گا) تو

مومن کا چہرہ لاٹھی (لگنے کی وجہ) سے چمکنے لگے گا اور کافر کی ناک پر انگوٹھی سے مہر لگائے گا یہاں تک کہ کچھ لوگ دسترخوان پر جمع ہوں گے تو وہ جانوران کو (مخاطب کر کے) کہے گا ارے اے مومن اور ارے اے کافر۔

ٹھنڈی ہوا

عَنْ عَبدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيحاً بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَوْ إِيْمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ أَنَّ أَحَدَ كُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ ..... فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اور چند دیگر علامتوں مثلاً مغرب سے طلوع آفتاب کے بعد اور خروج دابہ کے بھی کچھ عرصہ بعد) اللہ تعالیٰ شام کی جانب سے ایک ٹھنڈی ہوا چلائیں گے تو روئے زمین پر کوئی ایسا شخص باقی نہ بچے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو مگر یہ کہ وہ ہوا اس کو مار ڈالے گی حتی کہ اگر تم (مسلمانوں میں) سے کوئی کسی پہاڑ کے اندر (غار میں) بھی ہوگا تو وہ ہوا غار کے اندر جائے گی اور اس کو ختم کر دے گی..... پھر (جب اس ہوا کی وجہ سے روئے زمین پر کوئی بھی مسلمان باقی نہ بچے گا تو) صرف بدکردار (کافر) لوگ رہ جائیں گے۔

قیامت کے وقت دنیا میں کس قسم کے لوگ ہوں گے؟

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَايُقَالَ فِى الْأَرْضِ اللّٰهُ اللّٰهُ. (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ (ایسا وقت نہ آجائے کہ) دنیا میں اللہ اللہ بالکل نہ کہا جائے (یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نام اسلام کے عقیدے کے ساتھ لینے والا کوئی باقی نہ رہے)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلٰى شِرَارِ الْخَلْقِ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت نہیں قائم ہو گی مگر بدترین آدمیوں پر۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَايَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ أَنَّ أَحَدَ كُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ قَالَ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ لَايَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ أَلَا تَسْتَحْيُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَا تَامُرُنَا فَيَامُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَهُمْ فِي ذَالِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَلَايَسْمَعُهٗ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغٰى لِيْتًا وَرَفَعَ لِيْتًا قَالَ وَأَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَلُوْطُ حَوْضَ إِبِلِهٖ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ فَيَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِ ذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا إِلٰى رَبِّكُمْ وَقِفُوْهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت سے پہلے) اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک (خاص قسم کی) ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس کا اثر یہ ہوگا کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی نیکی ہو یا فرمایا کہ ذرہ برابر ایمان ہو (بہرحال اس ہوا سے تمام اہل ایمان اور اہل خیر ختم ہو جائیں گے) یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی پہاڑ کے اندر چلا جائے گا تو یہ ہوا وہیں پہنچ کے اس کا خاتمہ کرے گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کے بعد صرف خراب آدمی ہی دنیا میں رہ جائیں گے (جن کے دل ایمان اور نیکی سے بالکل خالی ہوں گے) ان میں پرندوں والی تیزی اور پھرتی اور درندوں والا ذہن جمع ہوگا (اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ ان میں ظلم اور سفاکی تو درندوں کی سی ہوگی اور اپنے ظالمانہ مقاصد اور اپنی ناپاک خواہشات کے پورا کرنے میں وہ ہلکے پھلکے برق رفتار پرندوں کی طرح تیز رو اور پھرتیلے ہوں گے) نیکی اور بھلائی سے وہ مانوس نہ ہوں گے اور برائی کو وہ برائی نہ سمجھیں گے (نہ اس کی مذمت کریں گے) پس شیطان ایک (انسانی) شکل بنا کر ان کے سامنے آئے گا اور ان سے کہے گا کیا تم شرم وحیا نہیں کرتے (کہ ہر وقت صرف اپنی خواہشات کے پورا کرنے میں لگے ہو)۔ وہ کہیں گے تم ہم کو کیا حکم دیتے ہو؟ (یعنی تم جو کہو وہ ہم کریں) پس شیطان انہیں بتوں کی پرستش کا حکم دے گا (اور وہ اس کا اتباع کریں گے) اور وہ اس حال میں ہوں گے کہ رزق کی افراط ہوگی اور دنیوی زندگی (بظاہر) بڑی اچھی (عیش ونشاط والی) ہوگی..... پھر صور پھونکا جائے گا، پس جو کوئی اس کو سنے گا، اس کی گردن (کی ایک جانب) ایک طرف کو جھک جائے گی اور دوسری جانب ایک طرف کو اٹھ جائے

گی یعنی سر جسم پر سیدھا قائم نہ رہے گا' بلکہ ادھر یا ادھر کو لٹک جائے گا (جیسا کہ اس شخص کا حال ہو جاتا ہے جس پر اچانک کوئی ایسا دورہ پڑے جس سے اس کے رگ پٹھے بیکار اور بے جان ہو جائیں) اور سب سے پہلے جو شخص صور کی آواز کو سنے گا (اور جس پر سب سے پہلے اس کا اثر پڑے گا) وہ ایک آدمی ہو گا جو اپنے اونٹ کے حوض کو مٹی سے درست کر رہا ہو گا' پس وہ بیہوش اور بے جان ہو کر گر جائے گا (یعنی مر جائے گا) اور دوسرے سب لوگ بھی اسی طرح بے جان ہو کر گر جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ایک ہلکی سی بارش بھیجے گا گویا کہ وہ شبنم ہو گی اس کے اثر سے انسانوں کے جسموں میں روئیدگی آ جائے گی (یعنی بننے لگیں گے) پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور ایک دم سب کے سب کھڑے ہوں گے' دیکھتے ہوں گے پھر کہا جائے گا کہ اے لوگو! اپنے مالک اور رب کی طرف چلو (اور فرشتوں کو حکم ہو گا کہ) انہیں (حساب کے میدان میں) کھڑا کرو' ان سے پوچھا جائے گا (اور انکے اعمال کا حساب کتاب ہو گا)۔

دوسرا نفخہ کب ہو گا

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَابَیْنَ النَّفْخَتَیْنَ أَرْبَعُوْنَ ..... ثُمَّ یُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا یَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَیْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَیْءٌ لَا یَبْلٰی إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ یُرَکَّبُ الْخَلْقُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو نفخوں (یعنی پہلا نفخہ جس سے سب چیزیں فنا ہو جائیں گی اور دوسرا نفخہ جس سے سب انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے ان کے درمیان کی مدت چالیس ہے (اور دلائل سے معلوم ہوا کہ وہ چالیس سال ہیں) ..... پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پھوار نازل فرمائیں گے (پھر دوسری مرتبہ صور میں پھونکا جائے گا) تو لوگ زمین سے اس طرح اگیں گے جیسے سبزی اگتی ہے اور انسان کے جسم میں کوئی جزو ایسا نہیں ہے جو بوسیدہ نہ ہو جاتا ہو سوائے ایک ہڈی کے جو کہ ریڑھ کی ہڈی کا بالکل نچلا سرا ہے (کہ اس کے خلیے کے اجزاء اپنی حالت پر باقی رہتے ہیں اگرچہ مٹی میں مل جائیں) اور اسی ہڈی (کے کسی خلیہ یا اس کے کسی جزء) سے قیامت کے دن انسان کو بنایا جائے گا۔

قیامت کی زمین

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی أَرْضٍ بَیْضَاءَ عَفْرَاءَ کَقُرْصَةِ النَّقِیِّ لَیْسَ فِیْهَا عَلَمٌ لِّأَحَدٍ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کو سرخی مائل سفید زمین پر جمع کیا جائے گا جیسا کہ کوئی بے چھنے آٹے کی روٹی ہوتی ہے (یعنی رنگت اور شکل میں زمین روٹی کی طرح ہوگی اور (بالکل چٹیل میدان ہوگی) اس میں کوئی عمارت نہ ہوگی۔

میدان حشر میں کیسے جمع ہوں گے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں کو اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ ان کے پاؤں میں جوتی نہ ہوگی، ان کے بدن پر لباس نہ ہوگا اور ان کا ختنہ ہوا نہ ہوگا (یعنی ختنہ کی کھال بھی لگی ہوگی۔ کہتی ہیں) میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا مرد اور عورتیں اس حال میں کہ سب اکٹھے ہوں گے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ قیامت کا معاملہ اس سے بہت زیادہ سخت ہوگا کہ کوئی کسی دوسرے کی طرف دیکھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ..... أَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا..... قیامت کے دن سب سے پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا (جس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ آگ میں ڈالنے سے پیشتر ان کے کپڑے اتروا لئے گئے تھے)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... أَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى مِنَ الْجَنَّةِ إِبْرَاهِيْمُ ..... وَيُؤْتٰى بِيْ فَأُكْسٰى حُلَّةً مِنَ الْجَنَّةِ (بیهقی. الاسماء و الصفات)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..... سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا لباس پہنایا جائے گا..... پھر مجھے لایا جائے گا اور مجھے جنت کا جوڑا پہنایا جائے گا۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى ثَلَاثِ طَرَائِقَ رَاغِبِيْنَ رَاهِبِيْنَ وَ اثْنَانِ عَلٰى بَعِيْرٍ وَ ثَلَاثَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَأَرْبَعَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَ عَشَرَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَتَحْشُرُ

بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا وَتَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ أَصْبَحُوْا وَتُمْسِيْ مَعَهُمْ حَيْثُ أَمْسَوْا (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قیامت کے دن) لوگوں کو تین اصناف میں جمع کیا جائے گا (ایک سوار ہوں گے، دوسرے پیادہ ہوں گے تیسرے چہروں کے بل چلنے والے ہوں گے ان میں سے جو سوار ہوں گے وہ) اس حال میں (ہوں گے) کہ (جنت میں) رغبت رکھنے والے (اور جنت کی امید کرنے والے) ہوں گے اور (جہنم سے) ڈرنے والے ہوں گے۔ (یہ سب اونٹوں پر سوار ہوں گے اس حال میں کہ) بعض ایک اونٹ پر دو ہوں گے اور بعض ایک اونٹ پر تین ہوں گے اور بعض ایک اونٹ پر چار چار ہوں گے اور بعض ایک اونٹ پر دس دس سوار ہوں گے (یہ فرق ان کے درجوں میں فرق کی وجہ سے ہوگا اونچے درجے والے سواری پر کم ہوں گے۔ باقی لوگوں کو (جو پیادہ ہوں گے یا چہروں کے بل چلیں گے) آگ جمع کرے گی (وہ ان کے پیچھے پیچھے چلے گی) جہاں لوگ آرام کریں گے وہیں وہ بھی ٹھہرے گی، جہاں لوگ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی ہوگی جہاں لوگ صبح وشام کریں گے وہیں وہ آگ بھی ہوگی (یعنی وہ آگ کہیں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی یہاں تک کہ لوگ میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے)۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَلَيْسَ الَّذِيْ أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (جب نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ إِلٰى جَهَنَّمَ یعنی وہ لوگ جن کو چہرے کے بل چلا کر جہنم کی طرف جمع کیا جائے گا تو) ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے نبی قیامت کے دن کس طرح سے کافر کو اس کے چہرے کے بل (چلا کر) جمع کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کیا وہ ذات جس نے اس کو دنیا میں دو ٹانگوں پر چلایا اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ اس کو قیامت کے دن چہرے کے بل چلائے (یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ ہم نے ایک طریقہ دیکھا ہے تو وہ بھی اللہ کی قدرت سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہر طرح کے طریقے ہیں)۔

قیامت کے دن کا منظر

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّنْظُرَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَأَنَّهٗ رَأْيُ

عَيْنٍ فَلْيَقْرَءْ إِذَاالشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَ السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَ إِذَالسَّمَاءُ انْشَقَّتْ (احمد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو یہ بات خوش کرے (یعنی جو یہ چاہے) کہ قیامت کا منظر وہ اس طرح دیکھے کہ گویا سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ (قرآن پاک کی سورتیں) إِذَاالشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ پڑھے۔

عَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تَدْ نُو الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِمِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِى الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ إِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ إِلٰى حِقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَأَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ إِلٰى فِيْهِ (مسلم)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے ''قیامت کے دن (نیا پیدا کیا گیا) سورج مخلوق سے بہت قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ ان سے صرف ایک میل کے بقدر رہ جائے گا (جس سے مراد غالبًا دو ہزار گز ہیں) اور (اس کی گرمی سے) لوگ بقدر اپنے اعمال (بد) کے پسینہ پسینہ ہو جائیں گے (یعنی جس کے اعمال جتنے برے ہوں گے اسی قدر اس کو پسینہ زیادہ چھوٹے گا پس بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک آئے گا اور بعض کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک ہوگا اور بعض کا ان کے کولھوں کے اوپر تک (یعنی کمر تک) اور بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے منہ میں جا رہا ہوگا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے دکھایا (کہ ان کا پسینہ یہاں تک پہنچ رہا ہوگا اور ان کے منہ میں جا رہا ہوگا)

فائدہ: قیامت کے دن ہر ایک کا پسینہ صرف اسی کو گھیرے ہوئے ہوگا۔ ادھر ادھر بہے گا نہیں۔ اسی لئے ہر ایک کے پسینہ کی سطح مختلف ہوگی۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَاذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَايُبْكِيْكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَمَّا فِىْ ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيْزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيْزَانُهٗ أَمْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ تَطَايُرِ الصُّحُفِ حَتّٰى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهٗ أَفِىْ يَمِيْنِهٖ أَمْ فِىْ شِمَالِهٖ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَىْ جَهَنَّمَ (ابو داؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں ایک دفعہ دوزخ کا خیال آیا تو رونے لگیں رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہیں کس چیز نے رلایا؟ عرض کیا مجھے دوزخ یاد آئی اور اسی (کے خوف نے) مجھے رلایا ہے۔ کیا آپ قیامت کے (ہولناک) دن (میں) اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تین جگہ تو کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا (اور کسی کی خبر نہیں لے گا) ایک وزن اعمال کے وقت جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال کا وزن ہلکا ہے یا بھاری۔ (میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔ ہاں اس کے بعد دوسروں کا خیال ہو سکے گا) اور دوسرے اعمالناموں کے ملنے کے وقت جب تک کہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا اعمال نامہ کس ہاتھ میں دیا جاتا ہے آیا داہنے ہاتھ میں یا پیچھے کی جانب سے بائیں ہاتھ میں۔ اور تیسرے پل صراط پر جب کہ وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا (اور سب کو اس پر سے گزرنے کا حکم دیا جائے گا (میرے گذرنے کے وقت بھی ایسا ہی ہوگا۔ یہ تین وقت ایسے نفسانفسی کے ہوں گے کہ انبیاء سمیت ہر ایک اپنی ہی فکر میں ڈوبا ہوگا اور کوئی کسی کی خبر نہ لے سکے گا)

فائدہ: جو شخص بادشاہ کے جبر و قدرت کا جتنا شناسا ہوتا ہے تو اگرچہ وہ کتنا ہی قریبی ہو اور امن کا وعدہ بھی ہو پھر بھی وہ بادشاہ کے جلال اور ہیبت سے لرزتا ہے کہ کہیں اپنی کسی کوتاہی سے گرفت نہ ہو جائے۔

قیامت کے دن باپ کی ولدیت سے پکارا جائے گا

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَاءِ كُمْ وَ أَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوْا أَسْمَاءَ كُمْ. (ابو نعیم)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تم کو تمہارے اور تمہارے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا (جن کے شرعی باپ نہ ہوں گے ان کو ان کی ماں کے نام سے پکارا جائے گا کیونکہ اس وقت صرف وہی ان کا نسب ہوگا۔ (واللہ اعلم) لہٰذا تم اپنے نام اچھے رکھو۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... يَقُوْلُ (الْعَبْدُ) يَا رَبِّ أَلَمْ تُجِرْنِیْ مِنَ الظُّلْمِ قَالَ يَقُوْلُ بَلٰی قَالَ فَيَقُوْلُ فَإِنِّیْ لَا أُجِيْزُ عَلٰی نَفْسِیْ إِلَّا شَاهِدًا مِنِّیْ قَالَ فَيَقُوْلُ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيْدًا وَ بِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا قَالَ فَيُخْتَمُ عَلٰی فِيْهِ فَيُقَالُ لِأَرْكَانِهٖ إِنْطِقِیْ قال فَتَنْطِقُ بِأَعْمَالِهٖ ثُمَّ يُخَلّٰی بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ قَالَ فَيَقُوْلُ بُعْدًا لَّكُنَّ

وَسُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ..... (قیامت کے دن بعض بندے کہیں گے) اے میرے رب کیا آپ نے (اپنے اس قول سے کہ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ یعنی آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے) مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیوں نہیں (تجھے ظلم سے یقیناً پناہ حاصل ہے) بندہ کہے گا تو میں اپنے خلاف کوئی گواہ قبول نہیں کرتا مگر جب کہ وہ مجھ ہی میں سے ہو (کیونکہ فرشتوں کی گواہی اور لکھے کا میں کیا اعتبار کروں۔ کیا عجب کہ انہوں نے اعمال نامہ میں خلاف واقعہ لکھا ہو)۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج تیرے خلاف تیری ذات ہی کافی گواہ ہے اور کرام کاتبین (یعنی اعمال نامے لکھنے والے فرشتے) ہی کافی گواہ ہیں (کیونکہ ان فرشتوں نے وہی لکھا ہے جو تیری ذات خود بتائے گی)۔ اس وقت بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء کو کہا جائے گا کہ (اپنے کئے اعمال) بول کر بتاؤ۔ تو اعضاء اس کے اعمال بتائیں گے۔ پھر بندہ (کہ اس کے منہ پر سے مہر ہٹا دی جائے گی اور اس) کو زبان سے بولنے کی قدرت ملے گی تو وہ (اپنے اعضاء سے) کہے گا تمہارے لئے دوری اور ہلاکت ہو تمہاری ہی طرف سے تو میں مدافعت کر رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیشی

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ وَلَا حِجَابٌ يَحْجُبُهُ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى إِلَّا مَاقَدَّمَ مِنْ عَمَلِه وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِه وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (بخاری و مسلم)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قیامت میں) تم میں سے ہر شخص سے اس کا پروردگار اس طرح بلا واسطہ اور دوبدو کلام فرمائے گا کہ نہ درمیان میں کوئی ترجمان ہوگا نہ کوئی پردہ حائل ہوگا (اس وقت بندہ کی یہ کیفیت ہوگی کہ وہ حیرت اور بے بسی سے ادھر ادھر دیکھے گا)۔ پس جب اپنی داہنی جانب نظر کرے گا تو سوائے اپنے اعمال کے کچھ نہ دیکھے گا اور ایسے ہی جب اپنی بائیں جانب نظر کرے گا تو سوائے اپنے اعمال کے کچھ اس کو نظر نہ آئے گا اور جب سامنے نظر دوڑائے گا تو اپنے روبرو آگ ہی آگ دیکھے گا، پس اے لوگو! دوزخ کی (اس) آگ سے بچو (اور اس سے بچنے کی خاطر کسی بھی نیکی کو کرنے سے گریز نہ کرو۔ اپنے پاس زیادہ نہ

ہوتو بہت چھوٹے سے صدقہ کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ لہٰذا اپنا بچاؤ کرو) اگر چہ خشک کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ذریعے ہو۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَیَلْقَی الْعَبْدَ فَیَقُوْلُ أَیْ فُلْ أَلَمْ أُکْرِمْکَ وَأُسَوِّدْکَ وَأُزَوِّجْکَ وَأُسَخِّرْ لَکَ الْخَیْلَ وَالْإِبِلَ وَأَذَرْکَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ فَیَقُوْلُ بَلٰی قَالَ فَیَقُوْلُ أَفَظَنَنْتَ أَنَّکَ مُلَاقِیَّ فَیَقُوْلُ لَا فَیَقُوْلُ فَإِنِّیْ قَدْ أَنْسَاکَ کَمَانَسِیْتَنِیْ ثُمَّ یَلْقَی الثَّانِیَ فَذَکَرَمِثْلَهٗ ثُمَّ یَلْقَی الثَّالِثَ فَیَقُوْلُ لَهٗ مِثْلَ ذَالِکَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اٰمَنْتُ بِکَ وَبِکِتَابِکَ وَبِرُسُلِکَ وَصَلَّیْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَیُثْنِیْ بِخَیْرٍ مَااسْتَطَاعَ فَیَقُوْلُ هٰهُنَا اِذاً ثُمَّ یُقَالُ اَلْاٰنَ نَبْعَثُ شَاهِداً عَلَیْکَ وَیَتَفَکَّرُ فِیْ نَفْسِهٖ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْهَدُ عَلَیَّ فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْهِ وَیُقَالُ لِفَخِذِهٖ انْطِقِیْ فَتَنْطِقُ فَخِذُهٗ وَلَحْمُهٗ وَعِظَامُهٗ بِعَمَلِهٖ وَذَالِکَ لِیُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهٖ وَذَالِکَ الْمُنَافِقُ وَذَالِکَ الَّذِیْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِ. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں جب اللہ سے ایک بندہ کا سامنا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا' اے فلا نے کیا میں نے دنیا میں تجھے عزت نہیں دی تھی، کیا تجھے (تیری قوم میں) سرداری نہیں دی تھی، کیا تجھے بیوی نہیں عطا کی تھی؟ اور کیا تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ (اور دیگر سواریوں کو) مسخر نہیں کیا تھا اور کیا میں نے تجھے چھوڑے نہیں رکھا تھا کہ تو ریاست اور سرداری کرے اور مال غنیمت میں سے چوتھائی وصول کرے (جیسا کہ جاہلیت کے دور میں بادشاہ وصول کرتے تھے) وہ بندہ عرض کرے گا، ہاں! اے پروردگار (آپ نے یہ سب کچھ مجھے عطا فرمایا تھا) پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تو کیا تجھے اس کا خیال اور گمان تھا کہ تو ایک دن میرے سامنے آئے گا؟ وہ عرض کرے گا میں یہ خیال نہیں کرتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج میں تجھے (اپنے رحم وکرم میں لینے سے) اسی طرح بھلاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلائے رکھا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دوسرے ایک بندہ کا سامنا ہوگا اور اس سے بھی حق تعالیٰ اسی طرح فرمائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک تیسرے بندہ سے ملے گا اور اس سے بھی اسی طرح فرمائے گا۔ یہ بندہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار! میں تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے اور صدقہ بھی ادا کیا (اوران کے علاوہ بھی) وہ بندہ خوب اپنے اچھے کارنامے بیان کرے گا جہاں تک بھی بیان کر سکے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا (یہ بات ہے) تو یہاں ٹھہر! پھر اس سے کہا جائے گا کہ ہم ابھی تجھ پر ایک گواہ قائم کرتے ہیں اور وہ اپنے جی

میں سوچے گا کہ وہ کون ہوگا جو مجھ پر گواہی دے گا۔ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران کو حکم دیا جائے گا کہ بول! تو اس کی ران اور اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیں گے اور اللہ تعالیٰ یہ اس لئے کرے گا کہ اس کا عذر باقی نہ رہے اور یہ منافق ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ فَيَقُوْلُ أَ تَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَ تَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ ! حَتّٰى قَرَّرَه بِذُنُوْبِهٖ وَرَأٰى فِي نَفْسِهٖ أَنَّهٗ قَدْ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ وَأَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيُنَادٰى بِهِمْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت میں اللہ تعالیٰ ایمان والے بندے کو (اپنی رحمت سے) قریب کرے گا اور اس پر اپنا خاص پردہ ڈالے گا اور (دوسروں سے) اس کو پردہ میں کر لے گا۔ پھر اس سے پوچھے گا کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے؟ کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے؟ (یعنی کیا تجھے یاد ہے کہ تو نے یہ یہ گناہ کئے تھے؟) وہ عرض کرے گا ہاں! اے پروردگار! (مجھے یاد ہے)۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہوں کا اس سے اقرار کرا لے گا اور وہ اپنے جی میں خیال کرے گا کہ میں تو ہلاک ہوا (یعنی اس کو خیال ہوگا کہ جب اتنے میرے گناہ ہیں تو اب میں کیسے چھٹکارا پا سکوں گا) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کو چھپایا تھا اور آج میں ان کو بخشتا ہوں اور معافی دیتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں والا اعمال نامہ اس کے حوالے کر دیا جائے گا (یعنی اہل محشر کے سامنے صرف نیکیوں والا ہی اعمال نامہ آئے گا اور گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پردہ ہی پردہ میں ختم کر دیں گے) لیکن اہل کفر اور منافقین کا معاملہ یہ ہوگا کہ ان کے متعلق برسر عام پکارا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹی جھوٹی باتیں باندھیں (یعنی غلط اور بے اصل خیالات کو اللہ کی طرف نسبت دے کر اپنا دین و مذہب بنایا) خبردار اللہ کی لعنت ہے ایسے ظالموں پر۔

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهٖ وَيَسْجُدُ لَهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ وَيَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً وَسُمْعَةً فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهٗ طَبَقًا وَاحِدًا. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (قیامت کے دن) ہمارے رب اپنی پنڈلی کھولیں گے (یعنی ایک خاص قسم کی تجلی ظاہر فرمائیں گے اور ہر مومن مرد اور مومن عورت (یعنی جو اپنے ایمان میں سچے تھے) اس کے آگے سجدہ کریں گے۔ بس وہی لوگ باقی رہ جائیں گے (اور سجدہ نہ کر پائیں گے) جو دنیا میں دکھلاوے (یعنی نفاق کی راہ سے) اور شہرت کی خاطر سجدہ کرتے (اور نماز پڑھتے) تھے۔ وہ چاہیں گے کہ سجدہ کریں مگر ان کی پشت ایک تختے کی طرح ہو جائے گی (یعنی ریڑھ کی ہڈی کے مہرے آپس میں ایسے جڑ کر یکجان ہو جائیں گے کہ ان میں مڑنے اور بل کھانے کی صلاحیت نہ رہے گی)۔

قیامت کے دن ہر ایک کو ندامت وحسرت ہوگی

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ أَحَدٍ یَمُوْتُ إِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَمَا نَدَامَتُهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِنْ کَانَ مُحْسِنًا نَدِ مَ أَنْ لَا یَکُوْنَ اِزْدَادَ وَ إِنْ کَانَ مُسِیْئًا نَدِمَ أَنْ لَایَکُوْنَ نَزَعَ. (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی مرے گا اس کو (مرنے کے بعد اپنی زندگی پر) ندامت اور پشیمانی ضرور ہوگی۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول اس کی ندامت کی کیا وجہ ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ مرنے والا نیکوکار ہوگا تو اس کو تو اس کی ندامت (اور حسرت) ہوگی کہ اس نے (نیکوکاری میں) اور زیادہ ترقی کیوں نہیں کی (اور جو حسنات وہ کما کے لایا ہے اس سے زیادہ کیوں نہیں کما کے لایا) اور اگر وہ بدکار ہوگا تو اس کو اس کی ندامت (اور حسرت) ہو گی کہ وہ بدکاری سے باز کیوں نہ رہا۔

آسان حساب کی دعا اور اس کا مطلب

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ صَلَوَاتِهٖ اللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ مَاالْحِسَابُ الْیَسِیْرُ قَالَ أَنْ یُنْظَرَ فِیْ کِتَابِهٖ فَیُتَجَاوَزُ عَنْهُ إِنَّهٗ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ یَوْمَئِذٍ یَاعَائِشَةُ هَلَکَ (احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے بعض نمازوں میں رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے سنا: اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًایَّسِیْراً (اے اللہ! میرا حساب آسان فرما)۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی آسان حساب کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا آسان حساب یہ ہے کہ بندہ کے اعمال نامہ پر نظر ڈالی جائے اور اس سے درگذر کیا جائے (یعنی کوئی پوچھ گچھ

اور جرح نہ کی جائے) بات یہ ہے کہ جس کے حساب میں اس دن جرح کی جائے گی اے عائشہ (اس کی خیر نہیں) وہ ہلاک ہو جائے گا (کیونکہ اس کے پاس اپنے جرائم سے دفاع کا کوئی عذر نہ ہوگا)۔

قیامت میں حقوق العباد کا انصاف

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ يَكْذِبُوْنَنِيْ وَيَخُوْنُوْنَنِيْ وَيَعْصُوْنَنِيْ وَأَشْتِمُهُمْ وَأَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ أَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُحْسَبُ مَاخَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَبُوْكَ وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ دُوْنَ ذَنْبِهِمْ كَانَ فَضْلاً لَكَ وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ وَجَعَلَ يَهْتِفُ وَيَبْكِيْ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَمَا تَقْرَءُ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ إِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ فَقَالَ الرَّجُلُ مَاأَجِدُ لِيْ وَ لِهٰؤُلَاءِ شَيْئًا خَيْرًا مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ أُشْهِدُكَ أَنَّهُمْ كُلَّهُمْ أَحْرَارٌ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس کچھ غلام ہیں (جن کی حالت یہ ہے کہ بسا اوقات) وہ مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میری چیزوں میں خیانتیں بھی کرتے ہیں، میری نافرمانی بھی کرتے ہیں اور میں (ان کی ان حرکتوں پر) کبھی انہیں گالیاں دیتا ہوں اور کبھی مارتا بھی ہوں۔ پس قیامت کے دن ان کی وجہ سے میرا کیا حال ہوگا (یعنی اللہ تعالیٰ میرا اور ان کا فیصلہ کس طرح فرمائے گا) رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تمہارے ان غلاموں نے تمہاری جو خیانت اور نافرمانی کی ہوگی اور تم سے جو جو جھوٹ بولے ہوں گے اور پھر تم نے ان کو جو سزائیں دی ہوں گی قیامت کے دن ان سب کا پورا پورا حساب کیا جائے گا پس اگر تمہاری سزا ان کے قصوروں کے بقدر ہی ہوگی تو معاملہ برابر پر ختم ہو جائے گا نہ تم کو کچھ ملے گا اور نہ تمہیں کچھ دینا پڑے گا اور اگر تمہاری سزا ان کے قصوروں سے کم ثابت ہوگی تو تمہارا فاضل حق تمہیں وہاں ملے گا اور اگر تمہاری سزا ان کے قصوروں سے زیادہ ثابت ہوگی تو تم سے اس زائد کا بدلہ ان کو دلوایا جائے گا (جب اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب سنا) تو وہ آپ کے پاس سے ایک طرف کو ہٹ کر رونے اور چلانے لگا (یعنی قیامت کے اس محاسبہ اور پھر وہاں کے عذاب کے خوف

سے جب اس پر گریہ غالب ہوا تو وہ ادب کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے اٹھ گیا اور ایک طرف کو ہٹ کر بے اختیار رونے اور چلانے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر اس سے فرمایا کیا تم قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ إِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ

اور ہم قائم کریں گے قیامت کے دن انصاف کی میزانیں، پس نہیں ظلم ہوگا کسی نفس پر کچھ بھی اور اگر ہوگا کسی کا عمل یا حق رائی کے ایک دانہ کے برابر حاضر کریں گے ہم اس کو بھی اور کافی ہیں ہم حساب کرنے والے۔

اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! (یہ سب کچھ سننے کے بعد) میں اپنے لئے اور ان کے لئے اس سے بہتر کچھ نہیں سمجھتا کہ (لوجہ اللہ آزاد کر کے) ان کو اپنے سے الگ کردوں۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ (میں نے ان کو آزاد کر دیا اور) اب وہ آزاد ہیں۔

جانوروں میں بھی انصاف ہوگا

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ (مسلم).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں قیامت کے دن حقداروں کو ان کے حقوق ضرور ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے (جس نے بلاوجہ سینگ مارا ہوگا) بدلہ دلایا جائے گا (پھر ان کو موت دے دی جائے گی)۔

نیک مومنوں پر قیامت کا دن بہت ہی ہلکا ہوگا

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ أَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَخْبِرْنِيْ مَنْ يَّقْوٰى عَلَى الْقِيَامِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ "يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" فَقَالَ يُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْهِ كَالصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ (البيهقى فى البعث و النشور)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: مجھے بتایئے کہ قیامت کے دن جس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "اس دن لوگ کھڑے ہوں گے رب العالمین کے حضور میں تو اس دن کس کو کھڑے رہنے کی طاقت اور قدرت ہو گی (اور کون اس پورے دن کھڑا رہ سکے گا جس کے متعلق قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ

دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: سچے ایمان والوں کے حق میں یہ بہت ہلکا اور خفیف کر دیا جائے گا یہاں تک کہ ان کے لئے بس ایک فرض نماز کی طرح ہو جائے گا۔ (مراد یہ ہے کہ بہت ہی ہلکا کر دیا جائے گا۔ ان کے حق میں دن کی مقدار بھی بہت ہی تیزی سے گزر جائے گی اور ان کو مشقت بھی نہ ہونے کے برابر ہوگی)

حوض کوثر

اہل ایمان جنت میں جانے سے پہلے اس حوض پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر آپ کے دست اقدس سے اس کا نہایت سفید و شفاف اور بے انتہا لذیذ و شیریں پانی پئیں گے۔ اس حوض کا منبع اور اصل چشمہ جنت کے اندر ہے اور جنت کے طول و عرض میں اس کی شاخیں نہروں کی شکل میں ہر طرف جاری ہیں اس چشمہ اور نہر کا نام بھی کوثر ہے۔ اور حوض کوثر سینکڑوں میل کے طول و عرض میں پھیلا ایک نہایت خوبصورت تالاب ہوگا جو جنت سے باہر ہوگا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا أَسِيْرُ فِي الْجَنَّةِ اِذَا أَنَا بِنَهْرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ مَاهٰذا يَا جِبْرَئِيْلُ ؟ قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِيْ أَعْطَاكَ رَبُّكَ فَإِذَا طِيْنُهُ مِسْكٌ اَذْفَرُ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس اثنا میں کہ میں جنت میں چلا جا رہا تھا میرا گذر ایک (عجیب و غریب) نہر پر ہوا اس کے دونوں جانب ''درمجوف'' سے (یعنی اندر سے کھوکھلے موتیوں سے) تیار کئے ہوئے خیمے تھے، میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا (نہر) ہے؟ جبرئیل نے بتایا کہ یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی (جو اس کی تہہ میں تھی) وہ نہایت مہکنے والی مشک تھی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَوْضِيْ مَسِيْرَةُ شَهْرٍ وَ زَوَايَاهُ سَوَاءٌ مَاءُهُ أَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِيْحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيْزَانُهُ كَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَن يَّشْرَبُ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے حوض کی مسافت ایک مہینہ کی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حوض کوثر مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس قدر طویل و عریض ہے' کہ اس کی ایک جانب سے دوسری جانب تک ایک مہینہ کی مسافت ہے اور اس کے زاویئے یعنی گوشے بالکل برابر ہیں (اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ وہ مربع ہے اس کا طول و عرض یکساں ہے)، اس کا پانی

دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے بھی بہتر ہے اور اس کے کوزے آسمان کے تاروں کی طرح (حسین چمکدار اور ان گنت) ہیں جو اس کا پانی پیئے گا وہ کبھی پیاس میں مبتلا نہیں ہوگا۔

عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِ ﷺ قَالَ حَوْضِيْ مِنْ عَدَنٍ اِلٰى عُمَّانِ الْبَلْقَاءِ مَاءُ هٗ أَشَدُّ بَيَاضاً مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَأَكْوَابُهٗ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَ هَا أَبَداً أَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْداً فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ الشُّعْثُ رُءُ وْساً الدُّنُسُ ثِيَاباً الَّذِيْنَ لَايُنْكَحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَايُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ. (احمد وترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میرے حوض کی مسافت اتنی ہے جتنی کہ عدن سے (شام کے ایک شہر) عُمَّانِ بَلْقَاء تک (مراد بڑی کثیر مسافت ہے)۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے گلاس گنتی میں آسمان کے ستاروں کی طرح (بے شمار) ہیں (اس کے پانی کی یہ صفت ہے کہ) جو اس میں سے ایک دفعہ پی لے گا اس کے بعد کبھی پیاس کی تکلیف نہیں ہوگی' اس حوض پر سب لوگوں سے پہلے (میرے پاس) پہنچنے والے فقراء مہاجرین ہوں گے پریشان و پراگندہ سروں والے میلے کچیلے کپڑوں والے جن کا نکاح خوش حال وخوش عیش عورتوں سے نہیں ہوسکتا اور جن کے لئے (دنیا والوں کی نظر میں دنیوی مرتبہ میں کم ہونے کی بنا پر) دروازے نہیں کھولے جاتے (یعنی جن کو خوش آمدید نہیں کہا جاتا)۔

عقائد میں بدعتی کو حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَأَقُوْلُ إِنَّهُمْ مِنِّيْ فَيُقَالُ إِنَّكَ لَاتَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَأَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تمہارا میر سامان ہوں (اور تم سے آگے جا کے تمہاری پیاس کا انتظام کرنے والا ہوں) جو میرے پاس پہنچے گا وہ آب کوثر سے پیئے گا اور جو اس کو پی لے گا پھر کبھی وہ پیاس میں مبتلا نہ ہوگا اور وہاں کچھ لوگ جن کو میں بھی (مثلاً وضو وغیرہ کی علامتوں سے) پہچانوں گا اور وہ بھی مجھے پہچانیں گے میری طرف آئیں گے لیکن میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی (اور انہیں میرے پاس آنے سے روک

دیا جائے گا) اس پر میں کہوں گا کہ یہ آدمی تو میرے ہیں پس مجھے جواب دیا جائے گا کہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا نئی نئی باتیں نکالیں (اور کیا کیا رخنے ڈالے) تو میں کہوں گا کہ بربادی اور دوری ہو ان کے لئے جنہوں نے میرے بعد دین (کے اصول وعقائد) میں (اپنی طرف سے باتیں ایجاد کر کے) تبدیلی کی۔

پل صراط

عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ أَنْ یَشْفَعَ لِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَقَالَ أَنَا فَاعِلٌ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَیْنَ أَطْلُبُکَ قَالَ اُطْلُبْنِیْ أَوَّلَ مَاتَطْلُبُنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ قُلْتُ فَإِنْ لَّمْ أَلْقَکَ عَلَی الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قُلْتُ فَإِن لَّمْ أَلْقَکَ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَإِنِّیْ لَا أُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلٰثَ الْمَوَاطِنَ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ قیامت کے روز آپ میری سفارش فرمائیے گا! آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا یہ کام کروں گا۔ میں نے عرض کیا تو (اس کے لئے قیامت کے روز) میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا تم سب سے اول مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا۔ میں نے کہا اگر میں آپ کو پل صراط پر نہ پاؤں (تو پھر کہاں تلاش کروں)؟ آپ نے فرمایا تو پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا! میں نے عرض کیا اور اگر میں میزان کے پاس بھی آپ کو نہ پاسکوں تو پھر کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا تو پھر مجھے حوض کے پاس دیکھنا! کیونکہ میں اس وقت ان تین مقامات سے دور کہیں نہ جاؤں گا۔

عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شِعَارُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلَی الصِرّاطِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ (ترمذی)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن پل صراط پر اہل ایمان کا شعار (یعنی ان کا امتیازی وظیفہ) یہ دعائیہ کلمہ ہوگا۔ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ (اے میرے پروردگار! ہمیں سلامت رکھ اور سلامتی کے ساتھ پار لگا)۔

عَنْ حُذَیْفَةَ وَ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... وَتُرْسَلُ الْأَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَیَقُوْمَانِ جَنْبَتَیِ الصِّرَاطِ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَیَمُرُّ أَوَّلُکُمْ کَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ أَیُّ شَیْءٍ کَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ أَلَمْ تَرَوْا إِلَی الْبَرْقِ کَیْفَ یَمُرُّ وَیَرْجِعُ فِیْ طَرْفَةِ عَیْنٍ ثُمَّ کَمَرِّ الرِّیْحِ ثُمَّ کَمَرِّ الطَّیْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِیْ بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَ نَبِیُّکُمْ قَائِمٌ عَلَی الصِّرَاطِ

يَقُوْلُ يَارَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْءَ الرَّجُلُ فَلَايَسْتَطِيْعُ السَّيْرُ إِلَّا زَحْفًا قَالَ وَفِيْ حَافَتِي الصِّرَاطِ كَلَالِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَاْمُوْرَةٌ تَأْخُذُ مَنْ أُمِرَتْ بِهٖ فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ (مسلم)

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما (میں سے ہر ایک) بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..... (پل صراط پر سے گزرنے کے وقت) امانت اور رحمی رشتہ (مثالی صورت میں) چھوڑے جائیں گے تو وہ پل صراط کے دائیں اور بائیں (یعنی ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب) کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر تم (ایمان والوں) میں سے کوئی تو بجلی کی طرح (پل صراط پر سے) گزرے گا۔ کہتے ہیں میں نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بجلی کے گزرنے کی طرح کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کہ وہ پلک جھپکنے میں کیسے گزرتی ہے اور پلٹتی ہے۔ پھر ہوا کے گزرنے کی طرح۔ پھر پرندے کے گزرنے کی طرح اور پیادہ کے چلنے کی طرح۔ ان کے اعمال (جیسے ہوں گے ویسے ہی تیزی کے ساتھ) ان کو چلائیں گے۔ اور تمہارے نبی پل صراط پر کھڑے ہوئے یہ کہہ رہے ہوں گے اے رب (گزرنے والوں کو) سلامت رکھ سلامت رکھ۔ یہاں تک کے بندوں کے اعمال (بہت کم ہونے کی وجہ سے) چلانے سے عاجز ہو جائیں گے اور یہ لوگ سرین کے بل ہی گھسٹ کر چلیں گے اور پل صراط کے دونوں طرف (بڑے بڑے) کنڈے ہوں گے جو لٹکے ہوئے ہوں گے اور مامور ہوں گے جس کے بارے میں ان کو حکم ہوگا اس کو اچک لیں گے (اور جہنم میں ڈال دیں گے) تو ان میں کچھ زخمی ہوں گے جو جہنم میں گرنے سے نجات پائیں گے اور جو ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیئے گئے وہ جہنم کی آگ میں جائیں گے۔

قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيّ بَلَغَنِيْ أَنَّ الْجَسْرَ أَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ و أَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ (بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے (البتہ جن لوگوں کے لئے جنت میں جانا طے کر دیا جائے گا ان کے لئے وہ چوڑا ہو جائے گا)۔

پل صراط کے بعد ایک اور پل

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُخْلَصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُوْنَ عَلٰى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُقْتَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ

فِی الدُّنیَا حَتّٰی إِذَا هُذِّبُوْا وَنُقُّوْا أَذِنَ لَهُمْ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ (بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (سوائے ان مسلمانوں کے جو عارضی طور پر جہنم میں جائیں گے باقی) مومنین (پل صراط عبور کر کے جہنم کی) آگ سے خلاصی پالیں گے تو ان کو جنت و جہنم کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا۔ اور دنیا میں جو کسی نے دوسرے پر کوئی ظلم کیا ہوگا اس کا بدلہ دلوایا جائے گا یہاں تک کے جب وہ (ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے) پاک وصاف ہو جائیں گے تب ان کو جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی۔

شفاعت

رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کئی قسم کی ہوگی اور بار بار ہوگی۔ سب سے پہلے جب کہ سارے اہل محشر اللہ کے جلال سے سراسیمہ اور خوفزدہ ہوں گے اور کسی کو لب ہلانے کی جرات و ہمت نہ ہوگی اور آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام اولوالعزم پیغمبر بھی ''نفسی نفسی'' کے عالم میں ہوں گئے اور کسی کے لئے شفاعت کی جرات نہ کر سکیں گئے تو اس وقت عام اہل محشر کی درخواست پر اور ان کی تکلیف سے متاثر ہو کر رسول اللہ ﷺ ہی ہمت کر کے اور اللہ کے لطف و کرم پر اعتماد کر کے آگے بڑھیں گے اور پوری نیاز مندی اور حسن ادب کے ساتھ (جو آپ کے شایان شان ہے) بارگاہ رب العزت میں اہل محشر کے لئے سفارش کریں گے کہ ان کو اس فکر اور بے چینی کی حالت سے نجات دی جائے اور ان کا حساب کتاب اور فیصلہ فرما دیا جائے۔ بارگاہ جلالت میں اس دن یہ سب سے پہلی شفاعت ہوگی اور یہ شفاعت صرف آپ ہی فرمائیں گئے اس کے بعد ہی حساب اور فیصلہ کا کام شروع ہو جائے گا۔ یہ شفاعت چونکہ عام اہل محشر کے لئے ہوگی اسی لئے اس کو ''شفاعت عظمیٰ'' بھی کہتے ہیں اس کے بعد آپ اپنی امت کے مختلف درجہ کے ان گنہگاروں کے بارے میں جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم کے سزاوار ہوں گے یا جو جہنم میں ڈالے جا چکے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ ان کو معاف کر دیا جائے اور جہنم سے ان کو نکالنے کی اجازت دے دی جائے آپ کی یہ شفاعت بھی قبول ہوگی اور اس کی وجہ سے خطا کار امتیوں کی بہت بڑی تعداد جہنم سے نکالی جائے گی اس کے علاوہ امت کے کچھ نیک لوگوں کے لئے آپ اس کی بھی شفاعت کریں گے کہ ان کے لئے بغیر حساب کے جنت میں داخلہ کا حکم دے دیا جائے۔ اسی طرح اپنے بہت سے امتیوں کے حق میں آپ ترقی درجات کی بھی اللہ تعالیٰ سے استدعا کریں گے۔ حدیثوں میں شفاعت کے ان تمام اقسام

اور واقعات کی تفصیل وارد ہوئی ہے۔

پھر حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ شفاعت کا دروازہ کھل جانے کے بعد اور انبیاء علیہم السلام، فرشتے اور اللہ کے دوسرے صالح اور مقرب بندے بھی اپنے سے تعلق رکھنے والے اہل ایمان کے حق میں سفارشیں کریں گے یہاں تک کہ اہل ایمان کے کم عمر میں فوت معصوم بچے بھی اپنے ماں باپ کے لئے سفارشیں کریں گے، اسی طرح بعض اعمال صالحہ بھی اپنے کرنے والوں کے لئے سفارش کریں گے اور یہ سفارشیں بھی قبول فرمائی جائیں گی اور بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی جن کی نجات اور بخشش ان سفارشوں ہی کے بہانہ ہوگی۔

مگر خیال رہے کہ یہ سب شفاعتیں اللہ کے اذن سے اور اس کی مرضی اور اجازت سے ہوں گی ورنہ کسی نبی اور کسی فرشتہ کی بھی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مرضی کے بغیر کسی ایک آدمی کو بھی دوزخ سے نکال سکے یا اس کا اذن اور اشارہ پائے بغیر کسی کے حق میں سفارش کے لئے زبان کھول سکے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَاكَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ فَيَاتُوْنَ آدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اِشْفَعْ إِلٰى رَبِّكَ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَاوَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيْمَ فَإِنَّهُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ فَيَاتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَاوَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوْسٰى فَإِنَّهُ كَلِيْمُ اللّٰهِ فَيَاتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى فَإِنَّهُ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ، فَيَاتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ فَيَاتُوْنِيْ فَأَقُوْلُ أَنَا لَهَا فَأَسْتَاذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ وَيُلْهِمُنِيْ مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِيْ الْاٰنَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَاَخِرُّ لَهُ سَاجِداً فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُوْلُ يَارَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ فَيُقَالُ اِنْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِداً فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُوْلُ يَارَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ فَيُقَالُ اِنْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ أَوْخَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِداً فَيُقَالُ يَامُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُوْلُ يَارَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ فَيُقَالُ اِنْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ أَدْنٰى أَدْنٰى أَدْنٰى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِداً فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ

وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ اِئْذَنْ لِيْ فِيْمَنْ قَالَ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَيْسَ ذَالِکَ لَکَ وَلٰکِنْ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَکِبْرِيَائِيْ وَعَظْمَتِيْ لَأُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا (اور سب اولین وآخرین میدان حشر میں جمع ہوں گے) تو لوگوں میں سخت اضطراب اور ازدحام کی کیفیت ہوگی پس وہ لوگ (یعنی اہل محشر کے نمائندے) آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجئے (کہ ہمیں اس حالت سے چھٹکارا ملے) آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لائق اور اس مرتبہ کا نہیں ہوں لیکن تم کو چاہئے کہ ابراہیم کے پاس جاؤ وہ اللہ کے خلیل ہیں (شاید وہ تمہارے کام آسکیں) پس یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے (اور ان کے سامنے شفاعت کا اپنا سوال رکھیں گے) وہ بھی فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لائق نہیں ہوں لیکن تمہیں موسیٰ کے پاس جانا چاہئے وہ اللہ کے کلیم ہیں (جنہیں اللہ نے بلا واسطہ اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا ہے شاید وہ تمہارا کام کرسکیں) پس یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے (اور اپنی وہی عرض ان کے سامنے رکھیں گے) وہ بھی یہی فرمائیں گے کے میں اس کام کے لائق نہیں ہوں لیکن تمہیں عیسیٰ کے پاس جانا چاہئے۔ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں (یعنی اللہ نے ان کو انسانی پیدائش کے عام مقررہ اسباب کے بغیر صرف اپنے حکم سے پیدا کیا ہے اور ان کو غیر معمولی قسم کی روحانیت بخشی ہے) تو تم ان کی خدمت میں جاؤ (شاید وہ تمہارے لئے حق تعالیٰ سے عرض کرنے کی جرات کرسکیں) پس یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے (اور ان سے شفاعت کی درخواست کریں گے) وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ میں اس کام کا اور اس مرتبہ کا نہیں ہوں تم کو (اللہ کے آخری نبی) محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے (رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ) پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے (اور شفاعت کے لئے مجھ سے کہیں گے) تو میں کہوں گا کہ میں اس کام کا ہوں (اور یہ میرا ہی کام ہے) پس میں اپنے رب کریم کی بارگاہ خاص میں حاضری کی اجازت طلب کروں گا مجھے اجازت دے دی جائے گی (میں وہاں حاضر ہو جاؤں گا) اور اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے اپنی کچھ خاص تعریفیں اپنی حمد کے لئے الہام فرمائیں گے (جو اس وقت مجھے معلوم نہیں ہیں) تو اس وقت میں انہی الہامی محامد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کروں گا اور اس کے آگے سجدہ میں گر جاؤں گا۔ (اور جب تک اللہ چاہیں گے آپ سجدہ میں رہیں گے پھر آپ کو شفاعت اور سوال کرنے کی اجازت دی

جائے گی تو آپ تمام اہل محشر کے لئے حساب اور فیصلہ شروع ہونے کی شفاعت کریں گے جس کو شفاعت کبری کہتے ہیں۔ پھر جب حساب کے نتیجہ میں آپ کے بہت سے امتی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں بھیج دیئے جائیں گے تو آپ ان کو جہنم سے نکالنے اور جنت میں داخل کرانے کے لئے شفاعت فرمائیں گے اور پھر سجدہ میں گر جائیں گے اس کے بعد) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو فرمایا جائے گا کہ اے محمد! سر اٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو تمہاری سنی جائے گی اور جو مانگنا ہو مانگو تم کو دیا جائے گا اور جو سفارش کرنا چاہو کرو تمہاری مانی جائے گی پس میں کہوں گا اے پروردگار! میری امت میری امت (یعنی میری امت پر آج رحم فرمایا جائے اور اس کو بخشد یا جائے) پس مجھ سے کہا جائے گا جاؤ اور جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لو پس میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا (یعنی جن کے دل میں جو کے دانہ برابر بھی نور ایمان ہوگا ان کو نکال لاؤں گا) اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کرم کی طرف لوٹوں گا اور پھر ان ہی الہامی محامد کے ذریعہ اس کی حمد وثنا کروں گا اور اس کے آگے پھر سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا جائے گا اے محمد! سر اٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو تمہاری بات سنی جائے گی اور جو مانگنا ہو مانگو تم کو دیا جائے گا اور جو سفارش کرنا چاہو کرو تمہاری شفاعت مانی جائے گی پس میں عرض کروں گا اے پروردگار! میری امت، میری امت تو مجھ سے فرمایا جائے گا کہ جاؤ اور جن کے دل میں ذرہ کے بقدر (یا فرمایا کہ رائی کے دانہ کے بقدر) ایمان ہو ان کو بھی نکال لو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا (یعنی جن کے دلوں میں ذرہ برابر یا رائی کے دانے کے برابر نور ایمان ہوگا ان کو بھی نکال لاؤں گا) اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کرم کی طرف پھر لوٹوں گا اور پھر ان ہی الہامی محامد کے ذریعہ اس کی حمد وثنا کروں گا اور اس کے آگے پھر سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پس مجھ سے فرمایا جائے گا۔ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو تمہاری سنی جائے گی اور جو مانگنا چاہو مانگو تم کو دیا جائے گا اور جو سفارش کرنا چاہو کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی پس میں عرض کروں گا میرے رب! میری امت، میری امت پس مجھ سے فرمایا جائے گا جاؤ اور جن کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کمتر بھی ایمان ہو ان کو بھی نکال لو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پس میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا (یعنی جن کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کمتر بھی ایمان کا نور ہوگا ان کو بھی نکال لاؤں گا) اور اس کے بعد چوتھی دفعہ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کرم کی طرف لوٹ کر آؤں گا اور ان ہی الہامی محامد کے ذریعہ اس کی حمد کروں گا پھر اس کے آگے سجدہ میں گر جاؤں گا پس مجھ سے فرمایا جائے گا اے محمد! اپنا سر سجدہ سے اٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو تمہاری سنی جائے گی اور جو مانگنا چاہو مانگو تم کو دیا جائے گا

اور جو سفارش کرنا چاہو کرو تمہاری سفارش مانی جائے گی پس میں عرض کروں گا کہ اے پروردگار! مجھے اجازت دیجئے ان سب کے حق میں جنہوں نے لاالہ اللہ کہا ہو (کہ میں ان سب کو بھی جہنم سے نکال لاؤں) اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ کام تمہارا نہیں ہے لیکن میری عزت وجلال اور میری عظمت وکبریائی کی قسم میں خود دوزخ سے ان سب کو نکال لوں گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہو۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُخْرَجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِيْ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِيْ يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ (بخاری)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک گروہ میری امت میں سے میری شفاعت سے دوزخ سے نکالا جائے گا جن کو ''جہنمی'' کے نام سے یاد کیا جائے۔ (ایسا توہین وتنقیص کے طور پر نہ ہوگا بلکہ جہنم سے نکالے جانے کی وجہ سے انکا یہ نام پڑ جائے گا۔ جو ان کے لئے خوشی کا باعث ہوگا کیونکہ یہ اللہ کے کرم کو یاد دلائے گا)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصاً مِنْ قَلْبِهٖ أَوْنَفْسِهٖ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: قیامت کے دن میری شفاعت سے بہرہ مند وہی ہوں گے جنہوں نے خلوص قلب سے لا الہ الا اللہ کہا ہو (کیونکہ اس کے بغیر ایمان نہیں اور ایمان کے بغیر جنت میں داخلہ نہیں ہوگا)۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِيْ (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے حق میں (بھی) ہوگی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہوں گے۔

شفاعت کون کون کرے گا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةٌ اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ. (ابن ماجه)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت میں تین طرح کے لوگ (خصوصیت سے) شفاعت کریں گے انبیاء پھر (اہل حق اور باعمل) علماء پھر شہداء۔

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں بعض افراد وہ ہوں گے جو جماعتوں اور قوموں کی شفاعت کریں گے (یعنی ان کا مقام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو قوموں کی شفاعت کی اجازت دے گا اور قوموں کے حق میں ان کی سفارش قبول فرمائے گا) اور بعض وہ ہوں گے جو ایک قبیلہ کے لئے شفاعت کریں گے اور بعض وہ ہوں گے جو عصبہ (یعنی دس سے چالیس تک کی تعداد والی کسی پارٹی) کے بارے میں شفاعت کریں گئے اور بعض وہ ہوں گے جو ایک آدمی کی سفارش کرسکیں گے (اور اللہ تعالیٰ ان سب کی شفاعتیں قبول فرمائے گا) یہاں تک کہ سب جنت میں پہنچ جائیں گے۔

جہنم میں داخلہ سے پہلے شفاعت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَفُّ أَهْلُ النَّارِ فَيَمُرُّ بِهِمُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَافُلَانُ أَمَا تَعْرِفُنِيْ أَنَا الَّذِيْ سَقَيْتُكَ شَرْبَةً وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَنَا الَّذِيْ وَهَبْتُ لَكَ وَضُوْءً فَيَشْفَعُ لَهُ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ (ابن ماجه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا (آخرت میں مسلمان) اہل دوزخ صف باندھے کھڑے کئے جائیں گے (یعنی اہل ایمان میں سے کچھ گنہگار لوگ جو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے دوزخ میں سزا پانے کے مستحق ہوں گے۔ وہ آخرت میں کسی موقع پر صف باندھے کھڑے ہوں گے) تو اہل جنت میں سے ایک شخص ان کے پاس سے گذرے گا تو صف والوں میں سے ایک شخص اس گذرنے والے جنتی کو پکار کر کہے گا: کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں وہ ہوں کہ ایک دفعہ میں نے تم کو پانی (یا کوئی اور مشروب) پلایا تھا اور اسی صف والوں میں سے کوئی اور کہے گا کہ میں نے تمہیں وضو کے لئے پانی دیا تھا پس یہ شخص اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کرے گا اور اس کو جنت میں داخل کرادے گا۔

جنت اور اس کی نعمتیں

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَاخَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاأُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (رسول اللہ ﷺ جب

کوئی بات اس تصریح کے ساتھ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اور وہ قرآن مجید کی آیت نہ ہو تو ایسی حدیث کو حدیث قدسی کہتے ہیں) میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خیال ہی گزرا ہے اور اگر تم چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِیَ لَھُم مِن قُرَّۃِ اَعْیُنٍ (جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی بھی ان نعمتوں کو نہیں جانتا جو ان بندوں کے لئے جو راہ خدا میں اپنا محبوب مال خرچ کرنے والے ہیں اور راتوں کو عبادت خداوندی میں مصروف رہنے والے ہیں چھپا کے اور محفوظ کر کے رکھی گئی ہیں جن میں ان کی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا سامان ہے)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (ایک تو جنت کی نعمت ہونے کی وجہ سے اور دوسرے اس کے کبھی بھی ختم نہ ہونے کی وجہ سے)۔

(**نوٹ**) عرب کا یہ رواج تھا کہ جب چند سواروں کا قافلہ چلتا تو جو سوار منزل پر اترتے وقت جہاں قیام کرنا چاہتا وہاں اپنا کوڑا ڈال دیتا پھر وہ جگہ اسی کی سمجھی جاتی اور وہ وہاں اپنا بستر یا خیمہ لگاتا اور کوئی دوسرا اس جگہ پر قبضہ نہ کرتا۔ اگر کسی کے پاس کوڑا نہ ہوتا کمان ہوتی تو وہ اس غرض سے اپنی کمان ڈال دیتا تھا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَدْوَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ أَوْرَوْحَةٌ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْهَا وَلَوْأَنَّ اِمْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَتْ إِلَی الْأَرْضِ لَأَضَاءَ تْ مَابَیْنَهُمَا وَلَمَلَأَتْ مَابَیْنَهُمَا رِیْحاً وَلَنَصِیْفُهَا عَلٰی رَأْسِهَا خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا. (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: راہ خدا میں ایک دفعہ صبح کا نکلنا یا شام کا نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر اہل جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان یعنی جنت سے لے کر زمین تک روشنی ہی روشنی ہو جائے اور مہک اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کی صرف اوڑھنی بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ فِیْ الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا یَقْطَعُهَا وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِکُمْ فِیْ الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ

أَوْتَغْرُبُ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ سوار اس کے سائے میں سو سال چلے اور پھر بھی اس کو پار نہ کر سکے اور جنت میں تم میں سے کسی کی کمان کے بقدر جگہ بھی اس ساری کائنات سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاكُلُوْنَ فِيْهَا وَ يَشْرَبُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّحْمِيْدَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ. (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہل جنت جنت میں کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی لیکن نہ تو انہیں تھوک آئے گا اور نہ پیشاب پاخانہ ہوگا اور نہ ان کی ناک سے ریزش آئے گی۔ بعض صحابہ نے عرض کیا تو کھانے کا کیا ہوگا؟ (یعنی جب پیشاب پاخانہ کچھ بھی نہ ہو گا تو جو کچھ کھایا جائے گا وہ آخر کہاں جائے گا؟) آپ نے فرمایا کہ ڈکار آئے گا اور پسینہ نکلے گا مشک کے پسینہ کی طرح (یعنی غذا کا جو اثر نکلنا ہوگا وہ انہی دو طریقوں سے نکل جایا کرے گا) اور ان اہل جنت کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کی حمد و تسبیح اس طرح جاری ہو گی جس طرح تمہارا سانس جاری رہتا ہے۔

عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ وَأَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَا إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يُنَادِیْ مُنَادٍ إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا أَبَداً وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا أَبَداً وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا أَبَداً وَ إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْأَسُوْا أَبَداً. (مسلم)

حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پکارنے والا (جنت میں جنتیوں کو مخاطب کر کے) پکارے گا کہ یہاں صحت ہی تمہارا حق ہے (اور تندرستی ہی تمہارے لئے مقدر ہے) اس لئے اب تم کبھی بیمار نہ پڑو گے اور یہاں تمہارے لئے زندگی اور حیات ہی ہے اس لئے اب تمہیں موت کبھی نہ آئے گی اور تمہارے واسطے جوانی اور شباب ہی ہے، اس لئے اب کبھی تمہیں بڑھاپا نہیں آئے گا اور تمہارے واسطے یہاں چین اور عیش ہی ہے اس لئے اب کبھی تمہیں کوئی تنگی اور تکلیف نہ ہوگی۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ..... الْجَنَّةُ مَا بِنَائُهَا قَالَ لَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ

وَلَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَمِلَا طُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ وَحَصْبَاءُ هَا اللُّؤلُؤُ وَالْيَاقُوْتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ يَّدْخُلُهَا يَنْعَمُ وَلَايَبْأَسُ وَيَخْلُدُ وَلَايَمُوْتُ وَلَايَبْلٰى ثِيَابُهُمْ وَلَايَفْنٰى شَبَابُهُمْ. (احمد و ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ..... جنت کس چیز سے بنی ہے (یعنی اس کی تعمیر پتھروں سے ہوئی ہے یا اینٹوں سے یا کس چیز سے) ؟ آپ نے فرمایا اس کی تعمیر اس طرح ہے کہ ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی اور اس کا مسالہ (جس سے اینٹوں کو جوڑا گیا ہے) تیز خوشبودار مشک ہے اور وہاں کے سنگریزے جو بچھے ہوئے ہیں وہ موتی اور یاقوت ہیں اور وہاں کی خاک گویا زعفران ہے۔ جو لوگ اس جنت میں پہنچیں گے ہمیشہ عیش اور چین سے رہیں گے اور کوئی تنگی تکلیف ان کو نہ ہوگی اور ہمیشہ زندہ رہیں گے وہاں ان کو موت نہیں آئے گی اور کبھی ان کے کپڑے پرانے اور خستہ نہ ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی زائل نہ ہوگی۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ كَأَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِی السَّمَاءِ إِضَاءَ ةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ لَا إِخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا لَايَسْقَمُوْنَ وَلَا يُبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتْفِلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ آنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَأَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَ وَقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْأُلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ عَلٰى خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ أَبِيْهِمْ آدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعاً فِی السَّمَاءِ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلی (یعنی انبیاء کی) جماعت جو جنت میں داخل ہوگی اس میں شامل افراد کی صورتیں (چمک دمک میں) چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گی پھر ان کے بعد داخل ہونے والوں کی صورتیں آسمان پر سب سے زیادہ چمکدار ستارے کی طرح روشن ہوں گی۔ اہل جنت کے دل سب ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے (کہ ان میں کامل محبت اور اتفاق ہوگا) ان کے درمیان نہ کچھ اختلاف ہوگا اور نہ بغض ہوگا۔ اہل جنت میں سے ہر ایک مرد کو سفید بدن اور خوبصورت آنکھوں والی حوروں میں سے (کم از کم) دو بیویاں ملیں گی (جو اس قدر حسین ہوں گی کہ) حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلی کی ہڈی کا گودا ہڈی اور گوشت میں سے دیکھا جا سکے گا۔ صبح اور شام (یعنی ہر وقت) وہ اللہ کی تسبیح کریں گے۔

نہ بیمار ہوں گے نہ پیشاب آئے گا اور نہ پاخانے کی حاجت ہوگی نہ تھوکنے کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی بلغم و رینٹھ کو پھینکنے کی ضرورت ہوگی۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں بھی سونے کی ہوں گی (دنیا آزمائش کی جگہ ہے یہاں سونے چاندی کے سامان کو حرام ٹھہرایا جنت آزمائش کی جگہ نہیں اس لئے وہاں سونے چاندی کے سامان کا استعمال منع نہیں) ان کا پسینہ مشک کا ہو گا اور سب اہل جنت ایک شخص کے اخلاق پر ہوں گے اور سب اپنے والد حضرت آدم علیہ السلام کے قد پر ہوں گے جو کہ ساٹھ ہاتھ (یعنی تیس گز) ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ فِیْ الْجَنَّةِ لَسُوْقًا يَاتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْهُ فِیْ وُجُوْهِهِم وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَ جَمَالًا فَيَرْجِعُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَ جَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ أَهْلُوْهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدْ اِزْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالاً فَيَقُوْلُوْنَ وَأَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدْ اِزْدَدْ تُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا. (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی ہر جمعہ کو جایا کریں گے۔ وہاں شمالی ہوا چلے گی جو جنتیوں کے چہروں اور کپڑوں پر خوشبو بکھیرے گی اور ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا۔ پس وہ خوب زیادہ حسین وجمیل ہو کر اپنے گھر والوں کے پاس واپس جائیں گے۔ گھر کے لوگ کہیں گے کہ خدا کی قسم ہم سے جدا ہونے کے بعد تمہارا حسن و جمال بڑھ گیا ہے۔ وہ جواب میں کہیں گے خدا کی قسم ہمارے پیچھے تمہارے حسن و جمال میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

اہل جنت کے لئے حق تعالیٰ کی دائمی رضا مندی

عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَاأَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِیْ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ ؟ فَيَقُوْلُوْنَ وَمَالَنَا لَا نَرْضٰى يَارَبِّ وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ أَلَا أُعْطِيْكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَالِكَ فَيَقُوْلُوْنَ يَارَبِّ وَأَیُّ شَيْئٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَالِكَ ؟ فَيَقُوْلُ أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ أَبَداً. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ (جنتی جب جنت میں پہنچ جائیں گے اور وہاں کی نعمتیں ان کو عطا ہو جائیں گی تو) اللہ تعالیٰ ان کو مخاطب کر کے فرمائیں گے کہ اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں، آپ کی بارگاہ

قدس میں حاضر ہیں، اور ساری خیر اور سب بھلائی آپ ہی کے قبضے میں ہے (جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں، یا عطا نہ فرمائیں)۔ پھر اللہ تعالیٰ (ان بندوں سے فرمائیں گے جنت اور جو نعمتیں جنت میں تم کو دی گئیں) کیا تم (ان سے) خوش اور راضی ہو؟ یہ جنتی بندے عرض کریں گے اے پروردگار! جب آپ نے ہمیں یہاں وہ کچھ نصیب فرمایا ہے جو اپنی کسی مخلوق کو نہیں دیا تھا (اور ہم یہاں آپ کی بخشش اور بے بہا عنایتوں ونعمتوں سے مالا مال ہیں) تو ہم کیوں راضی اور خوش نہ ہوں گے! اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں تمہیں اس سب سے اعلیٰ و افضل ایک چیز اور دوں! وہ بندے عرض کریں گے کہ خداوندا! وہ کیا چیز ہے' جو (اس جنت اور اس کی ان نعمتوں) سے بھی افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم کو اب اپنی (دائمی اور ابدی) رضا مندی اور خوشنودی کا تحفہ دیتا ہوں' اس کے بعد اب میں کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔

جنت میں باری تعالیٰ کا دیدار

عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ ؟ فَيَقُوْلُوْنَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ إِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ فَمَا أُعْطُوْا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظْرِ إِلٰى رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (مسلم)

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائیں گے کیا تم چاہتے ہو میں تم کو ایک چیز مزید عطا کروں ؟ (یعنی تم کو جو کچھ اب تک عطا ہوا اس پر مزید اور اس سے سوا ایک خاص چیز اور عنایت کروں)۔ وہ بندے عرض کریں گے آپ نے ہمارے چہرے روشن کئے (یعنی سرخروئی اور خوبروئی عطا فرمائی) اور دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کیا (اب اس کے آگے اور کیا چیز ہوسکتی ہے جس کی ہم خواہش کریں) حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان بندوں کے اس جواب کے بعد یکا یک حجاب اٹھ جائے گا (یعنی ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا جائے گا) پس وہ روئے حق اور جمال الٰہی کو بے پردہ دیکھیں گے، پس ان کا حال یہ ہوگا (اور وہ محسوس کریں گے) کہ جو کچھ اب تک انہیں ملا تھا اس سب سے زیادہ محبوب اور پیاری چیز ان کے لئے یہی دیدار کی نعمت ہے یہ بیان فرما کر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَة ''جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھی بندگی والی زندگی گزاری ان کے لئے اچھی جگہ ہے (یعنی جنت و مافیہا) اور اس پر مزید ایک نعمت

(یعنی دیدارحق) ہے۔

عَنْ أَبِیْ رُزَیْنٍ الْعُقَیْلِیْ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ أَکُلُّنَا یَرَیٰ رَبَّہٗ مُخْلِیاً بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ بَلٰی قُلْتُ وَمَا آیَۃُ ذَالِکَ فِیْ خَلْقِہٖ ؟ قَالَ یَا أَبَا رَزِیْنٍ أَلَیْسَ کُلُّکُمْ یَرَی الْقَمَرَ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ مُخْلِیًا بِہٖ قَالَ بَلٰی قَالَ فَإِنَّمَا ھُوَ خَلْقٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ أَجَلُّ وَأَعْظَمُ (ابوداؤد)

ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:۔ یا رسول اللہ! کیا قیامت میں ہم میں سے ہر ایک اپنے رب کو اکیلا (بغیر بھیڑ بھاڑ اور کشمکش کے) دیکھ سکے گا؟۔آپ نے فرمایا: ہاں ! دیکھ سکے گا۔ میں نے عرض کیا: اور کیا مخلوق میں اس کی کوئی نشانی (اور ہماری اس دنیا میں اس کی کوئی مثال بھی) ہے؟ آپ نے فرمایا: اے ابورزین ! کیا چودھویں رات کو تم میں سے ہر ایک چاند کو بجائے خود اور اکیلا بغیر بھیڑ بھاڑ کے نہیں دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: ہاں بیشک (چاند کو تو ہم سب اسی طرح دیکھتے ہیں)۔آپ نے فرمایا کہ: وہ تو اللہ کی مخلوق میں سے بس ایک ادنیٰ مخلوق ہے اور اللہ تو بڑی جلالت والا اور نہایت عظمت والا ہے (پھر اس کے لئے کیا چیز مشکل ہے)

جہنم اور اس کی ہولناکیاں

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا تَزَالُ جَھَنَّمُ یُلْقٰی فِیْھَا وَ تَقُوْلُ ھَلْ مِنْ مَزِیْدٍ حَتّٰی یَضَعَ رَبُّ الْعِزَّۃِ قَدَمَہٗ فِیْھَا فَیَنْزَوِیْ بَعْضُھَا إِلٰی بَعْضٍ وَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ وَعِزَّتِکَ وَ کَرَمِکَ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جہنم میں جتنے بھی لوگ ڈالے جائیں گے وہ (اپنی وسعت کی وجہ سے) یہی کہتی رہے گی کہ اور ہیں؟ (اور ہیں؟) یہاں تک رب العزت اپنا قدم اس پر رکھیں گے جس سے وہ سکڑ جائے گی (اور اس کا بعض حصہ دوسرے کے ساتھ مل جائے گا) اور کہے گی آپ کی عزت اور آپ کے کرم کی قسم بس بس (اب مزید سکڑنے کی طاقت نہیں)۔

فائدہ: یہ قدم ہماری طرح کا نہیں اور نہ ہی جسمانی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق کچھ ہے۔

عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ نَارُکُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِیْنَ جُزْأً مِنْ نَارِ جَھَنَّمَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ إِنْ کَانَتْ لَکَافِیَۃً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَیْھِنَّ بِتِسْعَۃٍ وَّ سِتِّیْنَ جُزْأً کُلُّھُنَّ مِثْلُ حَرِّھَا. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری اس دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ عرض کیا گیا کہ: یا رسول اللہ ﷺ! یہی (دنیا کی آگ عذاب کے لئے) کافی تھی؟ (چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں اور ان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اگر ہمیں اس کی کوئی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے فعل کا حکمت سے خالی ہونا لازم نہیں آتا اس لئے ان صاحب کے جواب میں) آپ نے فرمایا (یہاں اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کے فعل کو پیش نظر رکھنا ہے اور وہ یہی ہے کہ) دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مقابلہ میں انہتر درجہ بڑھا دی گئی ہے اور ہر درجہ کی حرارت آتش دنیا کی حرارت کے برابر ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِيْ الْمِرْجَلُ مَايُرٰى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَ إِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا. (بخاری و مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان چپلوں کے تسمے آگ کے ہوں گے' ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا، کہ جس طرح چولھے پر دیگچی کھولتی ہے اور اس میں جوش آتا ہے وہ نہیں خیال کرے گا کہ کوئی شخص اس سے زیادہ سخت عذاب میں بھی ہے (یعنی وہ اپنے ہی کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں سمجھے گا) حالانکہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَاخُذُهُ النَّارُ إِلٰى كَعْبَيْهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ تَاخُذُهُ النَّارُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاخُذُهُ النَّارُ إِلٰى حُجْزَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاخُذُهُ النَّارُ إِلٰى تَرْقُوَتِهٖ (مسلم)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں میں سے بعض وہ ہوں گے کہ جن کو آگ پکڑے گی ان کے ٹخنوں تک اور بعض وہ ہوں گے کہ جن کو آگ پکڑے گی ان کے گھٹنوں تک اور بعض وہ ہوں گے جن کو آگ پکڑے گی ان کی کمر تک اور بعض وہ ہوں گے جن کو آگ پکڑے گی ان کی ہنسلی تک۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ فِي النَّارِ حَيَّاتٍ كَأَمْثَالِ الْبُخْتِ تَلْسَعُ اِحْداهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا أَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا وَإِنَّ فِي النَّارِ عَقَارِبَ

كَأَمْثَالِ الْبِغَالِ الْمُؤْكَفَةِ تَلْسَعُ إِحْداهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا أَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا (احمد)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ جہنم میں سانپ ہیں جو اپنی جسامت میں بختی اونٹوں کے برابر ہیں (جو حبشہ میں عام اونٹوں سے بھی بڑے ہوتے ہیں اور وہ اس قدر زہریلے ہیں کہ ان میں کا کوئی سانپ جب دوزخی کو ایک دفعہ ڈسے گا تو چالیس سال کی مدت تک وہ اس کے زہر کا اثر پائے گا (اور تڑپے گا) اور اسی طرح دوزخ میں بچھو ہیں جو (اپنی جسامت میں) پالان بندھے خچروں کی مانند ہیں (وہ بھی ایسے ہی زہریلے ہیں) کہ ان میں سے کوئی کسی دوزخی کو ایک دفعہ ڈنگ مارے گا تو چالیس سال تک وہ اس کے زہر کی تکلیف پائے گا۔

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْأَنَّ دَلْواً مِنْ غَسَّاقٍ يُهْرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَأَنْتَنَ أَهْلُ الدُّنْيَا. (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ: غساق (یعنی وہ سڑی ہوئی پیپ جو جہنمیوں کے زخموں سے نکلے گی اور جس کے متعلق قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے کہ وہی انتہائی بھوک میں ان کی غذا ہوگی وہ) اس قدر بدبودار ہوگی کہ اگر اس کا ایک ڈول اس دنیا میں بہادیا جائے تو ساری دنیا اس کی سڑاند سے) بدبودار ہو جائے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَءَ هٰذِهِ الْاٰ يَةَ اِتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلٰى أَهْلِ الْاَرْضِ مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُوْنُ طَعَامُهُ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِتَّقُو اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ (اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور فیصلہ کرلو کہ ہرگز نہ مرو گے مگر اس حال میں کہ تم مسلم یعنی اللہ کے فرمانبردار بندے ہو گے کیونکہ اللہ تمہارا خالق، مالک اور حاکم ہے تو تمہیں اس کی فرمانبرداری لازم ہے اور یہ نہ سمجھنا کہ اگر ہم نے فرمانبرداری نہ کی تو کیا ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نافرمانوں کے لئے بڑی ہولناک جہنم تیار کی ہے اور اس کی ہولناکی کو یوں) آپ نے بیان فرمایا کہ زَقُّوْمُ (جس کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ وہ جہنم میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے اور وہ دوزخیوں کی خوراک بنے گا (اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کر دے پس کیا گذرے گی اس شخص پر جس کا کھانا وہی زقوم ہوگا۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَا أَیُّهَا النَّاسُ ابْکُوْا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِیْعُوْا فَتَبَاکُوْا فَإِنَّ أَهْلَ النَّارِ یَبْکُوْنَ فِی النَّارِ حَتّٰی تَسِیْلَ دُمُوْعُهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ کَأَنَّهَا جَدَاوِلُ حَتّٰی تَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ فَتَسِیْلُ الدِّمَاءُ فَتَقَرَّحُ الْعُیُوْنُ فَلَوْ أَنَّ سُفُنًا أُرْجِیَتْ فِیْهَا لَجَرَتْ (شرح السنة)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (اپنے ایک خطاب میں) فرمایا کہ: اے لوگو! (اللہ اور اس کے عذاب کے خوف سے) خوب رواور اگر تم یہ نہ کرسکو یعنی اگر حقیقی گریہ کی کیفیت تم پر طاری نہ ہو کیونکہ وہ ایسی اختیاری چیز نہیں ہے کہ آدمی جب چاہے اس کو اپنے اندر پیدا کر سکے (تو پھر اللہ کے قہر اور اس کے عذاب کا خیال کر کے) تکلف سے رو اور رونے کی شکل بناؤ) کیونکہ دوزخی دوزخ میں اتنا روئیں گے، اتنا روئیں گے کہ ان کے چہروں پر ان کے آنسو ایسے بہیں گے کہ گویا وہ (بہتی ہوئی) نالیاں ہیں یہاں تک کہ آنسو ختم ہو جائیں گے اور پھر آنسوؤں کی جگہ) خون بہے گا اور پھر اس خون بہنے سے) آنکھوں میں زخم پڑ جائیں گے (اور پھر ان زخموں سے اور زیادہ خون جاری ہوگا اور ان دوزخیوں کے ان آنسوؤں اور خونوں کی مجموعی مقدار اتنی ہوگی کہ اگر کشتیاں اس میں چلائی جائیں تو خوب چلیں۔

جنت و دوزخ کا تقابل اور اس کے بارے میں تنبیہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَسَلَّمَ حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَکَارِهِ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ شہوتوں اور لذتوں سے گھیر دی گئی ہے اور جنت سختیوں اور مشقتوں (یعنی شرعی احکام کی پابندیوں) سے گھیر دی گئی ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرَئِیْلَ اِذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَیْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَیْهَا وَ إِلٰی مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِیْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَیْ رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَا یَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَکَارِهِ ثُمَّ قَالَ لِجِبْرَئِیْلَ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَیْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَیْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَیْ رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَقَدْ خَشِیْتُ أَنْ لَایَدْخُلَهَا أَحَدٌ قَالَ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ النَّارَ قَالَ یَاجِبْرَئِیْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَیْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَیْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَیْ رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَایَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَیَدْخُلُهَا فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ یَاجِبْرَ ئِیْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَیْهَا قَالَ فَذَ هَبَ فَنَظَرَ إِلَیْهَا فَقَالَ أَیْ رَبِّ وَعِزَّ تِکَ لَقَدْ خَشِیْتُ أَنْ لَایَبْقٰی أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا. (ترمذی و نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب اللہ نے جنت کو بنایا تو (اپنے مقرب فرشتے) جبرئیل سے فرمایا کہ تم جاؤ اور اس کو دیکھو (کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے، اور اس میں کیسی کیسی نعمتیں پیدا کی ہیں) چنانچہ وہ گئے، اور انہوں نے جا کر جنت کو اور راحت و لذت کے ان سامانوں کو دیکھا جو اللہ تعالی نے اہل جنت کے لئے اس میں تیار کئے ہیں، اور پھر حق تعالی کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خداوندا! آپ کی عزت وعظمت کی قسم (آپ نے تو جنت کو ایسا حسین بنایا ہے، اور اس میں راحت و لذت کے ایسے ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ) جو کوئی بھی اس کا حال سن پائے گا وہ اس میں ضرور پہنچے گا (یعنی اس کا حال سن کر وہ دل و جان سے اس کا طالب بن جائے گا، اور پھر اس میں پہنچنے کے لئے پوری کوشش کرے گا اور اس طرح اس میں پہنچ ہی جائے گا) پھر اللہ تعالی نے اس جنت کو (نفس کی) ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دیا (جو اس بات کی مثالی صورت تھی کہ جنت تک رسائی ان احکام کو پورا کر کے ہوگی جو نفس پر شاق اور گراں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جنت میں پہنچنے کے لئے احکام کی اطاعت کی گھاٹی کو عبور کرنے کی شرط لگا دی جس میں طبیعتوں کو اور نفسوں کو بڑی سختی اور دشواری محسوس ہوتی ہے) اور پھر جبرئیل سے فرمایا کہ اب پھر جاؤ، اور پھر اس جنت کو (اور اس کے گرداگرد لگائی ہوئی نئی باڑھ کو) دیکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ پھر گئے اور جا کر پھر جنت کو دیکھا اور اس مرتبہ آ کر فرمایا کہ خداوندا قسم آپ کی عزت وعظمت کی، اب تو مجھے یہ ڈر ہے کہ اس میں کوئی بھی نہ جا سکے گا (مطلب یہ ہے کہ جنت میں جانے کے لئے شرعی احکام کی پابندی کی گھاٹی کو عبور کرنے کی جو شرط آپ کی طرف سے لگائی گئی ہے وہ نفس اور نفسانی خواہشات رکھنے والے انسان کے لئے اتنی شاق اور اس قدر دشوار ہے، کہ اس کو کوئی بھی پورا نہ کر سکے گا اسلئے مجھے ڈر ہے کہ اب اس جنت کو شاید کوئی بھی حاصل نہ کر سکے گا)۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، کہ پھر اللہ تعالی نے جب دوزخ کو بنایا تو جبرئیل سے فرمایا کہ جاؤ اور ہماری بنائی ہوئی دوزخ کو (اور اس میں انواع واقسام کے عذاب کے جو سامان پیدا کئے ہیں ان کو) دیکھو، چنانچہ وہ گئے اور جا کر اس کو دیکھا اور آ کر عرض کیا: خداوندا! آپ کی عزت کی قسم (آپ نے دوزخ کو تو ایسا بنایا ہے، کہ میرا خیال ہے کہ) جو کوئی بھی اس کا حال سن لے گا وہ کبھی بھی اس میں نہ جائے گا (یعنی ایسے کاموں کے پاس نہیں جائے گا جو آدمی کو دوزخ میں پہنچانے والے ہیں) اسکے بعد اللہ تعالی نے دوزخ کو شہوتوں اور نفسانی لذتوں سے گھیر دیا (مطلب یہ ہے، کہ نفسانی خواہشات والے وہ اعمال جن میں انسان کی طبیعت اور نفس کے لئے بڑی کشش ہے،

جہنم کے گردان کو پھیلا دیا، اور اس طرح جہنم کی طرف جانے کے لئے ایک بڑی کشش پیدا ہوگئی)، اور پھر اللہ تعالی نے جبرئیل سے فرمایا:۔ اب پھر جا کر اس دوزخ کو دیکھو۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل پھر گئے اور جا کر اس کو (اور اسکے گرد شہوات و لذات کے پھیلاؤ کو) دیکھا اور آ کر عرض کیا: خدا وندا ! آپ کی عزت و جلال کی قسم اب تو مجھے ڈر ہے کہ سب انسان اسی میں نہ پہنچ جائیں۔ (مطلب یہ ہے کہ جن شہوتوں اور لذتوں سے آپ نے جہنم کو گھیر دیا ہے ان میں نفس رکھنے والے انسانوں کے لئے اتنی زبردست کشش ہے کہ ان سے رکنا بہت مشکل ہے اور اسلئے خطرہ ہے کہ ساری اولاد آدم نفسانی لذات وشہوات کی کشش سے مغلوب ہوکر دوزخ ہی میں نہ پہنچ جائے)۔

دنیا کی راحت وتکلیف کا آخرت کی راحت وتکلیف سے تقابل

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ القِيٰمَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْم'' قَطُّ ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَارَبِّ ! وَيُؤتٰى بِأَ شَدِّ النَّاسِ بُؤسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَه' يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ بُؤسًا قَطُّ وَ هَلْ مَرَّ بِّكَ شِدَّةٌ قَطُّ ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِيْ بُؤسٌ قَطُّ وَلَا رأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے (یعنی ان لوگوں میں سے جو اپنے کفر وشرک کی وجہ سے یا فسق و فجور کی وجہ سے دوزخ میں جانے والے ہوں گے) ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے اپنی دنیا کی زندگی نہایت عیش وآرام کے ساتھ گذاری ہوگی اور اس کو دوزخ کی آگ میں ایک غوطہ دلایا جائے گا (یعنی جس طرح کپڑے کو رنگتے وقت رنگ میں ڈال کر اور بس ایک ڈوب دے کر نکال لیتے ہیں اسی طرح اس شخص کو دوزخ کی آگ میں ڈال کر فورا نکال لیا جائے گا جس کی شدت کا یہ اثر ہوگا کہ سابقہ راحت کا خیال بھی مٹ جائے گا) پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کہ اے آدم کے فرزند ! کیا تو نے کبھی خیریت اور اچھی حالت دیکھی ہے، اور کیا کبھی عیش وآرام کا کوئی دور تجھ پر گذرا ہے؟ وہ کہے گا کبھی نہیں، قسم خدا کی اے پرور دگار ! اور ایک شخص اہل جنت میں سے (یعنی ان خوش نصیب بندوں میں سے جو اپنی ایمان والی زندگی کی وجہ سے جنت کے مستحق ہوں گے) ایسا لایا جائے گا جس کی زندگی دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف میں اور دکھ میں گذری ہوگی ، اور اس کو ایک غوطہ جنت میں دیا جائے گا (یعنی جنت کی فضاؤں اور ہواؤں میں پہنچا کر فورا نکال لیا جائے گا (جس کا اثر یہ ہوگا کہ سابقہ تکلیف کا خیال تک مٹ جائے

گا) اور اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے فرزند! کیا کبھی تو نے کوئی دکھ دیکھا ہے، اور کیا تجھ پر کوئی دور شدت اور تکلیف کا گذرا ہے تو وہ کہے گا نہیں، خدا کی قسم اے میرے پروردگار! مجھ پر کبھی کوئی تکلیف نہیں گذری، اور میں نے کبھی کسی تکلیف کا منہ نہیں دیکھا۔

جنت و دوزخ کی حقیقت سے لوگوں کی بے فکری

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا رَأَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا. (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے نہیں دیکھی دوزخ کی طرح کی کوئی خوفناک بلا، کہ سوتا ہو اس سے بھاگنے والا، اور نہیں دیکھی میں نے جنت کی طرح کی کوئی مرغوب و محبوب چیز کہ سوتا ہو اس کا چاہنے والا (یعنی جنت کا سن کر ہر ایک اس کا طلبگار ہوتا ہے لیکن پھر بھی بہت سے اس کے لئے کوشش سے غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح جہنم کا سن کر ہر ایک اس سے دور رہنا چاہتا ہے لیکن پھر بھی بہت سے اس سے بچنے سے غفلت میں پڑے رہتے ہیں)۔

باب: 5

تقدیر

تقدیر کو ماننا ایمان کا اہم جزو ہے

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِی صلی الله علیه وسلم قَالَ لِكُلِّ شَیءٍ حَقِیْقَةٌ وَمَا بَلَغَ عَبْدٌ حَقِیْقَةَ الْإِیْمَانِ حَتّٰی یَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَهٗ لَمْ یَكُنْ لِیُخْطِئَهٗ وَمَا أَخْطَأَهٗ لَمْ یَكُنْ لِیُصِیْبَهٗ. (احمد)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے (جس کے بغیر وہ چیز کالعدم ہوتی ہے) اسی طرح ایمان کی بھی ایک حقیقت ہے (جس کے بغیر ایمان معدوم قرار پائے گا) اور بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت نہیں پا سکتا جب تک اس کا یقین نہ رکھے کہ جو کچھ اس کو پہنچ گیا (خواہ راحت کا سامان ہو یا مصیبت کا سامان ہو) یہ ناممکن تھا کہ اس کو نہ پہنچتا اور (راحت یا تکلیف کا) جو (سامان) اس کو نہیں پہنچا یہ بھی ناممکن تھا کہ اس کو پہنچ جاتا۔

عَنْ أَبِی حَفْصَةَ قَالَ قَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ لِابْنِهٖ یَا بُنَیَّ إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِیْقَةِ الْإِیْمَانِ حَتّٰی تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ یَكُنْ لِیُخْطِئَكَ وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ یَكُنْ لِیُصِیْبَكَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم یَقُوْلُ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْقَلَمَ وَقَالَ لَهٗ اُكْتُبْ فَقَالَ رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ قَالَ اكْتُبْ مَقَادِیْرَ كُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ یَا بُنَیَّ إِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم یَقُوْلُ مَنْ مَاتَ عَلٰی غَیْرِ هٰذَا فَلَیْسَ مِنِّیْ. (ابو داؤد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند سے کہا اے میرے عزیز بیٹے تم کو اس وقت تک ایمان کی حقیقت کی لذت نہیں مل سکتی جب تک کہ تم اس کا یقین نہ کرو کہ جو (خیر و شر) تم کو پہنچ گیا یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ تم کو نہ پہنچتا اور جو نہیں پہنچا اس کا تمہیں پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو شے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بنائی وہ قلم ہے پھر اس کو حکم دیا کہ لکھ۔ اس نے عرض کی کہ پروردگار کیا لکھوں ارشاد ہوا قیامت تک جس چیز کے لئے جو کچھ مقدر ہو چکا ہے وہ سب لکھ۔ اے میرے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ جو شخص

اس عقیدہ کے سوا کسی دوسرے عقیدہ پر مرے گا وہ مجھ سے نہ ہوگا۔ (یعنی وہ میرے طریقہ پر نہ ہوگا)

ہر انسان سے متعلق تقدیر کے ثبوت اور ظہور کے مراحل

تقدیر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ازلی علم و ارادہ میں تھی۔ پھر اس کا پہلا ظہور اس وقت ہوا جب قلم کو حکم دے کر تمام مخلوقات کے مقدر ایک جگہ یعنی لوح محفوظ میں لکھوائے گئے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہ بِنْ عَمْرٍوقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَتَبَ اللّٰہُ مَقَادِیْرَالْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ یَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِیْنَ أَلْفَ سَنَۃٍ قَالَ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال قبل تمام مخلوقات کے لئے جو بھی مقدر فرما دیا تھا وہ سب (قلم کو لکھنے کا حکم دے کر) کتابت کی صورت میں محفوظ کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔

انسانوں سے متعلق تقدیر الٰہی کا دوسرا ظہور اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما لیا

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ یَسَارِ الْجُھَنِیِّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنْ ھٰذِہِ الْآیَۃِ وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ فَقَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سُئِلَ عَنْھَا فَقَالَ إِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَھْرَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْہُ ذُرِّیَّۃً فَقَالَ خَلَقْتُ ھٰؤُلَاءِ لِلْجَنَّۃِ وَبِعَمَلِ أَھْلِ الْجَنَّۃِ یَعْمَلُوْنَ ثُمَّ مَسَحَ ظَھْرَہٗ فَاسْتَخْرَجَ مِنْہُ ذُرِّیَّۃً فَقَالَ خَلَقْتُ ھٰؤُلَاءِ لِلنَّارِوَبِعَمَلِ أَھْلِ النَّارِ یَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَفِیْمَ الْعَمَلُ ؟ فَقَالَ إِنَّ اللّٰہَ إِذَاخَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّۃِ اِسْتَعْمَلَہٗ بِعَمَلِ أَھْلِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَمُوْتَ عَلٰی عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیُدْخِلُہٗ بِہِ الْجَنَّۃَ وَ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اِسْتَعْمَلَہٗ بِعَمَلِ أَھْلِ النَّارِ حَتّٰی یَمُوْتَ بِعَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ اَھْلِ النَّارِ فَیَدْخُلُ بِہِ النَّارَ. (مالک)

مسلم بن یسار جہنی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی (وَإِذْ أَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُھُوْرِ ھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ) تو انہوں نے کہا اس آیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کئے جانے پر میں نے خود سنا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا پھر ان کی پشت پر ایک مرتبہ ہاتھ پھیر کر کچھ اولاد نکالی

اور فرمایا کہ یہ میں نے جنت کے لئے بنائے ہیں اور جنتیوں ہی کے سے عمل یہ کریں گے۔ اس کے بعد پھر ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور پھر کچھ اولاد نکالی اور ان کے متعلق فرمایا کہ یہ میں نے دوزخ کے لئے بنائے ہیں اور دوزخیوں ہی کے سے عمل یہ کریں گے۔ اس پر ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول (جب ہمارا جنتی یا جہنمی ہونا طے ہو چکا ہے) تو پھر اب عمل کس لئے کریں؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو (وہ بندہ اپنے کسب و اختیار سے جنت کی راہ کو اختیار کرتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ) اس سے جنتی شخص کے سے عمل بھی کرا لیتا ہے یہاں تک کہ اس کا خاتمہ بھی جنتیوں کے اعمال پر ہوتا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اختیاری اعمال پر جزا کے طور پر جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ اور جب کسی کو دوزخ کے لئے پیدا فرماتا ہے تو (وہ بندہ اپنے کسب و اختیار سے دوزخ کی راہ کو اختیار کرتا ہے جس میں وہ اپنے اوپر کوئی جبر اور زبردستی کو نہیں پاتا اور اس طرح) اس سے عمل بھی دوزخی شخص کے کرا لیتا ہے یہاں تک اس کا خاتمہ بھی ان ہی اعمال پر کر دیتا ہے جو دوزخی لوگوں کے ہیں اور ان اعمال کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ اس کو آخر دوزخ میں داخل کر دیتا ہے (حاصل یہ ہے کہ تقدیر نے تمہارا اختیار سلب نہیں کیا جو تم خود بھی محسوس کرتے ہو اور اپنے اختیار سے جس راہ کو بھی اختیار کرتے ہو بس سمجھو کہ یہ راہ تمہاری تقدیر میں لکھی ہوئی تھی اور تمہارے اختیار پر ہی آخرت کا نتیجہ ظاہر ہوگا)۔

تقدیر الٰہی کا تیسرا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب بچہ رحم مادر میں ہوتا ہے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ وَ كَّلَ اللّٰهُ بِالرَّحِمِ مَلَكاً فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ نُطْفَةٌ أَيْ رَبِّ عَلَقَةٌ أَيْ رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ اللّٰه أَنْ يَّقْضِيَ خَلْقَهَا قَالَ أَيْ رَبِّ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثٰى أَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْأَجَلُ فَيَكْتُبُ كَذٰلِكَ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے وہ یہ عرض کرتا رہتا ہے پروردگار ابھی تک یہ نطفہ ہے، پروردگار اب یہ جمے ہوئے خون کی شکل ہو گیا پروردگار اب یہ گوشت کا لوتھڑا بن گیا پھر جب اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرماتے ہیں کہ اس کی تخلیق کو پورا فرما دیں تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے اے میرے پروردگار اس کے متعلق کیا لکھوں مرد ہوگا یا عورت؟ بدبخت ہوگا یا نیک بخت؟ پھر اس کا رزق کتنا ہوگا؟ اور عمر کتنی ہو گی؟ تو وہ فرشتہ اسی طرح سے یہ (ساری باتیں) ماں کے پیٹ کے اندر ہی لکھ دیتا ہے۔

جو تقدیر کا انکار کرے

عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ قَالَ كَانَ أَوَّلُ مَنْ قَالَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدُ الْجُهَنِيُّ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ أَوْ مُعْتَمِرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْ لَقِيْنَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عليه وسلم فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلاً الْمَسْجِدَ فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِيْ أَحَدُنَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِيْ سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ إِنَّهٗ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا أُنَاسٌ يَقْرَئُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ وَذَكَرَ مِنْ شَانِهِمْ وَأَنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ أَنْ لَا قَدَرَ وَأَنَّ الْأَمْرَ أُنُفٌ قَالَ إِذَا لَقِيْتَ أُولٰئِکَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّيْ بَرِيْءٌ مِنْهُمْ وَأَنَّهُمْ بُرَءَاءُ مِنِّيْ وَالَّذِيْ يَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً فَأَنْفَقَهٗ مَاقَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ (ابوداؤد)

یحییٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر میں جس نے سب سے پہلے کلام (اور انکار) کیا وہ بصرہ میں ایک شخص معبد جہنی تھا۔ میں اور میرے ساتھ حمید بن عبدالرحمٰن حمیری حج یا عمرہ کی نیت سے نکلے تو ہم نے کہا کاش ہمیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی شخص مل جاتا تو ہم ان سے ان شبہات کے متعلق جو یہ لوگ تقدیر کے بارے میں نکالتے رہتے ہیں کچھ باتیں دریافت کر لیتے۔ اتفاق سے ہمیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات نصیب ہوگئی جبکہ وہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ بس میں اور میرا ساتھی ان کے ساتھ چمٹ گئے ایک ان کی دائیں جانب سے اور دوسرا بائیں جانب سے۔ میں جانتا تھا کہ میرا رفیق سلسلہ گفتگو کا آغاز میرے ہی سپرد کرے گا اس بناء پر میں نے ہی عرض کی کہ اے ابوعبدالرحمٰن (یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) ہمارے اطراف میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علم میں بہت کدو کاوش بھی کرتے ہیں پھر ان کی مفصل روئیداد بیان کی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں اور دنیا کے واقعات کسی تقدیر کے بغیر یونہی چلتے رہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان کو مطلع کر دینا کہ میں ان سے بیزار ہوں اور ان کا بھی مجھ سے کوئی جوڑ نہیں رہا۔ اس ذات کی قسم جس کے نام کی قسم عبداللہ بن عمر کھاتا ہے کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور وہ اس کو خیرات کر ڈالے جب بھی وہ اس وقت تک اس سے قبول نہیں کیا جائے گا جب تک تقدیر پر اس کا ایمان نہ ہو (کیونکہ تقدیر کا انکار کفر ہے اور کفر کے ہوتے ہوئے اعمال قبول نہیں ہوتے)۔

فائدہ: تقدیر کا وہ درجہ جو اللہ تعالیٰ کے ازلی علم و ارادہ میں ہے وہ چونکہ قطعی دلائل سے ثابت ہے اس لئے اس پر ایمان فرض ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ بعض ابتدائی معتزلہ مثلاً ہشام اس درجہ کے منکر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اشیاء و حوادث کے وقوع سے قبل اللہ تعالیٰ کو ان کا علم نہیں ہوتا۔

تقدیر کا کتابی درجہ یعنی آئندہ کی ہر ہر بات کا لوح محفوظ میں لکھا جانا اور نفاذ کا درجہ یعنی ہر ہر کام کا اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہونا یہ چونکہ ظنی دلائل سے ثابت ہیں اس لئے ان کا انکار فسق و بدعت ہے کفر نہیں۔ اکثر معتزلہ تقدیر علمی کے تو قائل ہیں البتہ تقدیر کے ان درجوں کے منکر ہیں لہٰذا بدعتی ہیں کافر نہیں مثلاً یہ لوگ اس بات کو تو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے آئندہ ہونے والے اختیاری افعال کا ازلی علم ہے البتہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ بندے اپنے اختیار اور ارادے اور اپنی قدرت سے وہ افعال کریں۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ارادے کو ان افعال کے وجود کے ساتھ متعلق نہیں کیا جس کا مطلب یہ نکلا کہ بندوں کے اختیاری افعال محض بندوں کے ارادے و اختیار سے وجود میں آجاتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَ إِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ. (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تقدیر کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوسی ہیں اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت بھی نہ کرنا اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں بھی شریک نہ ہونا۔

فائدہ: مجوسی ایک سے زائد یعنی دو خداؤں کے قائل تھے ایک کو وہ خیر کا خالق مانتے ہیں اور دوسرے کو وہ شر کا خالق مانتے ہیں۔ تقدیر کا منکر جب یہ خیال رکھتا ہے کہ اس کے افعال اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادہ و علم کے تحت نہیں تو وہ ان کو محض اپنے ارادہ سے سمجھتا ہے اور اس طرح دنیا کے کاروبار و افعال میں دو ذاتیں ہوگئیں جن کا ارادہ اور منصوبہ مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ انسانوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ و منصوبہ اور بندوں کے افعال میں بندوں کا ارادہ و منصوبہ۔ پھر یہ لوگ فقط اسی پر نہیں ٹھہرتے بلکہ منصوبہ و ارادہ میں اپنی آزادی و استقلال کو دیکھ کر یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں۔ اس طرح سے یہ ایک سے زائد خداؤں کے قائل ہوئے۔ ایک وہ جو عالم اور انسانوں کا خالق ہے اور دوسرا ہر ہر بندہ جو اپنے افعال کا خود منصوبہ ساز اور خالق ہے حالانکہ عالم اور اس میں جو کچھ ہوا اور ہوتا ہے اس کی منصوبہ سازی اور اس کی خالقیت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

عَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ أَتَيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ وَقَعَ فِيْ نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدْرِ فَحَدِّثْنِيْ بِشَيْءٍ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُذْهِبَهُ مِنْ قَلْبِيْ فَقَالَ لَوْ أَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمَا وَاتِهٖ وَأَهْلَ أَرْضِهٖ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَا نَتْ رَحْمَتُهُ خَيْراً لَّهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَأَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ وَلَوْمُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ أَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِيْ عَنِ النَّبِيِّ صلى اللّٰه عليه وسلم مِثْلَ ذٰلِكَ (ابوداؤد)

ابن دیلمی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ تقدیر کے متعلق میرے دل میں کچھ شبہات پڑ گئے ہیں لہذا آپ کچھ فرمائیے شاید (اس کی برکت سے) اللہ تعالیٰ میرے قلب سے ان کا ازالہ فرما دے (اور ایسا باطنی نور پیدا فرما دے کہ شبہات کی کھٹک ہی سینے سے نکل جائے۔ چونکہ مسئلہ تقدیر میں گفتگو اور شبہات کی تان جس جگہ پر جا کر ٹوٹتی ہے وہ انسانی جزاء وسزا کا مسئلہ ہے اس لئے) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے (یہاں اس دکھتی رگ کو پکڑ لیا اور اپنے کلام کا آغاز اسی سے کیا اور) فرمایا (سنو عدل ہر اس تصرف کو کہتے ہیں جو اپنی ملکیت میں ہوتا ہے اور ظلم کہتے ہیں کسی کے حق دبا لینے کو، اب سوچو کہ زمین وآسمان میں ایسا کون ہے جس کو ثواب دینا حق تعالیٰ پر لازم اور ضروری حق ہو لہٰذا جب یہ حق کسی کا بھی نہیں تو اگر کسی کو بھی جنت عطا نہ کرے اور سب کو جہنم میں ڈال دے تو یہ ظلم کیوں ہو بلکہ چونکہ یہ تصرف اپنی ہی ملک میں ہوگا اس لئے اس کو عین عدل کہا جائے گا اور فضل یہ ہے کہ جو کسی کا حق نہ ہو اس کو محض اپنے کرم سے عطا کر دینا۔ لہذا اگر وہ سب کو یا بعض کو ثواب اور جنت عطا کر دے تو یہ محض اس کا فضل ہوگا اور فضل کے متعلق یہ سوال ہی نہیں ہوسکتا کہ فلاں شخص پر کیوں کیا اور فلاں پر کیوں نہیں کیا۔ یہ تو مالک اور حکیم کی اپنی مرضی کی بات ہے جس پر چاہے کرے جس پر چاہے نہ کرے۔ پھر حکمت والا ہے یہ خوب جانتا ہے کہ کس کو اس نے اپنے فضل کا لائق بنایا ہے اور کس کو نہیں بنایا تو اگر اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی تمام مخلوق کو عذاب میں ڈال دے تو بھی اس کو ظالم نہیں کہا جا سکتا اور اگر سب پر رحم فرما دے تو (چونکہ اس رحمت میں کسی کا استحقاق نہیں اس لئے) اس کی رحمت ان کے اعمال سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔ (جب جزاء وسزا کی اصل حقیقت سمجھ لی اور شبہ کی بنیاد باقی نہ رہی تو سنو)

جب تک تم تقدیر پر یقین نہ کرو اور اس کا یقین نہ رکھو کہ جو کچھ تم کو پہنچ گیا ناممکن تھا کہ نہ پہنچتا اور جو نہیں پہنچا یہ بھی غیر ممکن تھا کہ تم کو پہنچ جاتا اس وقت تک اگر تم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خیرات کر ڈالو جب بھی وہ تم سے (ایمان کے ایک اہم جزو نہ ہونے کی وجہ سے ایمان ہی کے معدوم ہونے کے باعث) قبول نہ فرمائے گا اور اگر اس عقیدہ کے سوا کسی دوسرے عقیدہ پر مروگے تو یاد رکھو دوزخ میں جاؤ گے۔

ابن دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس کے بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی یونہی فرمایا پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے بھی ایسے ہی فرمایا اور پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے یہ مضمون خود رسول اللہ ﷺ کی جانب سے نقل فرمایا۔

تقدیر پر ایمان کے بعد عمل کیوں

اس بارے میں کچھ کلام پہلے بھی گزر چکا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ إِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى. (بخاری و مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ٹھکانا دوزخ یا جنت میں لکھا نہ جا چکا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا پھر ہم اس نوشتہ خداوندی پر بھروسہ کر کے عملی جدوجہد کو ترک نہ کر دیں (یعنی جب قضا وقدر کا فیصلہ ہو چکا ہے تو اب ہماری عملی جدوجہد بیکار ہوگی) آپ ﷺ نے فرمایا عمل کئے جاؤ کیونکہ جو شخص جن اعمال کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس سے اسی قسم کے اعمال سرزد ہوں گے تو جو نیک ہوگا اسے توفیق ہی نیک کام کی ملے گی اور جو بدبخت ہوگا اس کے لئے بدبختی کے کاموں ہی کو کرنا آسان ہوگا (کیونکہ جیسے جنتی یا دوزخی ہونا تقدیر میں لکھا جا چکا اسی طرح جنتی یا دوزخی اعمال کا کرنا بھی لکھا جا چکا اور اگر چہ اعمال کا واقع ہو جانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے حالات کے موافق ہو جانے پر اور اللہ تعالیٰ کے ان کو تخلیق کرنے پر موقوف ہے لیکن بندہ ان میں اپنا اختیار وکسب استعمال کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور اعمال کا واقع ہو جانا اس پر

بھی موقوف ہے لہٰذا بندے کو لازم ہے کہ وہ اپنے اختیار کو نہ تو ترک کرے اور نہ ہی غلط راہ میں استعمال کرے۔ غرض بندے کو حکم ہے کہ وہ نیک اعمال کو اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی فرمانبرداری کرے۔ وہ اپنے حصے کا کام کرتا رہے اس کو چھوڑنے کی اسے اجازت نہیں تقدیر میں جو کچھ طے ہوا وہ محض اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اپنے کسب و اختیار کو یکسر نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کے کام میں لب کشائی کرنا بندے کا اپنی حدود سے تجاوز کرنا ہے)۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے ثبوت میں) قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَأَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی یعنی جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا ہے اور دل میں خدا سے ڈرتا ہے اور اسلام کی باتوں کو سچ جانتا ہے اس کے لئے ہم اپنی عادت کے موافق نیکی کا راستہ آسان کر دیں گے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیں گے۔

ایک روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذاً نَجْتَھِدُ) پھر تو ہم عمل میں جان توڑ کوشش کریں گے۔

تنبیہ: مسئلہ تقدیر ذہن میں جو اشکال پیش آتے ہیں ان کے حل کے لئے ہماری کتاب ''اسلامی عقائد'' کا باب 16 ملاحصہ فرمائیے جو عقیدہ تقدیر کے بیان میں ہے۔

تقدیر کے بارے میں بحث کرنے سے گریز کرنا چاہئے

عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِی الْقَدْرِ فَغَضِبَ حَتّٰی اِحْمَرَّ وَجْھُہٗ حَتّٰی کَأَنَّمَا فُقِئَ فِیْ وَجْنَتَیْہِ الرُّمَّانُ فَقَالَ أَبِھٰذَا أُمِرْتُمْ أَمْ بِھٰذَا أُرْسِلْتُ إِلَیْکُمْ إِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حِیْنَ تَنَازَعُوْا فِی ھٰذَا الْأَمْرِ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ أَلَّا تَنَازَعُوْا فِیْہِ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے اس وقت ہم تقدیر کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے۔ اس پر آپ کو اتنا غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ مبارک غصہ کے مارے سرخ ہو گیا یوں معلوم ہوتا تھا گویا آپ کے رخساروں میں انار (کا عرق) نچوڑ دیا گیا ہے۔ فرمایا کیا تم کو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے یا میں اسی بات کے لئے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں خوب یاد رکھو (تقدیر کو اجمالی طور پر سمجھنا آسان ہے کہ دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ازلی علم و ارادہ کے ماتحت ہے۔ اور اس کی تفصیل و بحث میں پڑو گے تو ذہن بہت سے خلجان میں مبتلا ہوں گے جن کو حل کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اور یہ چیز بہت سی گمراہیوں کا سبب بن جاتی ہے

اور اس مسئلہ کی تفصیل وبحثو جاننے کے تم مکلّف نہیں لہٰذا تم اس بحث میں اپنے آپ کو مت ڈالو) تم سے پہلی امتوں نے جب اس بارے میں جھگڑے نکالے تو وہ برباد ہوگئیں اس لئے میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم ہرگز اس بارے میں بحث وتمحیص نہ کرنا۔

تقدیر کے احاطہ کی وضاحت میں کچھ مثالیں

1- عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كُلُّ شَيءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعِجْزِ وَالْكَيْسِ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے یہاں تک کہ انسان کی (ذہنی) لاچاری بھی اور ہوشیاری بھی۔

2- عَنْ اُمِّ سَلِمَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا يَزَالُ يُصِيْبُكَ فِيْ كُلِّ عَامٍ وَجْعٌ مِنَ الشَّاةِ الْمَسْمُوْمَةِ الَّتِيْ أَكَلْتَ قَالَ مَا أَصَابَنِيْ شَيْءٌ مِنْهَا إِلَّا وَهُوَ مَكْتُوْبٌ عَلَيَّ وَآدَمُ فِيْ طِيْنَتِهٖ (ابن ماجه)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک مرتبہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتی ہوں کہ یہود کے کھلانے پر) زہر آلود بکری کا گوشت جو آپ نے کچھ کھایا تھا اس کی تکلیف ہر سال ہی آپ کو ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی وجہ سے جو تکلیف بھی مجھ کو ہوتی ہے وہ میرے مقدر میں اس وقت لکھی ہوئی تھی جبکہ (حضرت) آدم (علیہ السلام) گارے کی شکل میں تھے (یعنی ابھی ان کا جسم بھی تیار نہ ہوا تھا)۔

3- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهٗ مِنَ الزِّنٰى أَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَزِنَى الْعَيْنِ النَّظْرُ وَزِنَى اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِيْ وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ وَيُكَذِّبُهٗ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آیت الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ میں اللمم کی تفسیر میں ان باتوں سے زیادہ مناسب مجھے اور کوئی بات معلوم نہیں ہوسکی جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی تقدیر میں زنا کا جتنا حصہ (لوح محفوظ میں) لکھ دیا ہے وہ اس کو ضرور مل کر رہے گا پس آنکھ کا زنا تو (شہوت سے) غیر محرم کو دیکھنا ہے اور زبان کا زنا اجنبی عورت سے ناجائز قسم کی بات

چیت کرنا ہے اور نفس کا کام اس (یعنی زنا) کی خواہش کرنا اور تمنا کرنا ہے (غرض تقدیر میں صرف نیکیاں اور برائیاں ہی نہیں ان کے مقدمات بھی لکھ دیئے گئے ہیں) پھر آخر میں شرمگاہ اس کی تصدیق کر دیتی ہے (کہ مقدمات کے موافق وہ بھی زنا میں مبتلا ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ دیکھنا اور بات چیت کرنا اور ہاتھ بڑھانا سب زنا ہی کے طور پر تھا) یا تکذیب کر دیتی ہے (کہ خود زنا میں مبتلا نہیں ہوتی اور مقدمات کو زنا کے لئے ہونے میں جھٹلا دیتی ہے)۔

4- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهٖ أَرْبَعِيْنَ يَوْماً نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهٗ وَأَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَوَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهٗ أَنَّ أَحَدَ كُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّهِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَأَنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْ خُلُهَا. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا اور بلا شبہ آپ صادق تھے ایسے صادق جن کی جہان تصدیق کرتا تھا (آپ نے بیان فرمایا) کہ تم میں سے (ہر) ایک کی ابتدائی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں کی جاتی ہے (چالیس چالیس دن کے تین مراحل میں جن کو سائنسی تحقیقات سے قطع نظر کسی مناسبت سے تین موٹے موٹے نام دیئے گئے ہیں) چالیس دن مرحلہ نطفہ میں پھر اتنی مدت مرحلہ علقہ میں پھر اتنی ہی مدت مرحلہ مضغہ میں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ (کچھ اور باتوں کے ساتھ) چار باتوں کی تحریر کے لئے مقرر کرتا ہے وہ اس کے عمل، اس کی عمر، اس کا رزق اور نیک بخت و بد بخت ہونا لکھ دیتا ہے۔ اس کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ (پیدائش کے بعد) تم میں ایک شخص (ساری عمر) جنتی شخص کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا (یعنی بہت تھوڑا) فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن نوشتہ تقدیر غالب آ جاتا ہے اور وہ (اپنے کسب و اختیار سے راہ کو تبدیل کر کے) دوزخی شخص کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے (مثلاً کوئی مسلمان جو پہلے راہ راست پر تھا لیکن بڑی عمر میں جبکہ موت بہت قریب ہو گئی تھی کسی کفر یا گمراہی کو اختیار کر لیتا ہے اور یوں اپنے اختیار سے دوزخ میں جانے کا سامان تیار کر

لیتا ہے) اور اسی طرح تم میں سے ایک شخص ساری عمر دوزخی شخص کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا سا فاصلہ رہ جاتا ہے آخر نوشتہ تقدیر غالب آتا ہے اور وہ (اسلام قبول کر کے یا گمراہی ترک کر کے) جنتی شخص کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

تقدیر کے لکھے کے مطابق اسباب و حالات کا مہیا ہونا خود بھی تقدیر ہی کا حصہ ہے

1- عَنْ أَبِیْ عِزَّةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم إِذَا قَضَى اللّٰهُ لِعَبْدٍ أَنْ يَمُوْتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً (احمد و ترمذی)

حضرت ابوعزہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی موت کسی جگہ مقدر فرما دیتے ہیں تو اس جگہ اس کی کوئی ضرورت پیدا فرما دیتے ہیں (جس کے پورا کرنے کے لئے وہ جاتا ہے اور اس ذریعہ سے وہ اپنی موت کی جگہ پہنچ جاتا ہے)۔

2- ایک موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ کے ایک سردار امیہ بن خلف سے کہا:

يَا أُمَيَّةَ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ إِنَّهُمْ قَاتِلُوْكَ قَالَ بِمَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِیْ ..... فَقَالَ أُمَيَّةُ وَاللّٰهِ لَا أَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ اِسْتَنْفَرَ أَبُوْجَهْلٍ النَّاسَ قَالَ أَدْرِكُوْا عِيْرَكُمْ فَكِرَهَ أُمَيَّةُ أَنْ يَّخْرُجَ فَأَتَاهُ أَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ يَا أَبَاصَفْوَانَ إِنَّكَ مَتٰى يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِیْ تَخَلَّفُوْا مَعَكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ أَبُوْجَهْلٍ حَتّٰى قَالَ أَمَّا إِذَا غَلَبْتَنِیْ فَوَاللّٰهِ لَأَشْتَرِيَنَّ أَجْوَدَ بَعِيْرٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ قَالَ أُمَيَّةُ يَا أُمَّ صَفْوَانَ جَهِّزِيْنِیْ فَقَالَتْ لَهٗ يَا أَبَا صَفْوَانَ وَقَدْ نَسِيْتَ مَا قَالَ لَكَ أَخُوْكَ الْيَثْرِبِیُّ قَالَ لَا وَمَا أُرِيْدُ أَنْ أَجُوْزَ مَعَهُمْ إِلَّا قَرِيْبًا فَلَمَّا خَرَجَ أُمَيَّةُ أَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا إِلَّا عَقَلَ بَعِيْرَهٗ فَلَمْ يَزَلْ بِذٰلِكَ حَتّٰى قَتَلَهُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ (بخاری)

اے امیہ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اور آپ کے ساتھی) تم کو قتل کریں گے۔ امیہ بولا ارے کیا مکہ میں؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ امیہ نے کہا خدا کی قسم میں مکہ سے کہیں باہر نکلوں گا ہی نہیں۔ (اس گفتگو کے بعد) جب غزوہ بدر کی نوبت آئی تو ابوجہل نے لوگوں کو (جمع کرنا شروع کیا) اور ان کو یہ کہہ کر نکالا کہ (تمہارا تجارتی قافلہ روک لیا گیا ہے تو) اپنے قافلہ کی خبر لو۔ لیکن امیہ کو نکلنا ناگوار ہوا۔ ابوجہل کو جب

اس کا احساس ہوا تو وہ اس کے پاس آیا اور سمجھانے لگا اے ابوصفوان (یہ امیہ کی کنیت تھی) تم اس وادی والوں کے سردار ہو جب لوگ تمہیں دیکھیں گے کہ تم نہیں نکل رہے تو وہ بھی تمہارے ساتھ ہی پیچھے رہ جائیں گے۔ ابوجہل اس کو برابر سمجھاتا رہا یہاں تک کہ وہ بولا اچھا جب تم میرا پیچھا نہیں چھوڑتے تو (دیکھو) میں مکہ میں جو سب سے عمدہ اونٹ ہے وہ خریدتا ہوں (تاکہ اگر کہیں خطرہ ہو تو اس پر فرار ہوسکوں)۔ اس کے بعد اپنی بیوی سے کہا اے ام صفوان میرا سامان سفر تیار کر دو۔ اس نے کہا اے ابوصفوان کیا وہ بات جو آپ کے یثربی بھائی نے آپ کے متعلق کہی تھی آپ بھول گئے ہیں۔ ابوصفوان (امیہ) نے کہا نہیں تو مگر میرا ارادہ ان کے ساتھ صرف قریب تک ہی جانے کا ہے۔ یہ انتظام کر کے جب امیہ نکلا تو جس پڑاؤ پر ٹھہرتا اپنا اونٹ پاس ہی باندھتا (تاکہ ذرا خطرہ ہو تو اونٹ پر سوار ہو کر بھاگ جائے) یہ انتظامات وہ برابر کرتا رہا (لیکن یہ انتظام اس کے کچھ کام نہ آئے) حتی کہ بدر میں اللہ تعالی نے اس کو قتل کر دیا۔

تدبیر تقدیر کے منافی نہیں

1- عَنْ أَبِی خِزَامَةَ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰی بِهٖ وَتُقَاةً نَتَّقِیْهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدْرِ اللّٰهِ شَیْئًا قَالَ هِیَ مِنْ قَدْرِ اللّٰهِ. (احمد و ترمذی)

حضرت ابوخزامہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول یہ جو ہم (کچھ آیتیں یا دعائیں پڑھ کر) دم کرتے ہیں اور دوا کا استعمال کرتے ہیں اور پرہیز کرتے ہیں کیا یہ چیزیں تقدیر کو کچھ بدل دیتی ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ چیزیں خود تقدیر کے اندر لکھی ہوئی موجود ہوتی ہیں (اور یہ ظاہری جدوجہد بھی اسی تقدیر کی کارفرمائی ہوتی ہے)۔

2- عَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِکٍ أَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَضٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ فَقَالَ الْمَقْضِیُّ عَلَیْهِ لَمَّا أَدْبَرَ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَلُوْمُ عَلَی الْعِجْزِ وَلٰکِنْ عَلَیْکَ بِالْکَیْسِ فَإِذَا غَلَبَکَ أَمْرٌ فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ. (ابوداؤد)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو شخصوں کے ایک معاملہ میں فیصلہ فرمایا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا جب وہ پشت پھیر کر چلنے لگا تو اس نے (افسوس کے ساتھ) کہا حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ یعنی مجھے خدا تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سعی و کوشش نہ کرنے پر ملامت کرتا ہے اس لئے ہمیشہ پہلے اپنے

معاملات میں دانائی سے کام لیا کرو پھر اس کے بعد بھی اگر حالات خلاف ہو جائیں تو اس وقت حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ پڑھا کرو۔

3- عَنْ نَافِعٍ قَالَ کُنْتُ أُجَهِزُ إِلَى الشَّامِ وَ إِلٰى مِصْرَ فَجَهَّزْتُ إِلَى الْعِرَاقِ فَأَتَيْتُ إِلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ کُنْتُ أُجَهِّزُ إِلَى الشّامِ فَجَهَّزْتُ إِلَى الْعِرَاقِ فَقَالَتْ لَا تَفْعَلْ مَا لَکَ وَلِمَتْجَرِکَ فَإِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِذَا سَبَّبَ اللّٰهُ لِأَحَدِکُمْ رِزْقاً مِنْ وَجْهٍ فَلَا يَدَعْهُ حَتّٰى يَتَغَيَّرَلَهُ أَوْيَتَنَکَّرَلَهُ (احمد)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اپنا سامان تجارت ملک شام اور مصر کی طرف لے جایا کرتا تھا۔ اس دفعہ میں نے عراق لے جانے کی تیاری کی (اور یہ سوچ کر کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کر دوں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے ام المومنین پہلے میں اپنا سامان تجارت شام لے جایا کرتا تھا اس مرتبہ عراق لے جانے کا ارادہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ایسا مت کرنا۔ آخر تم نے اپنی پہلی تجارت میں کیا نقصان دیکھا (جو دوسری بدلنے کا ارادہ کیا ہے) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی روزی تدبیر کی کسی خاص صورت کے ساتھ سے لگا دے تو جب تک وہ صورت خود ہی نہ بدل جائے (کہ اس سے نفع اور فائدہ حاصل نہ ہو) یا بالکل غیر مانوس ہو جائے (کہ الٹا نقصان ہونے لگے) اس وقت تک اس کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ (کیونکہ رزق کا معاملہ تقدیر میں داخل ہے مگر اپنے اسباب کے ساتھ۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے روزی کا ایک سبب لگا دیا ہے تو اب اس کی قدر کرنی چاہئے اور جب تک وہ نفع بخش ہے اس کو چھوڑنا نہ چاہئے۔)

4- عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَيْرٌ وَ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِی کُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ وَ إِنْ أَصَابَکَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَ کَذَا وَلٰکِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَاشَاءَ فَعَلَ فَإِنْ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مضبوط مومن زیادہ بہتر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن کے مقابلہ میں زیادہ پیارا ہوتا ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ بندہ اس کے اسماء وصفات کا مظہر بنا رہے مثلاً اس کا اسم مبارک القوی ہے تو وہ یہ پسند کرتا ہے کہ مومن بھی قوی ہو وہ جمیل ہے اس لئے وہ جمال کو بھی پسند فرماتا ہے وہ علیم ہے اس لئے اہل علم

کو پسند کرتا ہے) اور یوں تو دونوں ہی بہتر ہیں (یاد رکھو) جو چیز تم کو (دنیا و آخرت میں) نفع رساں ہو اس کے لئے حریص بنے رہنا (یعنی اللہ تعالی نے جدوجہد کی جو طاقت وقوت عطا فرمائی ہے اس کو اس میں پورا پورا لگا دینا) اور اس میں اللہ تعالی کی ذات پاک سے مدد مانگتے رہنا اور عاجز و لاچار بن کر سعی کرنے سے ہاتھ روک کر مت بیٹھنا (لیکن تدبیر کو حاکم نہ بنا لینا بلکہ تقدیر کا محکوم اور تابع ہی سمجھنا اس لئے) اگر کبھی (ایک تدبیر کارگر نہ ہو اور) نقصان ہو جائے تو یہ مت کہنا اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہو جاتا (کیونکہ یہ بھی درحقیقت تقدیر کو تدبیر کا محکوم و تابع بنانے کے مرادف ہے) بلکہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح مقدر فرما دیا تھا اور جیسا اس نے چاہا تھا اسی کے موافق ہو گیا کیونکہ یہ ''اگر'' کا کلمہ آئندہ کے لئے ایک شیطانی عقیدہ (یعنی تدبیر کی حاکمیت) کا دروازہ کھولتا ہے۔

5- عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا فِي دَارٍ كَثُرَ فِيْهَا عَدَدُنَا وَأَمْوَالُنَا فَتَحَوَّلْنَا إِلٰى دَارٍ قَلَّ فِيْهَا عَدَدُنَا وَأَمْوَالُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ذَرُوْهَا ذَمِيْمَةً. (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی اے اللہ کے رسول پہلے ہم ایک ایسے مکان میں رہتے تھے (کہ اس کا محل وقوع اور اس کا ماحول ہمارے موافق تھا) جس میں ہماری جانوں اور ہمارے مالوں دونوں میں بڑی برکت ہوئی۔ اب جو دوسرے مکان میں آئے ہیں تو (اس کا محل وقوع اور ماحول موافق نہ ہونے کے باعث) وہاں جان و مال دونوں میں گھاٹا ہو رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تقدیر کا اعتقاد یہ تعلیم نہیں دیتا کہ آدمی اپنی دنیوی زندگی کے کاموں میں موافق اور ناموافق اور نفع رساں وضرر رساں میں تمیز نہ کرے بلکہ ان میں بھی اختیار حاصل ہے لہٰذا) تم ایسی خراب جگہ کو چھوڑ دو۔

عَنْ عَبْدِاللّٰه بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ أَبُوْعُبَيْدَةُ بْنُ الْجَرَّاحِ وَ أَصْحَابُهُ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عُمَرُ اُدْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفُوْا فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ وَلَا نَرٰى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَلَا نَرٰى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ فَقَالَ اِرْتَفِعُوْا عَنِّيْ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لِيَ الْأَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوْا سَبِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاخْتَلَفُوْا كَاخْتِلَافِهِمْ فَقَالَ اِرْتَفِعُوْا عَنِّيْ ثُمَّ قَالَ

اُدْعُ لِیْ مَنْ کَانَ ھٰھُنَا مِنْ مَشِیْخَةِ قُرَیْشٍ مِنْ مُھَاجِرَةِ الْفَتْحِ فَدَعَوْتُھُمْ فَلَمْ یَخْتَلِفْ مِنْھُمْ عَلَیْہِ رَجُلَانِ فَقَالُوْا نَرٰی أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمُھُمْ عَلٰی ھٰذَا الْوَبَاءِ فَنَادٰی عُمَرُ فِی النَّاسِ إِنِّیْ مُصْبِحٌ عَلٰی ظَھْرٍ فَأَصْبِحُوْا عَلَیْہِ قَالَ أَبُوْ عُبَیْدَةَ أَفِرَاراً مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ قَالَ عُمَرُ لَوْ غَیْرُکَ قَالَھَا یَا أَبَا عُبَیْدَةَ نَعَمْ نَفِرُّمِنْ قَدَرِ اللّٰہِ إِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ اَرَأَیْتَ لَوْکَانَ لَکَ إِبِلٌ ھَبَطْتَ وَادِیاً لَہٗ عُدْوَتَانِ إِحْدَا ھُمَا خَصْبَةٌ وَالْأُخْرٰی جَدْبَةٌ أَلَیْسَ إِنْ رَعَیْتَ الْخَصْبَةَ رَعَیْتَھَا بِقَدَرِ اللّٰہِ وَ إِنْ رَعَیْتَ الْجَدْبَةَ رَعَیْتَھَا بِقَدَرِ اللّٰہِ قَالَ فَجَاءَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَکَانَ مُتَغَیِّباً فِیْ بَعْضِ حَاجَتِہٖ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِیْ فِیْ ھٰذَا عِلْماً سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَقُوْلُ إِذَا سَمِعْتُمْ بِہٖ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَیْہِ وَ إِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِھَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَاراً مِنْہُ قَالَ فَحَمِدَ اللّٰہَ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک مرتبہ (مصر وغیرہ میں طاعون پھیلا تو تدبیر و انتظام کی غرض سے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف تشریف لے گئے۔ جب مقام سرغ میں پہنچے تو لشکروں کے جرنیل (یعنی حضرت) ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی (خالد بن ولید، یزید بن ابی سفیان، شرحبیل بن حسنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم) حضرت عمر سے ملے اور ان کو یہ اطلاع دی کہ ملک شام میں تو طاعون پھیلا ہوا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا ان لوگوں کو بلاؤ جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی تھی ان کو بلا کر اس معاملہ میں ان سے مشورہ کیا اور کہا کہ شام میں تو طاعون پھیلا ہوا ہے۔ اس پر ان کی رائے میں باہم اختلاف ہوا کچھ نے کہا جب آپ ایک اہم کام کے ارادے سے نکل چکے ہیں تو ہمارے خیال میں اب آپ کی واپسی مناسب معلوم نہیں ہوتی اور کچھ نے کہا آپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے کھچے صحابہ ہیں ہمارے نزدیک مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ان کو اس طاعون زدہ علاقہ میں لے جا کر ڈال دیں۔ (ان کی رائیں سننے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اچھا آپ لوگ (اب) تشریف لے جائیں۔ (ان کے جانے کے بعد) فرمایا اب انصار کو بلاؤ۔ میں ان کو بلا لایا۔ ان کا معاملہ بھی مہاجرین کا سا ہوا کہ ان میں بھی ان کی طرح اختلاف رائے ہوا۔ (ان کی بھی سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اب آپ لوگ تشریف لے جائیں۔ اس کے بعد فرمایا اب ان سرکردہ مہاجرین قریش کو بلا لاؤ جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔ میں ان کو بلا کر لایا تو ان میں سے کسی بھی دو شخصوں میں ذرا

بھی اختلاف نہ ہوا اور سب نے یک زبان ہو کر کہا ایسی حالت میں ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور ان کو وبا زدہ علاقہ میں لے جا کر نہ ڈالئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ کل صبح کو سواریوں پر واپس جانے کے لئے تیار ہو جائیں میں بھی چلوں گا۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر کیا یہ واپسی کا حکم تقدیر الٰہی سے بھاگنے کے لئے دیا جا رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا اے ابوعبیدہ (یہ بات تو تمہارے شایان شان نہ تھی) کاش کہ (ایسی ہلکی بات) تمہارے سوا کوئی اور شخص کہتا۔ جی ہاں میں تقدیر الٰہی سے بھاگ کر جا رہا ہوں مگر تقدیر الٰہی ہی کی طرف جا رہا ہوں۔ فرمایئے تو سہی اگر آپ کے پاس کچھ اونٹ ہوں اور آپ ان کو لے کر کسی وادی میں اتریں جس کے دو کناروں میں سے ایک کنارہ خشک ہو اور دوسرا سرسبز ہو تو فرمایئے اگر آپ اپنے اونٹوں کو اس سرسبز جانب چرائیں گے تو کیا یہ تقدیر الٰہی کے موافق ہی نہ ہوگا اور اگر خشک جانب چرائیں گے تو کیا یہ بھی تقدیر کے تحت ہی نہ ہوگا (رہی اس کے جواز کی شرعی دلیل تو چونکہ قرآن اور سنت کی کوئی تصریح سامنے نہ آئی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو مجتہد اور خلیفہ راشد تھے اس لئے اس وقت ان کی رائے اور قیاس ہی حجت اور شرعی دلیل تھی۔ پھر حسن اتفاق سے اس کے موافق سنت میں شرعی دلیل بھی مل گئی کہ) اسی دوران حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ واپس گئے۔ وہ اپنی کسی ضرورت سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس معاملہ سے متعلق میرے پاس (رسول اللہ ﷺ کا عطا فرمودہ) علم ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے جب کسی خطہ میں طاعون ہو جائے تو تم اس میں مت جاؤ اور اگر طاعون اس جگہ ہو جائے جہاں تم موجود ہو تو موت کے ڈر سے وہاں سے مت بھاگو۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خدا تعالیٰ کی حمد کی اور مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

بے عملی کیلئے تقدیر کا عذر تراشنا صحیح نہیں

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم طَرَقَهٗ وَ فَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صلی اللّٰه علیه وسلم لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِاللّٰهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْتُ ذٰلِکَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهٗ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ وَکَانَ الْإِنْسَانُ أَکْثَرَ شَيْءٍ جَدَلاً. (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے پاس رات کے وقت تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگ (تہجد کی) نماز

نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہے گا اٹھا دے گا۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو گئے اور میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب آپ پشت پھیر کر تشریف لے جا رہے تھے تو میں سن رہا تھا کہ آپ اپنا دست مبارک اپنی ران پر مار کر یہ آیت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا یعنی انسان بہت جھگڑالو واقع ہوا ہے (کہ اپنا الزام بھی دوسرے کے سر ڈالتا ہے۔ اب دیکھو کہ تدبیر کرنا تقدیر کے منافی نہیں اور تقدیر میں تدبیر بھی شامل ہے اور تدبیر کے لئے آدمی کا ارادہ وعزم کرنا اور اس کا اپنی قوت کو فعل و تدبیر کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہے۔ لیکن ان سب باتوں کو نظر انداز کرنا اور یہ کہنا کہ تقدیر میں ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہم سے یہ عمل اور تدبیر کروا لیتے جھگڑے والی بات ہے)

دعا وغیرہ سے تقدیر کا بدل جانا

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ الْعُمْرَ إِلَّا الْبِرُّ وَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهُ. (ابن ماجه)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر کو کوئی چیز نہیں پلٹ سکتی مگر صرف دعا۔ اور مقررہ عمر میں کوئی چیز اضافہ نہیں کر سکتی مگر نیکی اور یقیناً آدمی گناہوں کی شامت سے کبھی رزق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

فائدہ: تقدیر، عمر اور رزق ناقابل تبدیل ہونے میں ضرب المثل ہیں اور غور کیا جائے تو یہاں ایک ہی چیز ہے یعنی تقدیر کیونکہ عمر اور رزق تو تقدیر کا حصہ ہیں۔

جب تقدیر کے باوجود اسباب و تدابیر کو اختیار کرنے کا حکم ہے تو اب چند ایسی مہتم بالشان تدابیر کا ذکر فرمایا کہ جن کے ساتھ تقدیر تک کو معلق کیا گیا ہے کہ اگر اس تدبیر کو اختیار کریں گے تو یوں ہوگا اور اگر اختیار نہ کریں گے تو یوں ہوگا۔ تدبیر کے درجے میں اس تقدیر کو معلق تقدیر کہتے ہیں۔ رہا یہ کہ انجام کار بندہ کیا اختیار کرے گا اور کیا واقع ہوگا اور کیا وہ اس رہنمائی سے فائدہ اٹھائے گا یا نہیں اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی علم ہے اور وہ بھی اس کی جانب سے طے شدہ ہے اور یہ وہ درجہ ہے جس کو اٹل تقدیر کہتے ہیں۔

عقیدہ تقدیر کے فوائد

1- اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل ہونا

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنَّ عُظْمَ الْجَزَاءِ مَعَ عُظْمِ الْبَلَاءِ وَ

إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْماً اِبْتَلاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَاءُ وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخْطُ. (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی آزمائش سخت ہوتی ہے اس کا بدلہ بھی اتنا ہی بڑا ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ (کی عادت یہ ہے کہ) جب وہ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کو ضرور آزمائش میں ڈالتا ہے پھر جو اس پر راضی ہو گیا اللہ تعالی بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے اور جو ناراض ہوا اللہ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

2- ذہنی پریشانی سے بچاؤ اور سہارا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَأَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ خَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا لَامَنِيْ عَلٰى شَيْءٍ قَطُّ أُتِيَ فِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ فَإِنْ لَامَنِي لَا ئِمٌ مِنْ أَهْلِهٖ قَالَ دَعُوْهُ فَإِنَّهُ لَوْقُضِيَ شَيْءٌ كَانَ شَيْءٌ (مصابیح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شروع کی اور دس سال تک خدمت کی ہے۔ اس عرصہ میں جب کبھی میرے ہاتھ سے کوئی نقصان ہو گیا تو آپ نے مجھے اس پر کبھی ملامت نہیں فرمائی اور اگر آپ کے گھر والوں میں سے کبھی کسی نے کچھ کہا بھی تو آپ نے فرما دیا رہنے دو کچھ نہ کہو اگر مقدر یوں ہوتا (یعنی نقصان نہ ہونا مقدر ہوتا) تو یونہی ہو جاتا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم يَوْماً فَقَالَ يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيٍّ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (احمد و ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں (سواری پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا آپ نے فرمایا اللہ کو یاد رکھا کرو وہ تمہارا نگہبان رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو تو اس کو اس طرح پاؤ گے جیسے وہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ جب مانگنا ہو تو خدا تعالیٰ سے ہی مانگنا اور جب مدد طلب کرو تو بس اسی سے طلب کرو اور اس کا یقین رکھنا کہ اگر سارے لوگ مل کر بھی تم کو کچھ نفع پہنچانا چاہیں تو بس اتنا ہی پہنچا سکتے ہیں جتنا کہ اللہ تمہاری تقدیر میں پہلے سے لکھ چکا ہے اور اگر سب مل کر نقصان پہنچانا چاہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر بس اتنا ہی جتنا کہ اللہ تمہاری تقدیر میں

پہلے لکھ چکا ہے۔ تقدیر کا قلم سب کچھ لکھ لکھا کر کاغذ سے اٹھا لیا گیا ہے اور تقدیر کے کاغذات کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔ (اب کوئی جدید لکھت پڑھت کا موقع ہی باقی نہیں)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِحْتَجَّ آدَمُ وَمُوْسیٰ عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰی قَالَ مُوْسٰی أَنْتَ آدَمُ الَّذِیْ خَلَقَکَ اللّٰهُ بِیَدِهٖ وَنَفَخَ فِیْکَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ أَسْجَدَ لَکَ مَلَائِکَتَهٗ وَأَسْکَنَکَ فِیْ جَنَّتِهٖ ثُمَّ أَهْبَطْتَّ النَّاسَ بِخَطِیْئَتِکَ إِلَی الْاَرْضِ قَالَ اٰدَمُ أَنْتَ مُوْسٰی الَّذِی اصْطَفَاکَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ وَبِکَلَامِهٖ وَأَعْطَاکَ الْأَلْوَاحَ فِیْهَا تِبْیَانُ کُلِّ شَیْئٍ وَقَرَّبَکَ نَجِیًّا فَبِکَمْ وَجَدْتَ اللّٰهَ کَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ قَالَ مُوْسٰی بِأَرْبَعِیْنَ عَاماً قَالَ آدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِیْهَا وَعَصٰی آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی قَالَ نَعَمْ قَالَ أَ فَتَلُوْمُنِیْ عَلٰی أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیَّ أَنْ أَعْمَلَهٗ قَبْلَ أَنْ یَّخْلُقَنِیْ بِأَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت موسیٰ کے درمیان اپنے رب کے سامنے گفتگو ہو گئی۔ اس میں حضرت آدم (علیہ السلام) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر غالب آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (اس خیال سے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہم کو اس دار التکلیف میں رہنے کی مصیبت میں کیوں ڈال دیا) عرض کی کہ آپ وہی آدم تو ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، پھر آپ میں اپنی خاص روح پھونکی اور آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا پھر آپ نے (یہ کیا کیا کہ) اپنی ایک خطا کی وجہ سے (اگرچہ وہ اجتہادی ہو) لوگوں کو زمین پر اتروا دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے (یہ بتانے کے لئے کہ دنیا میں آنے کی جو مصیبت لوگوں پر آئی ہے وہ تو ان کے مقدر میں پہلے سے لکھی ہوئی تھی۔ اور جو بات پہلے سے مقرر ہو چکی تھی اس کو تو ہونا ہی تھا۔ ایک سبب نہ بنتا کوئی دوسرا سبب بن جاتا۔ تو جو ہونا ہی تھا اور ہو چکا اب اس کے سبب پر شکوہ شکایت میں مبتلا ہونا مناسب نہیں بلکہ اس سے دل کو تسلی دے کر کہ یہ تو ہونا ہی تھا آگے کی فکر کریں) یہ فرمایا تم بھی تو وہی موسیٰ ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور ہمکلامی کے لئے منتخب کیا اور تمہیں تورات کی تختیاں عطا کیں جن میں ہر بات کا بیان موجود ہے اور تم کو سرگوشی کے لئے قریب کیا تو تم نے کیا پایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کتنے عرصہ پہلے تورات لکھ دی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ چالیس سال پہلے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا کیا تم نے اس میں یہ لکھا ہوا پایا: وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا

پھر کیا تم مجھے ایسا کام کرنے پر ملامت کرتے ہو جس کا کرنا اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس طرح سے آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام پر غالب آئے۔

باب:6

فرشتے

فرشتے نور سے پیدا ہوئے

عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور جن (ابتداء میں) آگ کے شعلہ سے پیدا کئے گئے۔

فرشتے لاتعداد ہیں

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّیْ أَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَ مَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ لِلّٰهِ سَاجِداً (ترمذی)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے ہو۔ آسمان چرچراتا ہے اور اس کے لائق یہی ہے کہ وہ چرچرائے۔ آسمان پر چار انگلیوں کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی پیشانی کو ٹکائے ہوئے سجدہ نہ کر رہا ہو (یا قیام یا رکوع میں نہ ہو)۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ قَالَ..... فِی السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيْمَ مُسْنِداً ظَهْرَهُ إِلَی الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَإِذَا هُوَا يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ ..... (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (معراج کے موقعہ پر جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا) تو میرے سامنے ابراہیم (علیہ السلام) تھے جو اپنی پشت بیت معمور کے ساتھ لگائے بیٹھے تھے۔ اس بیت معمور میں ہر روز ستر ہزار (یعنی بڑی کثیر تعداد میں) فرشتے داخل ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ کبھی ان کی باری نہیں آتی۔

مختلف فرشتے

جہنم کے داروغہ مالک

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَأَمَّمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ قَائِلٌ یَا مُحَمَّدُ مَالِکٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَالْتَفَتُّ إِلَیْهِ فَبَدَأَنِیْ بِالسَّلَامِ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (معراج کے موقع پر بیت المقدس میں اس موقع کی کسی طے شدہ) نماز کا وقت ہوا تو میں نے موجود سب انبیاء کی امامت کرائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک کہنے والے نے کہا اے محمد! یہ جہنم کے داروغہ مالک ہیں تو آپ ان کو سلام کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں نے ان کی طرف جو رخ پھیرا تو انہوں نے مجھے سلام کرنے میں پہل کی۔

عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... ثُمَّ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَیْنَ أَعْلَاهُ وَأَسْفَلِهٖ کَمَا بَیْنَ سَمَاءٍ إِلٰی سَمَاءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِکَ ثَمَانِیَةُ أَوْعَالٍ بَیْنَ أَظْلَافِهِنَّ وَ وَرِکِهِنَّ مِثْلُ مَابَیْنَ سَمَاءٍ اِلٰی سَمَاءٍ ثُمَّ عَلٰی ظُهُوْرِ هِنَّ الْعَرْشُ (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..... پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے جس کی اوپری سطح اور تہہ کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔ پھر اس کے اوپر آٹھ (فرشتے) پہاڑی بکرے (کی شکل کے) ہیں۔ ان کے پاؤں اور ان کی پشت کے درمیان کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان کا ہے۔ پھر ان فرشتوں کی پشت پر عرش (الٰہی) ہے۔

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰه ﷺ قَالَ أُذِنَ لِیْ أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلَکٍ مِنْ مَلَائِکَةِ اللّٰهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ أَنَّ مَا بَیْنَ شَحْمَةِ أُذُنَیْهِ إِلٰی عَاتِقَیْهِ مَسِیْرَةُ سَبْعِمِائَةِ عَامٍ (ابوداؤد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں عرش الٰہی کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک (بڑے) فرشتے کے بارے میں یہ

بیان کروں کہ اس کے کان کی لو اور کندھے کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت ہے (یعنی وہ بہت ہی بڑے اور عظیم الشان خلقت والے فرشتے ہیں)۔

ملک الموت

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ مَلَکُ الْمَوْتِ إِلٰی مُوْسَی بْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهٗ اَجِبْ رَبَّکَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰی عَیْنَ مَلَکِ الْمَوتِ فَفَقَأَهَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَکُ إِلَی اللّٰهِ فَقَالَ إِنَّکَ أَرْسَلْتَنِیْ إِلٰی عَبْدٍ لَّکَ لَا یُرِیْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَأَ عَیْنِیْ قَالَ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَیْهِ عَیْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ إِلٰی عَبْدِیْ فَقُلْ اَلْحَیٰوةَ تُرِیْدُ فَإِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ الْحَیٰوةَ فَضَعْ یَدَکَ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ یَدُکَ مِنْ شَعْرَةٍ فَإِنَّکَ تَعِیْشُ بِهَا سَنَةً قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ ثُمَّ تَمُوْتُ قَالَ فَالْآنَ مِنْ قَرِیْبٍ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ملک الموت (یعنی موت کا فرشتہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس (انسانی صورت میں) آیا اور کہا اپنے رب کے پاس چلئے۔ (یاد رہے کہ فرشتہ کے لئے مادی جسم ایسے ہی ہوتا ہے جیسے آدمی کے لئے لباس۔ غالباً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پہچانا نہیں اور بدتمیزی سمجھتے ہوئے تادیب کے طور پر) اس کی آنکھ پر ایک تھپڑ مار دیا جس سے آنکھ پھوٹ گئی۔ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس گیا اور کہا کہ آپ نے مجھے اپنے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو موت چاہتے ہی نہیں اور انہوں نے تو میری آنکھ بھی پھوڑ دی (کیونکہ انسانی جسم کا لباس پہنا ہوا تھا لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ کا اس پر اثر ہوا) اللہ تعالیٰ نے فرشتے (کے مادی جسم) کی آنکھ ٹھیک کر دی اور فرمایا میرے بندے کے پاس واپس جاؤ اور کہو (کیا) آپ (مزید) زندگی چاہتے ہیں۔ اگر آپ (مزید) زندگی ہی چاہتے ہیں تو اپنا ہاتھ کسی بیل کی پشت پر رکھئے۔ آپ کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سال آپ زندہ رہیں گے۔ (فرشتے نے ایسا ہی کیا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا پھر کیا ہوگا۔ جواب دیا پھر آپ پر موت آئے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو پھر میں ابھی تیار ہوں۔

ملک الموت کے ساتھی فرشتے اور منکر نکیر

عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَیْنَا إِلَی الْقَبْرِ وَلَمَّا یُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ ..... فَقَالَ ..... إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا کَانَ فِی انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْیَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَیْهِ مَلَائِکَةٌ مِنَ السَّمَاءِ

بِيْضُ الْوُجُوْهِ كَأَنَّ وَجُوْهَهُمُ الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحَنُوْطٌ مِنْ حَنُوْطِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسُوْا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْئُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيهِ السَّلَامُ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَاسِهٖ فَيَقُوْلُ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اُخْرُجِيْ إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ قَالَ فَتَخْرُجُ تَسِيْلُ كَمَا تَسِيْلُ الْقَطْرَةُ مِنَ السِّقَاءِ فَيَاخُذُهَا فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَاخُذُوْهَا فَيَجْعَلُوْهَا فِيْ ذٰلِكَ الْكَفَنِ وَفِيْ ذٰلِكَ الْحَنُوْطِ ..... فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ يَعْنِيْ بِهَا عَلٰى مَلَأٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا الرُّوْحُ الطَّيِّبُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِأَحْسَنِ أَسْمَاءِ هِ الَّتِي كَانُوْا يُسَمُّوْنَهٗ بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَنْتَهُوْا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُوْنَ لَهٗ فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهٗ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوْهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِيْ تَلِيْهَا حَتّٰى يُنْتَهىٰ بِهٖ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ عِلِّيِّيْنَ وَأَعِيْدُوْهُ إِلَى الْأَرْضِ ..... فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَاتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَادِيْنُكَ فَيَقُوْلُ دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ وَمَا عِلْمُكَ فَيَقُوْلُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ وَآمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ فَأَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَاباً إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ فَيَاتِيْهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيْبِهَا فَيُفْسَحُ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ ..... وَإِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِيْ انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْهِ مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَاسِهٖ فَيَقُوْلُ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اُخْرُجِيْ إِلٰى سَخَطٍ مِنَ اللّٰهِ قَالَ فَتَفَرَّقُ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْزَعُ السَّفُوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ فَيَاخُذُهَا فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِيْ تِلْكَ الْمُسُوْحِ وَتَخْرُجُ مِنْهَا كَأَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰى مَلَأٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا الرُّوْحُ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِأَقْبَحِ أَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانَ يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُنْتَهىٰ بِهٖ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُسْتَفْتَحُ لَهٗ فَلَا يُفْتَحُ لَهٗ ..... فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَهٗ فِي سِجِّيْنٍ ..... فَتُطْرَحُ رُوْحُهٗ طَرْحاً..... فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَاتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَادِيْنُكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِيْ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ فَأَفْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَ

افْتَحُوْا لَهُ بَاباً إِلَى النَّارِ فَيَاتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسُمُوْمِهَا وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ أَضْلَاعُهُ ..... (احمد)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک انصاری شخص کے جنازہ میں نکلے اور قبر تک پہنچے۔ ابھی قبر کھدی نہ تھی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے .....آپ نے فرمایا مومن بندے کی جب دنیا سے روانگی اور آخرت کی طرف جانے کا وقت آتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے فرشتے اترتے ہیں جن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے اور وہ مومن بندے کی حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام (یا ان کے کوئی معاون فرشتے) آتے ہیں اور بندے کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح اللہ کی مغفرت اور رضا مندی کی طرف نکل۔ تو وہ روح ایسی سہولت سے نکلتی ہے جیسا کسی مشکیزے سے قطرہ سہولت سے بہہ جاتا ہے اور ملک الموت اس روح کو لے لیتے ہیں۔ جونہی وہ لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کے بقدر بھی ان کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑتے بلکہ فوراً ہی ان سے لے لیتے ہیں اور (جنت سے لائے گئے) کفن اور خوشبو میں اس روح کو لپیٹ دیتے ہیں ..... اور اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں۔ جن فرشتوں کے پاس سے بھی گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ پاکیزہ روح کس کی ہے۔ یہ جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی ہے اور دنیا میں جو اس کا سب سے اچھا نام لیا جاتا تھا وہ لیتے ہیں۔ جب آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں تو دروازہ کھولا جاتا ہے تو ہر آسمان کے مقرب فرشتے اگلے آسمان تک ساتھ ساتھ چلتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے کا نام علیین (یعنی نیک بندوں کے رجسٹر) میں لکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو (یعنی زمین میں اس کے جسم کے ساتھ اس کا تعلق قائم کر دو) ..... پس اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے(یعنی جسم کے ساتھ اس کا تعلق قائم کر دیا جاتا ہے) پھر قبر میں میت کے پاس دو فرشتے (منکر ونکیر) آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں (یہ بٹھانا عالم برزخ میں ہوتا ہے مادی اور حسی عالم میں نہیں بٹھایا جاتا) اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں یہ صاحب کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے۔ احمد اور طبرانی میں ہے قَالَ مَنْ قَالَ مُحَمَّدٌ وہ شخص پوچھتا ہے کس کے بارے میں سوال کر رہے ہو وہ کہتے ہیں محمد کے بارے میں وہ جواب دیتا ہے یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں تجھے کیسے علم

ہوا؟ وہ جواب دیتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی (اس کے ذریعہ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ مجھے علم ہوا) ۔ اس پر آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا لہٰذا اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دو۔ تو جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آتی ہیں اور اس کے لئے اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے ..... اور کافر بندے کا جب دنیا سے منقطع ہونے اور آخرت کی طرف جانے کا وقت آتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے اترتے ہیں۔ ان کے پاس ٹاٹ ہوتا ہے۔ وہ اس کی حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتے ہیں اور اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث روح اللہ کے غصہ کی طرف نکل۔ وہ روح کافر کے جسم میں خوفزدہ ہو جاتی ہے (اور بچنے کی کوشش کرتی ہے تو ملک الموت اس طرح کھینچتے ہیں جیسے سیخ کو گیلی روئی میں سے کھینچا جاتا ہے اور اس روح کو لے لیتے ہیں۔ جونہی وہ لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے اس کو ان کے ہاتھ میں پلک جھپکنے تک بھی نہیں چھوڑتے (ان سے لے لیتے ہیں) اور اس کو ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اور روئے زمین پر کسی مردار سے جو سخت ترین بدبو نکلتی ہے اس طرح کی بدبو اس سے نکلتی ہے۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں تو جن فرشتوں کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ خبیث روح کس کی ہے۔ لے جانے والے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور دنیا میں اس کے لئے جو سب سے برا نام لیا جاتا تھا اس کو ذکر کرتے ہیں۔ پھر وہ آسمان دنیا تک پہنچائی جاتی ہے اور اس کے لئے دروازہ کھلوایا جاتا ہے لیکن دروازہ کھولا نہیں جاتا ..... اللہ عزوجل فرماتے ہیں اس کا نام سجین (یعنی برے بندوں کے رجسٹر) میں لکھ دو ..... پھر اس کی روح کو (اس کے ٹھکانے کی طرف) دھتکار دیا جاتا ہے ..... اور اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی اس کے جسم کے ساتھ تعلق قائم کر دیا جاتا ہے) اور اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے تو وہ جواب دیتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ وہ پوچھتے ہیں یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے تو وہ جواب دیتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ اس پر آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا لہٰذا اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دو اور اس کے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دو تو اس کے پاس جہنم کی تپش اور لو آتی ہے اور اس پر اس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

پہاڑوں کا فرشتہ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ أَتٰى عَلَيْکَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ فَقَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِکِ وَ كَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِیْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ كَلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِیْ إِلٰى مَا أَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِیْ فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاسِیْ فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِیْ فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيْهَا جِبْرَئِيْلُ فَنَادَانِیْ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْکَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْکَ مَلَکَ الْجِبَالِ لِتَامُرَهٗ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ قَالَ فَنَادَانِیْ مَلَکُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ يَامُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْسَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ وَأَنَا مَلَکُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِیْ رَبُّکَ إِلَيْکَ لِتَامُرَنِیْ بِأَمْرِکَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أَطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَلْ أَرْجُوْ أَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَايُشْرِکُ بِهٖ شَيْئاً (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا آپ پر کوئی ایسا دن بھی آیا ہے جو جنگ احد کے دن سے زیادہ سخت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری قوم کی وجہ سے جو سخت ترین دن میں نے پایا وہ (دسویں ذوالحجہ یعنی) جمرہ عقبہ کی رمی کا دن تھا جب میں ابن عبد یالیل کے پاس خود (دعوت اسلام لے کر) گیا لیکن جو میں چاہتا تھا اس نے اس کو قبول نہیں کیا۔ تو میں غمزدہ اپنے رستہ پر چلا اور صرف قرن ثعالب میں ہی جا کر غم سے افاقہ ہوا (اور آرام ملا)۔ میں نے جو اپنا سر اٹھایا تو ایک بادل مجھ پر سایہ فگن تھا۔ میں نے جو دیکھا تو اس بادل میں جبرئیل تھے جنہوں نے مجھے پکار کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات کو اور جو جواب انہوں نے آپ کو دیا ہے اس کو سنا ہے اور آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے تا کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں اس کو جو چاہیں حکم دیں۔ آپ نے فرمایا پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے پکارا اور مجھے سلام کیا اور کہا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ آپ کے رب نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تا کہ آپ مجھے حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان پر دو پہاڑوں کو ملا دوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی اولاد نکالیں گے جو فقط اللہ کی عبادت کرے گی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔

رحم پر مقرر فرشتہ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ وَكَّلَ اللّٰهُ بِالرَّحِمِ مَلَکًا فَيَقُوْلُ أَیْ رَبِّ نُطْفَةٌ

أَیْ رَبِّ عَلَقَةٌ أَیْ رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ یَقْضِیَ خَلْقَهَا قَالَ أَیْ رَبِّ أَذَکَرٌ أَمْ أُنْثٰی أَشَقِیٌّ أَمْ سَعِیْدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْأَجَلُ فَیَکْتُبُ کَذٰلِکَ فِی بَطْنِ أُمِّهٖ (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے۔ وہ یہ عرض کرتا رہتا ہے اے میرے (رب ابھی تک) یہ نطفہ (کے مرحلہ میں) ہے۔ اے میرے رب (اب) یہ علقہ (یعنی جمے ہوئے خون کے مرحلہ میں) ہے۔ اے میرے رب (اب) یہ مضغہ (یعنی گوشت کے لوتھڑے کے مرحلے میں) ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی خلقت کو پورا کرنے کا ارادہ (ظاہر) کرتے ہیں تو فرشتہ پوچھتا ہے اے میرے رب (اسکے متعلق کیا حکم ہے) یہ مرد ہوگا یا عورت، بدبخت ہوگا یا نیک بخت، اس کا رزق کتنا ہوگا اور اس کی عمر کتنی ہو گی۔ تو ماں کے پیٹ میں ہی وہ فرشتہ یہ سب باتیں ویسے ہی لکھ دیتا ہے۔

ہر آدمی کے ساتھ مقرر فرشتہ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْکُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُکِّلَ بِهٖ قَرِیْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِیْنُهٗ مِنَ الْمَلَائِکَةِ قَالُوْا وَ إِیَّاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَإِیَّایَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِیْ عَلَیْهِ فَأَسْلَمُ فَلَا یَأْمُرُنِیْ إِلَّا بِخَیْرٍ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک ساتھی جنوں میں سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی۔ آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ نے جن کے خلاف میری مدد کی تو میں اس سے محفوظ ہو گیا ہوں اور (اس لئے) وہ مجھے کوئی بات کہتا ہے تو بھلی بات ہی کہتا ہے۔

قیامت کے دن صور پھونکنے والا فرشتہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ إِسْرَافِیْلَ مُنْذُ یَوْمٍ خَلَقَهٗ صَافًّا قَدَمَیْهِ لَا یَرْفَعُ بَصَرَهٗ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الرَّبِّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی سَبْعُوْنَ نُوْراً مَا مِنْهَا مِنْ نُوْرٍ یَدْنُوْ مِنْهُ إِلَّا احْتَرَقَ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس دن اسرافیل (علیہ السلام) کو پیدا کیا تو ان کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ اپنے دونوں قدم ایک سیدھ میں رکھے ہیں، اپنی نظر نہیں اٹھاتے اور ان کے اور رب تبارک وتعالیٰ کے درمیان ستر نور (کے پردے)

ہیں۔ اگر وہ کسی ایک نور کے بھی قریب ہوں تو جل جائیں۔

رحمت وعذاب کے فرشتے

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ نَفْساً فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلٰى رَاهِبٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ ؟ فَقَالَ لَا، فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهٖ مِائَةً ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلٰى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ يَّحُوْلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ اِنْطَلِقْ إِلٰى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَّعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ إِلٰى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوْءٍ فَانْطَلَقَ حَتّٰى إِذَا انْتَصَفَ الطَّرِيْقُ أَتَاهُ الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِباً مُقْبِلاً بِقَلْبِهٖ إِلَى اللّٰهِ وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْراً قَطُّ فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِيْ صُوْرَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوْهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ قِيْسُوْا مَابَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلٰى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنٰى فَهُوَ لَهُ فَقَاسُوْا فَوَجَدُوْهُ أَدْنٰى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِيْ أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کئے۔ پھر (اس کو توبہ کا خیال آیا اور) اس نے علاقہ کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا۔ اس کو ایک راہب کے بارے میں بتایا گیا۔ وہ اس راہب کے پاس گیا اور بتایا کہ وہ ننانوے آدمیوں کو قتل کر چکا ہے تو کیا اب اس کے لئے توبہ ہوسکتی ہے۔ راہب نے جواب دیا کہ نہیں (اب تمہاری توبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس پر مایوسی اور غصہ کی وجہ سے) اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا اور اس طرح سو قتل پورے کر دیئے (لیکن اس کی توبہ کی جستجو ختم نہیں ہوئی لہٰذا) اس نے پھر لوگوں سے پوچھا کہ علاقہ کا سب سے بڑا عالم کونسا ہے۔ اب اس کو ایک عالم کے بارے میں بتایا گیا۔ (وہ اس عالم کے پاس گیا) اور اس کو بتایا کہ وہ سو قتل کر چکا ہے تو کیا اس کی توبہ ہوسکتی ہے۔ عالم نے جواب دیا کہ ہاں (تمہاری توبہ ہوسکتی ہے اور اس میں قطعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے کیونکہ) اور کون ہے جو تمہاری اور تمہاری توبہ کے درمیان حائل ہو سکے۔ تم فلاں فلاں جگہ جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو تم بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا اور اپنے علاقہ کی طرف واپس نہ آنا کیونکہ یہ بری جگہ ہے (کہ یہاں کا ماحول چونکہ خراب ہے اس لئے برائی کی پھر انگیخت ہوگی۔ البتہ اس ماحول سے علیحدہ ہو کر جب دوسری جگہ نیکی اور عبادت کے ماحول میں

رہو گے تو اس کے اثر کی وجہ سے اچھے خیالات آئیں گے اور برے خیالات اول تو آئیں گے نہیں اور اگر آئے بھی تو کمزور ہوں گے زور نہ کریں گے)۔ وہ شخص اس بتائی ہوئی جگہ کی طرف چل پڑا۔ جونہی آدھا رستہ طے کر لیا تو اس کو موت نے آ لیا۔ اب اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ اللہ کی طرف دل سے متوجہ ہو کر اور توبہ کی نیت سے آیا ہے (لہٰذا اس کی روح کو ہم لے جائیں گے) اور عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس نے کبھی کوئی نیک کام کیا ہی نہیں (لہٰذا اس کی روح پر ہم نے قبضہ کرنا ہے) ان کے اس جھگڑے کے دوران ان کے پاس ایک اور فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا۔ فرشتوں نے اس کو اپنے مابین ثالث بنا لیا۔ اس فرشتے نے کہا کہ دونوں طرف کی زمین ناپو۔ جس مقام کے وہ قریب ہو بس اسی کے مطابق اس کو سمجھو (یعنی اگر سابقہ گناہ کے مقام کے قریب ہو تو اس کو مجرم سمجھو اور اگر توبہ کے مقام کے قریب ہو تو اس کو تائب سمجھو) زمین ناپنے سے فرشتوں نے دیکھا کہ وہ اس جگہ سے زیادہ قریب تھا جو اس کی منزل مقصود تھی۔ (اس طرح سے جھگڑا ختم ہوا) اور رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح کو اپنی تحویل میں لے لیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق تفصیل

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اصل صورت

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتاً مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَاسِيْ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَائَنِيْ بِحِرَاءَ جَالِسًا عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس دوران کہ میں چل رہا تھا میں نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی۔ میں نے جو اپنا سر اٹھایا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی (یا تخت) پر بیٹھا تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى جِبْرِيْلَ فِيْ صُوْرَتِهٖ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ ان کے چھ سو پر تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمْ أَرَهُ (يَعْنِي جِبْرِيْلَ) عَلٰى صُوْرَتِهِ الَّتِيْ خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطاً مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرئیل (علیہ السلام) کو ان کی اپنی اصلی صورت میں جس پر وہ پیدا کئے گئے ہیں میں نے صرف دو مرتبہ دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ آسمان سے نیچے ہیں اور ان کی عظیم خلقت آسمان و زمین کے درمیان کی ساری جگہ کو گھیرے ہوئے ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اس مرتبہ کا دیکھنا مراد ہے جس کا موقع ابتدائے نبوت میں پیش آیا تھا۔ دوسری مرتبہ حضرت جبرئیل کو معراج کی رات میں سات آسمانوں سے اوپر جہاں بیری کا درخت وہاں دیکھا تھا۔

عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِجِبْرَئِيْلَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ فَانْتَفَضَ جِبْرَئِيْلُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ سَبْعِيْنَ حِجَاباً مِنْ نُوْرٍ لَوْدَنَوْتُ مِنْ بَعْضِهَا لَاحْتَرَقْتُ. (مصابيح)

حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (حضرت) جبرائیل سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ (اس سوال پر حضرت) جبرئیل کپکپا گئے اور کہا اے محمد ﷺ میرے اور میرے رب کے درمیان نور کے ستر پردے ہیں۔ اگر میں ان پردوں میں سے کسی کے قریب ہو جاؤں تو میں جل جاؤں گا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ اٰخِذٌ بِرَاسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل ہیں جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہیں اور ان پر جنگی ساز و سامان ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ رَأَيْتُ عَنْ يَّمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَنْ شِمَالِهٖ يَوْمَ أُحُدٍ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ يُقَاتِلَانِ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَارَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ يَعْنِيْ جِبَرئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ (بخاری و مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کے

دائیں بائیں دو آدمی دیکھے جن پر سفید کپڑے تھے اور سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔ میں نے ان دونوں کو نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد دیکھا اور وہ دونوں جبرئیل و میکائیل علیہما السلام تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ أَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَاسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ اُخْرُجْ إِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَيْنَ فَأَشَارَ إِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ (بخاری و مسلم)

قَالَ أَنَسٌ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعاً فِي زُقَاقِ بَنِيْ غَنْمٍ مَوْكِبَ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ جنگ خندق سے واپس آئے اور اپنے ہتھیار اتارے اور نہائے دھوئے تو آپ کے پاس جبرائیل علیہ اسلام اپنے سر کو گرد و غبار سے جھٹکتے ہوئے آئے اور کہا (یا رسول اللہ) آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں اللہ کی قسم میں نے تو (ابھی تک) ہتھیار نہیں اتارے (کیونکہ ابھی مہم ختم نہیں ہوئی) ان لوگوں کی طرف چلئے۔ نبی ﷺ نے پوچھا اب کہاں (چلنا ہے) حضرت جبرئیل نے (یہود کے ایک قبیلہ) بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا (کہ ان کی طرف چلنا ہے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ غداری کی تھی)۔ تو نبی ﷺ بنو قریظہ کی طرف چل دئے۔ حضرت انس رضی اللہ کہتے ہیں۔ (کہ وہ منظر ابھی تک میری نظروں میں ہے) گویا کہ میں بنو غنم کی گلیوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی جماعت کی وجہ سے غبار کو اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جس وقت کہ رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف چلے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلَائِكَتَهُ فَقَالَ يَا مَلَائِكَتِيْ مَاجَزَاءُ أَجِيْرٍ وَفّٰى عَمَلَهُ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَاؤُهُ أَنْ يُوَفّٰى أَجْرَهُ قَالَ مَلَائِكَتِيْ عَبِيْدِيْ وَإِمَائِيْ قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ إِلَى الدُّعَاءِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكَرَمِيْ وَعُلُوِّيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَأُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْراً لَّهُمْ (بیهقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ

السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور ہر ایسے بندے کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر جب عید کا دن ہوتا ہے تو اپنے ان بندوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر فخر کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں اے میرے فرشتو! جو مزدور اپنا کام پورا کر لے اس کا کیا بدلہ ہے۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب اس کی جزا یہ ہے کہ اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور میری بندیوں نے اپنے ذمہ میرے ایک فریضہ کو پورا کیا پھر بلند آواز سے دعا کرتے ہوئے نکلے ہیں۔ میری عزت اور میرے جلال اور میرے کرم اور میری بلندی اور میرے بلند مرتبہ کی قسم میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (اے میرے بندو) تم (اپنے گھروں کو) واپس لوٹو (اس حال میں کہ) میں نے تمہیں بخش دیا ہے اور میں نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے پس وہ بخشے بخشائے واپس لوٹتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَايَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ كَانَ جِبْرَئِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْاٰنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرَئِيْلُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ہر طرح کی نفع رسانی میں اور ہر طرح کی) بھلائی میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت تو اور بھی زیادہ ہو جاتی تھی۔ جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے تھے اور نبی ﷺ ان کو قرآن سناتے تھے۔ جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملتے تو آپ (لوگوں کو نفع دینے والی) تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ..... كَانَ يَلْقَاهُ جِبْرِئِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام رمضان کے مہینہ کی ہر رات میں نبی ﷺ کے پاس آتے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے (یعنی دونوں ایک دوسرے کو سناتے تھے)۔

رحمت کے فرشتوں کے چند کام

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِيْ الطُّرُقُ

يَلْتَمِسُوْنَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوْا قَوْماً يَذْكُرُوْنَ اللّٰه تَعَالٰى تَنَادَوْا هَلُمُّوْا إِلٰى حَاجَتِكُمْ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں اور (اللہ کا) ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے ہیں اور جب وہ کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے پاتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مطلوب کی طرف آ جاؤ۔ پھر وہ فرشتے اپنے پروں سے آسمان دنیا تک ان کو گھیر لیتے ہیں۔

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ آمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ (مسلم)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدمی اپنے بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو فرشتے (اس پر) یوں کہتے ہیں آمین (یعنی ایسا ہی ہو) اور تیرے لئے بھی اس کی مانند ہو۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُصَلِّیْ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيْهِ. فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ قَالَ أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ إِنَّهٗ لَمْ يَقُلْ بَأْساً فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتُهَا فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَیْ عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا أَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص آیا اس کا سانس پھولا ہوا تھا اور (نماز کی تحریم کے لئے) اللہ اکبر کہا۔ پھر یہ کلمات کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْراً طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس حال میں کہ وہ کثیر، پاکیزہ اور بابرکت ہیں) جب آپ نے نماز پوری کی تو پوچھا یہ کلمات کہنے والا کون شخص ہے۔ لوگ چپ رہے (اور یہ صاحب بھی ڈر کی وجہ سے چپ رہے کہ کہیں نازیبا بات نہ ہوگئی ہو) آپ نے فرمایا (ڈرو نہیں) اس نے بری بات نہیں کہی ہے۔ تو ایک صاحب نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے ہی یہ کلمات کہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا (ایک دوسرے سے) سبقت کر رہے ہیں کہ ان میں سے کون ان کلمات کو لے کر اوپر جائے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ فَإِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام (نماز میں) وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو کیونکہ (اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور) جس کا قول (یعنی آمین کہنا) فرشتوں کے (آمین کہنے کے) قول کے ساتھ ہو تو اس کے سابقہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

رحمت کے فرشتوں کے بارے میں تنبیہ

عَنْ أَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتاً فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيْرُ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں (بے وجہ) کتا ہو اور تصویریں (اور مورتیاں) ہوں۔

فرشتوں کے دیگر کام

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِی الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ أُمَّتِیَ السَّلَامَ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ يَّوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا وَ مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً وَيَقُوْلُ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكاً تَلَفاً (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی دن نہیں ہوتا کہ جس میں بندے صبح کرتے ہیں مگر (صبح کے وقت) دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ (اپنی راہ میں) خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا یوں کہتا ہے کہ اے اللہ روک رکھنے والے (یعنی راہ خدا میں خرچ نہ کرنے والے) کو مال کی بربادی عطا فرما۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ يَشْتَدُّ فِیْ أَثَرِ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ أَمَامَهُ إِذْسَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهُ وَصَوْتَ الْفَارِسِ يَقُوْلُ اَقْدِمْ حَيْزُوْمُ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْمُشْرِكِ أَمَامَهُ خَرَّمُسْتَلْقِياً فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ أَنْفُهُ وَشُقَّ وَجْهُهُ كَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذٰلِكَ أَجْمَعُ فَجَاءَ الْأَنْصَارِیُّ فَحَدَّثَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ

صَدَقْتَ ذٰلِکَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دن (یعنی جنگ بدر کے دن اس دوران کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے تیزی سے جا رہا تھا کہ اچانک اس نے اپنے اوپر کوڑے کے مار کی آواز اور گھڑ سوار کی آواز سنی (جو اپنے گھوڑے کو کہہ رہا تھا) کہ اے حیزوم آگے بڑھ۔ پھر جونہی اس کی نظر اپنے سامنے مشرک پر پڑی تو وہ گرا ہوا لیٹا پڑا تھا۔ مسلمان نے جب مشرک کو دیکھا تو اس کی ناک ٹوٹی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ پھٹا ہوا تھا کوڑے کی مار کے موافق اور (زخم کی) ساری جگہ سبز تھی۔ وہ مسلمان انصاری آیا اور رسول اللہ ﷺ سے سارا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔

فرشتوں کے ذریعہ بندوں کی آزمائش

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ إِنَّ ثَلَاثَةً مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمٰی فَأَرَادَ اللّٰهُ أَنْ یَّبْتَلِیَهُمْ فَبَعَثَ إِلَیْهِمْ مَلَکاً فَأَتَی الْأَبْرَصَ فَقَالَ أَیُّ شَیْئٍ أَحَبُّ إِلَیْکَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَ جِلْدٌ حَسَنٌ وَیَذْهَبُ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذَرَنِیَ النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهٗ وَأُعْطِیَ لَوْناً حَسَناً وَجِلْداً حَسَناً قَالَ فَأَیُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَیْکَ قَالَ الْإِبِلُ ..... فَأُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِیْهَا. فَأَتَی الْأَقْرَعَ فَقَالَ أَیُّ شَیْئٍ أَحَبُّ إِلَیْکَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَیَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا الَّذِیْ قَدْ قَذَرَنِیَ النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ وَأُعْطِیَ شَعْرًا حَسَناً قَالَ فَأَیُّ الْمَالِ أَحَبُّ قَالَ الْبَقَرُ فَأُعْطِیَ بَقَرَةً حَامِلاً قَالَ بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِیْهَا. قَالَ فَأَتَی الْأَعْمٰی فَقَالَ أَیُّ شَیْئٍ أَحَبُّ إِلَیْکَ قَالَ أَنْ یَّرُدَّ اللّٰهُ إِلَیَّ بَصَرِیْ فَأُبْصِرُبِه النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَیْهِ بَصَرَهٗ قَالَ فَأَیُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَیْکَ قَالَ الْغَنَمُ فَأُعْطِیَ شَاةً وَالِدًا. فَأُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَدَ هٰذَا فَکَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ إِنَّهٗ أَتَی الْأَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْکِیْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِکَ أَسْئَلُکَ بِالَّذِیْ أَعْطَاکَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْراً أَتَبَلَّغُ بِهٖ سَفَرِیْ فَقَالَ الْحُقُوْقُ کَثِیْرَةٌ فَقَالَ إِنَّهٗ کَأَنِّی أَعْرِفُکَ أَلَمْ تَکُنْ أَبْرَصَ یَقْذِرُکَ النَّاسُ فَقِیْراً فَأَعْطَاکَ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ کَابِرًا عَنْ کَابِرٍ فَقَالَ إِنْ کُنْتَ کَاذِباً فَصَیَّرَکَ اللّٰهُ إِلٰی مَا کُنْتَ. قَالَ وَأَتَی الْأَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَ رَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ

عَلٰى هٰذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِباً فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلٰى مَاكُنْتَ وَأَتَى الْأَعْمٰى فِيْ صُوْرَتِهٖ وَ هَيْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ وَابْنُ سَبِيْلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْئَلُکَ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْکَ بَصَرَکَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِيْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا أَجْهَدُکَ الْيَوْمَ بِشَيْئٍ أَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ فَقَالَ أَمْسِکْ مَالَکَ فَإِنَّمَا اُبْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ عَنْکَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْکَ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے ایک برص والا ، ایک گنجا اور ایک اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ کیا اور ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ (آدمی کی صورت میں پہلے) برص والے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس نے جواب دیا (جلد کی) اچھی رنگت اور صحیح سالم جلد اور یہ کہ مجھ سے یہ (برص کی بیماری) دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس سے اس کی گندگی جاتی رہی اور اس کو اچھی رنگت اور صحیح سالم جلد دی اور اس سے پوچھا کونسا مال تجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس نے بتایا کہ اونٹ .....تو فرشتہ نے اس کو دس ماہ کی حاملہ اونٹنی دی اور کہا اللہ تمہیں اس میں برکت عطا فرمائیں۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور پوچھا تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اچھے بال اور یہ کہ مجھ سے یہ (گنجا پن) دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس کے ہاتھ پھیرا تو اس کا گنجا پن دور ہو گیا اور اس کو اچھے بال عطا کئے۔ فرشتہ نے پوچھا تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے۔ گنجے نے جواب دیا گائیں۔ فرشتہ نے (اسکو) ایک حاملہ گائے دی اور کہا اللہ تمہیں اس میں برکت دے۔ پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور پوچھا سب سے زیادہ کونسی چیز پسند ہے۔ اس نے جواب دیا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی واپس لوٹا دے تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کو اس کی بینائی لوٹا دی۔ فرشتہ نے (اس سے) پوچھا کونسا مال تمہیں سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس نے جواب دیا کہ بھیڑ بکریاں۔ تو فرشتہ نے اس کو ایک حاملہ بکری دی۔ ان دو (یعنی اونٹنی اور گائے) نے بچے جنے اور اس (بکری) نے بھی بچہ جنا۔ (رفتہ رفتہ) برص والے کے پاس اونٹوں سے بھری وادی ہو گئی اور گنجے کے پاس گائے بیلوں سے بھری وادی ہو گئی اور اندھے کے پاس بھی بکریوں سے بھری وادی ہو گئی۔

پھر وہی فرشتہ برص والے کے پاس اپنی (سابقہ) صورت وہیئت میں آیا (کہ شاید پہچان کر

احسان مند بھی ہو) اور کہا میں مسکین آدمی ہوں۔ سفر میں میرا سامان ختم ہو گیا ہے تو آج منزل پر پہنچنے کا کوئی ذریعہ اللہ کے سوا اور پھر تمہارے سوا نہیں رہا۔ تو تمہیں اس ذات کا واسطہ جس نے تمہیں اچھی رنگت اور اچھی جلد دی اور مال میں اونٹ دیئے میں تم سے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے میں اپنا سفر پورا کر لوں۔ برص والے نے کہا (مجھ پر تو پہلے ہی) بہت سے حقوق ہیں۔ فرشتہ نے کہا لگتا ہے کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ کیا تم وہی برص والے نہیں ہو جس سے لوگ گھن کرتے تھے اور تم وہی فقیر نہیں ہو جس کو اللہ نے مال عطا کیا۔ برص والے نے جواب دیا یہ مال تو میں نے نسل در نسل وراثت میں پایا ہے۔ فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو تھا۔ پھر فرشتہ (اپنی) اسی صورت میں گنجے کے پاس آیا اور جو برص والے سے کہا تھا وہی گنجے سے کہا۔ اس نے بھی برص والے کا سا جواب دیا۔ فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو تھا۔ پھر وہ فرشتہ اپنی (سابقہ) صورت و ہیئت میں اندھے کے پاس آیا اور کہا میں مسکین اور مسافر آدمی ہوں۔ میرے سفر میں میرا سامان ختم ہو گیا ہے۔ آج منزل تک پہنچنے کے لئے میرے پاس سوائے اللہ کے اور پھر سوائے تمہارے کوئی آسرا نہیں ہے۔ اس ذات کا واسطہ جس نے تمہیں تمہاری بینائی واپس لوٹائی میں تم سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تا کہ میں اس کے سہارے اپنا سفر پورا کروں۔ اندھے نے جواب دیا کہ (ہاں ہاں) میں اندھا تھا۔ اللہ نے مجھے میری بینائی واپس لوٹائی تو تم جو چاہو لو اور جو چاہو چھوڑ و اللہ کی قسم آج تم اللہ کے نام پر جو کچھ لو گے میں اس میں تم سے مزاحمت نہیں کروں گا۔ فرشتے نے کہا تمہارا مال تمہیں سلامت۔ تمہاری تو فقط آزمائش کی گئی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوا اور تمہارے دونوں ساتھیوں پر ناراض ہوا۔

دجال سے مدینہ منورہ کی حفاظت

عَنْ أَبِیْ بَکْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَةَ رُعْبُ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ لَهَا یَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مَلَکَانِ. (بخاری)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا مسیح دجال کا رعب مدینہ (منورہ) میں داخل نہ ہو گا۔ دجال کے وقت میں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو دو فرشتے ہوں گے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ یَاتِی الْمَسِیْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِیْنَةَ حَتّٰی یَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِکَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِکَ یَهْلِکُ

(بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسیح دجال مدینہ (منورہ) میں داخل ہونے کے ارادے سے مشرق کی جانب سے آئے گا یہاں تک کہ وہ احد (پہاڑ) کے پچھلی جانب پڑاؤ کرے گا (لیکن) پھر فرشتے اس کا رخ شام کی طرف کر دیں گے اور وہیں (یعنی شام ہی کے لدنامی موجودہ اسرائیل کے ایک مقام میں) وہ ہلاک ہوگا۔

بندوں کی حفاظت

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُوْجَهْلٍ هَلْ یَعْفِرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهٗ بَیْنَ أَظْهُرِکُمْ فَقِیْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی لَئِنْ رَأَیْتُهٗ یَفْعَلُ ذٰلِکَ لَأَطَأَنَّ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَأَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ یُصَلِّیْ زَعَمَ لِیَطَأَ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ إِلَّا وَهُوَ یَنْکُصُ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَیَتَّقِیْ بِیَدَیْهِ فَقِیْلَ لَهٗ مَالَکَ فَقَالَ اِنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ لَخَنْدَقاً مِنْ نَارٍ وَهَوْلاً وَأَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْدَنَا مِنِّیْ لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِکَةُ عُضْوًا عُضْوًا. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ابوجہل نے (ایک مرتبہ) پوچھا کیا محمد تمہارے سامنے اپنے چہرے کو خاک آلودہ کرتے ہیں (یعنی کیا وہ تمہارے سامنے نماز پڑھتے ہیں؟) بتایا گیا کہ ہاں، تو ابوجہل نے کہا لات وعزیٰ کی قسم اگر میں نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو میں ان کی گردن روند دوں گا۔ ایک دفعہ جب آپ نماز پڑھ رہے تو ابوجہل آیا اور ارادہ یہ تھا کہ آپ کی گردن کو روندے۔ مگر اچانک وہ واپس اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ رہا تھا اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچا رہا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیا ہوا تو اس نے بتایا کہ میرے اور محمد ﷺ کے درمیان آگ کی ایک بڑی خندق تھی اور بڑی ہولناک تھی اور بہت سے پر تھے۔ (جو فرشتوں کے تھے) رسول اللہ ﷺ (کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ) نے فرمایا اگر وہ میرے قریب ہوتا تو فرشتے اس کو اچک کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔

باب :7

قرآن پاک

قرآن پاک قریش کی لغت پر نازل ہوا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصاحف لکھنے کے لئے ایک جماعت تشکیل دی تو اس جماعت سے فرمایا:

إِذَا اخْتَلَفْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ. (بخاری)

''جب تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان پر لکھنا کیونکہ قرآن صرف ان کی زبان پر نازل ہوا ہے۔

نزول قرآن کے ابتدائی دور میں لوگوں کی آسانی کی خاطر مرادف الفاظ کی اجازت ہوئی

رسول اللہ ﷺ نے امت کی خاطر سات کے عدد تک مرادفات کی رعایت کی درخواست فرمائی جو منظور ہوئی۔ لیکن یہ مرادفات نازل نہیں ہوئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَقْرَأَ نِيْ جِبْرِيْلُ عَلٰى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهُ وَيَزِيْدُنِيْ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا تو میں نے ان سے مراجعت کی اور میں (حضرت میکائیل علیہ الاسلام کے کہنے پر) مزید طلب کرتا رہا اور وہ (اللہ تعالیٰ کی اجازت سے قرآن کے حرفوں میں) اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سات حرفوں تک پہنچ گئے۔

عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ أَنَّ جِبْرَئِيْلَ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ قَالَ مِيْكَائِيْلُ اِسْتَزِدْهُ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ قَالَ كُلٌّ شَافٍ كَافٍ مَا لَمْ تَخْلِطْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ أَوْ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ نَحْوَ قَوْلِكَ تَعَالَ وَأَقْبِلْ وَهَلُمَّ وَاذْهَبْ وَأَسْرِعْ وَعَجِّلْ. (احمد)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا کہ اے محمد قرآن کو ایک حرف پر پڑھئے۔ میکائیل (علیہ السلام) نے (نبی ﷺ سے) کہا اس میں اضافہ کروایئے۔ یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے تاوقتیکہ آپ عذاب کی آیت کو رحمت سے یا رحمت کی آیت کو عذاب سے مخلوط نہ کر دیں۔ یہ ایسا ہی ہو گا جیسے تعال کے معنی کو اُقْبِلْ، هَلُمَّ، اِذْهَبْ، اُسْرِعْ اور عَجِّلْ کے الفاظ سے ادا کریں۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّيْ فَقَرَأَ قِرَاءَ ةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوٰى قِرَاءَ ةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا جَمِيْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ إِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَ ةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوٰى قِرَاءَ ةِ صَاحِبِهٖ فَأَمَرَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَءَ ا فَحَسَّنَ النَّبِيُّ ﷺ شَانَهُمَا. فَسَقَطَ فِيْ نَفْسِيْ مِنَ التَّكْذِيْبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا قَدْ غَشِيَنِيْ ضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلٰى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَرَقًا فَقَالَ لِيْ يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنِ اقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُّ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِيْ فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ اِقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُّ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِيْ فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ اِقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ (مسلم)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت سے مختلف ایک اور قراءت پڑھی۔ جب ہم نے نماز ختم کر لی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایک ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا۔ اس نے پہلے کی قراءت سے مختلف ایک دوسری قراءت پڑھی۔ اس پر آپ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر (اپنا ہاتھ) مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہو گیا اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابی پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں۔ میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دو حرفوں پر پڑھوں۔ میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر

آسانی فرمایئے تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے تین حرفوں پر پڑھوں۔ میں نے جواب میں درخواست کی میری امت پر آسانی فرمایئے تو اللہ تعالیٰ نے چوتھی بار پیغام بھیجا کہ میں اسے)سات حرفوں پر پڑھوں۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَ أَضَاةِ بَنِيْ غِفَارٍ قَالَ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَ مَغْفِرَتَهُ وَاَنَّ أُمَّتِيْ لَاتُطِيْقُ ذٰلِكَ. ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَا مُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَأَنَّ أُمَّتِيْ لَاتُطِيْقُ ذٰلِكَ ثُمَّ جَاءَ هُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَامُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مَعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَأَنَّ اُمَّتِيْ لَاتُطِيْقُ ذٰلِكَ ثُمَّ جَاءَ هُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَامُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أَمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُ وْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا (مسلم)

نبی ﷺ بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو ایک حرف پر پڑھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں اللہ سے عافیت اور مغفرت مانگتا ہوں میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو دو حرفوں پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا میں اللہ سے عافیت اور مغفرت مانگتا ہوں میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر وہ تیسری بار آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو تین حرفوں پر پڑھے۔ آپ نے پھر فرمایا میں اللہ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر وہ چوتھی بار آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو سات حرفوں پر پڑھے۔ پس امت کے لوگ جس حرف پر پڑھیں گے ان کی قراء ت درست ہوگی۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ لَقِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جِبْرِيْلَ فَقَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ إِنِّيْ بُعِثْتُ إِلٰى أُمَّةٍ أُمِّيِّيْنَ مِنْهُمُ الْعَجُوْزُ وَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ يَقْرَأْ كِتَابًا قَطُّ قال يَا مُحَمَّدُ إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ (ترمذی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی ملاقات جبرئیل علیہ السلام سے ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اے جبرئیل مجھے ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہے

جس میں بوڑھیاں بھی ہیں اور بوڑھے بھی ہیں بچے بھی ہیں اور بچیاں بھی ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے سرے سے پڑھنا سیکھا ہی نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔

تنبیہ: امت کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ مرادفات کی رعایت رسول اللہ ﷺ کے آخری دور میں ختم کر دی گئی تھی۔ محقق ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولا شک ان القرآن نسخ منه و غیرفیه فی العرضة الاخیره فقد صح النص بذلک عن غیر واحد من الصحابة و روینا باسناد صحیح عن زر بن حبیش قال قال لی ابن عباس ای القراء تین تقرأ قلت الاخیرة قال النبی ﷺ کان یعرض القرآن علی جبرئیل علیه السلام فی کل عام مرة قال فعرض علیه القرآن فی العام الذی قبض فیه النبی ﷺ مرتین فشهد عبدالله یعنی ابن مسعود ما نسخ منه وما بدل. (النشرفی القراء ات العشر ص 32 ج ا)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ عرضہ اخیرہ کے موقع پر قرآن پاک میں نسخ اور تبدیلی ہوئی۔ اس کی تصریح متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ ہم تک صحیح سند کے ساتھ زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پہنچا ہے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کونسی قراءت پڑھتے ہو۔ میں نے کہا آخری قراءت۔ زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ ہر سال ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا اس موقع پر جو کچھ منسوخ ہوا اور جو تبدیلی کی گئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے شاہد تھے۔

لغت قریش ہی میں قرآن سات طریقے سے نازل ہوا

إِنَّ عُثْمَانَ رضی الله عنه قَالَ يَوْمًا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ أَذْكُرُ اللّٰهَ رَجُلاً سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ لَمَا قَامَ فَقَامُوْا حَتّٰى لَمْ يُحْصَوْا فَشَهِدُوْا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ فَقَالَ عُثْمَانُ رضی الله عنه وَأَنَا أَشْهَدُ مَعَهُمْ (مسند ابو یعلی)

ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب کہ وہ منبر پر تھے کہا میں اس شخص کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا اور وہ تمام حروف کافی و

شافی ہیں کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ تو بے شمار لوگ کھڑے ہو گئے اور ان سب نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے اور وہ سب حروف کافی وشافی ہیں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه يَقُوْلُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهٖ فَإِذَا هُوَ يَقْرَءُ عَلٰى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَمْ يُقْرِءْنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكِدْتُّ اُسَاوِرُهٗ فِي الصَّلَاةِ فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰى سَلَّمَ ثُمَّ لَبَبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ اَوْ بِرِدَائِيْ فَقُلْتُ مَنْ اَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ فَقَالَ اَقْرَأَ نِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهٗ كَذَبْتَ فَوَاللّٰهِ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَقْرَأَنِيْ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُكَ تَقْرَءُ هَا فَانْطَلَقْتُ أَقُوْدُهٗ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ بِسُوْرَةِ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوْفٍ لَمْ تُقْرِءْنِيْهَا وَأَنْتَ أَقْرَأْتَنِيْ سُوْرَةَ الفُرْقَانِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ. اِقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ هٰذِهِ الْقِرَاءَ ةَ الَّتِيْ سَمِعْتُهٗ يَقْرَؤُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَأُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ. (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ہشام بن حکیم (رضی اللہ عنہ) کو سورت فرقان پڑھتے سنا۔ میں نے جب ان کی قراءت کی طرف کان لگائے تو وہ ایسے بہت سے حروف پر پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر جھپٹ پڑوں لیکن میں نے انتظار کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیر لیا۔ پھر میں نے ان کو ان کی (یا فرمایا اپنی) چادر سے کھینچا اور پوچھا کہ تمہیں یہ سورت کس نے پڑھائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سورت مجھے رسول اللہ نے پڑھائی۔ میں نے ان سے کہا کہ تم غلط کہتے ہو۔ اللہ کی قسم یہ سورت جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنی ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میں نے ان کو سورت فرقان ان حروف پر پڑھتے ہوئے سنا جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے حالانکہ آپ ہی نے مجھے سورہ فرقان پڑھائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر ان کو چھوڑ دو۔ پھر فرمایا اے ہشام تم پڑھو تو انہوں نے وہی قراء ت پڑھی جو میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنی تھی۔ رسول اللہ نے فرمایا (یہ سورت) اسی طرح نازل کی گئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے لہٰذا تم (ان حروف میں سے) جو چاہو پڑھو۔

نازل شدہ سات حروف سے مراد

ان سے مراد قراءت کی سات نوعیتیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1- اسماء کا اختلاف جس میں افراد، تثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے مثلاً تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّکَ اور تَمَّتْ كَلِمَاتُ رَبِّکَ. کلمۃ واحد ہے اور کلمات جمع ہے۔

2- افعال کا اختلاف یعنی ماضی، مضارع اور امر کا اختلاف مثلاً رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا بھی ہے۔ اور رَبُّنَا بَعَّدَ بَيْنَ اَسْفَارِنَا بھی ہے۔ بَاعِدْ امر ہے جب کہ بَعَّدَ فعل ماضی ہے۔

3- اعراب یعنی حرکتوں کا اختلاف مثلاً لَايُضَارَّ (راء کی فتحہ کے ساتھ) كَاتِبٌ اور لَا يُضَارُّ (راء کے ضمہ کے ساتھ) كَاتِبٌ.

4- الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف مثلاً وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى بھی ہے یعنی مَا خَلَقَ کے الفاظ کے ساتھ اور وَالذَّكَرِ وَ الْاُنْثٰى بھی ہے یعنی مَاخَلَقَ کے الفاظ کے بغیر۔

5- الفاظ کے مقدم وموخر ہونے کا اختلاف مثلاً جَاءَ تْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ بھی ہے اور جَاءَ تْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ بھی ہے۔

6- لفظ بدل کر ہو مثلاً نُنْشِزُهَا بھی ہے اور نُنْشِرُهَا بھی ہے۔

7- لہجوں کا اختلاف جس میں تفخیم وترقیق (یعنی حرف کو موٹا یا باریک پڑھنا) اور مد وقصر (حرف کو لمبا کرنا یا نہ کرنا) اور اظہار وادغام اور امالہ سب شامل ہیں مثلاً مُوْسٰى بھی ہے اور مُوْسَے بھی ہے۔

ان سات قسم کے اختلافات میں چونکہ کوئی خاص ترتیب واجب نہیں تھی اس لئے خیر القرون میں ائمہ قراءت نے شرائط کی پابندی کرتے ہوئے اپنی اپنی ترتیب دی مثلاً کسی نے کسی اختلاف کی ایک صورت کو لیا کسی نے دوسری کو۔ اسی طرح اختلاف کی باقی نوعیّتوں میں کسی نے کوئی صورت لی کسی نے کوئی۔ اس طرح سے پڑھنے یعنی قراءت کرنے کی بہت سی ترتیبیں بن گئیں۔ ان میں سے دس اب تک تواتر سے موجود ہیں جن میں سے سات زیادہ مشہور ہیں اور یہ سبعہ قراءات اور عشرہ قراءات کہلاتی ہیں۔

نازل شدہ سات حروف کے چند فوائد

1- امت کے لئے خصوصاً اہل عرب کے لئے سہولت و آسانی جو خاص طور سے لہجوں میں نمایاں ہے۔

2- حکم کا بیان۔

قرآن پاک میں ہے: وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِامْرَاَةٌ وَلَهٗ اَخٌ اَوْاُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کی قراءت میں ہے۔ وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ مِنْ اُمٍّ. اس قراءت میں مِنْ اُمٍّ کے زائد ہونے سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ حکم میں بھائی بہنوں سے ماں شریک بھائی بہن مراد ہیں۔

3- دومختلف حکموں کو جمع کرنا۔

مثلاً قرآن پاک میں ہے۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ. یطھرن ایک قراءت میں طاء کے سکون کے ساتھ ہے اور دوسری قراءت میں طا کی تشدید کے ساتھ ہے۔ مشدد کا صیغہ عورتوں کے حیض سے طہارت میں مبالغہ کا معنی دیتا ہے جس سے یہ بات حاصل ہوئی کہ قربت سے پہلے ایک تو عورت حیض سے پاک ہو جائے اور دوسرے وہ غسل بھی کر لے۔

4- دومختلف حالتوں میں دومختلف شرعی حکموں پر دلالت

قرآن پاک میں ہے۔ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلِكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اس آیت میں ارجلکم کے لام پر ایک قراءت میں نصب ہے، اور دوسری قراءت میں جر ہے۔

نصب کی صورت میں پاؤں دھونے کا حکم ہے جس وقت پاؤں ننگے ہوں اور جر کی صورت میں مسح کرنے کا حکم ہے جب کہ پاؤں پر چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں۔ نبی ﷺ نے ان دونوں حکموں کو اسی طرح بتایا ہے۔

5- جو مراد نہ ہو اس کے وہم کا دفعیہ۔

آیت ہے۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ اور دوسری قراءت میں ہے۔ فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ.

فَاسْعَوْا سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ تیز تیز چلنے کا حکم ہے حالانکہ وہ مراد نہیں ہے۔ اس وہم کا دفعیہ فَامْضُوْا کے لفظ سے ہو گیا۔ کیونکہ اس کے معنی میں تیزی اور سرعت شامل نہیں ہے۔

6- کسی لفظ کا بیان

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ اور ایک اور قراءت میں ہے كَالصُّوْفِ الْمَنْفُوْشِ دوسری قراءت سے معلوم ہوا کہ عھن سے مراد صوف (اون) ہے۔

7- کسی عقیدے کی وضاحت

جنت کے بارے میں آیت ہے۔ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًاوَّ مُلْكًا كَبِيرًا.

ایک قراءت میں ملکا کی میم کا ضمہ اور لام کا سکون ہے جب کہ دوسری قراءت میں میم کا فتحہ اور لام کا کسرہ ہے۔ دوسری قراءت سے جنت میں مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہونا ثابت ہوا کیونکہ الفاظ یہ بنے مَلِکاً کَبِیرًا یعنی تم جنت میں بڑے بادشاہ کو دیکھو گے۔

رسول اللہ ﷺ کا پورا قرآن لکھوانا

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثابِتٍ قَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَخَذَتْهُ رُحَضَاءُ شَدِيْدَةٌ وَعَرَقًا مِثْلَ الْجُمَّانِ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَكُنْتُ أَدْخُلُ عَلَيْهِ بِقِطْعَةِ الْكَتِفِ أَوْ كِسْوَةٍ فَأَكْتُبُ وَهُوَ يُمْلِيْ عَلَيَّ فَمَا أَفْرُغُ حَتّٰى تَكَادُ رِجْلِيْ تَنْكَسِرُ مِنْ نَقْلِ الْقُرْاٰنِ حَتّٰى أَقُوْلَ لَا أَمْشِيْ عَلٰى رِجْلِيْ أَبَداً فَإِذَا فَرَغْتُ قَالَ اِقْرَأْ فَأَقْرَأُهٗ فَإِنْ كَانَ فِيْهِ سِقْطٌ أَقَامَهٗ ثُمَّ أَخْرَجَ بِهٖ إِلَى النَّاسِ (طبرانی)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو سخت گرمی لگتی تھی اور آپ (کے جسم) پر موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے ڈھلکتے۔ پھر آپ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا (کسی اور چیز کا) ٹکرا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ لکھواتے جاتے اور میں لکھتا جاتا یہاں تک کہ ابھی لکھ کر فارغ نہ ہوا ہوتا کہ قرآن کی نقل کے بوجھ سے (مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے) میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں خیال کرتا کہ میں کبھی چل نہیں سکوں گا اور جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو آپ فرماتے کہ (لکھا ہوا) پڑھو۔ میں پڑھ کر سناتا۔ اگر اس میں کوئی فروگزاشت ہوتی تو آپ اس کی اصلاح فرما دیتے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ لِعُثْمَانَ مَاحَمَلَكُمْ عَلٰى أَنْ عَمَدْتُمْ إِلَى الْأَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِيْ وَإِلٰى بَرَاءَةٍ وَهِيَ مِنَ الْمِئِيْنَ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوْا بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُمُوْهَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ؟ فَقَالَ عُثْمَانُ رضی الله عنه كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِمَّا يَاتِيْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَ هُوَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ فَكَانَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا..... وَكَانَتِ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَائِلِ مَا نَزَلَ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَتْ بَرَائَةٌ مِنْ آخِرِ

الْقُرْآنِ نُزُوْلاً وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا مِنْهَا فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَّنَا أَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ أَجْلِ ذٰلِکَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ أَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ وَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ (ترمذی و نسائی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا وجہ ہوئی کہ آپ نے سورہ انفال کو لیا جو کہ مثانی میں سے (یعنی سو سے کم آیتوں والی سورتوں میں سے ہے اور سورہ براءت کو لیا جو کہ مئین میں سے ہے (یعنی ان سورتوں میں سے ہے جن کی آیتیں سو سے زائد ہیں) اور آپ نے ان دونوں کو اکٹھا کر دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور ان کو (شروع کی) سات طویل سورتوں میں رکھ دیا۔ (جواب میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر ایسا وقت بھی آتا تھا جس میں متعدد آیتوں والی سورتیں نازل ہوتی تھیں۔ تو جب آپ پر کچھ آیات نازل ہوتی تھیں تو آپ کسی (وحی) لکھنے والے کو بلاتے اور فرماتے کہ ان آیتوں کو اس سورت میں لکھو جس میں یہ یہ باتیں ذکر ہیں۔ سورہ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ منورہ میں شروع شروع میں نازل ہوئیں اور سورہ براءت نزول کے اعتبار سے قرآن کی آخری سورت ہے۔ اور چونکہ سورہ براءت کا مضمون سورہ انفال کے مضمون کے مشابہ ہے (کہ دونوں میں جہاد کا مضمون ہے) اس لئے میں نے خیال کیا کہ سورہ براءت سورہ انفال کا حصہ ہے (اگرچہ) نبی ﷺ نے اپنی وفات تک بیان نہیں کیا تھا کہ سورہ براءت سورہ انفال کا حصہ ہے (یا اس سے الگ ہے)۔ اسی وجہ سے میں نے ان دونوں سورتوں کو اکٹھا کر دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر بھی نہیں لکھی۔

اس کے علاوہ اور حضرات کے پاس اپنے مکمل نسخے بھی تھے

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رضی الله عنه مَنْ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَ أَبُوْزَيْدٍ. (بخاری)

قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں کس کس نے قرآن جمع کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا چار افراد نے جو کہ سب کے سب انصار میں سے تھے۔ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل اور زید بن ثابت اور ابوزید رضی اللہ عنہم۔

فائدہ: عہد رسالت میں قرآن پاک کا ایک نسخہ تو وہ تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگرانی میں

لکھوایا تھا۔ وہ کتابی شکل میں نہ تھا بلکہ متفرق پارچوں کی شکل میں تھا وہ بھی مختلف صحابہ کے پاس متفرق طور پر محفوظ تھا۔ اس کے علاوہ بعض حضرات کے پاس کل یا بعض قرآن جمع تھا۔ یہ سلسلہ اسلام کے بالکل ابتدائی دور سے جاری تھا جس کی شہادت اس بات سے ملتی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ ان کی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید مسلمان ہو چکے ہیں تو وہ غصہ میں بھرے ہوئے ان کے گھر پہنچے۔ اس وقت ان لوگوں کے سامنے ایک صحیفہ رکھا ہوا تھا جس میں سورہ طٰہٰ کی آیات درج تھیں اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ انہیں پڑھا رہے تھے۔

ii- بہت سے صحابہ پورے قرآن پاک کے حافظ تھے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

1- حضرت ابوبکرؓ	11- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	21- حضرت عائشہؓ
2- حضرت عمرؓ	12- حضرت عبداللہ بن عمرؓ	22- حضرت حفصہؓ
3- حضرت عثمانؓ	13- حضرت عبداللہ بن عباسؓ	23- حضرت ام سلمہؓ
4- حضرت علیؓ	14- حضرت عبداللہ بن عمروؓ	24- حضرت ام ورقہؓ
5- حضرت طلحہؓ	15- حضرت اللہ بن زبیرؓ	25- حضرت انس بن مالکؓ
6- حضرت سعدؓ	16- حضرت عبداللہ بن سائبؓ	26- حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ
7- حضرت ابوہریرہؓ	17- حضرت معاذ بن جبلؓ	27- حضرت تمیم داریؓ
8- حضرت حذیفہ بن یمانؓ	18- حضرت ابی بن کعبؓ	28- حضرت زید بن ثابتؓ
9- حضرت سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ	19- حضرت عقبہ بن عامرؓ	29- حضرت ابوزیدؓ
10- حضرت عمرو بن عاصؓ	20- حضرت معاویہؓ	30- حضرت ابودرداءؓ

تنبیہ: اگر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خود پورا قرآن پاک لکھا ہوا تھا تو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تو ان کو اس میں شروع میں تردد کیوں رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انفرادی طور پر جمع کرنے کی اجازت تو نبی ﷺ کے دور میں بھی تھی اس لئے بہت سے لوگوں کے پاس غیر مکمل مجموعے تھے لیکن خود نبی ﷺ نے سرکاری طور پر اس کو جمع نہیں کیا تھا۔ اس لئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سرکاری اہتمام کے ساتھ جمع کرنے میں تردد ہوا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قرآن پاک متفرق اشیاء پر لکھا ہوا تھا جو خود یکجا نہیں تھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان منتشر حصوں کو یکجا کر کے محفوظ کیا۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضى الله عنه أَنَّهُ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ اَبُوْبَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ. قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رضى الله عنه إِنَّ عُمَرَ أَتَانِيْ فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْاٰنِ وَإِنِّيْ أَخْشٰى أَنْ يَّسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ مَالَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ. فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَا جِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِذٰلِكَ وَرَأَيْتُ فِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ رَاٰى عُمَرُ. قَالَ زَيْدٌ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْهُ فَوَ اللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَاكَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِيْ بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ. قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ أَبُوْبَكْرٍ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ. فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ أَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ واللِّخَافِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ ..... فكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهٗ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ. (بخاری)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جنگ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک روز مجھے پیغام بھیج کر بلوایا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن کے قراء (جو کہ حفاظ بھی تھے ان) کی ایک بڑی تعداد شہید ہوئی ہے اور مختلف مقامات پر اگر قراء کی بڑی جماعت شہید ہوتی رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہو جائے اور میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیں (اور اس کام کو شروع کروا دیں) ۔ میں نے عمر سے کہا کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا تم اسے کیسے کرو گے۔ عمر نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ کام خیر ہے اور وہ بار بار مجھ سے اس کا کہتے رہے یہاں تک اللہ نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا اور (اب) میری رائے بھی وہی ہے جو عمر کی رائے ہوئی۔ اور تم نوجوان اور سمجھدار آدمی ہو، ہمیں تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے۔ تم رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی لکھتے رہے ہو لہٰذا تم قرآن کو تلاش کرو اور اس کو جمع کرو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو ڈھونے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر اس کام سے زیادہ بھاری نہ ہوتا جس کا انہوں نے مجھے حکم دیا۔ میں نے ان سے کہا

کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا آپ لوگ اسے کیسے کرتے ہیں۔ (اس پر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ کام اللہ کی قسم خیر ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مجھ سے یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دیا جس کے لئے اس نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا۔ تو میں نے قرآن کو کھجور کے پتوں اور پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں میں تلاش کیا اور وہاں سے اس کو جمع کیا..... پھر یہ صحیفے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے پاس رہے پھر حضرت عمر کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔

فائدہ: چونکہ نبی ﷺ کے لکھوائے ہوئے اجزاء متفرق طور پر مختلف صحابہ کے پاس محفوظ تھے اس لئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اعلان کرایا کہ جس شخص کے پاس نبی ﷺ کی لکھائی ہوئی قرآن پاک کی کوئی آیات ہوں وہ ان کو ان کے پاس لے آئے۔ پھر وہ مندرجہ ذیل طریقوں سے ان کی تصدیق کرتے۔

1- حضرت زید بن ثابت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اپنے یاد کئے ہوئے سے اس کی توثیق کرتے۔ یاد رہے کہ یہ دونوں حضرات مکمل قرآن پاک کے حافظ تھے۔

2- لکھی ہوئی آیت اس وقت قبول کی جاتی تھی جب دو گواہ اس بات کی گواہی دیتے کہ یہ آیت نبی ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھی۔

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ إِنَّ أَبَابَكْرٍ قَالَ لِعُمَرَ وَلِزَيْدٍ اُقْعُدَا عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَمَنْ جَاءَ كُمَا بِشَاهِدَيْنِ عَلٰى شَيْءٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَاكْتُبَاهُ (ابو داؤد)

حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم دونوں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو شخص تمہارے پاس قرآن کی کسی آیت پر دو (معتبر) گواہ لے کر آئے تو تم اس آیت کو لکھ لو۔

3- ان کا تقابل ان مجموعوں کے ساتھ کیا جاتا جو مختلف صحابہ کے پاس لکھے ہوئے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن

پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ قرآن لغت قریش ہی میں سات حروف یعنی قراءت کی سات نوعیّتوں پر نازل ہوا ہے۔ بہت سے عوام کو اس کا علم نہ ہوا اور وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے اور ہر ایک اپنی قراءت کو صحیح اور دوسرے کی قراءت کو غلط کہنے لگے۔

عَنْ أَبِیْ قَلَابَةَ أَنَّهٗ قَالَ لَمَّا كَانَتْ خِلَافَةُ عُثْمَانَ جَعَلَ الْمُعَلِّمُ يُعَلِّمُ قِرَاءَ ةَ الرَّجُلِ وَالْمُعَلِّمُ يُعَلِّمُ قِرَاءَ ةَ الرَّجُلِ فَجَعَلَ الْغِلْمَانُ يَلْتَقُوْنَ فَيَخْتَلِفُوْنَ حَتّٰى ارْتَفَعَ ذٰلِكَ إِلَى الْمُعَلِّمِيْنَ حَتّٰى كَفَّرَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُثْمَانَ فَخَطَبَ فَقَالَ أَنْتُمْ عِنْدِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فَمَنْ نَأٰی عَنِّیْ مِنَ الْأَمْصَارِ أَشَدُّ اِخْتِلَافًا (ابن ابی داؤد فی المصاحف)

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو ایک معلم کسی ایک قاری کی قراءت سکھاتا اور دوسرا معلم دوسرے قاری کی قراءت سکھاتا۔ پھر جب لڑکے باہم ملتے (اور آپس میں اپنی اپنی سیکھی ہوئی قراءت کا ذکر کرتے) تو ان میں آپس میں اختلاف ہوتا یہاں تک کہ یہ اختلاف ان کے اساتذہ تک پہنچ جاتا (اور وہ بھی چونکہ قراءت کے اختلاف کی حقیقت سے باخبر نہ تھے اس لئے وہ ایک دوسرے کو قرآن میں تحریف کا مرتکب خیال کرتے) یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے۔ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے (ایک مرتبہ لوگوں کو اکٹھا کیا اور انکو اختلاف کی صحیح نوعیت سے باخبر کیا اور) فرمایا تم میرے پاس ہوتے ہوئے اختلاف میں پڑ گئے ہو تو جو مجھ سے دور کے رہنے والے ہیں وہ تو اور زیادہ اختلاف میں ہونگے۔

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهٗ أَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلٰى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِیْ أَهْلَ الشَّامِ فِیْ فَتْحِ أَرْمِيْنِيَةَ وَأَذْرَبِيْجَانَ مَعَ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اِخْتِلَافُهُمْ فِی الْقِرَاءَ ةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَدْرِكْ هٰذِهِ الْأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِی الْكِتَابِ اِخْتِلَافَ الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰی فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰی حَفْصَةَ أَنْ أَرْسِلِیْ إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِی الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكِ. فَأَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ إِلٰی عُثْمَانَ. فَأَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ ..... حَتّٰی إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِی الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلٰی حَفْصَةَ فَأَرْسَلَ إِلٰی كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوْا وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ كُلِّ صَحِيْفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُّحْرَقَ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھے۔ وہاں کے لوگوں میں قراءت کے اختلاف نے ان کو خوفزدہ کر دیا۔ (جب وہ جہاد سے واپس آئے) تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین قبل اس کے کہ یہ امت اللہ کی کتاب کے بارے میں یہود و نصاری کی طرح

اختلافات کا شکار ہو آپ اس کا کچھ تدارک (وعلاج) کیجئے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا بات کیا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں آرمینیہ کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ شام کے لوگ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی اور اہل عراق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے ہیں جو اہل شام نے نہیں سنی ہوتی۔ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں)۔ حضرت عثمان نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس (حضرت ابوبکر کے زمانے کے) جو صحیفے موجود ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے ہم ان کو مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان کو بھیج دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت سعید بن عاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث ہشام رضی اللہ عنہم (پر مشتمل ایک جماعت) کو (اس کام کا) حکم دیا۔ جب ان حضرات نے (سات) مصاحف میں صحیفوں کو نقل کر لیا تو حضرت عثمان نے صحیفے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس بھجوا دیئے۔ مصاحف مختلف اطراف میں بھجوا دیئے گئے۔ (یعنی ایک مکہ مکرمہ، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیج دیا گیا۔ اور ایک مدینہ منورہ میں رکھا گیا جس کو امام کہا جاتا ہے) نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اب پچھلے تمام مصاحف اور صحیفے جلا دیئے جائیں (جن میں صرف ایک ہی قراءت کا احتمال تھا باقی کا نہیں تھا۔ جلانے کی صورت یہ کی گئی کہ ان کو پانی میں رکھا گیا۔ جب ان کی سیاہی پانی میں حل ہوگئی اور کاغذ صاف ہو گیا تو اس کاغذ کو جلا دیا گیا)۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیگر مصاحف کو جو جلانے کا حکم دیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت دیگر صحابہ کے اتفاق رائے سے دیا۔ اسی وجہ سے جب بعض پروپیگنڈہ کرنے والوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر قرآن کو جلانے کا الزام لگایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی صفائی پیش کی۔

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ يَقُوْلُ يَا مَعْشَرَ النَّاسِ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِيْ عُثْمَانَ وَ قَوْلَكُمْ حَرَّاقُ مَصَاحِفَ فَوَاللّٰهِ مَا حَرَّقَهَا إِلَّا عَنْ مَلَأٍ مِنَّا أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . (ابوبکر الأنباری)

حضرت سوید بن غفلہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور عثمان کے بارے میں غلو کرنے سے بچو اور ان کے بارے میں یہ کہنے

سے اجتناب کرو کہ وہ مصاحف کو جلانے والے ہیں کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے ہمارے مشورے سے ایسا کیا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعْيِدٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رضی الله عنه لَوْكُنْتُ الْوَالِي وَقْتَ عُثْمَانَ لَفَعَلْتُ فِي الْمَصَاحِفِ مِثْلَ الَّذِيْ فَعَلَ عُثْمَانُ. (مناهل العرفان)

عمر بن سعید کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر عثمان کی جگہ میں خلیفہ ہوتا تو مصاحف کے بارے میں وہی کچھ کرتا جو عثمان (رضی اللہ عنہ) نے کیا۔

باب: 8

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ایک وہ حضرات ہیں جن کو ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی صرف زیارت نصیب ہوئی اور دوسرے وہ ہیں جن کو آپ ﷺ کی مختلف مقدار میں معتد بہ صحبت بھی حاصل ہوئی۔ پھر جب دونوں قسم کے حضرات مرتے دم تک ایمان پر رہے تو اگرچہ دونوں کے باہمی درجوں اور رتبوں میں بڑا فرق ہے لیکن دونوں ہی کو وہ مقام حاصل ہے جو امت میں کسی اور کو حاصل نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ جیسے لوہے میں جب مقناطیسی اثر ہو تو اس کے مقناطیسی وصف کا ایک دائرہ اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح آدمی کے اچھے برے اوصاف کا بھی دائرہ اثر ہوتا ہے۔ نیکوں کی صحبت میں آدمی نیک بنتا ہے بروں کی صحبت سے برا بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ (مسلم) یعنی مجھ میں ایسا رعب اور ایسی ہیبت رکھی گئی ہے کہ ایک مہینے کی مسافت (تقریباً 800 کلومیٹر) تک اس کا اثر دشمنوں کے دلوں پر پڑتا ہے۔ تو آپ ﷺ کو ایمان و یقین کا جو وصف حاصل تھا وہ چونکہ کمال کے انتہائی درجے کا تھا تو جو لوگ مسلمان ہو کر اور یقین و معرفت کی اثر پذیری کی صلاحیت کو بیدار کر کے آپ کی مجلس میں آتے یا آپ کے قریب آتے تو ان کے دلوں پر آپ ﷺ کے ایمان و یقین کا انتہائی قوی اثر پڑتا اور محض آپ کی زیارت ہی سے وہ ایمان و یقین اور معرفت کے بلند درجوں کو پا لیتے تھے۔ اس کی وجہ سے ان میں خدا و رسول کی اطاعت کا جذبہ، اخروی محاسبہ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا استحضار یہ باتیں اعلیٰ درجہ میں پیدا ہو جاتی تھیں اور یہ بڑے ذمہ دار قسم کے لوگ بن جاتے تھے۔ بے فکری لا ابالی پن اور غیر ذمہ دارانہ روش سے دور ہو جاتے تھے۔

اگرچہ یہ حضرات گناہوں سے معصوم تو نہیں ہو گئے تھے لیکن اگر کسی سے اتفاق سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تھا تو بے چین ہو جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اخروی محاسبہ کے ڈر سے فوراً ہی توبہ حاصل کرنے کے لئے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرتے تھے۔

پھر جن لوگوں کو نبی ﷺ کی صحبت و تربیت کا جتنا زیادہ حصہ ملتا رہا اتنے ہی زیادہ وہ کندن ہوتے رہے۔

کوئی غیر صحابی کسی ادنی صحابی کے درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ إِنَّ بَعْدَهُمْ قَوْماً يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذُرُوْنَ وَلَايَفُوْنَ وَيَظْهُرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ (بخاری و مسلم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ کہتے ہیں : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر میرے زمانے والے ہیں (جنہوں نے ایمان قبول کیا اور کم از کم میری زیارت سے سرفراز ہوئے) پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ ہیں جو ان (دوسروں) کے بعد ہوں گے (کیونکہ ان کو ایمان و یقین اور معرفت خداوندی کا وافر حصہ حاصل ہے اور مجموعی طور سے لوگوں میں اخروی محاسبہ کا خوف ہے اور ان میں فکر اور احساس ذمہ داری ہے۔ پہلے طبقہ میں یہ باتیں سب سے زیادہ ہوں گی ان کے بعد والوں میں ان سے کچھ کم اور ان کے بعد والوں میں کچھ اور کم۔ پھر ان (تین طبقوں) کے بعد (ان اوصاف میں زیادہ کمی ہو کر لوگوں میں اخروی محاسبہ سے بے فکری، لا ابالی پن اور غیر ذمہ دارانہ روش کا غلبہ ہونے لگے گا اور ان میں) ایسے لوگ ہونے لگیں گے جو بلا طلب ہی گواہی دینے پر جرات کریں گے اور امانت میں خیانت کریں گے اور (لوگوں میں بھی) انکو امانتدار نہ سمجھا جائے گا اور نذر مانیں گے لیکن پورا نہیں کریں گے اور ان (کو کھانے پینے کا زیادہ شوق ہوگا اور اس میں افراط کریں گے کہ اس کی وجہ سے ان) میں موٹاپا آنے لگے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طُوْبٰى لِمَنْ رَأٰنِيْ و آمَنَ بِيْ وَلِمَنْ رَأٰى مَنْ رَأٰنِيْ وَلِمَنْ رَأٰى مَنْ رَأٰى مَنْ رَانِيْ وَآمَنَ بِيْ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سعادت ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر (صحیح صحیح) ایمان رکھا اور اس شخص کے لئے جس نے میری زیارت کرنے والے کو دیکھا اور اس کے لئے جس نے میری زیارت کرنے والے کی زیارت کرنے والے کو دیکھا اور (ان سب نے) مجھ پر (صحیح صحیح) ایمان رکھا۔ ان کے لئے سعادت ہے اور اچھا ٹھکانا ہے۔

کوئی صحابی جہنم میں نہ جائے گا

جب یہ حضرات اس قدر ایمان و یقین والے تھے اور فکر و ذمہ داری کا اس قدر احساس رکھتے تھے کہ اگر اتفاق سے کوئی گناہ ہو بھی جاتا تھا تو ہر قسم کی قربانی دے کر فوراً توبہ کرتے تھے۔ تو ان کے

اوپر ایسے گناہ ہی نہ ہوتے تھے کہ جن کی وجہ سے ان کو جہنم میں جانا پڑے۔

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَمُسَّ النَّارُ مَنْ رَأَنِيْ أَوْ رَأٰى مَنْ رَاٰنِيْ (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جہنم کی آگ اس مسلمان کو نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میری زیارت کرنے والے کو دیکھا۔

اہل علم صحابہ معیار حق ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أُولٰئِکَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ کَانُوْا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبَرَّهَا قُلُوْباً وَأَعْمَقَهَا عِلْماً وَأَقَلَّهَا تَکَلُّفا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى أَثَرِهِمْ وَتَمَسَّکُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وِسِيَرِهِمْ فَإِنَّهُمْ کَانُوْا عَلَى الْهُدٰى الْمُسْتَقِيْم. (مشکوۃ)

یہ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب ہیں۔ یہ اس امت کے سب سے افضل حضرات تھے، ان کے دل سب سے زیادہ نیک تھے (کہ ایمان اخلاص اور اطاعت سے بھرے تھے) اور ان کا علم بہت ہی گہرا تھا۔ ان میں تکلف نام کو نہ تھا۔ (بلکہ سادگی تھی اس لئے جیسا مل گیا کھا پی لیا اور پہن لیا۔ ان میں یہ نہیں تھا کہ کھائیں گے تو بس اچھا ہی کھائیں گے اور پہنیں گے تو اچھا ہی پہنیں گے بلکہ اچھا مل گیا اس کو استعمال کر لیا گھٹیا مل گیا تو اس میں بھی عار نہیں کیا۔ لایعنی اور فضول باتوں سے پرہیز کرتے تھے، شور وغل نہ کرتے تھے۔ اہل علم حضرات بھی اپنے علم کے جتانے کی کوشش نہ کرتے تھے اور کوئی بات معلوم نہ ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ معلوم نہیں، بات بنانے کی کوشش نہ کرتے) اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کے لئے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے اختیار کیا تو تم ان کی فضیلت کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو اور اپنی طاقت بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرت کا اتباع کرو کیونکہ وہ بالکل صحیح سیرت پر تھے۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ (رزین)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تو تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے کامیاب ہو جاؤ گے۔

کمتر درجہ کے صحابہ کی فکر اور اخروی محاسبہ کا خوف

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِیْ فَقَالَ وَيْحَكَ اِرْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ إِلَيْهِ فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِیْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَ أُطَهِّرُكَ قَالَ مِنَ الزِّنَا .....فَأَمَرَبِهٖ فَرُجِمَ ..... فَلَبِثُوْا يَوْمَيْنِ أَوْثَلَاثَةً ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْن مَالِكٍ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ. ثُمَّ جَاءَ تْهُ اِمْرَأَةٌ مِنْ غَامِدٍ ..... فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِیْ فَقَالَ وَيْحَكِ اِرْجِعِیْ فَاسْتَغْفِرِی اللّٰهَ وَتُوْبِیْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ تُرِيْدُ أَنْ تُرَدِّدَنِیْ كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ إِنَّهَاحُبْلٰى مِنَ الزِّنَا فَقَالَ أَنْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَهَا اِذْهَبِیْ حَتّٰى تَلِدِیْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَ اِذْهَبِی فَأَرْضِعِيْهِ حَتّٰى تَفْطِمِيْهِ فَلَمَّا فَطَمَتْهُ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِیْ يَدِهٖ كِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ هٰذَا يَا نَبِیَّ اللّٰهِ قَدْ فَطَمْتُهُ وَقَدْ أَكَلَ الطَّعَامَ فَدَفَعَ الصَّبِیَّ إِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ أَمَرَبِهَا فَحُفِرَ لَهَا إِلٰى صَدْرِهَا وَأَمَرَالنَّاسَ فَرَجَمُوْهَا..... فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ ..... فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَلَهٗ ثُمَّ أَمَرَبِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ. (مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ماعز بن مالک (جن سے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا سرزد ہو گیا تھا پھر پشیمان ہوئے تو ان کے سرپرست نے انہیں مشورہ دیا کہ نبی ﷺ کے پاس جا کر ذکر کرو۔ وہ تمہارے لئے استغفار کریں گے۔ زنا پر رجم کی حد لگنے کی تفصیل کا ان میں سے کسی کو بھی علم نہ تھا۔ اس مشورہ کے مطابق وہ) نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول مجھے (میرے جرم سے) پاک کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا تمہارا ناس ہو۔ لوٹ جاؤ اور اللہ سے استغفار کرو اور اس سے توبہ کرو (اس سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں) ماعز بن مالک (اس وقت تو لوٹ آئے لیکن ان کی تسلی نہیں ہوئی اور) کچھ دیر بعد واپس آ گئے اور پھر کہا اے اللہ کے رسول مجھے پاک کر دیجئے۔ نبی ﷺ نے ان کو پھر وہی جواب دیا۔ جب چوتھی مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کس جرم سے تمہیں پاک کروں۔ ماعز نے کہا زنا سے ..... (پوری تحقیق و تفتیش کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فیصلہ جاری کیا اور ماعز کو سنگسار کر دیا گیا۔ دو یا تین دن گذرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا ماعز بن مالک (کی بلندی درجات) کے لئے (دعا اور) استغفار کرو۔ انہوں نے تو ایسی بڑی توبہ کی کہ اگر اس کو ایک کثیر

جماعت پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ ان سب کے لئے کافی ہو جائے..... پھر ایک موقع پر قبیلہ غامد کی ایک عورت آئی .....اور کہا یا رسول اللہ مجھے (میرے جرم سے) پاک کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا تمہارا ناس ہو واپس چلی جاؤ اور اللہ سے استغفار کرو اور اس سے توبہ کرو۔ اس نے کہا آپ مجھے بھی اسی طرح واپس لوٹانا چاہتے ہیں جیسے آپ نے ماعز بن مالک کو واپس لوٹایا تھا (لیکن میرا معاملہ ان سے مختلف ہے) اس بندی کو تو زنا سے حمل بھی ٹھہر گیا ہے۔ آپ نے پوچھا تم ہو۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے اس سے فرمایا (ابھی تو) جاؤ یہاں تک کہ تم بچہ جن لو۔ جب اس نے بچہ جن لیا (تو پھر آئی) آپ نے فرمایا (ابھی تو) جاؤ اور اس کو دودھ پلاؤ یہاں تک کہ (یہ دودھ چھڑانے کی عمر کو پہنچ جائے اور) تم اس کا دودھ چھڑالو۔ جب اس عورت نے بچے کا دودھ چھڑا دیا تو وہ آپ ﷺ کے پاس بچے کو لے کر آئی۔ بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ آ کر اس نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ میں نے بچے کا دودھ چھڑا دیا ہے اور یہ روٹی کھانے لگا ہے (اب تو آپ مجھے پاک صاف کر دیجئے) بچہ ایک مسلمان کے سپرد کر دیا گیا۔ پھر آپ نے عورت کے بارے میں (رجم کا) حکم دیا۔ عورت کے سینے تک گڑھا کھودا گیا (جس میں اس کو کھڑا کیا گیا اور لوگوں کو حکم دیا گیا تو لوگوں نے اس کو سنگسار کر دیا..... پھر نبی ﷺ نے فرمایا..... قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی عظیم الشان توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں سے ناجائز ٹیکس وصول کرنے والا شخص (جو کہ انتہائی ظالم ہے کہ لوگوں کو پریشان کرتا ہے اور انکا مال ناجائز لیتا ہے خواہ وہ حاکم ہو یا حکومتی کارندہ ہو یا کوئی اور شخص ہو۔ ایسا شخص بھی) اگر اس جیسی توبہ کرتا تو اس کی بھی بخشش کر دی جاتی۔ پھر آپ ﷺ نے اس عورت کے بارے میں (اس کی تجہیز وتکفین کا) حکم دیا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کو دفن کر دیا گیا۔

بعد والے صحابہ کو اجازت نہیں کہ پہلے والے صحابہ کو ناراض کریں یا برا کہیں

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ كَانَتْ بَيْنَ أَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ مُحَاوَرَةٌ فَأَغْضَبَ أَبُوْبَكْرٍ عُمَرَ فَانْصَرَفَ عَنْهُ عُمَرُ مُغْضِباً فَاتَّبَعَهُ أَبُوْبَكْرٍ يَسْئَلُهُ أَنْ يَّسْتَغْفِرَلَهُ فَلَمْ يَفْعَلْ حَتّٰى أَغْلَقَ بَابَهُ فِیْ وَجْهِهٖ ..... قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ كُنْتُ جَالِساً عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ إِذْ اَقْبَلَ أَبُوْبَكْرٍ أٰخِذًا بِطَرْفِ ثَوْبِهٖ حَتّٰى أَبْدٰى عَنْ رُكْبَتِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ وَأَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ وَقَالَ إِنِّیْ كَانَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ شَیْءٌ فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَّغْفِرَ لِیْ فَأَبٰى عَلٰى ذٰلِكَ فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَقَالَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ ..... عَلٰى مَاكَانَ مِنْهُ ..... فَأَتٰى مَنْزِلَ أَبِیْ بَكْرٍ فَسَأَلَ أَ ثَمَّ أَبُوْبَكْرٍ قَالُوْا لَا فَأَتَى النَّبِیَّ ﷺ) حَتّٰى سَلَّمَ وَجَلَسَ إِلَى

النَّبِيِّ ﷺ وَقَصَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْخَبَرَ..... فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ يَتَمَعَّرُ حَتّٰى أَشْفَقَ أَبُوْبَكْرٍ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ أَنَا كُنْتُ أَظْلِمُ ..... فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ أَنْتُمْ تارِكُوْ لِيْ صَاحِبِيْ هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْ لِيْ صَاحِبِيْ إِنِّيْ قُلْتُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ صَدَقْتَ (بخاری)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے مابین کچھ گفتگو ہو رہی تھی کہ ابوبکرؓ نے کسی بات سے عمر رضی اللہ عنہ کو ناراض کر دیا۔ عمرؓ غصہ (اور ناراضگی) میں پلٹ کر چل پڑے۔ ابوبکرؓ بھی ان کے پیچھے ہو لئے اور درخواست کرنے لگے کہ وہ (انکو معاف بھی کر دیں اور اللہ تعالیٰ سے) ان کے لئے استغفار (بھی) کریں۔ لیکن عمرؓ نے ایسا نہ کیا حتیٰ کہ ان کے سامنے ہی اپنے (گھر کا) دروازہ بھی بند کر لیا۔ ابو درداءؓ کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں سامنے سے ابوبکرؓ اپنے کپڑے کا ایک کنارہ اس طرح اٹھائے ہوئے نمودار ہوئے کہ ان کا ایک گھٹنا بھی کھل رہا تھا (یہ دیکھ کر) نبی ﷺ نے فرمایا (معلوم ہوتا ہے) تمہارے ان صاحب کا (کسی سے) جھگڑا ہوا ہے۔ ابوبکرؓ نے آ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ میرے اور عمر کے درمیان کچھ بات ہوگئی اور میں نے ان سے کچھ تیز گفتگو کی (جس کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہو گئے) پھر مجھے (اپنی بات پر) ندامت ہوئی اور میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے معاف کر دیں مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر اللہ تم کو معاف فرمائے۔ یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ فرمائے۔ ادھر عمرؓ کو (بھی) اپنے اس طرز عمل پر ندامت ہوئی تو وہ ابوبکرؓ کے گھر آئے اور پوچھا کہ کیا ابوبکر ہیں گھر والوں نے بتایا کہ نہیں ہیں۔ اس پر وہ (بھی) نبی ﷺ کے پاس آئے اور سلام کیا اور آپ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ کو واقعہ سنانے لگے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ (سخت غصہ ہوئے اور آپ) کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا یہاں تک کہ ابوبکرؓ کو اندیشہ ہوا اور وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم زیادتی میں نے ہی کی تھی۔ تاہم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میری خاطر میرے دوست کو نہیں چھوڑ سکتے ﷺ کیا تم میری خاطر میرے دوست کو نہیں چھوڑ سکتے ؟ (اس وقت کو یاد کرو جب شروع) میں نے کہا تھا اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں تو (شروع میں) تم سب نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو اور (یہ صرف) ابوبکر (تھے جنہوں) نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے

درمیان کچھ رنجش ہوئی تو حضرت خالد بن ولید نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو کچھ نازیبا کلمات کہے اس پر:

عَنْ أَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِیْ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَ کُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهُ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کو برا مت کہو (ان پر تنقید مت کرو اور ان کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ منہ سے نہ نکالو کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر انکا ایمان و یقین اور دین کے لئے ان کی قربانیاں انتہائی درجے کی ہیں۔ انہی باتوں سے اعمال کی قیمت لگتی ہے اور بڑھتی ہے۔ اور تم ان کے درجے کے نہیں ہو) تو تمہارا کوئی شخص اگر احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو (قدر و قیمت کے اعتبار سے) وہ ان کے کسی ایک کے ایک مد (3/4 کلو) یا (بلکہ اس کے) نصف مد (3/8 کلو) کے برابر کو بھی نہ پہنچے گا۔

پوری امت کو صحابہ کے بارے میں زبان درازی اور تنقید سے منع کر دیا گیا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِی أَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِیْ وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَی اللّٰهَ وَمَنْ آذَیَ اللّٰهَ فَیُوْشِکُ أَنْ یَّأْ خُذَهٗ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو (تم پر جو ان کی تعظیم اور احترام کا حق بنتا ہے اس کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کرو ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کی سزا ہوگی جس سے تم کو ڈرتے رہنا چاہئے) میرے بعد ان کو (اپنی تنقید اور بدکلامی کا) ہدف اور نشانہ نہ بنا لینا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے درحقیقت میرے ساتھ اپنی محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے درحقیقت میرے ساتھ اپنے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا (میری اس نصیحت اور حکم کے بعد اب) جو کوئی (ان کے بارے میں تنقید اور بدکلامی اور ان کی حق تلفی کے ذریعہ) ان کو اذیت پہنچائے (تو چونکہ وہ مجھے پسند نہیں لہٰذا) اس نے مجھے اذیت دی (اور کسی کا مجھے اذیت دینا اللہ کو پسند نہیں لہٰذا) جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جو اللہ کو اذیت دے تو (چونکہ اللہ ایسے کو ہر طرح سے سزا دینے پر پوری قدرت رکھتے ہیں لہٰذا) قریب ہے کہ اللہ (دنیا میں یا آخرت میں) اس کی گرفت فرمائے۔

صحابہ میں درجہ بندی

1- عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَهُ أَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رضی اللّٰه عنهم. (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم جبکہ رسول اللہ ﷺ حیات تھے یہ کہا کرتے تھے کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں پھر عثمان ہیں رضی اللہ عنہم:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّهِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِيْ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِيْتُ أَنْ يَّقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (بخاری)

حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ (جو حضرت علیؓ کے بیٹے تھے لیکن حضرت فاطمہؓ کے علاوہ دوسری زوجہ سے تھے یہ) کہتے ہیں میں نے اپنے والد (حضرت علیؓ) سے پوچھا کہ نبی ﷺ کے بعد (آپ کی امت میں) سب سے افضل شخص کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا ابوبکر تھے۔ میں نے پوچھا پھر کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا عمر تھے۔ اب مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ عثمانؓ کا نام لیں (کیونکہ صحابہ وتابعین میں عام عقیدہ یہی تھا کہ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان کا درجہ ہے۔ یہ چونکہ طبعی طور پر اپنے والد کو اونچے درجے پر دیکھنا چاہتے تھے اس لئے کہتے ہیں) تو میں نے کہا ان کے بعد تو آپ تھے؟ اس پر حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں تو مسلمانوں میں ایک عام حیثیت کا آدمی تھا۔

فائدہ: اس ترتیب میں اس محبت وتعلق کو بھی دخل حاصل ہے جو خود رسول اللہ ﷺ کو ان حضرات سے ان کی قربانیوں اور ان کی خوبیوں کی وجہ سے تھا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ أَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالاً فَسَكَتُّ مَخَافَةً أَنْ يَجْعَلَنِيْ فِيْ آخِرِهِمْ (بخاری و مسلم)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو جنگ ذات سلاسل کے لئے لشکر کا امیر مقرر کیا (چونکہ اس لشکر میں ان کی ماتحتی میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے تو اس سے ان کو خیال ہوا کہ معلوم کرنا چاہئے کہ ان کو امیر مقرر کرنے کی وجہ کیا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں ان کی قدر ومنزلت بڑھ گئی ہے یا ایسا کسی اور مصلحت سے ہوا ہے۔ اس بات کو جاننے کی خاطر) کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون

ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ ہیں۔ میں نے پوچھا مردوں میں سے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کے والد (ابوبکر) ہیں۔ میں نے پوچھا پھر (ان کے بعد) کون ہیں؟ آپ نے فرمایا عمر ہیں۔ (میرے پوچھنے پر) آپ نے پھر کچھ اور حضرات کے نام گنائے۔ پھر میں اس ڈر سے خاموش ہو گیا کہ کہیں آپ مجھے سب سے آخر ہی میں نہ رکھ دیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

فضائل

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِن الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ أَبُوْبَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلاً لَاتَّخَذْتُ أَبَابَکْرٍ خَلِیلاً وَلٰکِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَ مَوَدَّتُهٗ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے جس شخص کی صحبت اور جس شخص کے مال (یعنی جسمانی و مالی خدمت) کا سب سے زیادہ احسان مجھ پر ہے وہ ابوبکر ہیں۔ اگر میں کسی کو خلیل (یعنی ایسا ساتھی) بناتا (جس کی طرف اپنے کاموں اور پریشانیوں میں آدمی رجوع کرتا ہو اور اس کی ضرورت محسوس کرتا ہو) تو ابوبکر کو خلیل بناتا (لیکن حقیقت یہ ہے کہ اپنے تمام کاموں اور اپنے تمام احوال میں میرا اعتماد تو فقط اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے) ہاں ہمارے درمیان اسلامی اخوت و محبت (کا انتہائی مضبوط رشتہ) ہے۔

فائدہ: انسان کا کوئی خلیل ہو تو اس کا معنی وہ ہے جو ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو خلیل بناتے ہیں تو اس میں صرف دوستی کا معنی ہوتا ہے ضرورت کا معنی نہیں ہوتا۔

عَنْ عُمَرَقَالَ أَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَخَیْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ (ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سب سے بہترین ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ أَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَأَخَذَ بِیَدِیْ فَأَرَانِیْ بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِیْ یَدْخُلُ مِنهُ أُمَّتِیْ فَقَالَ أَبُوْبَکْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَدِدْتُ أَنِّیْ کُنْتُ مَعَکَ حَتّٰی أَنْظُرَ إِلَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ أَمَّا أَنَّکَ یَا اَبَابَکْرٍ أَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ. (ابوداود)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔

(اس پر) ابوبکرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول میں چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تاکہ میں بھی اس دروازے کو دیکھتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں تم ہی اے ابوبکر میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے۔

عَنْ عُمَرَ ذُكِرَ عِنْدَهُ أَبُوْبَكْرٍ فَبَكىٰ وَقَالَ وَدِدْتُ أَنَّ عَمَلِيْ كُلَّهُ مِثْلَ عَمَلِهٖ يَوْماً وَاحِداً مِنْ أَيَّامِهٖ وَلَيْلَةً وَاحِدَةً مِنْ لَيَالِيْهِ أَمَّا لَيْلَتُهُ فَلَيْلَةٌ سَارَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْغَارِ. فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَيْهِ قَالَ وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُهُ حَتّٰى أَدْخُلَ قَبْلَكَ فَإِنْ كَانَ فِيْهِ شَيْئٌ أَصَابَنِيْ دُوْنَكَ. فَدَخَلَ فَكَسَحَهُ وَوَجَدَ فِيْ جَانِبِهٖ ثُقْبًا فَشَقَّ إِزَارَهُ وَسَدَّهَا بِهٖ وَبَقِيَ مِنْهَا اِثْنَانِ فَأَلْقَمَهُمَا رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اُدْخُلْ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ وَضَعَ رَاسَهُ فِيْ حِجْرِهٖ وَنَامَ فَلُدِغَ أَبُوْبَكْرٍ فِيْ رِجْلِهٖ مِنَ الْجُحْرِ وَلَمْ يَتَحَرَّكْ مَخَافَةَ أَنْ يَّتَنَبَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَقَطَتْ دُمُوْعُهُ عَلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَبَابَكْرٍ قَالَ لُدِغْتُ فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَذَهَبَ مَايَجِدُهُ ..... وَأَمَّا يَوْمُهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِرْتَدَّتِ الْعَرَبُ وَقَالُوْا لَا نُؤَدِّيْ زَكَاةً فَقَالَ لَوْ مَنَعُوْنِي عِقَالاً لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَأَلَّفِ النَّاسَ وَارْفِقْ بِهِمْ فَقَالَ لِيْ أَ جَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِيْ الإِسْلَامِ إِنَّهُ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّيْنُ أَ يُنْقَصُ وَاَنَاحَيٌّ. (مشکواۃ)

(ایک مرتبہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا تو حضرت عمر رو پڑے اور کہا میں چاہتا ہوں کہ میرے تمام اعمال انکے ایام میں سے (صرف) ایک دن کے عمل اور ان کی راتوں میں سے (صرف) ایک رات کے عمل کے برابر ہی ہو جائیں۔ جہاں تک انکی رات کا معاملہ ہے تو وہ وہ رات ہے جس میں وہ (ہجرت کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف چلے۔ جب دونوں حضرات غار پر پہنچے تو ابوبکر نے (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کی کہ جب تک میں اس میں پہلے داخل نہ ہو جاؤں واللہ آپ اس میں داخل نہ ہونگے تاکہ اگر اس میں کوئی موذی شے ہو (مثلاً کوئی دشمن چھپا ہو یا کوئی موذی جانور ہو تو وہ مجھے نقصان پہنچائے آپ کو نہیں۔ پھر وہ غار میں داخل ہوئے اور اس کی صفائی کی اور اسکے ایک جانب کچھ سوراخ دیکھے تو اپنی چادر پھاڑی اور اس سے ان سوراخوں کو بند کیا لیکن پھر بھی دو سوراخ باقی رہ گئے تو ان کے اندر اپنے دونوں پاؤں کر دئے پھر رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی درخواست کی۔ اب رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور اپنا سر ابوبکر کی گود پر رکھا اور سو گئے۔ اس دوران ایک سوراخ میں سے ان کے پاؤں پر (کسی موذی جانور نے) ڈس لیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہنے اس ڈر سے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں ذرا حرکت نہ کی

(لیکن تکلیف کی شدت کی وجہ سے) ان کے آنسو (نہ رک سکے اور) رسول اللہ ﷺ کے چہرہ (انور) پر ٹپک پڑے (رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے) اور آپ نے پوچھا اے ابوبکر تمہیں کیا ہوا۔ انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کسی چیز نے مجھے ڈس لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے (تکلیف کی جگہ پر اپنا) لعاب لگایا۔ اس سے جو تکلیف وہ محسوس کر رہے تھے جاتی رہی۔.....

اور رہا ان کا دن تو (وہ وہ دن ہے کہ) جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی (بہت سے) عرب اپنے دین سے پھر گئے (ان میں کچھ تو وہ تھے جنہوں نے مسیلمہ اور اسود عنسی جیسے جھوٹے مدعی نبوت کی پیروی اختیار کی اور کچھ وہ تھے جنہوں نے شریعت یعنی نماز، روزے اور دیگر امور دین کا انکار کیا) اور (ان میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے دین کے دیگر امور کا تو انکار نہیں کیا لیکن زکوۃ کی فرضیت کا اور حاکم وقت کو اس کی ادائیگی کے وجوب کا انکار کیا) انہوں نے کہا ہم زکوۃ نہ دیں گے۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا اگر (زکوۃ میں چھوٹی سی رسی بھی واجب ہوتی ہو اور وہ اس) چھوٹی رسی کو بھی دینے سے انکار کریں گے تو میں اس پر ان سے جہاد یعنی جنگ کروں گا۔ اس پر میں نے ان سے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ (و نائب) لوگوں کے ساتھ جوڑ کا معاملہ کیجئے (توڑ کا معاملہ نہ کیجئے) اور ان کے ساتھ نرمی کیجئے۔ تو ابوبکرؓ نے فرمایا (یہ کیا کہ) جاہلیت کے زمانہ میں تو تم بڑے بہادر اور زبردست تھے اور اب اسلام کے زمانہ میں اتنے بزدل ہو گئے ہو۔ (جان لو کہ) اب وحی آنا بند ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے (اور دین ہی کا ایک جزو زکوۃ کی ادائیگی بھی ہے) تو کیا (لوگوں کے دین کے ایک جزو کے انکار کرنے سے) دین میں کمی کر دی جائے حالانکہ میں زندہ ہوں (یعنی میں تو اپنے جیتے جی اس کو بالکل برداشت نہیں کر سکتا)۔

ہمت و عزیمت

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات کے آخری ایام میں ایک مہم کیلئے لشکر تیار فرمایا اور اسکا امیر حضرت اسامہ بن زیدؓ کو مقرر فرمایا۔ اس لشکر میں سب بڑے بڑے صحابہ شریک تھے مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید اور حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہم۔ آپ مرض وفات میں مبتلا تھے۔ لشکر میں جانے والے کچھ حضرات جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے نبی ﷺ سے رخصت ہونے کیلئے آئے تو آپ یہ فرما رہے تھے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔ اس بات کے دوسرے دن ہی رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور اس وجہ سے لشکر روانہ نہ ہو سکا۔ جب آپ کی وفات کی خبر پھیلی تو عرب کے بہت سے قبائل دین اسلام سے پھر گئے اور مسلمان بہت خطرے میں پڑ گئے۔ ان

حالات میں خلیفہ مقرر ہوتے ہی حضرت ابوبکرؓ نے اسامہؓ سے کہا:

اُنْفُذْ فِیْ وَجْهِکَ الَّذِیْ وَجَّهَکَ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

جس رخ پر رسول اللہ ﷺ نے تم کو ڈالا اب اس طرف چل دو۔

اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے بعض بڑے حضرات مثلاً حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت سعد بن وقاص اور حضرت سعید بن زید وغیرہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ عرب ہر طرف سے آپ کے خلاف بغاوت کر رہے، آپ فی الحال لشکر کو مرتدین کے مقابلہ کے لئے تیار رکھیں۔ جب اسلام کو سکون و قرار حاصل ہو جائے اور مرتدین اپنے انجام کو پہنچ جائیں اس وقت اہل روم کے مقابلہ کے لئے اس لشکر کو روانہ فرمایئے گا۔ ان سب کی بات سن کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْظَنَنْتُ أَنَّ السِّبَاعَ تَاکُلُنِیْ بِالْمَدِیْنَةِ لَأَنْفَذْتُ هٰذَا الْبَعْثَ وَلَابُدَّ أَنْ یَئُوْبَ مِنْهُ کَیْفَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَنْزِلُ عَلَیْهِ الْوَحْیُ مِنَ السَّمَاءِ یَقُوْلُ أَنْفِذُوْا جَیْشَ أُسَامَةَ. (حیاة الصحابه)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے یقین ہو جائے کہ (دشمن مدینہ پر حملہ کر کے اس کو برباد کر دے گا اور) درندے مدینہ میں میری لاش کھاتے پھریں گے تب بھی میں اس لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ اس کو بھیجنا ناگزیر ہے اور کیسے ناگزیر نہ ہوگا حالانکہ رسول اللہ ﷺ جن پر وحی نازل ہوتی تھی (اپنے مرض وفات میں) یہ فرماتے تھے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو (تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس اور اس کے رسول کو یہی پسند ہے کہ وفات کے وقت کے جو بھی حالات ہوں یہ لشکر ضرور جانا چاہئے)۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں تو یہ الفاظ بھی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ لَا إِلٰهَ غَیْرُهٗ لَوْ جَرَّتِ الْکِلَابُ بِأَرْجُلِ أَزْوَاجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا رَدَدْتُّ جَیْشاً وَجَّهَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَاحَلَلْتُ لِوَاءً عَقَدَهٗ رَسُوْلُ اللّٰه (حیاة الصحابه)

قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں اگر (مدینہ پر دشمن چڑھ دوڑیں اور اس کو برباد کر دیں اور سب کو ہلاک کر دیں اور رسول اللہ ﷺ کی شہید کردہ ازواج کی ٹانگوں کو کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہ کروں گا جس کو رسول اللہ ﷺ نے جانے کو کہا ہے اور نہ ہی اس لشکر کے جھنڈے کو کھولوں گا جس کو رسول اللہ ﷺ نے (اوپر) باندھا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بلافصل حق ہونے کے دلائل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ مَرَضِهٖ اُدْعِی لِیْ أَبَابَکْرٍ أَبَاکِ وَأَخَاکِ حَتّٰی أَکْتُبَ کِتَاباً فَإِنِّیْ أَخَافُ أَنْ یَّتَمَنّٰی مُتَمَنٍّ وَیَقُوْلَ قَائِلٌ أَنَا وَلَا وَیَأْبَی اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِلَّا أَبَابَکْرٍ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں ان سے کہا کہ اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی (عبدالرحمٰن) کو میرے پاس بلا لاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھدوں (یعنی لکھوا دوں) کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی (خلافت کی) تمنا کرنے والا (خلافت کی تمنا کرنے لگے) اور (خلافت کا) کوئی مدعی (خلافت کا) دعویٰ کرنے لگے کہ میں (خلافت کا) مستحق ہوں حالانکہ وہ (مستحق خلافت) نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ (کسی بھی شخص کے مستحق خلافت ہونے) کا انکار کردیں گے (اور ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھی یہی مقدر تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ بنیں کوئی اور نہ بنے اس لئے تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق واجماع کیا اور باقی جو تجویزیں تھیں وہ سب نے چھوڑ دیں)۔

عَنْ جُبَیْرِبْنِ مُطْعِمٍ قَالَ أَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ اِمْرَأَةٌ فَکَلَّمَتْهُ فِیْ شَیْءٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَیْهِ قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَیْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْکَ کَأَنَّهَا تُرِیْدُ الْمَوْتَ قَالَ فَإِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ أَبَابَکْرٍ (بخاری و مسلم)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اپنے کسی معاملہ میں آپ سے بات کی آپ نے اسے دوبارہ آنے کا کہا۔ اس عورت نے پوچھا اے اللہ کے رسول یہ تو بتائیے کہ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں۔ اس کی مراد یہ تھی کہ اگر آپ کی وفات ہو چکی ہو (تو پھر میں کیا کروں) آپ ﷺ نے فرمایا تم اگر مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آنا (کیونکہ وہ میرے نائب ہونگے)۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں اگرچہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی تصریح تو نہیں کی لیکن اس کی طرف اشارہ کردیا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ بنیں۔

تنبیہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهٗ قَالَ یَوْمُ الْخَمِیْسِ وَمَا یَوْمُ الْخَمِیْسِ ثُمَّ بَکٰی حَتّٰی خَضَبَ دَمْعُهٗ

الْحَصْبَاءَ فَقَالَ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعُهٗ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَقَالَ أْتُوْنِى بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَاباً فَلَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ أَبَداً وَفِى الْبَيْتِ رِجَالٌ .....فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَاباً لَا تَضِلُّوا بَعْدَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ غَيْرَذٰلِکَ .....قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِىَّ ﷺ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا فَقَالُوْا مَاشَانُهٗ أَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَنْهُ فَاخْتَلَفُوْا وَكَثُرَ اللَّغْطُ ..... فَقَالَ دَعُوْنِىْ وَلَا يَنْبَغِىْ عِنْدِىَ التَنَازُعُ ..... فَالَّذِىْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِى إِلَيْهِ وَأَوْصٰى عِنْدَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثٍ أَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ ..... فَكَانَ يَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلرَّزِيَّةُ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَاحَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ اَنْ يَّكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِکَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغْطِهِمْ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جمعرات کے دن کا ذکر کیا اور (موجود شاگردوں سے کہا) تم جانتے ہو جمعرات کا دن کیا تھا۔ پھر (اسکو یاد کر کے رو پڑے اور اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے (زمین کے) کنکر تر ہو گئے پھر فرمایا جمعرات کے دن رسول اللہ ﷺ (کے مرض وفات) کی تکلیف بڑھ گئی تو آپ نے فرمایا میرے پاس لکھنے کا سامان لے آؤ میں تمہیں ایسی تحریر لکھوا دیتا ہوں کہ اس کے بعد تم (خاص اس بات سے متعلق) کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس وقت آپ کے پاس کمرے میں کچھ مرد حضرات موجود تھے (آپ ﷺ کی تکلیف کی شدت کو دیکھ کر) ان میں آپس میں اختلاف ہوا کچھ کہنے لگے کہ آپ کے پاس وہ سامان لے آؤ تا کہ آپ وہ تحریر لکھوا دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ دوسروں کا خیال ہوا کہ تکلیف کی اس شدت میں آپ کو زحمت دینا مناسب نہیں۔ حضرت عمرؓ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے بھی یہی کہا کہ نبی ﷺ کی تکلیف بہت زیادہ ہے (اس وقت آپ کو زحمت دینا مناسب نہیں۔ کسی دوسرے وقت میں آپ لکھوا دیں گے۔ اگر بالفرض وہ تحریر لکھنے سے رہ گئی تب بھی) ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی مکمل کتاب موجود ہے (اور اللہ تعالیٰ کتاب الٰہی میں فرما چکے ہیں کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ اس لئے وہ ہمارے لئے کافی ہو گی۔ بعض نے کہا نبی ﷺ نے ہلکی بات تو نہیں کی (کیونکہ نبی سے تو یہ متصور ہی نہیں اس لئے (بہتر ہے کہ) آپ سے ہی پوچھ لو کہ آپ کی کیا مراد ہے تو وہ نبی ﷺ سے دوبارہ کہلوانے کی کوشش کرنے لگے۔ ان کی اس کوشش کی وجہ سے اور موجود حضرات کے اختلاف اور کچھ آواز کی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا۔ میرے پاس اختلاف مناسب نہیں اور مجھے رہنے دو میں جس حالت میں ہوں (کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ ہے) یہ اس سے بہتر ہے جس کا تم مجھے کہہ رہے ہو (کہ میں اپنی بات کو دہراؤں) پھر آپ

نے اپنی وفات کے وقت تین وصیتیں کیں (جن میں سے ایک یہ تھی کہ) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ (اس وقت موجود نہ تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ وہ تحریر اس بارے میں ہوتی کہ آئندہ خلفاء کون ہونگے اور کس ترتیب سے ہونگے۔ تو اگر نبی ﷺ وہ تحریر لکھوا دیتے تو بعد میں آنے والے بہت سے اختلافات پیش نہ آتے اس لئے وہ) کہتے تھے ان حضرات کا اختلاف اور کچھ آواز جو نبی ﷺ اور آپ کے اس تحریر لکھوانے کے درمیان حائل ہوئی وہ بہت بڑی مصیبت تھی۔

فائدہ: اس واقعہ سے یہ سمجھنا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور کی خلافت کا لکھوانا چاہتے تھے لیکن بعض صحابہ اور خصوصاً حضرت عمرؓ نے اپنی زبردستی کی صحیح نہیں کیونکہ اگر نبی ﷺ پر وہ بات ظاہر کرنا اور لکھوانا ضروری تھا تو آپ دوبارہ حکم دے سکتے تھے یا کسی دوسرے وقت کسی دوسرے شخص کو حکم دے سکتے تھے لیکن آپ نے اور وصیتیں اور حکم تو دئے اسکا پھر کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ اوپر حضرت عائشہؓ کی جو حدیث گذری اس میں بھی آپ ﷺ نے لکھوانے کو ذکر فرمایا لیکن پھر بھی نہیں لکھوایا ہاں زبانی اشارہ فرمادیا کہ ابوبکر کے علاوہ کوئی اور خلیفہ نہ بن سکے گا اور حضرت عمرؓ پر بھی کوئی اعتراض نہیں بنتا کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ کی تکلیف کا خیال کر کے آپ ﷺ کو راحت پہنچانے کی فکر کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب

عَن عُمَرَ رضی الله عنه قَالَ إِنَّهُ قَدْ كَانَ مِنْ خَبَرِنَا حِيْنَ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهُ ﷺ أَنَّ الْأَنْصَارَ خَالَفُوْنَا وَاجْتَمَعُوْا بِأَسْرِهِمْ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ، وَخَالَفَ عَنَّا عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَمَنْ مَّعَهُمَا وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ، فَقُلْتُ لِأَبِيْ بَكْرٍ: يَا أَبَابَكْرٍ، انْطَلِقْ بِنَا إِلٰى إِخْوَانِنَا هٰؤُلَاءِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْطَلَقْنَا نُرِيْدُهُمْ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْهُمْ لَقِيَنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ فَذَكَرَا مَا تَمَالَأَ عَلَيْهِ الْقَوْمُ فَقَالَا: أَيْنَ تُرِيْدُوْنَ يَامَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ ؟ فَقُلْنَا: نُرِيْدُ إِخْوَانَنَا هٰؤُلَاءِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَا: لَاعَلَيْكُمْ أَنْ لَّا تَقْرَبُوْهُمْ، اِقْضُوْا أَمْرَكُمْ فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لَنَاتِيَنَّهُمْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَاهُمْ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ، فَإِذَا رَجُلٌ مُزَّمِّلٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا: هٰذا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، فَقُلْتُ: مَا لَهُ ؟ قَالُوْا: يُوعَكُ. فَلَمَّا جَلَسْنَا قَلِيْلًا تَشَهَّدَ خَطِيْبُهُمْ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ وَ

كَتِيبَةُ الْإِسْلَامِ، وَأَنْتُمْ.مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ.رَهْطٌ، وَقَدْ دَفَّتْ دَافَّةٌ مِنْ قَوْمِكُمْ، فَإِذَا هُمْ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّخْتَزِلُوْنَا مِنْ أَصْلِنَا وَأَنْ يَحْضُنُوْنَا مِنَ الْأَمْرِ. فَلَمَّا سَكَتَ اَرَدْتُّ أَنْ أَتَكَلَّمَ. وَكُنْتُ قَد زَوَّرْتُ مَقَالَةً أَعْجَبَتْنِيْ أُرِيْدُ أَنْ أُقَدِّمَهَا بَيْنَ يَدَیْ أَبِیْ بَكْرٍ. وَكُنْتُ أَدَارِیْ مِنْهُ بَعْضَ الْحَدِّ، فَلَمَّا أَرَدْتُّ أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ: عَلٰی رِسْلِکَ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُغْضِبَهٗ، فَتَكَلَّمَ أَبُوْبَكْرٍ، فَكَانَ هُوَ أَحْلَمَ مِنِّیْ وَأَوْقَرَ، وَاللّٰهِ مَا تَرَکَ مِنْ كَلِمَةٍ أَعْجَبَتْنِیْ فِیْ تَزْوِيْرِیْ إِلَّا قَالَ فِیْ بَدِيْهَتِهٖ مِثْلَهَا أَوْ أَفْضَلَ مِنْهَا حَتّٰی سَكَتَ. فَقَالَ: مَاذَكَرْتُمْ فِيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَأَنْتُمْ لَهٗ أَهْلٌ، وَلَنْ يُعْرَفَ هٰذَا الْأَمْرُ إِلَّا لِهٰذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ، هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَبًا وَدَارًا. وَقَدْ رَضِيْتُ لَكُمْ أَحَدَ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ فَبَايِعُوْا أَيَّهُمَا شِئْتُمْ. فَأَخَذَ بِيَدِیْ وَيَدِ أَبِیْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَهُوَ جَالِسٌ بَيْنَهُمَا. فَلَمْ أَكْرَهْ مِمَّا قَالَ غَيْرَهَا، كَانَ وَاللّٰهِ أَنْ أُقَدَّمَ فَتُضْرَبَ عُنُقِیْ لَايُقَرِّبُنِیْ ذٰلِکَ مِنْ إِثْمٍ أَحَبَّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ أَتَأَمَّرَ عَلٰی قَوْمٍ فِيْهِمْ أَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ قَائِلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: مِنَّا أَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيْرٌ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ. فَكَثُرَ اللَّغَطُ، وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ، حَتّٰی فَرِقْتُ مِنَ الْإِخْتِلَافِ، فَقُلْتُ: اُبْسُطْ يَدَکَ يَا أَبَابَكْرٍ، فَبَسَطَ يَدَهٗ، فَبَايَعْتُهٗ وَبَايَعَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ ثُمَّ بَايَعَتْهُ الْأَنْصَارُ (بخاری).

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو وفات دی تو انصار نے ہم سے مختلف راہ اختیار کی اور وہ (یعنی ان کے اہم لوگ اپنی اجتماع گاہ) سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے (اور چونکہ دارالحکومت مدینہ منورہ ان کا اپنا شہر تھا اور اس میں اصل قوت انہی کی تھی اور قبائلی نظام کے مطابق ہر قبیلہ کی سیادت اسی میں سے کسی شخص کو حاصل ہوتی تھی۔ متعدد قبائل اور قوموں پر رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لئے امامت کا تصور ان کے سامنے واضح نہ تھا لہٰذا ان کا خیال ہوا کہ آئندہ کی حکومت سنبھالنے کی ذمہ داری ان کی ہے اس لئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جمع ہو کر وہ اس بارے میں غور کرنے لگے) اور علی رضی اللہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ہم سے جدا راہ اختیار کی (کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بیٹھے رہے) اور مہاجرین (کے اہم لوگ) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع تھے۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے گھر میں تھے کہ ایک صاحب نے باہر سے آواز لگائی کہ اے عمر بن خطاب باہر آیئے۔ میں نے جواب دیا کہ مشغول ہوں مجھے اس وقت نہ بلاؤ۔ انہوں نے پھر آواز لگائی کہ باہر تو آئیں، ایک اہم واقعہ پیش آ گیا ہے، انصار سب جمع ہیں، تو

آپ لوگ ان کے کسی فیصلہ کرنے سے پیشتر ان تک پہنچ جایئے ورنہ بعد میں کہیں لڑائی کی نوبت نہ آ جائے۔ اس پر) میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوبکر چلئے ہم اپنے ان انصاری بھائیوں کے پاس چلتے ہیں اور ہم ان کے پاس جانے کے ارادے سے چلے (رستہ میں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ملے تو ان کو بھی ساتھ لے لیا)۔ جب ہم سقیفہ کے قریب پہنچے تو ہمیں دو بھلے انصاری (یعنی معن بن عدی اور عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہما) ملے۔ انہوں نے (بہت سے) انصار کی متفقہ رائے (کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا لیا جائے) ذکر کی اور ان حضرات سے پوچھا کہ اے مہاجرو آپ لوگ کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر انکے پاس نہ جاؤ تو کوئی مضائقہ (ان لوگوں نے تو اپنا فیصلہ کر لیا ہے) آپ لوگ (بھی) اپنا فیصلہ خود کر لیں۔ میں نے جواب دیا اللہ کی قسم ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ اور ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں ایک صاحب کمبل اوڑھے پڑے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے پوچھا ان کو کیا ہوا؟ (یہ کمبل اوڑھے کیوں پڑے ہیں؟) لوگوں نے بتایا کہ یہ بخار میں مبتلا ہیں۔

ہمیں بیٹھے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ انصار کے ایک خطیب (اور مقرر جو غالباً حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے ان حضرات کا ارادہ بھانپ کر) کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد کہا ہم اللہ کے (دین کے) انصار (و مددگار) ہیں اور اسلام کا بڑا لشکر ہیں جب کہ تم (فتح مکہ سے پہلے) اے ہجرت کرنے والو (ہماری نسبت سے) چھوٹی سی جماعت ہو۔ تمہاری قوم کے گنتی کے چند لوگ (یعنی ابوبکر و عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم) یہاں آئے اور اب وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں حکومت کے ہمارے حق سے علیحدہ کر دیں اور ہمیں اس سے نکال باہر کریں (اور خود حکمران بن جائیں)۔

جب وہ مقرر خاموش ہوئے تو (حضرت عمر رضی اللہ کہتے ہیں) میں نے چاہا کہ میں کچھ بولوں اور میں نے اپنے دل میں ایک تقریر تیار کر کے خوب سنوار لی تھی اور چاہا کہ میں اس کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے کہوں اور (انصاری مقرر کی تقریر سے ان کو غصہ آیا ہو گا تو) ان کے غصہ کو کچھ دور کروں۔ جب میں نے بولنے کا ارادہ کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (مجھ سے) کہا ٹھہر جاؤ۔ مجھے پسند نہ ہوا کہ میں (ان کی مخالفت کر کے) ان کو ناراض کروں (لہٰذا میں خاموش رہا)۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی۔ وہ مجھ سے زیادہ حلم و وقار والے تھے (اور انہوں نے اپنے کسی غصہ کا اظہار نہیں کیا)۔ اللہ کی قسم میں نے اپنے دل میں جو مضمون پہلے سے تیار کیا تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فی

البدیہہ اس کی ہر ہر بات اس طرح یا اس سے بہتر انداز میں پیش کی۔ انہوں نے فرمایا:

''(اے انصار) تم نے اپنی جو فضیلت بیان کی ہے تم (واقعی) اس کے اہل ہو (ہمیں نہ تمہاری فضیلت سے انکار ہے، نہ اسلام میں تمہاری قربانیوں سے انکار ہے اور نہ ہی تمہارا جو حق ہم پر واجب ہے اس سے ہمیں انکار ہے) لیکن حکومت کا حق تو صرف قریش ہی کے لئے تسلیم کیا جائے گا۔ (کیونکہ تمام عربوں کے نزدیک قریش کی جو قدر و منزلت ہے وہ کسی اور قبیلہ و خاندان کو حاصل نہیں) وہی نسب اور شہر (یعنی مکہ مکرمہ) کے اعتبار سے عرب میں سب سے افضل ہیں (اس لئے پوری عرب قوم سوائے قریش کے کسی اور پر متفق و جمع نہیں ہو گی اور خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے الائمۃ من قریش یعنی امام و حکمران قریش میں سے ہوں۔ لہٰذا ان حقائق کا ادراک کرتے ہوئے اے انصار تم اللہ سے ڈرو۔ اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے مت کرو اور اسلام کے اندر اختلاف پیدا کرنے والے اولین لوگ مت بنو۔ لہٰذا امیر ہم قریش میں سے ہوں گے اور اے انصار تم میں سے وزیر ہوں گے) میں تمہارے لئے ان دو حضرت میں سے کسی ایک پر راضی ہوں'' اور یہ کہتے ہوئے انہوں نے میرا ہاتھ اور ابو عبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑا اور وہ ہم دونوں کے درمیان ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) مجھے ابوبکر کی بس یہی بات پسند نہیں آئی۔ اللہ کی قسم مجھے آگے کر کے میری گردن ماردی جائے اور اس میں مجھے گناہ نہ ہو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند تھا کہ میں ایسے لوگوں پر امیر بنوں جن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔

(چونکہ عربوں میں اس کا تصور نہ تھا کہ کسی غیر کو ان پر سیادت حاصل ہو، قومی و بین الاقوامی امامت کا تصور تو بہت اونچی بات تھی اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واقعاتی اور شرعی دلائل سن کر انصار نے قریش کی سیادت کو تو مان لیا لیکن اپنے اوپر غیر کی حکومت کو تسلیم کرنا دشوار محسوس ہوا اور) ان کے ایک صاحب (یعنی حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ) نے کہا (ہم تم پر اس عہدہ کی حرص تو نہیں کرتے لیکن ہمیں اس کا ڈر ہے کہ ہم پر وہ لوگ حکمران بن جائیں جن کے باپوں اور بھائیوں کو ہم نے جہاد کے دوران قتل کیا ہے..... کیونکہ اس میں دو خطرے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کہیں ہم سے بدلہ نہ لیں اور دوسرے ہمارے دشمنوں کے متعلقین ہم پر غالب آ جائیں ..... لہٰذا یہ سمجھ میں آتا ہے کہ) ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔

(یہ بات چونکہ سیاست کے اصولوں کے خلاف تھی اس لئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (میں نے کہا کہ ''ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں) اس موقع پر اپنی اپنی بات کہنے میں کچھ شور

بھی ہوا یہاں تک کہ مجھے آپس کے اختلاف کا اندیشہ ہوا تو میں نے اس سے بچنے کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوبکر آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے (ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ ہی ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سب سے بہتر ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو محبوب ہیں'' اور انصار کو مخاطب کر کے کہا ''اے انصار کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے نماز میں امام بنیں تو تم میں سے کس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے۔ کیونکہ جب کوئی دوسرا امیر بنے گا تو ظاہر ہے کہ وہ نماز میں بھی امام بنے گا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے کھڑا ہوگا..... انصار نے جواب دیا ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے ہوں اس سے اللہ کی پناہ۔ اب) ابوبکر رضی اللہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور موجود مہاجرین نے بیعت کی پھر (دلائل سے مطمئن ہونے کے باعث) انصار نے بھی بیعت کی۔

عام بیعت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ خُطْبَةَ عُمَرَ الْآخِرَةَ حِيْنَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ ذٰلِكَ الْغَدَ مِنْ يَوْمٍ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَشَهَّدَ وَ أَبُوْبَكْرٍ صَامِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ قَالَ كُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ يَّعِيْشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى يُدَبِّرَنَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ أَنْ يَّكُوْنَ آخِرَهُمْ فَإِنْ يَّكُ مُحَمَّدٌ قَدْ مَاتَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نُوْرًا تَهْتَدُوْنَ بِهٖ هَدَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ وَأَنَّ أَبَابَكْرٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَثَانِي اثْنَيْنِ وَ أَنَّهُ أَوْلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِأُمُوْرِكُمْ فَقُوْمُوْا فَبَايِعُوْهُ وَكَانَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ قَدْ بَايَعُوْهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ وَكَانَتْ بَيْعَةَ الْعَامَّةِ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کی وفات کے (پہلے دن جوش میں اپنے خطبہ وتقریر میں کہا کہ نبی ﷺ کی وفات نہیں ہوئی اور آپ عنقریب واپس لوٹیں گے لیکن پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر سے سنبھل گئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیٹھے دوسری تقریر کرتے ہوئے سنا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت بالکل خاموش تھے بات نہیں کر رہے تھے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) فرمایا میں امید کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے بعد تک رہیں گے یعنی آپ کی وفات ہمارے بعد ہوگی۔ اگر محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں (تو ہدایت ختم نہیں ہوگئی) اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان (قرآن پاک کی شکل میں) نور بنا دیا ہے جس سے تم رہنمائی حاصل کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہدایت دی اور ابوبکر رضی اللہ

عنہ آپ کے دوست اور یار غار ہیں اور تمہارے معاملات کی نگرانی کے لئے مسلمانوں میں سب سے زیادہ قابل ہیں لہٰذا تم کھڑے ہو اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ ان میں سے کچھ لوگ تو سقیفہ بنی ساعدہ میں پہلے ہی بیعت کر چکے تھے۔ (اب جو بیعت ہوئی) وہ عام بیعت تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی

عَنْ عَائِشَةَ ..... فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ (فَاطِمَةُ) ..... اِلْتَمَسَ (عَلِيٌّ) مُصَالَحَةَ أَبِيْ بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرِ فَأَرْسَلَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ أَنِ ائْتِنَا. فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُوْبَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَقَالَ إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللّٰهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْراً سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلٰكِنَّكَ اِسْتَبْدَدْتَّ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ وَكُنَّا نَرٰى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَصِيْباً حَتّٰى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِيْ بَكْرٍ فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُوْبَكْرٍقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ ..... فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِيْ بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةُ لِلْبَيْعَةِ. فَلَمَّا صَلّٰى أَبُوْبَكْرٍ الظُّهَرَ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَانَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهٗ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهٗ بِالَّذِيْ اِعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِيْ بَكْرٍ وَحَدَّثَ أَنَّهٗ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِيْ صَنَعَ نَفَاسَةٌ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ وَلَا اِنْكَارٌ لِلَّذِيْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ بِهٖ وَلٰكِنَّا كُنَّا نَرٰى لَنَا فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ نَصِيْباً وَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِيْ أَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ وَقَالُوْا أَصَبْتَ. (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہو گیا تو علی (رضی اللہ عنہ) نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مصالحت کرنے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ اب تک ان چھ مہینوں میں انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ تو انہوں نے ابوبکرؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آئیں۔ جب حضرت ابوبکر ان کے ہاں گئے تو علیؓ نے خطبہ پڑھا اور کہا آپ کی فضیلت کو اور مقام کو جو اللہ نے آپ کو دیا ہے ہم پہچانتے ہیں اور جو بھلائی (یعنی خلافت) اللہ تعالیٰ نے آپ کی دی ہے اس کے بارے میں ہم آپ سے حسد نہیں کرتے لیکن (ہمیں شکوہ فقط اتنا ہے کہ) آپ نے خلافت کا معاملہ خود ہی طے کر لیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی وجہ سے ہمارا خیال تھا کہ اس معاملہ میں ہم سے بھی مشورہ لیا جائے گا۔ اس پر ابوبکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور جب بولے تو یہ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اپنے قرابت داروں

سے میں حسن سلوک کروں اس سے زیادہ مجھے یہ پسند ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے حسن سلوک کروں (اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ جو قصہ پیش آیا کہ وہ فدک وغیرہ کے مال فے میں سے میراث کا مطالبہ کر رہی تھیں جو میں نے نہیں دیا تو اس میں میں نے خیر کو اختیار کرنے سے کوتاہی نہیں کی کیونکہ وہ تو خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاهُ صَدَقَةٌ یعنی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے میراث نہیں ہوتا اور جو کچھ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس مال و جائیداد کے بارے میں کرتے دیکھا میں بھی بعینہ وہی کچھ کرتا ہوں اس میں کچھ بھی تغیر نہیں کیا)۔علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا ٹھیک ہے بیعت کے لئے دوپہر کا وقت مقرر کرتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ ظہر کی نماز پڑھا چکے تو منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑھا اور علیؓ کی فضیلت اور انکا بیعت نہ کرنا اور اس کی جو وجہ علیؓ نے بتائی تھی وہ ذکر کی پھر علیؓ اٹھے اور استغفار کی اور خطبہ پڑھا پھر ابوبکرؓ کے حق کی عظمت و صداقت کو بیان کیا اور کہا جو کچھ ہوا (یعنی اب تک میں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر جو بیعت نہیں کی) وہ ابوبکرؓ پر حسد کی وجہ سے نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو جو عظمت وفضیلت دی ہے اس سے انکار ہے البتہ اتنی بات تھی کہ ہمارا خیال تھا کہ خلافت کے معاملہ میں مشورہ کا ہمارا بھی حق ہے جب کہ اس کو انہوں نے خود ہی اپنے آپ طے کر لیا اس وجہ سے ہمیں شکوہ تھا۔علیؓ کے بیعت کر لینے سے مسلمان خوش ہوئے اور کہا آپ نے (اب) بالکل درست کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

فضائل

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَإِنْ یَّکُ فِیْ أُمَّتِیْ أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے جو امتیں تھیں ان میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے فرشتے باتیں کرتے تھے (لیکن یہ گفتگو وحی نہ ہوتی تھی) اگر میری امت میں کوئی (ایک بھی) ایسا ہے تو وہ عمر ہیں۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِهٖ مَا لَقِیَکَ الشَّیْطَانُ سَالِکاً فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ (بخاری و مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے (حضرت عمرؓ سے) فرمایا اے ابن خطاب قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (رستوں پر موجود) شیطان جب بھی تمہیں کسی

رستے پر چلتے ہوئے پاتا ہے تو وہ (دین پر سختی سے کاربند ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ہیبت عطا کی ہے اس کی وجہ سے وہ) تمہارے رستے کے علاوہ کسی دوسرے رستے کو اختیار کرتا ہے۔

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَیْتُ النَّاسَ یُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ وَعَلَیْهِم قُمُصٌ مِنْهَا مَا یَبْلُغُ الثُّدُیَ وَ مِنْهَا مَادُوْنَ ذٰلِکَ وَ عُرِضَ عَلَیَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَیْهِ قَمِیْصٌ یَجُرُّهٗ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَ ذٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّیْنُ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا میں نے (خواب میں) دیکھا کہ کچھ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا وہ قمیض پہنے ہوئے تھے (جو مختلف لمبائی کی تھیں) ان میں سے بعض (کی) تو صرف سینے تک تھیں اور بعض (کی) اس سے نیچے تک تھیں۔ پھر عمر بن خطاب میرے سامنے لائے گئے وہ (اتنی لمبی) قمیض پہنے ہوئے تھے کہ (وہ ان کے قد سے بھی زیادہ لمبی تھی اور وہ) اس کو گھسیٹ رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر کی۔ آپ نے فرمایا (قمیض سے مراد) دین ہے (مطلب یہ کہ حضرت عمرؓ پورے کے پورے دین میں ہیں)۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِیْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰی أَنِّیْ لَأَرٰی الرَّیَّ یَخْرُجُ فِیْ أَظْفَارِیْ ثُمَّ أَعْطَیْتُ فَضْلِیْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْعِلْمُ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا (میں نے خواب میں دیکھا کہ) میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ میں نے وہ پیا (اور اتنا پیا) یہاں تک کہ میں سیرابی کو اپنے ناخنوں میں سرایت کرتے پایا پھر اپنا بچا ہوا دودھ میں نے عمر بن خطاب کو دے دیا (جو انہوں نے پی لیا) لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ نے اس کی کیا تعبیر کی۔ آپ نے فرمایا (دودھ سے مراد دین کا) علم ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِهٖ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے (لہٰذا وہ حق ہی کہتے ہیں اگرچہ کڑوا ہو)۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلَاثٍ فِیْ مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ وَفِی الْحِجَابِ

وَفِیْ أُسَارٰی بَدْرٍ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (دین کی) تین باتوں میں میں نے اپنے رب کی موافقت کی (مطلب یہ کہ جو حکم اللہ تعالی کی جانب سے آنے تھے ان کے آنے سے پہلے ہی میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی درخواست کی اور اللہ تعالیٰ نے اسی طرح وہ حکم نازل فرما دیئے) مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ مقرر کرنے کے بارے میں اور امہات المومنین کے حجاب کرنے کے بارے میں اور جنگ بدر کے قیدیوں کے (قتل کے) بارے میں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِیْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ وَ قَدْ وُضِعَ عَلٰی سَرِیْرِهٖ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰی مَنْكِبِیْ یَقُوْلُ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ یَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَیْكَ لِأَنِّیْ كَثِیْراً مَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ كُنْتُ وَأَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَ أَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَّ انْطَلَقْتُ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَ دَخَلْتُ وَ أَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ خَرَجْتُ وَ أَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا عَلِیُّ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں کچھ لوگوں کے درمیان کھڑا تھا جو حضرت عمرؓ کے لئے دعا کر رہے تھے جب کہ ان کی نعش کو (غسل اور تکفین کے لئے) چارپائی پر لٹایا ہوا تھا۔ ناگہاں میرے پیچھے سے ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی اور کہنے لگے (اے عمر) اللہ آپ پر رحم کرے۔ بلاشبہ میں تو یہی امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کر دیں گے کیونکہ میں کتنی ہی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنتا رہا ہوں کہ میں تھا اور ابوبکر اور عمر تھے۔ میں نے کہا اور ابوبکر و عمر نے کہا، میں اور ابوبکر و عمر چلے، میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے اور میں اور ابوبکر و عمر باہر نکلے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابی طالب تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

فضائل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُضْطَجِعًا فِیْ بَیْتِهٖ كَاشِفاً عَنْ فَخِذَیْهِ أَوْ سَاقَیْهِ فَاسْتَاذَنَ أَبُوْبَكْرٍ فَأَذِنَ لَهٗ وَهُوَ عَلٰی تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهٗ وَهُوَ

كَذٰلِکَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَسَوّٰى ثِيَابَهٗ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهٗ وَلَمْ تُبَالِهٖ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهٗ وَلَمْ تُبَالِهٖ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ ثِيَابَکَ فَقَالَ أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ إِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَيِيٌّ وَ إِنِّيْ خَشِيْتُ إِنْ أَذِنْتُ لَهٗ عَلٰى تِلْکَ الْحَالَةِ أَنْ لَّايَبْلُغَ إِلَيَّ فِيْ حَاجَتِهٖ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اس حالت میں کہ آپ کی رانوں پر سے قمیض کا کپڑا ہٹا ہوا تھا یا آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ (اس حالت میں) ابوبکرؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ نے ان کو اپنی اسی حالت میں اجازت دیدی اور (ان کے ساتھ) کچھ بات چیت کی۔ پھر عمرؓ نے اجازت چاہی تو آپ نے ان کو اپنی اسی حالت میں اجازت دی اور گفتگو کی۔ پھر عثمان نے اجازت چاہی تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کئے۔ جب عثمان باہر چلے گئے تو عائشہؓ نے کہا (اے اللہ کے رسول) ابوبکر اندر آئے لیکن آپ نے (کپڑے درست کرنے کے لئے) کوئی حرکت نہ کی اور نہ ان کی پروا کی پھر عمر اندر آئے (تب بھی) آپ نے کوئی حرکت نہیں کی اور ان کی پروا نہیں کی (لیکن) پھر جب عثمان اندر آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے کپڑوں کو (بھی) درست کیا (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا (عثمان میں حیا کا مادہ اور جذبہ بہت زیادہ ہے اور وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی لحاظ رکھتے ہیں۔ ان کے اس وصف کی فرشتے بھی رعایت کرتے ہیں تو) کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں (اور اس کے حیا کی رعایت نہ کروں) جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ عثمان (بہت ہی) حیادار شخص ہیں مجھے یہ ڈر ہوا کہ اگر میں نے اپنی اسی حالت میں ان کو اندر آنے کو کہا تو وہ اپنی حاجت وضرورت کو مجھ تک نہ پہنچائیں گے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَبَّابٍ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَحُثُّ النَّاسَ عَلٰى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيَّ مِائَةُ بَعِيْرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيْرٍ بِأَحْلاَسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَيَّ ثَلاَثُ مِائَةِ بَعِيْرٍ بِأَحْلاَسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن خبابؓ کہتے ہیں میں (مسجد میں) نبی ﷺ کے پاس حاضر تھا جب آپ لوگوں کو غزوہ تبوک کے لئے مال اکٹھا کرنے کی ترغیب دے رہے تھے (چونکہ اس وقت سخت گرمی اور قحط اور سامان کی قلت کے حالات تھے اس وجہ سے اس غزوہ کے لشکر کو عسرت وتنگدستی کا جیش بھی کہتے ہیں) تو عثمان اٹھے اور کہا اے اللہ کے رسول اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ایک سو اونٹ ہیں مع ان کی چادروں اور کاٹھیوں کے (یعنی ان کے ساز و سامان سمیت) نبی ﷺ نے پھر ترغیب دی تو عثمان (دوبارہ) اٹھے اور کہا اللہ کی راہ میں میرے ذمہ دوسو اونٹ ان کے ساز و سامان سمیت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے (مزید) ترغیب دی تو عثمان (تیسری مرتبہ) اٹھے اور کہا اللہ کی راہ میں میرے ذمہ تین سو اونٹ مع ان کے ساز و سامان کے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن خبابؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ منبر سے اتر رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں عثمان پر اس (برے) عمل کا کچھ گناہ نہ ہوگا جو وہ (آج کی) اس نیکی کے بعد کریں۔ عثمان پر اس (برے) عمل کا کچھ گناہ نہ ہوگا جو وہ (آج کی) اس نیکی کے بعد کریں۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى مَكَّةَ فَبَايَعَ النَّاسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ عُثْمَانَ فِيْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهٖ فَضَرَبَ بِإِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى فَكَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِعُثْمَانَ خَيْراً مِنْ أَيْدِيْهِمْ لِأَنْفُسِهِمْ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ (صلح حدیبیہ کے سال صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے اور مشرکین مکہ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا تو مکہ والوں سے بات چیت کے لئے حضرت عثمانؓ کو بھیجا گیا۔ پیچھے یہ خبر اڑا دی گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔ اس پر آپ ﷺ) نے صحابہ کو (موت تک لڑنے کی) بیعت کا حکم دیا۔ عثمان رسول اللہ ﷺ کے قاصد بن کر مکہ گئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے بیعت لی اور فرمایا عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں ہیں۔ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ (عثمان کے ہاتھ کی نیابت میں) اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا (تاکہ اگر وہ زندہ ہوں تو ان کی طرف سے بھی بیعت ہو جائے)۔ تو رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ جو عثمان کے لئے تھا صحابہ کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا جو ان کے اپنے لئے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بطور خلیفہ تقرری

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ ..... فَقَالُوْا أَوْصِ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِسْتَخْلِفْ قَالَ مَا أَجِدُ أَحَقَّ

بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلاء النَّفَرِ اَوِ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَّ عُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَّعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَقَالَ يَشْهَدُكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَلَيْسَ لَهٗ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ فَاِنْ أَصَابَتِ الْإِمْرَةُ سَعْدًا فَهُوَ ذَاکَ وَ إِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهٖ أَيُّكُمْ مَا أُمِّرَ فَإِنِّیْ لَمْ أَعْزِلْهُ مِنْ عِجْزٍ وَّلَا خِيَانَةٍ ..... فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ دَفْنِهٖ إِجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اجْعَلُوْا أَمْرَكُمْ إِلٰى ثَلَاثَةٍ مِّنْكُمْ قَالَ الزُّبَيْرُ قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِیْ إِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَ طَلْحَةُ قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِیْ إِلٰى عُثْمَانَ وَقَالَ سَعْدٌ قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِیْ إِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ أَيُّكُمَا تَبَرَّأَ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ فَنَجْعَلُهٗ إِلَيْهِ وَاللّٰهُ عَلَيْهِ وَالْإِسْلَامُ لَيَنْظُرَنَّ أَفْضَلَهُمْ فِیْ نَفْسِهٖ فَأُسْكِتَ الشَّيْخَانِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ أَفَتَجْعَلُوْنَهٗ إِلَیَّ وَاللّٰهِ عَلَیَّ اَنْ لَّا اٰلُوَ عَنْ أَفْضَلِكُمْ قَالَا نَعَمْ فَأَخَذَ بِيَدِ أَحَدِهِمَا فَقَالَ لَکَ قَرَابَةٌ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالْقِدَمُ فِی الْإِسْلَامِ مَاقَدْ عَلِمْتَ فَاللّٰهُ عَلَيْکَ لَإِن أَمَّرْتُکَ لَتَعْدِلَنَّ وَلَإِنْ أَمَّرْتُ عُثْمَانَ لَتَسْمَعَنَّ وَلَتُطِيْعَنَّ ثُمَّ خَلَا بِالْآخَرِ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِکَ فَلَمَّا أَخَذَ الْمِيْثَاقَ قَالَ اِرْفَعْ يَدَکَ يَاعُثْمَانُ فَبَايَعَهٗ فَبَايَعَ لَهٗ عَلِيٌّ وَ وَلَجَ أَهْلُ الدَّارِ فَبَايَعُوْهُ. (بخاری)

عمرو بن میمون رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں (جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا اور ان کے بچنے کی امید نہ رہی) .....تو کچھ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین وصیت فرما دیجئے، کسی کو خلیفہ مقرر فرما دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں خلافت کا اہل ان چھ آدمیوں سے زیادہ کسی کو نہیں پاتا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو آپ ان سے راضی تھے۔ اور (حضرات) علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔ اور فرمایا کہ عبداللہ بن عمر تمہارے ساتھ ہوں گے لیکن ان کا حکومت میں کچھ حصہ نہ ہوگا..... اگر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ امیر بنیں تب تو ٹھیک ہے ورنہ جو بھی جب تک امیر ہو وہ ان کو اپنا معاون بنائے کیونکہ میں نے جو ان کو (کوفہ کی گورنری سے) معزول کیا تھا تو کسی کوتاہی یا خیانت کی بنا پر نہیں کیا تھا (بلکہ ناجائز اعتراض کرنے والوں کے شر سے حفاظت کی خاطر ہٹایا تھا اور خود حضرت سعد نے بھی دوبارہ کوفہ کی گورنری لینے سے انکار کر دیا تھا)..... جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین سے فراغت ہوئی تو یہ حضرات جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان ساتھیوں سے کہا کہ اپنے معاملہ کو اپنے میں سے تین افراد تک کر دو (تاکہ اختلاف کم ہو جائے) حضرت زبیر نے کہا میں نے اپنا اختیار علی رضی اللہ عنہ کو

دیا۔طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنا اختیار عثمان رضی اللہ عنہ کو دیا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنا اختیار عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان دو (حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا تم میں سے کون خلافت (کی امید) سے دستبردار ہوتا ہے کہ ہم اس پر فیصلہ کرلیں۔اللہ اور اسلام اس کے نگہبان ہوں۔ ہرایک دیکھے کہ اس کے دل میں افضل کون ہے؟ حضرت عثمان اور حضرت علی خاموش رہے۔حضرت عبدالرحمٰن نے پوچھا کیا تم چناؤ کا معاملہ میرے سپرد کرتے ہو۔اللہ کی قسم میرے ذمہ ہوگا کہ میں تم میں سے افضل کے چناؤ میں کوتاہی نہ کروں۔ان دونوں نے کہا ٹھیک ہے (ہمیں یہ منظور ہے)۔پھرانہوں نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا تمہیں رسول اللہ ﷺ سے قرابت داری اور اسلام میں قدیمی ہونا حاصل ہے جو تمہارے علم میں ہے۔اللہ تم پر نگہبان ہے۔ (یہ عہد کرو کہ) اگر میں تمہیں امیر مقرر کردوں تو تم انصاف سے کام لوگے اور اگر میں عثمان کو امیر بنا دوں تو تم فرمانبرداری و اطاعت کروگے۔(حضرت علی سے عہد لینے کے بعد) پھر وہ حضرت عثمان سے تنہائی میں ملے اور ان سے بھی اسی طرح کی بات کہی۔جب ان سے بھی اس طرح کا عہد لے لیا تو (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تین دن تین راتیں مسلسل لوگوں سے مشورہ کرتے رہے اور سب کی رائے لیتے رہے)۔

قَالَ الْمِسْوَرُ طَرَقَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَعْدَ هَجْعٍ مِّنَ اللَّیْلِ فَضَرَبَ الْبَابَ حَتّٰی اسْتَیْقَظْتُ فَقَالَ أُرَاکَ نَائِمًا فَوَاللّٰهِ مَا اکْتَحَلْتُ هٰذِهِ الثَّلَاثَ بِکَثِیْرِ نَوْمٍ اِنْطَلِقْ فَادْعُ الزُّبَیْرَ وَسَعْدًا فَدَعَوْتُهُمَا لَهُ فَشَاوَرَ هُمَا ثُمَّ دَعَانِیْ فَقَالَ اُدْعُ لِیْ عَلِیًّا فَدَعَوْتُهُ فَنَاجَاهُ حَتّٰی اِبْهَارَّ اللَّیْلُ ثُمَّ قَامَ عَلِیٌّ مِنْ عِنْدِهٖ وَهُوَ عَلٰی طَمَعٍ وَقَدْ کَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَخْشٰی مِنْ عَلِیٍّ شَیْئًا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لِیْ عُثْمَانَ فَنَاجَاهُ حَتّٰی فَرَّقَ بَیْنَهُمَا الْمُؤَذِّنُ بِالصُّبْحِ فَلَمَّا صَلّٰی بِالنَّاسِ الصُّبْحَ وَاجْتَمَعَ أُولٰئِکَ الرَّهْطُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ فَأَرْسَلَ إِلٰی مَنْ کَانَ حَاضِرًا مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْأَنْصَارِ وَ أَرْسَلَ إِلٰی أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ وَکَانُوْا وَافَوْا تِلْکَ الْحَجَّةَ مَعَ عُمَرَ. فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا تَشَهَّدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ یَا عَلِیُّ إِنِّیْ قَدْ نَظَرْتُ فِیْ أَمْرِ النَّاسِ فَلَمْ أَرَهُمْ یَعْدِلُوْنَ بِعُثْمَانَ فَلَا تَجْعَلَنَّ عَلٰی نَفْسِکَ سَبِیْلًا فَقَالَ أُبَایِعُکَ عَلٰی سُنَّةِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْخَلِیْفَتَیْنِ مِنْ بَعْدِهٖ فَبَایَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبَایَعَهُ النَّاسُ وَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَ الْأَنْصَارُ وَأُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ وَالْمُسْلِمُوْنَ (بخاری)

مسور بن مخرمہ کہتے ہیں رات کی کچھ نیند گذری تھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میرے ہاں آئے اور دروازہ کھٹکھٹاتے رہے یہاں تک کہ میں بیدار ہوا (اور باہر نکلا تو) انہوں نے فرمایا لگتا ہے تم سو رہے تھے واللہ میں تو ان تین دنوں میں بہت ہی کم سویا ہوں۔ لواب تم جاؤ اور زبیر اور سعد رضی اللہ عنہما کو بلا لاؤ۔ میں ان کو بلا لایا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے مشورہ کیا پھر مجھے بلایا اور کہا کہ میرے پاس علی رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ۔ میں ان کو بلا لایا۔ پھر وہ ان سے نصف رات تک سرگوشی میں بات کرتے رہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے اٹھے اور ان کو خلافت کی امید تھی اور (اسی وجہ سے) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ان سے کسی درجے میں مخالفت کا اندیشہ تھا۔ پھر کہا عثمان کو میرے پاس بلا لاؤ۔ وہ آئے تو ان سے صبح کی اذان تک سرگوشی کرتے رہے۔

جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ لوگوں کو فجر کی نماز پڑھا چکے اور یہ چھ حضرات منبر کے پاس جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن نے موجود مہاجرین وانصار کو بلا لیا اور لشکروں کے سپہ سالاروں کو بھی بلا لیا جو اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج پر آئے ہوئے تھے۔ جب سب جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حمد وثنا کے بعد کہا کہ اے علی میں نے لوگوں کے مشورے اور ان کی رائیں حاصل کیں تو میں نے ان میں سے کسی کو نہیں پایا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو سمجھتے ہوں لہٰذا تم کچھ غصہ اور مخالفت نہ کرنا۔ پھر (عثمان رضی اللہ عنہ سے) کہا میں (خلیفہ کے طور پر تمہیں نامزد کرتا ہوں اور) تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے طریقے پر اور آپ کے بعد دو خلفاء کے طریقے پر چلو گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اور دیگر لوگوں نے اور مہاجرین و انصار نے اور سپہ سالاروں نے سب نے ہی بیعت کی۔

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی خلافت کے اہل تھے اور خلافت بلا طلب مل جائے تو اس کو قبول کرنے پر تیار بھی تھے۔ اس میں کوئی عیب بھی نہیں کیونکہ بعض لوگ طبعی طور پر سیادت و خلافت سے مناسبت رکھتے ہیں۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے نہ تو کسی نے از خود خلافت طلب کی اور نہ ہی ایک کے انتخاب پر دوسرے نے اطاعت اختیار کرنے میں ذرہ برابر تردد کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت محض احتیاط کے طور پر تھی۔

حضرت عثمانؓ کا امر خلافت اور احکام خلافت میں حق پر ہونا

عَنْ أَبِي حَبِيْبَةَ أَنَّهُ دَخَلَ الدَّارَ وَعُثْمَانُ مَحْصُوْرٌ فِيْهَا وَأَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَسْتَاذِنُ عُثْمَانَ فِي الْكَلَامِ فَأَذِنَ لَهُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ فِتْنَةً وَاخْتِلَافاً ..... فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ لَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ..... قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْأَمِيْرِ وَأَصْحَابِهِ وَهُوَ يُشِيْرُ إِلٰى عُثْمَانَ. (بیھقی)

ابو حبیبہؒ کہتے ہیں کہ وہ اس گھر میں داخل ہوئے جس میں حضرت عثمانؓ محصور تھے۔ وہاں انہوں نے سنا کہ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عثمانؓ سے (لوگوں سے) کچھ بات کرنے کی اجازت مانگ رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو اجازت دیدی تو حضرت ابو ہریرہؓ کھڑے ہوئے اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم کو میرے بعد فتنہ (آزمائش) اور اختلاف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ تو (اس وقت میں) ہمارے لئے کون شخص ہوگا (جس کی اتباع کا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا لازم پکڑو امیر کو اور اس کے ساتھیوں کو اور آپ ﷺ عثمان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ (فتنہ و اختلاف کی ابتداء حضرت عثمانؓ کے دور میں تو ہوئی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا سبب حضرت عثمانؓ تھے بلکہ اس کا سبب وہ منافق قسم کے لوگ تھے جو اپنے اندر تو کفر چھپائے ہوئے تھے لیکن اسلام کو خراب اور کمزور کرنے کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں حضرت عثمان اور دیگر بڑے صحابہ کے خلاف پروپیگنڈہ میں لگ گئے تھے۔ اس کی ایک بڑی واضح مثال عبداللہ بن سبا کی ہے جو اصل میں یہودی تھا لیکن ظاہر میں مسلمان ہو کر اور اپنے آپ کو بڑا عالم ظاہر کر کے عام لوگوں کو خفیہ طور پر ورغلاتا تھا۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ کچھ قوت پکڑ گئے اور حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت برپا کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا کہ ان حالات میں یہ بات پیش نظر رکھنا کہ عثمان حق پر ہونگے اور تمہیں انہی کی اتباع کرنی ہوگی)

عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ حَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ..... ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِيْ اِفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهُ فَإِذَا عُثْمَانُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھا (تو پہلے ابوبکر نے دروازہ کھٹکھٹایا پھر عمر آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ان کے لئے دروازہ کھولا گیا اور ان کو بشارت بھی سنائی گئی) پھر ایک (تیسرے) صاحب نے دروازہ کھٹکھٹایا تو

آپ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی خوشخبری دو ایسے بڑے ابتلاء کے ساتھ جو ان کو پہنچے گا (میں نے دروازہ کھولا تھا) تو وہ عثمان تھے۔ میں نے ان کو نبی ﷺ کی بتائی ہوئی بات بتائی تو انہوں نے اللہ کی حمد کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی مدد کرنے والے ہیں۔ (یہ ابتلاء و آزمائش وہی تھی جو حضرت عثمانؓ کو اپنی خلافت کے آخری دور میں پہنچی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مختلف حالتوں کے ساتھ آزمائش کرتے ہیں۔ حالات کبھی یکساں نہیں رہتے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو جو امن چین حاصل ہوا تھا اب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی کہ اس میں تبدیلی آئے۔ لہٰذا تبدیلی تو بہرحال ہونی ہی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی آزمائش اس میں یہ تھی کہ بس وہ صبر کریں اور خود مخالفین کے مقابلہ میں کسی قسم کا جارحانہ اقدام نہ کریں۔ بظاہر یہ بات تدبیر حکمرانی کے خلاف تھی لیکن اس میں حضرت عثمانؓ کی بڑی حفاظت تھی کیونکہ جب حالات میں بگاڑ پیدا ہونا ہی تھا تو اگر حضرت عثمانؓ کوئی جارحانہ قدم اٹھاتے تو اس پروپیگنڈہ کو بھی ہوا ملتی کہ بگاڑ میں حضرت عثمانؓ کی بے تدبیری اور ترک تحمل کو دخل حاصل تھا۔ حضرت عثمانؓ کو ظالم کے طور پر پیش کیا جاتا کہ انہوں نے لوگوں کی جائز شکایات کے مقابلہ میں مسلح کارروائی کو ترجیح دی۔ حضرت عثمانؓ کے صبر سے یہ فائدہ ہوا کہ ان کی مظلومیت اور باغیوں کا ظالم ہونا مشہور ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں اپنے نبی کے صحابی کو محفوظ رکھا اور ان کے مراتب بلند کئے جب کہ بد باطن لوگ ہی ہمیشہ کے لئے رسوا ہوئے)۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَاعُثْمَانُ إِنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُکَ قَمِيْصًا فَإِنْ أَرَادُوْکَ عَلٰى خَلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ. (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عثمان اللہ تعالیٰ تمہیں (خلافت کی) قمیض پہنائیں گے (اور تم خلیفہ بنو گے) پھر اگر کچھ لوگ تمہیں اس کو اتارنے (یعنی خلافت سے دستبردار ہونے) پر مجبور کریں تو تم ان کی وجہ سے اس کو نہ اتارنا (اور خلافت کو نہ چھوڑنا کیونکہ تم حق پر ہو گے اور وہ لوگ ناحق پر ہونگے اور باغی ہونگے۔ اگر تم نے ان کی وجہ سے خلافت چھوڑی تو لوگوں کو یہ خیال ہو گا کہ شاید تم ناحق پر تھے اور وہ باغی حق پر تھے اسی لئے تم خلافت سے دستبردار ہو گئے)۔

عَنْ اَبِیْ سَهْلَةَ قَالَ قَالَ لِیْ عُثْمَانُ يَوْمَ الدَّارِ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ عَهِدَ إِلَیَّ عَهْداً وَأَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ (ترمذی)

حضرت ابوسہلہ کہتے ہیں کہ عثمانؓ نے مجھ سے اپنے گھر میں محصوری کے زمانہ میں کہا کہ رسول

اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا (یعنی یہ کہ باغیوں کے مطالبہ پر خلافت سے دستبردار نہ ہونا) اور میں اس پر صبر کئے ہوئے ہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ .....فَجَعَلَ يُسَارُّهُ وَلَوْنُ عُثْمَانَ يَتَغَيَّرُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ الدَّارِ وحُصِرَ فِيْهَا قُلْنَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَلَا تُقَاتِلُ قَالَ لَا إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَهِدَ إِلَيَّ عَهْداً وَ إِنِّيْ صَابِرٌ نَفْسِيْ عَلَيْهِ. (احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (نے عثمانؓ کو بلوایا اور) ان سے سرگوشی کرنے لگے جس سے عثمان (کے چہرے) کا رنگ بدلنے لگا۔ جب گھر میں محصوری کا زمانہ آیا اور وہ اس میں محصور ہو کر رہ گئے تو ہم نے (ان سے) کہا اے امیر المومنین آپ (ان باغیوں سے) لڑتے کیوں نہیں؟ عثمانؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا (جس میں یہ بھی شامل تھا کہ میں ان باغیوں کے خلاف کوئی مسلح اقدام نہ کروں۔ میں اپنے اس عہد پر قائم ہوں) اور اس پر اپنے آپ کو صبر کئے روکا ہوا ہوں۔

عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ حَزْنٍ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ شَهِدْتُ الدَّارَ حِيْنَ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ أَنْشُدُ كُمُ اللّٰهَ وَالْإِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرَ بِئْرِ رُوْمَةَ فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ بِئْرَ رُوْمَةَ يَجْعَلُ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ بِخَيْرٍ لَّهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِيْ وَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنَنِيْ أَنْ أَشْرَبَ مِنْهَا حَتّٰى أَشْرَبَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ أَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ وَالْإِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِأَهْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَّشْتَرِيْ بُقْعَةَ آلِ فُلَانٍ فَيَزِيْدُهَا فِي الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِيْ فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنَنِيْ أَنْ أُصَلِّيَ فِيْهَا رَكْعَتَيْنِ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُ كُمُ اللّٰهَ وَالْإِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ جَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِيْ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُ كُمُ اللّٰهَ وَالْإِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ عَلٰى ثَبِيْرِ مَكَّةَ وَمَعَهٗ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتّٰى تَسَاقَطَتْ حِجَارَتُهٗ بِالْحَضِيْضِ فَرَكَضَهٗ بِرِجْلِهٖ قَالَ اُسْكُنْ ثَبِيْرُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ شَهِدُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ أَنِّيْ شَهِيْدٌ ثَلَاثًا. (ترمذی و نسائی)

حضرت ثمامہ بن حزن قشیری رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ اپنے گھر میں جس وقت محصور تھے میں اس میں اس وقت موجود تھا جب انہوں نے (ان کے قتل کے ارادہ سے) محاصرہ کرنے والوں کی

طرف جھانکا اور ان سے کہا میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں سوائے رومہ نامی کنوئیں کے کوئی اور کنواں ایسا نہ تھا جس سے میٹھا پانی حاصل ہوتا ہو تو آپ نے فرمایا کون شخص ہے جو رومہ کنویں کو خریدے (اور مسلمانوں کے لئے وقف کر دے) کہ اپنے ڈول کو مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ کر دے (یعنی سب یکساں اس سے پانی حاصل کریں خود خرید کر وقف کرنے والے کی بھی اس میں کسی قسم کی کوئی تخصیص نہ رہے) اپنے لئے جنت میں اس سے بہتر کے عوض میں، تو میں نے خالص اپنے مال میں سے (پینتیس ہزار درہم یعنی 107 کلو چاندی میں اس کو خریدا اور آج تم مجھے ہی اسی کنویں سے پانی پینے سے روکتے ہو یہاں تک کہ میں (مجبور ہو کر) سمندر (کی طرح) کا (نمکین کھارا) پانی پیتا ہوں۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں (ہم اس بات کو جانتے ہیں)۔

حضرت عثمانؓ نے پھر کہا میں تمہیں اللہ کا اور اسلام کا واسطہ دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ مسجد نبوی نمازیوں کے لئے تنگ پڑ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون شخص ہے جو فلاں قبیلہ کا قطعہ زمین خریدے اور اس کو مسجد میں بڑھا دے جنت میں اپنے لئے اس سے بہتر عوض کے مقابلہ میں۔ تو میں نے خالص اپنے مال سے وہ قطعہ زمین خریدا (اور اس کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا) اور آج تم مجھے ہی اس میں دو رکعت نماز پڑھنے سے روکتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں (ہم یہ جانتے ہیں)۔

حضرت عثمانؓ نے ان سے پھر کہا میں تمہیں اللہ کا اور اسلام کا واسطہ دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے مال سے غزوہ تبوک کے لشکر کی تیاری کا سامان دیا۔ ان لوگوں نے کہا ہاں (ہم یہ بھی جانتے ہیں)۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پھر یہ کہا میں تمہیں اللہ کا اور اسلام کا واسطہ دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے ثبیر نامی پہاڑ پر تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر تھے اور عمر تھے اور میں تھا۔ تو پہاڑ کو (زور کی) حرکت ہوئی۔ یہاں تک کہ اس کے پتھر پہاڑ کے دامن تک آ گرے۔ آپ ﷺ نے پہاڑ پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا تجھ پر محض ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہی تو ہیں۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں (ہم یہ بھی جانتے ہیں) اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم ان لوگوں نے بھی گواہی دیدی کہ میں شہید ہوں (اور شہادت تو اسی وقت ہوتی ہے جب آدمی حق پر ہو تو گویا انہوں نے تسلیم کر لیا کہ میں حق پر ہوں اور حق کی خاطر ہی میں قتل کیا جاؤں گا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مجھ سے اختلاف رکھ کر جو لوگ میرے قتل کے در پے ہیں وہ یقیناً ناحق پر

ہیں) یہ آخری کلمات حضرت عثمانؓ نے تین مرتبہ دہرائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مصْرَ يُرِيْدُ حَجَّ الْبَيْتِ فَرَأٰى قَوْماً جُلُوْساً فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ قَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيْهِمْ قَالُوْا عَبْدُ اللّٰهُ بْنُ عُمَرَقَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّى سَائِلُكَ عَنْ شَئٍ فَحَدِّثْنِىْ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَوأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ رُقَيَّةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَاذَهَبَ عُثْمَانَ إِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهِ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَاعَلٰى يَدِهِ وَقَالَ هٰذِهِ لِعُثْمَانَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ (بخاری)

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب کہتے ہیں اہل مصر کا ایک شخص حج بیت اللہ کے ارادہ سے (مکہ مکرمہ) آیا۔ یہاں اس نے (ایک جگہ) کچھ لوگوں کو (اکٹھے) بیٹھے دیکھا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ خاندان قریش کے (بڑے) لوگ ہیں۔ اس نے پوچھا ان میں بڑے عالم کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ (وہ شخص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے آیا اور) اس نے کہا اے ابن عمر مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے تو آپ مجھے جواب دیجئے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ جنگ احد کے موقع پر (جب مشرکین کی فوج نے پہاڑی کے پیچھے سے پلٹ کر حملہ کیا تھا تو) عثمان فرار ہو گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں (ایسا ہوا تھا)۔ اس شخص نے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان جنگ بدر سے غائب رہے تھے اور اس میں حاضر نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں (ایسا ہی تھا) اس شخص نے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان بیعت رضوان سے بھی غائب رہے تھے اور اس میں شریک نہ تھے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں (ایسا ہی تھا) اس شخص نے (یہ سمجھا کہ ہم جو حضرت عثمانؓ کے خلاف الزام لگاتے ہیں ان کی تائید وتصدیق حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی کر دی ہے اور اس سے اب لوگ لاجواب ہو جائیں گے اور یہ ہمیں بڑی کامیابی

حاصل ہوگئی ہے اس لئے اس نے خوشی سے) اللہ اکبر کہا۔ اب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا ذرا میرے قریب آ جاؤ (اور اپنی ان باتوں کی تفصیل بھی سن لو جو) میں تمہارے لئے بیان کرتا ہوں۔ رہا عثمان کا جنگ احد سے فرار تو (اس وقت اچانک حملہ سے بہت سے صحابہ کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اگرچہ بعد میں وہ سنبھل گئے اور پلٹ آئے لیکن اصل بات کی) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما چکے ہیں (اور یہ معافی قرآن پاک کے اندر موجود ہے تو معافی کے بعد عیب لگانا کیسے جائز ہے؟)

رہی جنگ بدر سے ان کی غیر حاضری تو بات یہ ہے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی رقیہؓ تھیں جو اس وقت بیمار تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے (عثمان کو ان کی دیکھ بھال کرنے کو کہا تھا اور ان کو جو یہ خیال ہوا کہ میں جہاد میں شرکت سے محروم رہوں گا تو آپ ﷺ نے خود) ان سے فرمایا کہ تمہیں جنگ بدر میں شریک ہونے والے کا ثواب ملے گا اور (صرف اتنا ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے) ان کو مال غنیمت میں سے (برابر کا) حصہ بھی دیا۔

رہی بیعت رضوان میں ان کی عدم شرکت تو اگر (رشتہ داری کے اعتبار سے) مکہ مکرمہ میں کوئی دوسرا صحابی ان سے زیادہ عزت دار ہوتا تو آپ ﷺ ان کو (مشرکین سے گفتگو کے لئے مکہ) بھیجتے۔ (چونکہ ایسا کوئی نہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ کو مکہ مکرمہ بھیجا اور بیعت رضوان تو ان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی (جس کی وجہ یہ ہوئی کہ مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ مشرکین نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور وہ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ (بیعت) عثمان کیلئے ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا لو اب یہ ساری باتیں اپنے ساتھ لے جاؤ (اور یہ بھی ساتھ میں بتاؤ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ

فضائل

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَلِیٍّ أَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ. (بخاری و مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (جب غزوہ تبوک کے لئے نکلے تو حضرت علی کو اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا اور ان کو وہیں

ٹھہرنے کا حکم دیا۔ منافقین نے حضرت علیؓ کو تنگ کرنا شروع کیا کہ رسول اللہ ﷺ تو تم کو بوجھ سمجھتے ہیں اور حقیر سمجھتے ہیں اس لئے تمہیں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ یہ باتیں سن کر حضرت علیؓ نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور تیزی سے چلتے ہوئے آپ ﷺ تک پہنچ گئے اور آپ کو منافقین کی بات بتائی۔ آپ نے فرمایا، منافق جھوٹ بولتے ہیں میں نے تمہیں اپنے گھر والوں کی وجہ سے پیچھے چھوڑا لہذا تم واپس جاؤ اور میرے اور اپنے گھر والوں کے لئے میری طرف سے نیابت کرو اور ان سے مزید) فرمایا (اے علی اس اعتبار سے) تم مجھ سے ایسے ہو جیسے ہارون (علیہ السلام) موسیٰ (علیہ السلام) سے تھے (کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لئے کوہ طور پر گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ ایسے ہی میں نے بھی اس وقت تمہیں اپنا نائب بنایا ہے) لیکن (حضرت ہارون علیہ السلام تو نبی بھی تھے تمہارا نبوت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ) میرے بعد کوئی بھی اور کسی بھی قسم کا (نیا) نبی نہیں ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ..... فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح عطا فرمائیں گے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف گئے۔ ان میں سے ہر ایک ہی تمنا کرتا تھا کہ جھنڈا اسے دیا جائے۔ آپ نے پوچھا علی بن ابی طالب کہاں ہیں لوگوں نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ وہ یہ ہیں ..... آپ ﷺ نے جھنڈا ان کو عطا فرمایا۔

فائدہ: اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ بس وہی اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ صرف اسی سے محبت کرتے ہیں اس لئے دوسروں سے اس وصف کی نفی نہیں کر سکتے۔ دیگر صحابہ میں بھی یہ وصف تھا اور حضرت علی میں بھی تھا۔ البتہ ایک وصف میں حضرت علیؓ کی خصوصیت ہوئی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح ان کے ہاتھوں کرائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ

مُؤْمِنٍ. (ترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (نسب و رشتہ داری اور محبت و تعلق ان سب کے مجموعہ کے اعتبار سے) علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر ایمان والے کے محبوب ہیں (کیونکہ جب ہمارے درمیان اتنا زیادہ قرب ہے تو یہ بعید ہے کہ کوئی ایمان والا مجھ سے تو محبت رکھے اور علی سے نہ رکھے بلکہ محبوب کی تو ہر چیز سے محبت ہوتی ہے تو جس شخص سے خود رسول اللہ ﷺ محبت کرتے ہوں اس سے تو ہر ایمان والا ضرور محبت رکھے گا)۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِيْرِ خُمٍّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْ بَلٰى قَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ أَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَلَقِيَهُ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ هَنِيْئًا لَكَ يَا ابْنَ أَبِيْ طَالِبٍ أَصْبَحْتَ وَ أَمْسَيْتَ مَوْلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّ مُؤْمِنَةٍ. (احمد)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حجۃ الوداع سے واپسی میں) جب خُم نامی تالاب کے پاس پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور لوگوں سے پوچھا کیا تم یہ بات نہیں جانتے ہو کہ میں مومنین کو ان کی جانوں سے زیادہ محبوب ہوں (یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ مجھے اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھیں) صحابہ نے کہا کیوں نہیں (آپ مسلمانوں کو ان کی جانوں سے زیادہ عزیز ہیں) آپ نے (پھر) پوچھا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں ہر مومن کو اس کی جان سے زیادہ عزیز ہوں۔ صحابہ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں (ایسا ہی ہے) تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں جس کا محبوب ہوں علی بھی اس کے محبوب ہیں۔ اے اللہ تو اس سے دوستی کر جو علی سے دوستی رکھے اور تو اس سے دشمنی کر جو علی سے دشمنی رکھے۔ اس کے بعد جب عمرؓ کی علیؓ سے ملاقات ہوئی تو عمرؓ نے ان سے کہا اے ابن ابی طالب آپ کو شادمانی ہو کہ آپ ہر مومن مرد و عورت کے محبوب بن گئے ہیں۔

فائدہ: صحابہؓ کے بارے میں آئندہ امت کے مختلف طبقوں میں جو افراط و تفریط ہونی تھی رسول اللہ ﷺ نے عمومی طور سے بھی اور خاص خاص افراد صحابہ کے اعتبار سے بھی ان کے ساتھ اپنے تعلق کو اور اہل ایمان پر ان کے حقوق کو بیان کیا۔ حضرت علیؓ کے بارے میں بھی افراط و تفریط ہوئی۔ ایک طبقہ یعنی شیعوں نے ان کو ان کے درجہ سے زیادہ بڑھایا اور ایک اور طبقہ نے ان کے ساتھ

عداوت و دشمنی اختیار کی۔ ان کے ساتھ عداوت اختیار کرنے والے خارجی کہلاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مخالف روش سے بچنے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت کے سامنے یہ اہتمام فرمایا۔

اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو امامت وخلافت کا زیادہ حقدار بتایا ہے اور مولی کا مطلب مالک وحکمران ہے صحیح نہیں کیونکہ اگر بات یہی ہوتی تو حضرت علیؓ جو فاتح خیبر اور حیدر کرار ہیں وہ کبھی بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت نہ کرتے۔ علاوہ ازیں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری وفات کے بعد وہ مولی ہونگے بلکہ یہ فرمایا کہ میں جس کا مولی ہوں علی بھی اس کے مولی ہیں یعنی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے دوران بھی۔ اور ظاہر ہے کہ ایک وقت میں امام یعنی حکمران تو ایک ہی ہوتا ہے۔ لہذا مولی کا معنی امام وحکمران مراد لینا صحیح نہیں ورنہ تو یہ مطلب بنے گا کہ نبی ﷺ کی حیات میں ہر مسلمان کے دو حکمران اور امام ہوئے ایک نبی ﷺ اور دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور یہ بات صحیح نہیں۔ بلکہ اس کا صحیح معنی محبوب کا ہی ہے۔ اوپر کے مضمون کو یوں بھی بیان کیا گیا۔

عَنْ أُمِّ سَلِمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَايُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ. (احمد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی منافق علی سے محبت نہ کرے گا (کیونکہ اسے مجھ سے محبت نہ ہوگی تو میرے متعلقین سے بھی نہ ہوگی) اور کوئی (صحیح) مومن علی سے بغض نہ رکھے گا (کیونکہ صحیح ایمان کی وجہ سے جب اسے مجھ سے محبت ہوگی تو میرے متعلقین سے بھی ضرور ہوگی)۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْكَ مَثَلٌ مِنْ عِيْسٰى أَبْغَضَتْهُ الْيَهُوْدُ حَتّٰى بَهَتُوْا أُمَّهُ وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارٰى حَتّٰى أَنْزَلُوْهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِيْ لَيْسَتْ لَهُ ثُمَّ قَالَ يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِيْ بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شَنَآنِيْ عَلٰى أَنْ يَّبْهَتَنِيْ (احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تمہاری مثال (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) جیسی ہے۔ یہود نے ان سے بغض رکھا (اور اس میں اتنے آگے بڑھے) یہاں تک کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھا (کہ وہ العیاذ باللہ زنا کی مرتکب ہوئی ہیں) اور نصاری نے ان سے محبت کی (اور اس میں سے اتنا تجاوز کیا) یہاں تک کہ ان کے لئے وہ مرتبہ بتانے لگے (یعنی خدائی کا) جو

ان کے لئے تھا ہی نہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا میرے بارے میں بھی دو قسم کے آدمی ہلاک ہونگے (یعنی گمراہ ہونگے) ایک وہ محبت کرنے والا جو جائز حد سے تجاوز و افراط کرتا ہو اور میری تعریف میں وہ کچھ کہے جو فی الواقع مجھ میں ہے ہی نہیں اور دوسرے مجھ سے بغض رکھنے والا وہ شخص جس کو میری عداوت مجھ پر بہتان لگانے پر ابھار دے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا دَارُالْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا (ترمذی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں (تو علم و) حکمت کا گھر (یعنی خزانہ) ہوں اور علی اس کا (ایک اہم) دروازہ ہیں۔

فائدہ: حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ صرف علیؓ اس کا دروازہ ہیں اس لئے آپ ﷺ کے علم و حکمت تک پہنچنے کے اور بھی کئی دروازے ہیں مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ أَعْلَمُكُمْ بِالْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ (تم میں حلال وحرام کو سب جاننے والے ہیں) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اقرؤکم کہ وہ تم میں سب سے بڑے قرآن کے قاری ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص نہ لینے کی وجوہات

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، میں ان کو لکھتے ہیں:

1- وارثوں نے قاعدہ کے مطابق قصاص کا مطالبہ ہی نہیں کیا۔ ان کو چاہئے تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر کے ان کے پاس آ کر دعویٰ پیش کرتے۔

2- قاتل بعینہ معلوم نہ تھے کیونکہ قتل کے وقت یا تو قاتل موجود تھے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر والے تھے۔ قاتل اپنا نام کیوں بتاتے اور اہل خانہ مدعی ہو سکتے تھے گواہ نہیں۔

3- باقی لوگ جو محاصرہ کئے ہوئے تھے وہ بعینہ قاتل نہ تھے اور یہ بھی ثابت نہ تھا کہ انہوں نے قتل کروایا تھا۔ پھر محاصرہ کرنے والوں نے بغاوت ترک کر کے اطاعت بھی اختیار کر لی تھی جس کے بعد ان سے تعرض کرنے کی گنجائش نہ رہی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جنگ جمل

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت نے ان حضرات کے دلوں پر بہت زیادہ اثر کیا تھا جن کے پاس مختلف علاقوں سے لوگ آ آ کر حضرت عثمانؓ کے عمال کی شکایت کرتے تھے (اور شکایتیں

ہو ہی جاتی ہیں۔ کچھ جائز ہوتی تھیں اور بہت کچھ غلط پروپیگنڈہ کا اثر بھی تھا) اور یہ حضرات ان کو لے کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی شکایتوں کے ازالہ کی کوشش کرتے تھے۔ ان میں حضرت علی بھی تھے حضرت طلحہ بھی اور حضرت زبیر بھی رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر ان لوگوں کی شکایت دربار خلافت میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والوں میں بیشتر تعداد ان ہی لوگوں کی تھی جن کی شکایت کے ازالہ کی یہ لوگ کوشش کیا کرتے تھے۔ محاصرہ کے وقت کسی کو بھی یہ خیال نہ تھا کہ نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ محاصرہ کرنے والوں میں سے بعض اشتعال میں آ کر خود خلیفہ وقت کو شہید کر دیں گے۔ لیکن جب وہ شہید کر دیئے گئے تو ان حضرات کے دل میں یہ احساس شدت سے ابھرا کہ ہم جن لوگوں کی دربار خلافت میں نمائندگی کرتے رہے ہیں انہوں نے یہ ظلم کیا کہ محاصرہ کر کے خود خلیفہ کو ہی شہید کر دیا لہٰذا ان سے باز پرس ضروری ہے اور ان سے قصاص لئے بغیر ہمیں چین سے نہ بیٹھنا چاہئے ورنہ قیامت میں خلیفہ مظلوم کے خون ناحق کی کہیں خود ہم سے باز پرس نہ ہو۔ یہ موقف تھا اصحاب جمل کا۔

جمل اونٹ کو کہتے ہیں اور چونکہ حضرت عائشہؓ اونٹ پر کجاوہ میں سوار تھیں اس لئے ان کی جماعت کو اصحاب جمل اور جو جنگ پیش آئی وہ جنگ جمل کہلاتی ہے۔ ان حضرات کے خیال میں حضرت علیؓ کے خلاف خروج کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص لے سکتے ہیں لیکن لے نہیں رہے بلکہ رکاوٹ بن رہے ہیں۔

جواب میں حضرت علیرضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا أَرِينِيْ قَتَلَةَ عُثْمَانَ یعنی مجھے بتائیے کہ قاتلین عثمان کون کون ہیں۔

پھر جب سازشیوں کی وجہ سے جنگ چھڑی تو اس میں حضرت علیؓ نے اپنی طرف سے پہل نہ ہونے دی اور جنگ کے دوران بھی آپ مخالفین کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے اور حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے اپنے خطا پر ہونے کا اعتراف کیا۔

إِنَّ عَلِيّاً قَالَ يَوْمَ الْجَمَلِ لِلزُّبَيْرِ أَنْشُدُكَ اللّٰهَ أَتَذْكُرُ يَوْماً أَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أُنَاجِيْكَ فَقَالَ أَ تُنَاجِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَيُقَاتِلَنَّكَ يَوْماً وَهُوَلَكَ ظَالِمٌ. قَالَ فَضَرَبَ الزُّبَيْرُ وَجْهَ دَابَّتِهٖ فَانْصَرَفَ (اخرجه ابو بكر وغيره) ثُمَّ قَتَلَهُ ابْنُ جُرْمُوْزٍ.

جنگ جمل کے دن حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں وہ

دن یاد ہے کہ جس دن نبی ﷺ ہم دونوں کے پاس تشریف لائے۔ میں اس وقت تم سے سرگوشی کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا کیا تم ان سے سرگوشی کر رہے ہو خدا کی قسم ایک دن (ایسا آئے گا جب) یہ تم سے جنگ کریں گے حالانکہ تمہارے بارے میں یہی غلطی پر ہوں گے۔ (راوی کہتے ہیں یہ سنتے ہی حضرت زبیرؓ کو اپنے بارے میں غلطی پر ہونے کا احساس ہوا اور انہوں) نے اپنے گھوڑے کے منہ پر چابک رسید کیا اور فوراً پلٹ گئے۔ میدان سے پلٹنے کے بعد ان کو ابن جرموز نے شہید کر دیا۔

حضرت طلحہؓ بھی میدان جمل سے واپس ہو رہے تھے کہ مروان بن حکم نے ان کو تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ ثور بن مجزاۃ کہتے ہیں۔

مَرَرْتُ بِطَلْحَةَ يَوْمَ الْجَمَلِ آخِرَ رَمْقٍ فَقَالَ لِيْ مِمَّنْ أَنْتَ قُلْتُ مِنْ أَصْحَابِ أَمِيْرِالْمُؤْمِنِينَ عَلِيٍّ. فَقَالَ أُبْسُطْ يَدَكَ اُبَايِعْكَ فَبَسَطْتُ يَدِيْ فَبَايَعَنِيْ وَفَاضَتْ نَفْسُهُ فَأَتَيْتُ عَلِيّاً فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَبَى اللّٰهُ أَنْ يَّدخُلَ طَلْحَةُ الْجَنَّةَ إِلَّا وَبَيْعَتِيْ فِيْ عُنُقِهٖ

جنگ جمل میں میرا گزر حضرت طلحہؓ کے پاس سے ہوا۔ ابھی ان میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا امیر المومنین علیؓ کے اصحاب میں سے ہوں۔ فرمایا تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں (تمہارے ہاتھ پر حضرت علی کی) بیعت کروں گا۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا تو انہوں نے مجھ سے (حضرت علیؓ کی) بیعت کی اور اسی دم ان کی روح بھی پرواز کر گئی۔ میں حضرت علیؓ کے پاس آیا اور ان کو (اس واقعہ کی) خبر بتائی تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر، رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ طلحہ جنت میں داخل ہوں مگر اس حال میں کہ میری بیعت کا قلادہ ان کی گردن میں ہو۔

اور حضرت عائشہؓ بھی جنگ جمل میں بڑی خونریزی کو یاد کر کے روتی تھیں اور فرماتی تھیں۔

وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ غُصْناً رَطْباً وَلَمْ أَسِرْ مَسِيْرِيْ هٰذَا (ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء)

کاش میں (محض) ایک ہری بھری ٹہنی ہوتی اور اس ہنگامہ میں نہ نکلتی۔

خروج کرنے والے ان حضرات کے بارے میں کسی قسم کی بدگوئی جائز نہیں

جیسے اوپر ذکر ہوا ان حضرات کا خروج دین میں اجتہاد کی وجہ سے تھا کسی نفسانی غرض سے نہ تھا

اس لئے ان پر کسی قسم کی عیب گوئی جائز نہیں۔ خود حضرت علیؓ سے جب ان کے بارے میں پوچھا گیا۔

عَنْ أَبِی الْبَخْتَرِیِّ قَالَ سُئِلَ عَلِیٌّ عَنْ أَهْلِ الْجَمَلِ قَالَ قِیْلَ أَمُشْرِكُوْنَ هُمْ. قَالَ مِنَ الشِّرْكِ فَرُّوْا. قِیْلَ أَ مُنَافِقُوْنَ هُمْ قَالَ إِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِیْلاً قِیْلَ فَمَا هُمْ قَالَ إِخْوَانُنَا بَغَوْاعَلَیْنَا وَ قَالَ عَلِیٌّ إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ نَكُوْنَ كَالَّذِیْنَ قَالَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ وَنَزَعْنَاَ مَا فِیْ صُدُوْرِ هِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَاناً عَلٰی سُرُرٍ مُتَقَابِلِیْنَ (سورہ حجر: 47)

ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ مشرک ہیں آپ نے جواب دیا کہ شرک سے تو وہ بھاگے ہیں (اور انہوں نے اسلام قبول کیا ہے) پھر کہا گیا کہ کیا وہ منافق ہیں۔ جواب دیا منافق تو اللہ کا ذکر بہت تھوڑا کرتے ہیں (جب کہ یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرنے والے اور کثرت سے ذکر کرنے والے اور اللہ کے بڑے فرمانبردار ہیں۔ یہ منافق تو ہرگز نہیں) پوچھا گیا تو پھر یہ کس قسم کے لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ہمارے (ہی دینی) بھائی ہیں جنہوں نے (اپنی خطائے اجتہادی سے) ہمارے خلاف بغاوت کی ہے (کیونکہ اس سلسلہ میں ہم حق پر ہیں) اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے (قوی) امید ہے کہ ہم لوگ ان لوگوں کی مانند ہیں جن کے بارے میں اللہ عزوجل یہ فرماتے ہیں۔ اور (جنت میں داخل کر کے) نکال ڈالی ہم نے ان کے دلوں میں سے خفگی بھائی بھائی ہو گئے تختوں پر بیٹھے ہیں آمنے سامنے۔

عشرہ مبشرہ

یعنی وہ دس صحابہ جن کا ایک ہی وقت میں نام لے کر نبی ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت دی۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنْ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ فِی الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِی الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّةِ وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِی الْجَنَّةِ وَالزُّبَیْرُ فِی الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِی الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِیْ وَقَّاصٍ فِی الْجَنَّةِ وَسَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ فِیْ الْجَنَّةِ وَأَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِی الْجَنَّةِ. (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا ابوبکر جنتی ہیں اور عمر جنتی ہیں اور عثمان جنتی ہیں اور علی جنتی ہیں اور طلحہ جنتی ہیں اور زبیر جنتی ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں اور سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں اور سعید بن زید جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَرْحَمُ أُمَّتِیْ بِأُمَّتِیْ أَبُوْبَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ فِیْ أَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَ أَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَأَفْرَضُهُمْ زَيْد بْنُ ثَابِتٍ وَأَقْرَؤُهُمْ أُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَلِكُلِ أُمَّةٍ أَمِيْنٌ وَأَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ. (ترمذی و احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے (عشرہ مبشرہ میں سے بعض حضرات کی غالب خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے) فرمایا میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر ہیں اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ قوی عمر ہیں اور سب سے زیادہ حیادار عثمان ہیں اور میراث کے مسائل کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں اور قرآن کے سب سے بڑے عالم ابی بن کعب ہیں اور حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے (یعنی جس میں امانت کا وصف دوسرے اوصاف کی بنسبت زیادہ نمایاں ہو) اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں (رضی اللہ عنہم)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ يَّاتِيْنِی بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْأَحْزَابِ قَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِیَّ الزُّبَيْرُ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے جنگ احزاب (یعنی جنگ خندق) کے موقع پر پوچھا کون جا کر کفار کی (تفتیش کرے گا اور ان کی) خبر لائے گا۔ زبیرؓ نے کہا میں (اس کام کے لئے تیار ہوں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (عام طور سے) ہر نبی کا کوئی نہ کوئی مخلص مددگار رہوتا ہے اور میرے مخلص مددگار زبیر ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَاسَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَإِنِّیْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَوْمَ أُحُدٍ يَا سَعْدُ اِرْمِ فِدَاكَ أَبِیْ وَأُمِّیْ. (بخاری و مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو سوائے سعد بن مالک (یعنی سعد بن ابی وقاص کیونکہ ابی وقاص کا نام مالک تھا) کے کسی اور کے لئے اپنے ماں اور باپ دونوں کو جمع کرتے نہیں سنا۔ جنگ احد میں آپ فرماتے تھے اے سعد تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں (دشمنوں پر) تیر اندازی کرو۔

فائدہ: ایک اور موقع پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی یہی سعادت حاصل ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّنْظُرَ إِلٰى شَهِيْدٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (کہ جنگ احد میں حضرت طلحہؓ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی ڈھال بنا لیا تھا اور اس وجہ سے ان کے جسم کا کوئی بھی حصہ حتی کہ آلہ تناسل بھی زخم سے محفوظ نہ رہا تھا۔ اور صحابہؓ جب جنگ احد کا تذکرہ کرتے تھے تو حضرت طلحہ کو اس کا مرد میدان شمار کرتے تھے۔ ان کی اس جانفشانی اور قربانی کی وجہ سے) رسول اللہ ﷺ کی نظر طلحہ بن عبید اللہ پر پڑی تو فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ وہ ایسے شہید کو دیکھے جو روئے زمین پر چلتا ہو تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

فضائل

1- عَنْ عِرْبَاضَ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ (احمد)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (حضرت معاویہؓ کے حق میں) یہ دعا فرمائی اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور ان کو عذاب سے بچا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ عَمِيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِياً مَهْدِيّاً وَاهْدِ بِهِ النَّاسَ (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے معاویہؓ کو یوں دعا دی اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنا دیجئے اور ان کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائیے۔

3- عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِيْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهٗ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ أَصَابَ إِنَّهٗ فَقِيْهٌ (بخاری)

ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ امیر المومنین معاویہ نے (عشاء کے بعد) وتر میں صرف ایک رکعت پڑھی ہے تو اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا کہ انہوں نے درست کیا کیونکہ وہ بلاشبہ فقیہ (اور مجتہد) ہیں (انہوں نے اس مسئلہ میں بعض احادیث کو سامنے رکھ کر اجتہاد سے کام لیا ہے لہٰذا ان

پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا)۔

حضرت معاویہؓ کے حضرت علیؓ سے اختلاف کی نوعیت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مدعی تھے اور ان کو بھی یہی خیال ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی پالیسی کے باعث قصاص میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔مزید بریں ان کو یہ بھی خیال ہوا کہ اہل شام نے ابھی تک حضرت علیؓ کی خلافت کی بیعت نہیں کی ہے لہذا حضرت علیؓ کی خلافت ابھی مکمل نہیں ہوئی اور ان سے اختلاف کرنا جائز ہے۔ یہ سب کچھ ایک دینی مسئلہ کے طور پر انہوں نے سمجھا۔

عَنْ أَبِیْ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِی أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِیَةَ أَ أَنْتَ تُنَازِعُ عَلِیًّا فِی الْخِلَافَةِ أَ وَ أَنْتَ مِثْلُهُ قَالَ لَا وَ إِنِّیْ لَأَعْلَمُ أَنَّهُ أَفْضَلُ مِنِّیْ وَ أَحَقُّ بِالْأَمْرِ وَلٰکِنْ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ عُثْمَانَ قُتِلَ مَظْلُوْماً وَأَنَاابْنُ عَمِّهٖ وَ وَلِیُّهٗ أَطْلُبُ بِدَمِهٖ فَاْتُوْا عَلِیًّا فَقُوْلُوْا لَهٗ یَدْفَعُ لَنَا قَتَلَةَ عُثْمَانَ فَأَتَوْهُ فَکَلَّمُوْهُ فَقَالَ یَدْخُلُ فِی الْبَیْعَةِ وَیُحَاکِمُهُمْ إِلَیَّ فَامْتَنَعَ مُعَاوِیَةُ (شرح مواهب لدنیهٔ. زرقانی)

ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ سے کہا تم خلافت کے بارے میں حضرت علیؓ سے جھگڑنے چلے ہو۔کیا تم علیؓ کے برابر ہو۔معاویہؓ نے کہا (میں ان کے برابر ہرگز) نہیں اور میں بلاشبہ جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے افضل ہیں اور مجھ سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں۔ لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) مظلوماً قتل کر دیئے گئے۔ میں ان کا چچا زاد بھائی اور ولی ہوں اور ان کے خون کا بدلہ چاہتا ہوں۔تم ان سے جا کر کہو کہ وہ قاتلین عثمان کو ہمارے حوالہ کر دیں۔ (تا کہ ہم ان کو قصاص میں قتل کر دیں)۔ چنانچہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو آپ نے فرمایا وہ (پہلے میری خلافت کی) بیعت میں داخل ہو جائیں پھر قاتلین عثمان کا معاملہ میرے سامنے رکھیں۔لیکن یہ بات حضرت معاویہؓ نے نہیں مانی۔

حضرت معاویہؓ کا اپنی رائے پر اصرار رہا بلکہ اس وجہ سے پھر ان کی رائے یہ ہوئی کہ جب حضرت علیؓ اس پر آمادہ نہیں ہیں تو وہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں اور خلافت کو مسلمانوں کی شوری کے سپرد کر دیں۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں نقل کرتے ہیں۔

وکلام عبدالرحمٰن بن غنم اشعری فقیہ شام چوں ابو ہریرہ وابودرداء از نزدیک حضرت مرتضی برگشتند

وایشان میانجی بودند میان معاویہ وحضرت مرتضی، ومعاویہ طلب میکرد کہ خلافت بگزارد وشوری گرداند درمیان مسلمین۔

فَكَانَ مِمَّا قَالَ لَهُمَا عَجَبًا مِنْكُمَا كَيْفَ جَازَ عَلَيْكُمَا مَاجِئْتُمَا بِهٖ تَدْعُوَانِ عَلِيًّا أَنْ يَّجْعَلَهَا شُوْرىٰ وَقَدْ عَلِمْتُمَا أَنَّهٗ قَدْ بَايَعَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ وَأَهْلُ الْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ وَ أَنَّ مَنْ رَضِيَهٗ خَيْرٌ مِمَّنْ كَرِهَهٗ وَمَنْ بَايَعَهٗ خَيْرٌ مِمَّنْ لَمْ يُبَايِعْهُ وَأَيُّ مَدْخَلٍ لِمُعَاوِيَةَ فِي الشُّوْرىٰ وَهُو مِنَ الطُّلَقَاءِ الَّذِيْنَ لَايَجُوْزُ لَهُمُ الْخِلَافَةُ وَهُوَ وَأَبُوْهُ رُءُ وْسُ الْأَحْزَابِ فَنَدِمَا عَلٰى مَسِيْرِهِمَا وَتَابَا بَيْنَ يَدَيْهِ.

جب حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابودرداءؓ حضرت علیؓ کے پاس سے پلٹ کر آئے اور یہ دونوں حضرت معاویہ اور حضرت علی کے مابین درمیانی واسطہ تھے اور حضرت معاویہؓ کا مطالبہ تھا کہ حضرت علیؓ خلافت سے دستبردار ہو کر اس معاملہ کو مسلمانوں میں شوری کے سپرد کر دیں تو فقیہ شام حضرت عبدالرحمٰن بن غنم نے ان دونوں حضرات سے کہا آپ جو کچھ کر رہے ہیں اس پر تعجب ہے۔آپ کے لئے یہ کیسے جائز ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی دعوت دیں کہ وہ معاملہ شوری کے سپرد کر دیں حالانکہ آپ کو علم ہے کہ حضرت علی سے مہاجرین وانصار اور اہل حجاز وعراق بیعت کر چکے ہیں اور جو حضرات علی رضی اللہ عنہ کو (بطور خلیفہ) پسند کرتے ہیں وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جو ان کو (بطور خلیفہ) نہیں چاہتے اور جن لوگوں نے ان سے بیعت کی ہے وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جنہوں نے ان سے بیعت نہیں کی۔اور معاویہ کا بھلا شوریٰ میں کیا دخل ہے وہ تو طلقاء میں سے ہیں (جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور اس وقت ضعیف الایمان تھے اور) جو خلافت کے اہل نہیں اور معاویہ اور ان کے باپ (ابوسفیان) تو غزوہ احزاب (یعنی خندق) میں کفار کے سربراہ تھے (تو اگرچہ اب یہ اہل ایمان ہیں اور صحابی بھی ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجرین وانصار کے برابر نہیں بلکہ درجہ میں ان سے بہت پیچھے ہیں۔ یہ سن کر دونوں حضرات نے ان کے سامنے اپنی آمد پر ندامت کا اظہار کیا اور اس بات سے توبہ کی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد اور اپنی رائے پر قائم رہے اور اپنے موقف ہی کو درست اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطا پر سمجھتے رہے اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ان کے موقف میں سختی آتی گئی اور وہ یہ خیال کر کے کہ حضرت عثمانؓ کے باغی اور قاتل حضرت علیؓ کی فوج میں داخل ہیں اور حضرت علیؓ ان کے خلاف کوئی اقدام کرنے پر تیار نہیں اور اگر ہم نے بیعت بھی کر لی تو بیعت کے بعد

بھی ان کے خلاف کوئی اقدام نہ کریں گے جب کہ ہم باغیوں اور قاتلین سے قصاص لے سکتے ہیں اوران کی سرکوبی کر سکتے ہیں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں ہم خلافت کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم خلافت کی اس وقت کی یہ ذمہ داری پوری کر سکتے ہیں۔ جنگ صفین کے بعد ایک موقع پر انہوں نے کہا۔

فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهٖ مِنْهُ وَ مِنْ أَبِيْهِ. (بخاری)

بلاشبہ ہم خلافت کے علی اوران کے والد سے زیادہ حقدار ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سوچا کہ یہ کہیں (لیکن مزید انتشار کے ڈر سے کہا نہیں)۔

أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْکَ مَنْ قَاتَلَکَ وَ قَاتَلَ أَبَاکَ عَلَى الْإِسْلَامِ. (بخاری)

تم سے زیادہ خلافت کا حقدار تو وہ شخص ہے (یعنی حضرت علیؓ) جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی تھی۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی کی بات درست تھی کیونکہ:

1- حضرت علیؓ کے ہاتھ پر صرف باغیوں نے بیعت نہیں کی تھی بلکہ جیسا کہ شذرات الذہب میں ہے بہت سے صحابہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

وَكَانَ فِيْ جَمَاعَةِ عَلِيٍّ مِنَ الْبَدْرِيِّيْنَ وَ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ

حضرت علیؓ کی جانب بدری صحابہ کی ایک جماعت تھی اور ان اصحاب کی بھی جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی۔

2- اہل جمل اپنے خطا پر ہونے اور حضرت علیؓ کے حق پر ہونے کا اعتراف کر چکے تھے۔

3- حضرت علیؓ ان چھ حضرات میں سے تھے جن کو حضرت عمرؓ نے خلافت کا اہل سمجھ کر نامزد کیا تھا۔

4- حضرت عمار بن یاسرؓ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے حضرت معاویہؓ کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

تَقْتُلُکَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ. (تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی)

شریعت میں باغی اس کو کہتے ہیں جو اس حاکم کے خلاف ناحق خروج کرے جو حق پر ہو اگرچہ یہ خروج اجتہاد پر ہی مبنی ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ خطا پر تھے۔

تحکیم: پرامن کوششوں کے باوجود جب حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور اپنے موقف پر قائم رہے تو ان کے درمیان جنگ صفین کا حادثہ پیش آیا۔ جنگ میں جب حضرت معاویہ کی فوج شکست کے قریب ہوئی تو ان کے آدمیوں نے نیزوں پر قرآن پاک اٹھا لئے کہ آؤ جنگ بند کر کے قرآن کو اپنا حکم اور فیصل بنا لیں۔ حضرت علیؓ اس موقع پر اس کو جنگی چال سمجھتے ہوئے اس سے متفق نہ تھے لیکن ان کی اپنی فوج کے ایک بڑے حصہ کی مخالفت کی وجہ سے ان کو جنگ بند کرنا پڑی اور تحکیم کا معاملہ پیش آیا۔ جو حکم مقرر ہوئے ان کو چاہئے تھا کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کرتے کہ حق پر کون ہے اور خطا پر کون ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف وکشیدگی کے شدید ہونے کے سبب سے ان کی رائے اس طرف مڑ گئی کہ موجودہ حالات میں کونسا قدم زیادہ بہتر رہے گا اس لئے جب انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ حضرت علیؓ معزول کئے جاتے ہیں تو حضرت علیؓ نے ان کی بات کو ان کو تفویض کردہ دائرہ اختیار سے باہر سمجھا اور اس کو قبول نہیں فرمایا۔

حضرت علیؓ کی ایک خارجی کے ہاتھوں شہادت کے بعد جب حضرت حسنؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے موقف پر اصرار دیکھا تو مسلمانوں کے باہمی اختلاف اور خونریزی سے بچنے کے لئے انہوں نے خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دی۔

چند وضاحتیں

عَنْ عَامِرِبْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ اَمَرَ مُعَاوِیَةُ بْنُ أَبِیْ سُفْیَانَ سَعْداً فَقَالَ مَامَنَعَکَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا تُرابٍ فَقَالَ أَمَّا مَا ذَکَرْتُ ثَلاثاً قَالَهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَنْ أَسُبَّهُ (مسلم)

عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بتایا کہ (حضرت) معاویہ بن ابی سفیان نے ان سے کہا ابوتراب یعنی علیؓ پر اعتراض وتنقید کرنے (سے یعنی ان کو غلطی پر قرار دینے اور خطا کار ٹھہرانے) سے آپ کو کیا چیز مانع ہے تو حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ جب مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے علیؓ کے بارے میں فرمائی تھیں تو میں ہرگز ان پر تنقید واعتراض نہیں کر سکتا۔

فائدہ: سَبٌّ جس کا ترجمہ یہاں تنقید کیا گیا ہے بعض حضرات اس کا ترجمہ گالیاں دینے سے کرتے ہیں اور اس طرح سے حضرت معاویہؓ پر ایک غیر اخلاقی حرکت کے مرتکب ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ ایک صحابی جن کو رسول اللہ ﷺ نے ہدایت یافتہ اور ہدایت کنندہ ہونے کی دعا

دی ہو اور جن کو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فقیہ و مجتہد کہتے ہوں ان سے متعلق بات کا یہ ترجمہ کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ سَبٌّ کا لفظ عربی میں گالیاں دینے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ تبوک کے سفر میں آپ ﷺ نے رفقائے سفر کو یہ ہدایت فرمائی کہ کل جب تم تبوک کے چشمے پر پہنچو تو تم میں سے کوئی شخص اس کے پانی کو میرے پہنچنے سے پہلے نہ چھوئے۔ اتفاق سے دو شخص قافلہ سے آگے نکل کر چشمہ پر پہلے پہنچ گئی اور انہوں نے غلطی سے پانی پی لیا۔ جب آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو حدیث میں ہے فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ ﷺ یعنی آپ ﷺ نے ان دونوں کو 'سب' فرمایا جس کا مطلب صرف یہی ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان کو ان کی غلطی پر ٹوکا خطا کار ٹھہرایا اور سخت سست کہا۔

2- یزید کو ولی عہد مقرر کرنا

حضرت معاویہؓ نے ایک خطبہ میں یہ دعا کی

اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّيْ وَلَّيْتُهُ لِأَنَّهُ فِيْمَا أَرَاهُ أَهْلٌ لِذٰلِكَ فَأَتْمِمْ لَهُ مَا وَلَّيْتُهُ وَإِنْ كُنْتُ وَلَّيْتُهُ لَأَنِّيْ أُحِبُّهُ فَلَا تُتْمِمْ لَهُ مَا وَلَّيْتُهُ (البدایہ و النھایہ)

اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یزید کو اس لئے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اس کا اہل ہے تو اس ولایت کو اس کے لئے پورا فرما دے اور اگر میں نے (محض) اس لئے اس کو ولی عہد بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو اس ولایت کو پورا نہ فرما۔

معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ نے تو یزید کو خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے ولی عہد بنایا۔ بعض اور صحابہ کی بھی یہی رائے ہوئی کہ اگرچہ یزید امت میں سب سے بہتر آدمی نہیں لیکن اس طرح سے امت کے انتشار و افتراق سے بچا جا سکتا ہے۔ حضرت بشیرؓ نے کہا يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يَزِيْدُ لَيْسَ بِخَيْرِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ أَنَا أَقُوْلُ ذٰلِكَ وَ لٰكِنْ لَأَنْ يَّجْمَعَ اللّٰهُ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَفْتَرِقَ. (تاریخ اسلام علامہ ذہبی)

لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمد میں سب سے بہتر آدمی نہیں ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں لیکن امت محمد ﷺ کو جمع رکھنا مجھے اس کے افتراق سے زیادہ پسند ہے۔

تنبیہ: یہ دو وضاحتیں اس لئے ذکر کی ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو بھی طعن کیا جائے وہ ناجائز ہے اور اہل حق کی طرف سے اس کے مناسب جواب دیئے گئے ہیں۔ غرض یزید کو ولی عہد مقرر کرنے والوں کے پیش نظر امت ہی کے فائدے تھے اگرچہ دلائل کی بنا

پر اس سے اختلاف کی گنجائش تھی۔ اس لئے اس کی بنیاد پر بھی حضرت معاویہؓ پر کوئی طعن کرنا یا عیب لگانا جائز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اہلبیت

امہات المومنین

عَنْ عَلِّیٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ خَیْرُ نِسَائِهَا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ خَیْرُ نِسَائِهَا خَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلَد (بخاری و مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مریم بنت عمران اپنے زمانے کی سب سے بہترین (اور سب سے زیادہ فضیلت والی) خاتون تھیں اور خدیجہ بنت خویلد اپنے زمانے کی سب سے بہترین خاتون تھیں۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ أَتٰی جِبْرِیْلُ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِیْجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِیْهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ فَإِذَا أَتَتْکَ فَاقْرَأْ عَلَیْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّیْ وَبَشِّرْهَا بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِیْهِ وَلَانَصَبَ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت جبرئیل نبی ﷺ کے پاس (غار حرا میں) آئے اور کہا اے اللہ کے رسول یہ خدیجہ ہیں جو (آپ کی طرف) آ رہی ہیں۔ ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن یا کھانا ہے۔ جب یہ آپ کے پاس پہنچ جائیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے (بھی) اور میری طرف سے (بھی) سلام کہئے گا اور ان کو ایسے بڑے کھوکھلے موتی کے بنے ہوئے محل کی خوشخبری دیجئے گا جس میں نہ شور ہوگا اور نہ تھکن و پریشانی ہوگی۔

عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِیْلُ یُقْرِئُکِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَیْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَتْ وَ هُوَیَرٰی مَالَا أَرٰی (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا اے عائشہ یہ جبرئیل ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ تو انہوں نے جواب میں وعلیہ السلام ورحمتہ اللہ کہا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ وہ چیزیں دیکھتے تھے جو میں نہیں دیکھتی تھی (یعنی اس وقت بھی آپ فرشتے کو دیکھ رہے تھے میں نہیں دیکھ رہی تھی)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ النَّاسَ کَانُوْا یَتَحَرَّوْنَ بِهَدَایَاهُمْ یَوْمَ عَائِشَةَ یَبْتَغُوْنَ بِذٰلِکَ

مَرضَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَتْ إِنَّ نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيْهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ وَالْحِزْبُ الْآخَرُ أُمَّ سَلِمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَلَّمَ حِزْبُ أُمِّ سَلِمَةَ فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُوْلُ مَنْ أَرَادَ اَنْ يُّهْدِيَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلْيُهْدِهٖ إِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَاتِنِيْ وَأَنَا فِيْ ثَوْبِ اُمرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ أَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مِنْ أَذَاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ فَأَرْسَلْنَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ أَلَا تُحِبِّيْنَ مَا أُحِبُّ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَأَحِبِّيْ هٰذِهٖ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں لوگ کوشش کرتے تھے کہ (رسول اللہ ﷺ کو) اپنے ہدیے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی باری کے دن میں بھیجیں۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ (چونکہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت ہے تو اس موقع پر بھیجنے سے) رسول اللہ ﷺ کی زیادہ رضا مندی حاصل ہو۔ نیز کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے (انکے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے) دو گروہ تھے۔ ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ، اور سودہ (رضی اللہ عنہن) تھیں اور دوسرے گروہ میں ام سلمہ اور دیگر ازواج (یعنی زینب، ام حبیبہ میمونہ اور جویریہ رضی اللہ عنہن) تھیں ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے گروہ نے ان سے کہا (ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ ہماری باری میں بھی رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ آئے تاکہ ہم بھی آپ کو راضی اور خوش ہوتا دیکھیں اور اس ہدیہ سے ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرنے کا موقع ملے۔ اس سے ہمیں بھی خوشی ہوگی اس لئے) آپ رسول اللہ ﷺ سے بات کیجئے کہ آپ لوگوں کو یہ ہدایت فرما دیں کہ جس نے جو ہدیہ بھیجنا ہو وہ آپ جہاں بھی ہوں وہیں بھیج دے (عائشہ کی باری کا انتظار نہ کرے کیونکہ اس طرح تو ہم آپ کی خدمت اور مسرت سے محروم رہ جاتی ہیں) ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے آپ ﷺ سے اس بارے میں بات کی تو آپ نے فرمایا عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو کیونکہ (میں لوگوں سے یہ بات کہوں اس سے عائشہ کو تکلیف ہوگی اور عائشہ کی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عائشہ کا مرتبہ بھی زائد ہے جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ) میں کسی بھی زوجہ کے ساتھ لحاف میں ہوں تو میرے پاس وحی نہیں آتی سوائے عائشہ کے۔ (اس پر) ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اللہ کی پناہ لیتی ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کی تکلیف کا باعث ہو (کیونکہ ہمیں تو آپ کی خوشی اور رضا مندی مطلوب ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروہ کی دیگر ازواج کا خیال ہوا کہ اگر حضرت فاطمہؓ سے کہلوایا

جائے تو شاید آپ ان کی بات مان لیں اور ان کی خوشی کی خاطر تکلیف بھی محسوس نہ کریں۔ اس پر) انہوں نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو بلایا اور (اسی غرض سے) ان کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے بھی آپ ﷺ سے بات کی تو آپ نے فرمایا اے میری بٹیا جو میں پسند کرتا ہوں کیا تم اس کو پسند نہیں کرتیں۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تو تم ان سے (یعنی عائشہ سے) محبت رکھو (اور کوئی ایسی بات نہ کرو جو ان کی ناگواری کا سبب ہو)۔

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی قَالَ مَا اشْتَکَلَ عَلَیْنَا أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدِیْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْماً (ترمذی)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم یعنی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی حدیث کا مطلب و معنی مخفی رہ گیا ہو پھر ہم نے اس کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو مگر یہ کہ ہم نے ان کے پاس اس کے بارے میں (تسلی بخش) علم پایا۔

اہلبیت کا مطلب ہے گھر والے اور آپ ﷺ کے گھر والوں میں آپ کی ازواج تو شامل ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ان کو اہلبیت کے لقب سے خطاب کیا ہے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت فاطمہ حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

دیگر اہلبیت

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآیَةُ نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ کُمْ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِیًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَناً وَحُسَیْناً فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَیْتِی (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب یہ (یعنی مباہلہ کی) آیت نَدْعُ اَبْنَائَنَا وَاَبْنَاءَ کُمْ ..... الخ۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی کو اور فاطمہ کو اور حسن و حسین کو بلایا اور فرمایا اے اللہ یہ لوگ (بھی) میرے اہل بیت ہیں۔

فائدہ: مباہلہ کا مطلب ہے دو فریق کا اس طور پر بددعا کرنا کہ ان میں سے جو باطل پر ہو اس پر خدا کی لعنت اور ہلاکت پڑے۔

9 ہجری میں نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے باطل عقائد کے بارے میں مناظرہ کرنے لگا۔ اس وقت مباہلہ کی آیت نازل ہوئی "فَمَنْ حَاجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ ..... الخ" یعنی جو شخص

آپ کے پاس اس علم کے آجانے کے بعد بھی آپ سے اس بارے میں جھگڑے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے بیٹوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلا لیں پھر ہم عاجزی سے التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں''۔ اس پر نبی ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور عیسائی وفد کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن اس نے مباہلہ کرنے سے گریز کیا اور جزیہ دینے کو منظور کیا۔

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّیْ فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِیْ (بخاری و مسلم)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فاطمہ تو میرا ٹکڑا ہیں جس نے ان کو ناراض کیا (ایسی بات میں جس میں ان کی ناراضگی سے بچنے کی شرعی گنجائش موجود ہے) اس نے مجھے ناراض کیا (کیونکہ شروع ہی سے ایسی محبت کرنے والی اور خدمت کرنے والی اور دیگر بہت سی خوبیوں والی صاحبزادی کے رنجیدہ ہونے سے مجھے رنج پہنچے گا)۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... یَافَاطِمَةُ أَلَا تَرْضَیْنَ أَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (جب حضرت فاطمہ کو سرگوشی میں اپنی وفات کی خبر دی تو وہ رونے لگیں اس پر آپ نے) فرمایا اے فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو جاؤ۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ طَائِفَةٍ مِنَ النَّهَارِ حَتّٰی أَتٰی خِبَاءَ فَاطِمَةَ فَقَالَ أَ ثَمَّ لُکَعُ أَ ثَمَّ لُکَعُ یَعْنِیْ حَسَنًا فَلَمْ یَلْبَثْ أَنْ جَاءَ یَسْعٰی حَتّٰی اِعْتَنَقَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أُحِبُّهٗ فَأَحِبَّهٗ وَأَحِبَّ مَنْ یُحِبُّهٗ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں دن کے ایک حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے تو فرمایا بھئی کیا گھر میں منا ہے؟ بھئی کیا گھر میں منا ہے۔ آپ کی مراد منے سے حسن رضی اللہ عنہ تھے۔ فوراً ہی حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ بلاشبہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں آپ بھی اس سے محبت رکھئے اور (ہر) اس شخص سے (بھی) محبت رکھئے جو اس سے محبت

رکھے۔

عَنْ أَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ إِلٰی جَنْبِہٖ وَھُوَ یُقْبِلُ عَلَی النَّاسِ مَرَّۃً وَ عَلَیْہِ أُخْرٰی و یَقُوْلُ إِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ أَنْ یُصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (بخاری)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر (بیٹھے ہوئے) دیکھا۔ آپ کے پہلو میں حسن بن علی تھے۔ آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف نظر فرماتے اور آپ یہ فرما رہے تھے میرا یہ بیٹا (ہر اعتبار سے) بڑا سردار ہے اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائیں گے (اور یہ صلح اس طرح ہوئی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اختلاف اور خونریزی ختم کرنے کے لئے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی)۔

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ أَھْلِ الْجَنَّۃِ. (ترمذی)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسن اور حسین اہل جنت کے جوانوں (یعنی وہ مومن لوگ جو جوانی میں اس دنیا سے چلے گئے ان کے) سردار ہیں۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اَلْحَسَنُ أَشْبَہَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَابَیْنَ الصَّدْرِ إِلَی الرَّاسِ وَالْحُسَیْنُ أَشْبَہَ النَّبِیَّ ﷺ مَاکَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ. (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حسن سر سے سینے تک کے حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور حسین اس سے نچلے حصہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمًا فِیْنَا خَطِیْباً ..... ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَیُّھَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ یُوْشِکُ أَنْ یَّاتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَأُجِیْبُ وَأَنَا تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ أَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ ..... وَأَھْلُ بَیْتِیْ أُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ أَھْلِ بَیْتِیْ أُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ أَھْلِ بَیْتِیْ (مسلم)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے .....آپ نے فرمایا حمد وثناء کے بعد اے لوگو (رسول ہونے کے علاوہ) میں بھی ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد (یعنی ملک الموت) آئے اور میں پیغام کو

قبول کرلوں اور میں تم میں دو وزنی (یعنی اہم) چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور (دل کا) نور ہے.....اور (دوسرے) میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے (حقوق کے) بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے (حقوق کے) بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ يَقْتُلُ الذُّبَابَ قَالَ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنِّيْ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هُمَارَيْحَانَيَّ مِنَ الدُّنْيَا (بخاری)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعم کہتے ہیں میں نے سنا ایک شخص (جو عراق کا رہنے والا تھا اس) نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے محرم کیلئے مکھی کو مارنے کے بارے میں پوچھا (کہ وہ جائز ہے یا نہیں اس شخص کے عراقی ہونے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یاد آگئی اور بڑے رنج اور تعجب سے) انہوں نے فرمایا عراق والے مجھ سے مکھی کو مارنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے تو رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کر دیا جب کہ رسول اللہ ﷺ یہ فرما چکے ہیں کہ (حسن اور حسین) دونوں دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّتِهٖ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَا أَيُّهَاالنَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ أَهْلَ بَيْتِي (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصواء پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو میں نے سنا آپ فرما رہے تھے۔ اے لوگو میں نے تم میں وہ چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم ان کو (اپنے علم و عمل دونوں میں مضبوطی سے) تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے (ان میں ایک) اللہ کی کتاب (ہے اور دوسری) میرے اہل بیت ہیں (کہ کتاب الٰہی پر پورا پورا عمل کرو اور میرے اہل بیت کے ساتھ محبت رکھو اور ان کے طریقے کی پیروی کرو کیونکہ یہ جو میری ازواج اور اولاد پر مشتمل ہیں میرے قریبی ہونے کی وجہ سے دین کی بہت سی باتوں سے زیادہ واقف ہیں)۔

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ أَنَّهٗ قَالَ وَهُوَ آخِذٌ بِبَابِ الْكَعْبَةِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ أَلَا إِنَّ مَثَلَ أَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ (احمد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے کہا میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے

ہوئے سنا آگاہ ہو جاؤ۔تم میں میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت نوح (علیہ السلام) کی کشتی (کہ جیسے اور صحابہ کی تقلید اور اتباع کا حکم ہے اسی طرح میرے اہل بیت بھی قابل تقلید اور قابل اتباع ہیں) جو اس کشتی پر سوار ہوا (اور اس نے میرے اہل بیت کے ساتھ محبت و اتباع کا معاملہ کیا) وہ (ہلاکت و بربادی سے) نجات پا گیا اور جو اس پر سوار نہ ہوا (اور میرے اہل بیت کو اس نے قابل اتباع نہ سمجھا اور ان کی تحقیر و توہین کی) وہ ہلاک (و برباد) ہوا۔

فائدہ: دین کے مسائل کا ایک بہت بڑا حصہ اہلبیت ہی کے ذریعہ حاصل ہوا۔ ازواج مطہرات سے رسول اللہ ﷺ کے بہت سے وہ معمولات حاصل ہوئے جو گھر کے اندر کے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باغیوں سے متعلق احکام کا بڑا ذخیرہ ملا۔حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی سیرت سے بھی بہت سے دینی مسائل ماخوذ ہیں۔اگر اہل بیت کا ان مسائل میں اتباع نہ کریں تو ظاہر ہے کہ ان کے خلاف چل کر گمراہی اور بربادی میں مبتلا ہونگے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کو خلافت کے لئے نااہل سمجھتے ہوئے اس کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر اعتراض کیا سُنَّةُ هِرَقْلَ وَقَيْصَرَ (مستخرج حافظ اسماعیلی) یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا یہ طریقہ نہیں تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں سے کسی کو خلافت نہیں سونپی اور نہ اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنایا (مسند ابویعلی) بلکہ یہ تو ہرقل اور قیصر کا طریقہ ہے کہ باپ کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ابتداء میں بیعت کرنے سے انکار کیا اور کہا جب سب لوگ اس کی بیعت پر مجتمع ہو جائیں گے تو میں بھی بیعت کرلوں گا'' اور بعد میں بیعت کی۔انکا یہ طرز عمل بھی اس پر واضح دلیل ہے کہ وہ یزید کو خلافت کا اہل نہ سمجھتے تھے اور انہوں نے مجبوری سے بیعت کی۔

غرض اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو اہل علم میں اونچا طبقہ تھا وہ یزید کی خلافت کو اس کی نااہلیت کی بنا پر پسند نہیں کرتا تھا۔ان حالات میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اصلاح احوال کے لئے جو کوششیں کیں وہ جہاد کے زمرہ میں آتی ہیں۔ان کو بغاوت نہیں کہہ سکتے کیونکہ بغاوت اس

کاروائی کو کہتے ہیں جو حق پر قائم حاکم کے خلاف ناحق کی جائے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی مظلومانہ تھی کیونکہ ان کے ساتھ کوئی فوج نہ تھی۔ عورتوں سمیت خاندان کے صرف چند افراد تھے۔ کسی متبادل تجویز پر یزید کی فوج آمادہ نہیں ہوئی۔

یزید کی شخصیت

یزید فاسق اور بدکردار شخص تھا جس کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

i- رسول اللہ ﷺ کی خبر

1- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَائَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُ هُمَا فَبَثَثْتُهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ (بخاری)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو ظرف علم کے یاد کئے ہیں (یعنی دو قسم کا علم حاصل کیا ہے) ان میں سے ایک قسم (جو عقائد اور دین کے احکام پر مشتمل ہے اس کی تو میں نشر و اشاعت کر چکا ہوں۔ رہا دوسرا علم (جو نالائق حکمرانوں کے ناموں اور حالات پر مشتمل ہے) اگر میں اس کی اشاعت کروں تو (ان لوگوں کو اور ان کے متعلقین کو میری یہ باتیں گوارا نہ ہوں گی اور وہ میرے سخت دشمن بن جائیں گے اور) میرا یہ نرخرہ کاٹ دیا جائے گا۔ (چونکہ وہ صرف آئندہ کی خبریں ہیں اور دین کی تعلیم سے ان کا تعلق نہ ہونے کی وجہ سے ان کی اشاعت مجھ پر فرض نہیں ہے اس لئے میں ان کو ذکر نہیں کرتا)۔

البتہ اشارہ کنایہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکا کچھ ذکر بھی کیا ہے مثلا وہ یہ دعا مانگتے تھے:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ رَأْسِ السِّتِّيْنَ وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ (فتح الباری)

میں اللہ تعالیٰ سے سن ساٹھ کے شروع ہونے (جب یزید کی حکومت قائم ہوئی) اور (بنو امیہ کے) لونڈوں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں (جو یزید سے شروع ہوئی)۔

فائدہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور وہ یزید کے حکمران بننے سے ایک سال پہلے وفات پا گئے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے:

قَالُوْا وَمَا إِمَارَةُ الصِّبْيَانِ ؟ قَالَ إِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ هَلَكْتُمْ وَإِنْ عَصَيْتُمُوْهُمْ أَهْلَكُوْكُمْ.

حاضرین نے پوچھا لونڈوں کی حکومت کا کیا معنی ؟ فرمایا (ان کی صفت یہ ہوگی کہ) اگر تم نے

ان کی اطاعت کی تو (جائز ناجائز احکام ماننے کی وجہ سے تمہارا دین برباد ہوا اور دین کے اعتبار سے) تم ہلاک ہوئے اور اگر تم نے ان کی (بات نہ مانی اور) نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے (کہ یا تو جان سے مار دیں گے یا تمہارا مال لوٹ لیں گے یا تمہاری جان و مال دونوں تباہ کر دیں گے)۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ جَالِساً مَعَ أَبِیْ هُرَيْرَةَ فی مَسْجِدِ النَّبِيِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ وَمَعَنَا مَرْوَانُ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ يَقُوْلُ هَلَكَةُ أُمَّتِیْ عَلٰى يَدَیْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ غِلْمَةً فَقَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ لَوْشِئْتُ أَنْ أَقُوْلَ بَنِیْ فُلَانٍ وَبَنِیْ فُلَانٍ فَعَلْتُ. (بخاری)

حضرت سعید بن عمرو کہتے ہیں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا میں نے صادق و مصدوق ذات ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کی (خاص بربادی و) تباہی (اور فساد) قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔ اس پر مروان کی زبان سے نکلا خدا کی ان پر لعنت ہو۔ کیا آپ صرف لونڈے بتاتے ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (مزید) کہا اگر میں بتانا چاہوں کہ فلاں فلاں کے لڑکے ہوں گے تو بتا بھی سکتا ہوں۔

ii- یزید نے ظالم گورنروں کو مقرر کیا

1- مدینہ منورہ پر عمرو بن سعید کو گورنر مقرر کیا جس کے بارے میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں **متألها متكبرا** (یہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ پر سمجھنے والا بڑا ہی مغرور تھا)۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے چونکہ یزید کی بیعت نہ کی تھی اور مکہ مکرمہ میں پناہ گزیں تھے اس لئے اس نے مدینہ منورہ آتے ہی ان کو گرفتار کرنے کے لئے حرم مکہ پر لشکر کشی شروع کر دی۔ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول تھے انہوں نے اس کو فہمائش کی

عَنْ أَبِیْ شُرَيْحٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ وَهُوَيَبْعَثُ الْبُعُوْثَ إِلٰى مَكَّةَ ائْذَنْ لِّیْ يَا أَيُّهَا الْاَمِيْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلاً قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْغَدَ مِنْ يَّوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَایَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُوْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَماً وَلَا يَعْضِدُ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْهَا فَقُوْلُوْا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ يَاذَنْ لَّكُمْ وَ إِنَّمَا أَذِنَ لِیْ فِيْهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ

الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيْلَ لِأَبِیْ شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَکَ عَمْرٌو قَالَ قَالَ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَالِکَ مِنْکَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِياً وَلَا فَارّاً بِدَمٍ وَلَا فَارّاً بِخَرْبَةٍ. (بخاری)

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید کو جب کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف مکہ معظّمہ پر چڑھائی کے لئے فوجی دستے بھیج رہا تھا فرمایا اے امیر مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جس کو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن کھڑے ہوکر بیان فرمایا تھا۔ اس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا اور جس وقت آپ اس کو بیان فرما رہے تھے میری دونوں آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم (یعنی واجب الاحترام) بنایا ہے لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا۔ لہٰذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں کسی کا خون بہائے اور وہ وہاں کا کوئی درخت بھی نہ کاٹے۔ پھر اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے وہاں قتال کرنے کی وجہ سے اس بات کی رخصت چاہے تو اس کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اس کی اجازت دی تھی مگر تم کو اس کی اجازت نہیں دی اور مجھے بھی دن کی ایک گھڑی کے لئے اجازت دی۔ پھر آج اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح کہ کل اس کی حرمت تھی اور جو شخص یہاں حاضر ہے اس کو چاہئے کہ جو شخص غائب ہے اس تک یہ بات پہنچا دے۔ اس پر ابوشریح سے پوچھا گیا کہ عمرو نے پھر آپ کو کیا جواب دیا۔ فرمایا اس نے کہا: ''اے ابوشریح میں اس بات کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں حرم (مکہ) نہ کس عاصی (گناہگار) کو پناہ دیتا ہے (اس سے عمرو بن سعید کی مراد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے) اور نہ کسی ایسے شخص کو جو خون کر کے وہاں بھاگ جائے اور نہ اس شخص کو جو چوری کر کے وہاں فرار ہو جائے''۔

فائدہ: عمرو بن سعید کا یہ کہنا کہ میں آپ سے زیادہ جانتا ہوں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر شخصیت کو عاصی و نافرمان کہنا اس کی بڑی ڈھٹائی اور سرکشی تھی اور مکہ مکرمہ پر لشکر کشی ایک علیحدہ جرم۔

2- کوفہ پر عبیداللہ بن زیاد کو مقرر کیا۔ اس کے جرائم یہ ہیں:

1- حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدتمیزی:

إِنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ أَیْ بُنَیَّ إِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ فَإِيَّاکَ اَنْ تَكُوْنَ

مِنْهُمْ فَقَالَ لَهُ اِجْلِسْ فَإِنَّمَا أَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ أَصْحابِ مُحَمَدٍ ﷺ فَقَالَ وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ إِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِيْ غَيْرِهِمْ (مسلم)

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے تھے (ایک مرتبہ) عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے اور (نرمی سے سمجھانے کی خاطر) فرمایا بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے حکمرانوں میں سے سب سے برا وہ ہے جو بے رحم ہو (اور لوگوں کو پیس ڈالے) تو تم اپنے آپ کو ان میں شامل کرنے سے بچتے رہنا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا (بڑے میاں) بیٹھ جاؤ تم تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی بھوسی ہو۔ یہ جواب سن کر حضرت عائذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا صحابہ میں بھی بھوسی تھی۔ بھوسی تو بعد میں آنے والوں میں ہے اور ان میں ہے جو صحابی نہیں ہیں (کیونکہ صحابہ تو سارے ہی خالص ہیں)۔

2- حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑانا

عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ اَبُوْ طَالُوْتَ قَالَ شَهِدْتُ أَبَابَرْزَةَ دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ ..... قَالَ فَلَمَّا رَاٰهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ إِنَّ مُحَمَّدِيَّكُمْ هَذا الدَّحْدَاحُ فَفَهِمَهَا الشَّيْخُ فَقَالَ مَا كُنْتُ أَحْسِبُ أَنِّیْ أَبْقٰى فِیْ قَوْمٍ يَعَيِّرُوْنِیْ بِصُحْبَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَالَ لَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ إِنَّ صُحْبَةَ مُحَمَّدٍ ﷺ لَکَ زَيْنٌ غَيْرُ شَيْنٍ. (ابوداؤد)

ابوطالوت عبدالسلام بن ابی حازم کہتے ہیں میں اس وقت موجود تھا جب حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس (اس کے بلانے پر) تشریف لائے۔ جیسے ہی عبید اللہ کی نظر ان پر پڑی کہنے لگا (لو یہ) تمہارا محمدی ٹھگنا موٹا آ گیا۔ حضرت اس کی بات سمجھ گئے (اور اس کے ٹھگنا موٹا کہنے پر تو توجہ نہ کی البتہ اس نے محمدی کہہ کہ جو آپ کا مذاق اڑایا اس پر آپ کو غصہ آ گیا کیونکہ اس سے خود رسول اللہ ﷺ کی ذات عالی کی اہانت نکلتی ہے) تو فرمایا میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں ایسے لوگوں کے وجود میں آنے تک باقی رہوں گا جو حضرت محمد ﷺ کی صحبت پر عار دلائیں گے۔ اب عبید اللہ نے (بات بدل کر) ان سے کہا محمد ﷺ کی صحبت تو آپ کے لئے زینت ہے باعث عیب نہیں ہے۔

3- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل اور ان کی بے حرمتی

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ أُتِیَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَاسِ الْحُسَيْنِ فَجُعِلَ فِیْ طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ (وَفِیْ رِوَايَةِ التِّرْمَذِیِّ فَجَعَلَ يَقُوْلُ بِقَضِيْبٍ فِیْ أَنْفِهٖ) وَقَالَ فِیْ حُسْنِهٖ شَيْئاً (وَفِیْ لَفْظِ التِّرْمَذِیِّ وَيَقُوْلُ مَارَأَيْتُ مِثْلَ هٰذا حُسْناً لِمَ يُذْكَرُ) فَقَالَ أَنَسٌ كَانَ أَشْبَهَهُمْ

بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (میں عبید اللہ بن زیاد کے پاس تھا اتنے میں) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ وہ چھڑی سے اس کو چھیڑتا رہا (اور ناک میں چھڑی گھساتا رہا) اور اس نے آپ کے حسن کے بارے میں بدزبانی کی (یعنی یہ کہ میں نے تو ان کو ایسا حسین نہیں پایا پھر ان کے حسن کا کیوں چرچا ہے؟) اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

یزید کی حرمین پر لشکر کشی

وقعہ حرہ

مدینہ منورہ سے باہر مشرقی جانب جو پتھریلا علاقہ ہے جہاں بڑے بڑے سیاہ پتھر ہیں وہ مقام حرہ کہلاتا ہے۔ اس مقام پر انصار مدینہ اور یزیدی لشکر کے مابین جنگ ہوئی جو جنگ حرہ کہلاتی ہے۔

جنگ حرہ کا سبب یہ تھا کہ جب انصار مدینہ نے یزید کو بدکردار سمجھتے ہوئے اس کی بیعت توڑ دی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک کثیر فوج کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب یہ حکم دے کر بھیجا کہ تین دن تک مدینہ طیبہ کو اپنی فوج کیلئے حلال کر دینا۔ اس مدت میں کسی کی جان و مال کو امان نہیں۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَّةِ أَحَداً (بخاری)

پھر دوسرا فتنہ یعنی جنگ حرہ جب واقع ہوئی تو اس جنگ نے اصحاب بیعت رضوان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فَدَخَلَ مُسْلِمُ بْنُ عُقْبَةَ الْمَدِيْنَةَ وَبِهَا بَقَايَا مِنَ الصَّحَابَةِ فَأَسْرَفَ فِي الْقَتْلِ (طبرانی)

مسلم بن عقبہ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو وہاں بقیہ صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی۔ اس نے نہایت بے دردی سے انکا قتل عام کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں قریش و انصار میں سے تین سو چھ معزز حضرات کے نام گنائے ہیں جن کو شامی فوج نے قتل کیا۔

سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے:

لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثاً وَلَمْ يُقَمْ وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيْدُ

بْنُ الْمُسَيَّبِ مِنَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلوٰةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ . (سنن دارمی)

جنگ حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان ہوئی نہ اقامت ہوئی البتہ حضرت سعید بن مسیّب (جو کہ بڑے تابعی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد تھے انہوں) نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا (وہ وہیں چھپے رہے) اور وہ بھی نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے جو نبی ﷺ کی قبر مبارک سے وہ سنا کرتے تھے۔

خانہ کعبہ پر گولہ باری

مدینہ منورہ کے بعد یزید کے لشکر نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا اور وہاں جا کر حرم الٰہی کا محاصرہ کیا۔ سالار لشکر مسلم بن عقبہ تو رستے ہی میں مر گیا اور اس کی وصیت کے مطابق حصین بن نمیر سکونی نے لشکر کی کمان سنبھال لی۔ منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی گئی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل گئے اور چھت پر آگ لگ گئی۔

حاصل بحث

صرف مذکورہ بالا وجوہات کی بنیاد پر ہی یزید کا فسق اور اس کی بدکرداری واضح ہے کیونکہ:

1- حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَرَادَ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ أَذَابَهُ اللّٰهُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ (مسلم)

جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا کر رکھ دیں گے جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

2- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلٰى عَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَفَاطِمَةَ فَقَالَ أَنَا حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَكُمْ وَ سَلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے علی اور حسن اور حسین اور فاطمہ کی طرف دیکھ کر فرمایا جو تم سے جنگ کرے ان سے میری جنگ ہے اور جو تم سے صلح کرے ان سے میری صلح ہے۔

اب اس کے بعد جن حضرات کو اس بات کی تحقیق ہوئی کہ یزید ان برائیوں سے راضی اور خوش تھا اور ان کو جائز بلکہ اچھا سمجھتا تھا اور حرام کو جائز یا اچھا سمجھنا کفر ہے اور چونکہ وہ توبہ کے بغیر مرا ہے

لہٰذا یہ حضرات اس کو کافر اور لعنت کا مستحق سمجھتے ہیں اور جن حضرات کے نزدیک اس کا کفر ثابت نہ ہوا وہ لوگ یزید کو فاسق تو کہتے ہیں البتہ لعنت نہیں کرتے۔ احتیاط لعنت نہ کرنے میں ہے کیونکہ اگر لعنت جائز ہے تو لعنت نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ لعنت کرنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب محض مباح ہے۔

سوال

ایک حدیث ہے:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ أَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ أُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَةَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ (بخاری)

نبی ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے سب سے پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا وہ مغفور یعنی بخشا ہوا ہوگا۔

یزید بن معاویہ اس لشکر کا امیر تھا جس کے غازیوں میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ یہ لوگ بلاد روم میں گھستے ہی چلے گئے یہاں تک کہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ تک جا پہنچے۔ یزید جب اس لشکر کا امیر تھا اور اس حدیث کے مطابق بخشا ہوا تھا تو اس پر فسق یا کفر کا الزام عائد کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

جواب

1- اس حدیث میں مذکور بشارت کا واقعی مصداق کون ہے اس کی قطعی تحقیق نہیں ہے کیونکہ حدیث میں مدینہ قیصر یعنی قیصر کے شہر کا ذکر ہے اور جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اس زمانے میں قیصر کا دارالسلطنت شام کا شہر حمص تھا۔ اب یہ پختہ بات نہیں کہ مدینہ قیصر سے قسطنطنیہ اور حمص میں سے کون سا مراد ہے۔

2- اگر قسطنطنیہ ہی مراد ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ یہاں مغفرت سے مراد صرف سابقہ گناہوں سے مغفرت ہو جیسا کہ عید کے اجتماع میں شریک ہونے والے روزہ داروں کے بارے میں حدیث میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِرْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَ بَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ.

تم لوگ واپس لوٹو اس حال میں کہ میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ فرمایا کہ پھر لوگ بخشے بخشائے واپس گھروں کو لوٹتے ہیں۔

3- اور اگر مغفرت سے مغفرت اولی یعنی اول وہلہ میں جنت میں داخلہ مراد ہو تو جاننا چاہئے کہ اس

صورت میں دو باتیں ضروری ہیں۔

i- ایسی بشارت اس شرط کے ساتھ مشروط ہوتی ہے کہ آدمی میں مغفرت کی اہلیت وصلاحیت مرتے دم تک باقی رہے کفر کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

ii- اس کے معارض موجود نہ ہو جب کہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ..... الزَّائِدُ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبْرُوْتِ فَيُعِزُّ بِذٰلِكَ مَنْ أَذَلَّهُ اللّٰهُ وَيُذِلُّ مَنْ أَعَزَّهُ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِیْ. (مشکوٰۃ)

چھ اشخاص ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے۔ (1) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ (2) تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنے والا (3) جبر وزور سے تسلط حاصل کر کے جس کو اللہ نے ذلیل کیا اس کو اعزاز بخشنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اسے ذلیل کرنے والا (4) حرم الٰہی کی حرمت کو حلال سمجھنے (یعنی پامال کرنے) والا (5) میری اولاد کی حرمت پامال کرنے والا (6) میری سنت (اور میرے طریقوں) کو چھوڑنے والا۔

اسی طرح قرآن پاک میں ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ أَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (سورہ نساء).

اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان بوجھ کر تو اس کی سزا جہنم ہے پڑا رہے گا اس میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب۔

یزید میں ان میں سے کچھ باتیں تو یقیناً پائی جاتی ہیں۔

1- وہ دھونس، دباؤ اور جبر وزور سے امت مسلمہ پر مسلط تھا۔

2- مفسد اور شریر لوگ جنہوں نے حرمین پر چڑھائی کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کیا مثلاً عبید اللہ بن زیاد، عمرو بن سعید، مسلم بن عقبہ اور حصین بن نمیر اس کے نزدیک معزز ومحترم تھے کہ ان کو اعلیٰ عہدے دئے۔

3- جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والے تھے مسلم بن عقبہ جو کہ یزید کا مقرر کردہ کمانڈر تھا جنگ حرہ کے بعد اس نے ان لوگوں سے زبردستی یزید کے لئے اس شرط پر بیعت کرائی کہ وہ یزید کے غلام

ہیں وہ چاہے ان کو فروخت کرے چاہے ان کو آزاد کرے اور وہ ان کے اموال کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔

4- مدینہ منورہ میں سینکڑوں صحابہ و تابعین کو قتل کرایا جنگ میں بھی اور بعد میں گرفتار کر کے بھی اور غارتگری میں بھی یہ سب کچھ یزید کے کہنے پر ہوا۔

5- مکہ مکرمہ پر حملہ اور خانہ کعبہ پر گولہ باری سب یزید ہی کے حکم سے ہوئی۔

غرض یزید اس بشارت کا مصداق نہیں بنتا اور اس کی بنیاد پر یزید کو نیک و صالح سمجھنا یا اس کو امیر المومنین کہنا یا اس سے بھی بڑھ کر اس کو خلیفہ راشد سمجھنا یہ سب غلط اور گمراہی کی باتیں اور اہلسنت کے مسلک کے خلاف ہیں۔

تنبیہ: اگر کسی عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی فاسق کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر کے اس کو اول وہلہ میں جنت میں داخل کر دیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دنیا کے اعتبار سے وہ فاسق نہ رہا مثلاً حدیث میں ہے کہ ایک فاحشہ عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرما دی۔ کسی فاسق و بدکردار کی مکمل بخشش کر دینا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ وہ عورت نیک و پارسا بن گئی تھی۔ بخشش کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ شخص اصلاح کر کے اپنے نیک اعمال کی بدولت ہی جنت میں جائے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بدکرداری میں مبتلا رہے اور اللہ تعالیٰ اس کو کسی عمل کی وجہ سے آخرت میں بالکل ہی معاف فرما دیں۔

باب: 9

ایمان، اسلام اور احسان

ایمان، اسلام اور احسان کی تعریف

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رسولِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَايُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَ لَا يَعْرِفهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَ قَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِسْلَامِ قَالَ اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ تُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَ تُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ تُحِجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِيْمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهِ وَ كُتُبِهِ وَ رُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَ شَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ..... قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيّاً ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ أَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ جِبْرِيْلُ أَتَا كُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس (بیٹھے) تھے کہ ایک صاحب اچانک ہمارے سامنے نمودار ہوئے (ان کی حالت پر ہمیں بڑا تعجب ہوا کہ ان کے) کپڑے انتہائی سفید (اور صاف شفاف) تھے اور ان کے بال بھی خوب سیاہ تھے (جیسے ان پر کچھ گرد نہ لگی ہو) اور ان پر سفر سے آنے کے کوئی آثار بھی نظر نہ آتے تھے (حالانکہ وہ ہماری بستی یا آس پاس کی کسی آبادی کے آدمی نہ تھے) اور (نہ ہی وہ ایسے پردیسی تھے جو کسی کے ہاں مہمان ٹھہرے ہوئے ہوں کہ نہا دھو کر صاف شفاف کپڑے پہن کر آ گئے ہوں کیونکہ) ہم میں سے کوئی بھی ان سے واقف نہ تھا اور (تعجب بالائے تعجب کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے) وہ نبی ﷺ کے پاس آ کر آپ کے گھٹنوں کے ساتھ اپنے گھٹنے ملا کر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کی رانوں پر اپنے ہاتھ رکھ کر پوچھا اے محمد ﷺ مجھے اسلام کے

بارے میں بتایئے (کہ کس کو کہتے ہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا اسلام اس کو کہتے ہیں کہ تم (میری بتائی ہوئی تمام باتوں کو سچا مان کر اور احکام کی اطاعت کو لازم سمجھ کر ظاہری تابعداری اختیار کرو جس کے اہم مظاہر یہ ہیں کہ تم) زبان سے اس بات کی گواہی دو کہ معبود تو صرف اللہ ہی ہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور اگر جانے کی استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرو۔ (نبی ﷺ سے یہ سن کر) ان صاحب نے کہا آپ نے سچ کہا۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ ہمیں ان کی اس بات پر (بھی) بڑا تعجب ہوا کہ خود ہی تو سوال کر رہے ہیں اور خود ہی تصدیق کر رہے ہیں (حالانکہ کوئی طالب علم تو ایسا نہیں کرتا بلکہ ایسا تو ممتحن کرتا ہے) پھر ان صاحب نے کہا مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے (کہ کس کو کہتے ہیں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم دل سے (ان حقائق کو یعنی) اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن (کے واقع ہونے) کو اور تقدیر کو خواہ وہ اچھی ہو یا بری دل سے مان لو۔ (یہ سن کر بھی) ان صاحب نے کہا آپ نے سچ کہا۔ پھر ان صاحب نے کہا مجھے احسان کے بارے میں بتایئے (کہ وہ کیا ہے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین بڑھتے بڑھتے جب اس حد تک پہنچ جائے کہ اشیائے عالم اور ان کے ساتھ تعلق کے حجابات کو بندہ اپنے دل اور اپنی توجہ اور اللہ کے درمیان سے اٹھا دے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا استحضار عام حالات میں اس کو عام طور سے اور عبادت کے وقت میں خاص طور سے حاصل رہے اور یہ کیفیت ہو جائے کہ) تم اللہ کی عبادت (اور غلامی) اس طرح سے کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہیں تو کم از کم یہ پختہ استحضار ہو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔..... (یہ سب کچھ پوچھنے کے بعد) پھر وہ صاحب تو چلے گئے لیکن (حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ) میں کچھ دیر تک حیرانی اور تعجب میں محو رہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے عمر کیا تم جانتے ہو کہ سوال کرنے والے کون تھے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ باخبر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل تھے جو (اس طریقے سے) تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

فائدہ:1- یہ کہنا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ باخبر ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ اور لوگوں کے مقابلہ میں زائد علم اللہ اور اس کے رسول دونوں کو حاصل ہے یہ مطلب نہیں کہ زائد علم کی مقدار میں دونوں برابر ہیں۔ دونوں یکساں کیسے ہو سکتے ہیں رسول ہونے کے باوجود ان کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

کامل ایمان مکمل اطاعت کے بغیر نہیں ہوتا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ..... قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَاتِيَکَ إِلَّا فِيْ الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَ بَيْنَکَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصلٍ نُخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَّرَاءَ نَا وَ نَدْ خُلْ بِهِ الْجَنَّةَ ..... فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ ..... أَ مَرَ هُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰه وَحْدَهٗ قَالَ أَ تَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ إِقَامُ الصَّلَاةِ وَ إِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ (رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اورانہوں نے).....عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینے ہی میں آسکتے ہیں (کیونکہ) ہمارے اور آپ کے درمیان کفار کا یہ قبیلہ یعنی مضر حائل ہے (عربوں میں دور جاہلیت میں بھی چار مہینوں کا احترام چلا آتا تھا یعنی ذوقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ ان چار مہینوں میں وہ کسی بھی دشمن سے تعرض نہیں کرتے تھے اس لئے امن کے ساتھ سفر صرف انہی مہینوں میں ہوسکتا تھا) لہذا آپ ہمیں کوئی ایسی فیصل بات بتا دیجئے جو ہم اپنے پیچھے والوں کو بھی بتائیں اور ہم سب اس پر کاربند ہونے کے ذریعہ جنت میں بھی داخل ہوسکیں۔ آپ ﷺ نے ان کو کرنے کی چار باتیں بتائیں..... (لیکن پہلے ان کے بارے میں اجمال کے طور پر ایک جامع قسم کی بات بتائی یعنی) یہ کہ تنہا اللہ پر ایمان رکھو پھر (آپ ﷺ نے ان لوگوں سے خود ہی) پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تنہا اللہ پر ایمان رکھنے کا کیا مطلب ہے؟ ان لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی خوب باخبر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (شے اپنے تمام لوازم اور تقاضوں کو شامل ہوتی ہے۔ ان کو علیحدہ کر کے شے کو نہیں لیا جاتا تو اللہ پر ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر جن چیزوں پر ایمان لانے کو کہا ہے مثلاً اللہ کے رسولوں پر اس کی کتابوں پر اس کے فرشتوں پر اس کی طے کردہ تقدیر پر اور قیامت کے دن پر ان پر بھی ایمان رکھے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کو لازم سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے بنیادی نوعیت کے چار حکم یہ ہیں) اس بات کی (زبان سے) گواہی دینا کہ صرف اللہ ہی معبود ہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِيْ فِيْ الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْئَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَکَ قَالَ قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ. (مسلم)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات بتا دیجئے جس کے بارے میں آپ کے بعد پھر کسی اور سے پوچھنا نہ پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (دل کی گہرائی سے کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر استقامت اختیار کرو (یعنی اس کے تمام لوازم اور تقاضوں کو پورا کرو کیونکہ جب اللہ کو اپنا خالق، رازق، رب، حاکم اور معبود اور مالک یوم الدین مان لیا اور اس کی قدرت اور قہاریت و جباریت کو بھی دل میں اتار لیا تو اب اللہ تعالیٰ کے احکام پورا کرنے سے روگردانی اور اس کی پکڑ سے بےفکری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا)۔

بعض صحابہ کے ایمان کی حقیقت

عَنِ الْحَارِثَةِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ مَرَّبِالنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا حَارِثَةُ قَالَ أَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا قَالَ فَانْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْلٍ حَقِيْقَةً فَمَا حَقِيْقَةُ إِيْمَانِكَ فَقَالَ عَزَلْتُ نَفْسِيْ عَنِ الدُّنْيَا فَأَسْهَرْتُ لَيْلِيْ وَ أَظْمَأْتُ نَهَارِيْ وَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ عَرْشَ رَبِّيْ بَارِزًا وَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا وَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى أَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغَوْنَ فِيْهَا قَالَ يَا حَارِثَةُ عَرَفْتَ فَالْزَمْ. (طبرانی کبیر)

حضرت حارثہ بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے پوچھا اے حارثہ تم نے صبح کس حال میں کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں پکا مومن ہوں۔ آپ نے فرمایا غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو کیونکہ ہر بات کی کوئی حقیقت ہوتی ہے تو تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر لیا اور میں نے رات جاگ کر عبادت کی اور دن کو پیاسا رہا (یعنی روزہ رکھا) اور (ایمانیات کا میرے دل و دماغ میں اتنا رسوخ ہو گیا کہ) گویا میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کو آپس میں ملتے دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جہنم کو اس میں چیختے چلاتے دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے حارثہ تمہیں معرفت حاصل ہوئی اس کی نگرانی کرو۔

ایمان کے تقاضے اور لوازم

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (کمال) ایمان (و یقین) کے ستر سے زائد شعبے ہیں۔ ان میں سے افضل شعبہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ہلکا شعبہ یہ ہے کہ تکلیف دہ چیز کو (چلنے کے) رستے سے ہٹا دیا جائے اور حیا بھی ایمان کا ایک بڑا شعبہ ہے (اور حیا سے مراد ایمان کی وجہ سے آدمی میں پیدا ہونے والا وہ وصف ہے جو آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے شرم دلاتا ہے اور روکتا ہے اور یہ وصف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آدمی کو صفت احسان حاصل ہو جائے کیونکہ اس بات کے استحضار سے کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے ہیں یا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوں آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے شرم کرے گا۔

فائدہ: مذکورہ بالا حدیث میں ایمان کے ستر سے کچھ زائد شعبوں کا ذکر کیا جن میں صرف عقائد ہی نہیں بلکہ اکثر اعمال و افعال ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ سب ایمانیات کے تقاضے اور لوازم ہیں اور ان کو کرنے سے خود ایمان کو رونق اور ترقی حاصل ہوتی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نقایہ میں وہ تمام باتیں جمع کی ہیں جن کو قرآن و حدیث میں ایمان کہا گیا ہے۔

(1) اللہ کی ذات و صفات پر ایمان اور عالم کے حادث ہونے پر ایمان (2) اللہ کے فرشتوں پر ایمان (3) اللہ کی کتابوں پر ایمان (4) اللہ کے رسولوں پر ایمان (5) تقدیر پر ایمان (6) قیامت کے دن پر ایمان (7) اللہ کے ساتھ محبت (8) اللہ کے لئے کسی سے محبت (9) اللہ کے لئے کسی سے بغض رکھنا (10) نبی ﷺ سے محبت (11) نبی ﷺ کی تعظیم کا اعتقاد رکھنا۔ اس میں آپ پر درود بھیجنا اور آپ کی سنت کا اتباع کرنا شامل ہے۔ (12) اخلاص (اس میں نفاق اور ریاء سے بچنا بھی آ گیا) (13) توبہ کرنا (14) اللہ کی پکڑ سے خوفزدہ ہونا (15) اللہ کی رحمت کی امید رکھنا (16) اللہ کا شکر ادا کرنا (17) وعدہ پورا کرنا (18) مصائب پر صبر کرنا (19) اللہ کی قضا پر راضی رہنا (20) حیاء (21) توکل (22) دوسروں پر رحم کرنا (23) تواضع و عاجزی اختیار کرنا (24) تکبر سے بچنا (25) عجب سے بچنا (26) حسد اور کینہ سے بچنا (27) ناحق غضب سے بچنا (28) توحید الٰہی کا اقرار کرنا (29) تلاوت قرآن (30) دین کا علم سیکھنا (31) دین کا علم سکھانا (32) دعا کرنا (33) ذکر و استغفار کرنا (34) لغو باتوں سے بچنا (35) ظاہری اور حکمی نجاست سے پاکی حاصل کرنا (36) ستر عورت (37) فرضی و نفلی نمازیں پڑھنا (38) زکوۃ اور صدقات دینا (39) غلام آزاد کرنا (40) سخاوت کرنا (41) فرضی و نفلی روزے رکھنا (42) اعتکاف کرنا (43) لیلۃ القدر کی جستجو کرنا (44) حج کرنا (45) عمرہ کرنا (46) طواف کرنا (47) دین کی حفاظت کے لئے نقل مکانی کرنا (48) نذر پوری کرنا (49) کفارہ ادا کرنا

(50) نکاح کے ذریعہ عفت حاصل کرنا (51) عیالداری کے حقوق ادا کرنا (52) والدین کے ساتھ حسن سلوک (53) اولاد کی تربیت (54) صلہ رحمی (55) بزرگوں کی اطاعت کرنا (56) غلاموں پر نرمی کرنا (57) حکومت عدل و انصاف کے ساتھ کرنا (58) مسلمانوں کی اجتماعیت کی پیروی کرنا (59) حاکموں کی اطاعت کرنا (60) لوگوں کے درمیان صلح وصفائی کرانا۔ (61) نیکی کے کاموں میں تعاون کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا (62) حدود کو قائم کرنا (63) جہاد کرنا (64) امانت ادا کرنا (65) قرض دینا اور واپس کرنا (66) پڑوسی کا اکرام کرنا (67) معاملات جائز طریقہ سے کرنا (68) حق جگہ پر مال خرچ کرنا (69) سلام کا جواب دینا (70) چھینکنے والے کو الحمد للہ کہنے پر یرحمک اللہ کہنا (71) لوگوں سے تکلیف ونقصان کو دور کرنا (72) لہو سے اجتناب کرنا (73) رستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا۔ (74) جو حکومت حق ہو اس کے خلاف بغاوت یعنی ناحق خروج کرنے والوں سے لڑنا۔

مذکورہ بالا چند باتوں کو احادیث میں یوں بیان کیا گیا ہے

عَنِ الْعَبَّاسِ بِنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِا للّٰهِ رَبّاً وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً (مسلم)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا (اور اس کو ایمان کی لذت حاصل ہوگئی) جو (دل گرویدگی اور شعور کے ساتھ) اللہ کو اپنا رب اور اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول (اور ہادی) ماننے پر راضی ہوگیا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ أَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ. (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ہیں کہ جس شخص میں یہ اکٹھی ہو جائیں اس نے تو ایمان کی حلاوت (اور مٹھاس) کو پا لیا۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو ان کے تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (اور ان کے ہر مطالبہ اور ہر حکم کو پورا کرنے کے لئے مستعد ہو) دوسرے یہ کہ جس آدمی سے بھی اس کو محبت ہو صرف اللہ ہی کے لئے ہو اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹنے سے اس کو اتنی ناگواری (اور نفرت واذیت) ہو جیسی کہ آگ میں ڈالنے سے ہوتی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے (دینی) بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (اور ظاہر ہے کہ کوئی اپنے لئے اور اپنے اہل کے لئے جان، مال، دین اور آبرو میں نقصان کو پسند نہیں کرتا تو دوسروں کے لئے بھی نہ اس کو سوچے اور نہ ہی اس کو اختیار کرے بلکہ جیسے ان چیزوں کی بھلائی اپنے لئے چاہتا ہے ایسے ہی یہ چاہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایسی بھلائی حاصل ہو)۔

عَنْ أَبِی أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَ أَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ (ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ ہی کے لئے (کسی سے) محبت کی اور اللہ ہی کے لئے (کسی سے) دشمنی کی اور اللہ ہی کے لئے دیا (جس کو جو کچھ دیا) اور اللہ ہی کے واسطے منع کیا اور نہ دیا (جس کو منع کرنا اور نہ دینا اللہ کے نزدیک بہتر سمجھا) تو اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی (کیونکہ اس نے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اپنا نصب العین بنا لیا ہے لہٰذا سب کاموں میں اسی کو پیش نظر رکھتا ہے)۔

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوْا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوْ ا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم (اول وہلہ میں) جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم (کمال) ایمان والے نہ ہو جاؤ اور تم (کمال) ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک تم میں (ایمان کے دیگر اوصاف کے ساتھ) یہ وصف بھی نہ پیدا ہو جائے کہ تم باہم محبت کرنے لگو۔ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرنے لگو تو تم میں باہمی محبت پیدا ہو جائے (وہ بات یہ ہے کہ) تم اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ (اور اس کو رواج دو)۔

عَنْ أَبِی شُرَيْحِ الْخُزَاعِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيْلَ وَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلَّذِیْ لَا يَأْ مَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ. (بخاری)

حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم وہ شخص (کامل) مومن نہیں اللہ کی قسم وہ شخص (کامل) مومن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ شخص (کامل) مومن نہیں۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ کون شخص (کامل) مومن نہیں؟ آپ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِىْ يَشْبَعُ وَ جَارُهٗ جَائِعٌ إِلٰى جَنْبِهٖ (بيهقى)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص (کامل) مومن نہیں جو خود شکم سیر ہو کر کھائے اور اس کے برابر میں رہنے والا اس کا پڑوسی فاقہ سے ہو (کیونکہ ایمان یہ تقاضا کرتا ہے کہ آدمی خود غرضی نہ کرے بلکہ اپنے اللہ کی مخلوق کے ساتھ خصوصاً وہ جو اس کے پڑوس اور قرب میں ہوں) ہمدردی اور خیر خواہی کرے۔

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَاناً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً. (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں زیادہ کامل ایمان اس کا ہے جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ. (ترمذى و ابن ماجه)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبی (اور اس کے کمال) میں اس کا اس سے غیر متعلقہ باتوں کو ترک کرنا شامل ہے۔ (کیونکہ لا یعنی اور فضول چیزوں اور مشاغل مثلاً وقت گزاری کے لئے فضول باتیں کرنا، فضول کتابیں اور رسالے پڑھنا بغیر جوئے کے تاش اور لڈو وغیرہ کھیلنا، کھیلوں کی کمنٹری سننا وغیرہ ان میں اپنے وقت کو جو کہ آخرت کے اعتبار سے بڑا سرمایہ ہے برباد کرنا بڑی جہالت اور غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے اور ایسے مشاغل اختیار کرنا جو خود گناہ ہوں مثلاً ناول اور افسانے پڑھنا، گانے سننا، ٹی وی دیکھنا تو یہ دہرا گناہ ہے)۔

فائدہ: جو لوگ لایعنی کی برائی سے زیادہ واقف ہیں مثلاً امام غزالی رحمہ اللہ وہ لکھتے ہیں کہ ہر وہ بات کہ اگر وہ نہ کہی جائے تو نہ کوئی گناہ ہو اور نہ ہی جان و مال کا کوئی نقصان ہو تو وہ لایعنی ہے مثلاً کوئی شخص بیٹھ کر اپنے سفر کے قصے سنانے لگے۔ لایعنی بھی اس وقت تک ہے جب وہ صحیح صحیح سنائے۔ اور اگر اس میں جھوٹ ملا دے یا غیبت کی آمیزش کر دے تو وہ ہے۔

عَنْ أَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَإِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَإِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ أَضْعَفُ الْإِیْمَانِ. (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی تم میں بری (اور خلاف شرع) بات دیکھے تو لازم ہے کہ (اگر طاقت رکھتا ہو تو) اپنے ہاتھ (یعنی اپنے زور قوت) سے اس کو بدل دے (نے کی کوشش کرے) اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر اپنی زبان ہی سے بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل ہی سے اس کو برا سمجھے (اور اس کو مٹانے اور بدل ڈالنے کا جذبہ دل میں رکھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے) اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے (کیونکہ اگر آدمی برائی کو برائی بھی نہ جانے تو یہ ایمان کے منافی ہے)

عَنِ أَنَسٍ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِلَّا قَالَ لَا إِیْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ. (بیھقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو کہ جس شخص میں امانت کی خصلت نہیں اس میں (کمال) ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اس میں (کمال) دین نہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَ ھُوَ یَعِظُ أَخَاہُ فِی الْحَیَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ دَعْہُ فَإِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْإِیْمَانِ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے وہ اپنے بھائی کو زیادہ شرم کرنے پر سمجھا رہا تھا (کہ زیادہ شرم نہ کرنی چاہئے) آپ نے فرمایا اس کو رہنے دو (اور اسے غلط نصیحت نہ کرو) کیونکہ شرم کرنا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے (اس لئے کہ وہ گھٹیا اخلاق اور حرکتوں سے روکتی ہے)

قَالَ علَیْہِ الصلوۃ والسلام اِسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ قَالُوْا إِنَّا لَنَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہ قَالَ لَیْسَ ذٰلِکَ وَلٰکِنَّ الْاِسْتِحْیَاءَ مِنَ اللّٰہ حَقَّ الْحَیَاءِ أَنْ یَحْفَظَ الرَّاسَ وَمَاحَوٰی وَالْبَطْنَ وَمَا وَعٰی وَ یَذْکُرَ الْمَوْتَ وَ الْبِلٰی وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَۃَ تَرَکَ زِیْنَۃَ الدُّنْیَا وَآثَرَ الآ خِرَۃَ عَلَی الْأُوْلٰی فَمَنْ یَّعْمَلُ ذٰلِکَ فَقَدِ اسْتَحْیٰی مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ. (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر موجود صحابہ سے فرمایا اللہ سے اتنی حیا کرو جتنی کہ اس سے حیا

کرنے کا حق ہے۔صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ کا شکر ہے کہ ہم اللہ سے اتنی ہی حیا کرتے ہیں جتنی کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا (جو تم نے سمجھا ہے) وہ (کافی) نہیں ہے بلکہ اللہ سے اتنی حیا کرنا جتنی کہ اس سے کرنی چاہئے یہ ہے کہ (جسم کے کسی حصہ سے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونے سے شرمائے لہٰذا) سر اور اس کے اندر جو چیزیں ہیں (یعنی آنکھیں، کان، زبان، ہونٹ اور دماغ) ان کی حفاظت کی جائے اور پیٹ اور جو کچھ اس کے اندر ہے (یعنی معدہ اور شرمگاہ) ان کی حفاظت کی جائے اور موت اور (قبر میں) بوسیدگی کو یاد رکھا جائے اور جو کوئی آخرت (کی کامیابی) کو حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ دنیا کی زیب وزینت کو ترک کر دیتا ہے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ جو شخص یہ سب کچھ کرتا ہے وہی (حقیقت میں) اللہ سے اتنی حیا کرتا ہے جتنی کہ اس سے کرنی چاہئے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ وَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ یَغَارُ وَغَیْرَةُ اللّٰهِ أَنْ لَّا یَاتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّ مَ اللّٰهُ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے (اسی کی وجہ سے جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے کھلی اور چھپی تمام بے حیائیوں سے منع فرمایا ہے) اور مومن بندے کو بھی غیرت آتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ اس کا مومن بندہ اس چیز کا ارتکاب نہ کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتے جیسے کوئی شخص اس بات سے غیرت کھاتا ہے اور اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کے ماتحت لوگ کسی بدکرداری کا مظاہرہ کریں۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت کی صفت کسی کو محبوب نہیں اور اس کو بڑی غیرت آتی ہے کہ کوئی عورت یا مرد اس کی مخلوق ہو کر زنا کرے)۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی دِمَاءِ هِمْ وَ أَمْوَالِهِمْ. (ترمذی و نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کامل) مسلم وہ ہے جس (میں اسلام کے دیگر اوصاف کے علاوہ سلامتی کا وصف نمایاں ہو اور اس) کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں اور (کامل) مومن وہ ہے جس (میں) ایمان کے دیگر اوصاف کے علاوہ امن کا وصف خوب نمایاں ہو اور اس) سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں (اور

آبروؤں) کے بارے میں امن میں ہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ تْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ عَجُوْزٌ فَقَالَ مَنْ أَنْتِ قَالَتْ جَثَّامَةُ الْمُزَنِيَّةُ قَالَ بَلْ أَنْتِ حَسَّانَةُ الْمُزَنِيَّةُ كَيْفَ حَالُكُمْ كَيْفَ كُنْتُمْ بَعْدَنَا قَالَتْ بِخَيْرٍ فَلَمَّا خَرَجَتْ قُلْتُ تُقْبِلُ هٰذَا الْإِقْبَالَ عَلٰى هٰذِهِ قَالَ إِنَّهَا كَانَتْ تَاتِيْنَا أَيَّامَ خَدِيْجَةَ وَإِنَّ حُسْنَ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيْمَانِ (حاکم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا میں جثامہ مزنیہ ہوں (جثامہ کا ترجمہ ہے بہت سونے اور بیٹھے رہنے والی عورت) آپ نے فرمایا (ہم تمہارا بہتر نام رکھ دیتے ہیں لہذا تم جثامہ یعنی بہت سونے اور بیٹھنے رہنے والی عورت) نہیں بلکہ حسانہ (یعنی خوبیوں والی عورت) مزنیہ ہو۔ اچھا کہو ہمارے بعد تمہارے حالات کیسے گزرے؟ اس نے عرض کیا سب خیریت رہی۔ جب وہ چلی گئی تو (حضرت عائشہؓ کہتی ہیں) میں نے عرض کیا ایک معمولی سی بڑھیا پر آپ کی اتنی توجہ۔ (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ نے فرمایا یہ خدیجہ کی زندگی میں ہمارے گھر آیا کرتی تھی اور قدیم شناسائی کے حقوق کی رعایت کرنا بھی ایمان کی ایک بات ہے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ إِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْماً عِنْدَهُ الدُّنْيَا فَقَالَ أَلَا تَسْمَعُوْنَ أَلَا تَسْمَعُوْنَ اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْإِيْمَانِ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ. (احمد و ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی محفل میں بعض صحابہ نے دنیا کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا سن لو اور خوب سن لو کہ (تواضع اور اپنے نفس کی شکستگی کی نیت سے) زینت نہ کرنا اور گاہ گاہ شکستہ حالت میں رہنا بھی ایمان کا اثر ہے۔

عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلَاثاً قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ. (مسلم)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا دین تو خیر خواہی کرنے کا نام ہے۔ ہم نے پوچھا کس کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی اس کی کتاب کی اس کے رسول کی ائمہ مسلمین کی اور سب مسلمانوں کی۔

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ لَا يَهْتَمُّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ

وَمَنْ لَمْ يُمْسِ وَيُصْبِحْ نَاصِحاً لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِكِتَابِهٖ وَلِإِمَامِهٖ وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ. (طبرانی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے (دینی و دیگر) معاملات کی فکر اور پرواہ نہیں کرتا وہ مسلمانوں میں سے (کہلانے کے قابل) نہیں اور جس شخص نے صبح یا شام اس حالت میں کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب اور امام المسلمین اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی سے غفلت میں رہا تو وہ بھی مسلمانوں میں سے (کہلانے کے قابل) نہیں۔

فائدہ: نصیحت (خیر خواہی) اس وقت کہلاتی ہے جب دل میں کوئی کھوٹ باقی نہ رہے۔ اس لئے اللہ کے لئے نصیحت کا معنی یہ ہے کہ بندہ اپنے اور خدا کے درمیان کوئی کھوٹ کا معاملہ نہ رکھے۔ اس کا سب سے بڑا کھوٹ یہ ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے اور اس کی صفات میں اس کی شایان شان تنزیہ کا اعتراف نہ کرے اور اس کے اوامر و نواہی میں پوری مستعدی کا اظہار نہ کرے۔

کتاب اللہ کی نصیحت کا معنی یہ ہے کہ پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے۔ دل و جان سے اس کے معانی و مضامین کی تصدیق کی جائے' اس کے علوم کی نشر و اشاعت کی جائے، اس کی پیروی کی تمام عالم کو دعوت دی جائے اور اس کے ہر ہر امر و نہی پر عمل پیرا ہو۔

رسول کی نصیحت یہ ہے کہ اس کی رسالت کی تصدیق کی جائے جو دین وہ لے کر آیا ہے اس کا ایک ایک حرف مانا جائے، ہر موقع پر اس کی نصرت کے لئے تیار رہے۔ اس کے اصحاب اور اس کے اہل بیت کی محبت اور ان کا ادب پورے طور پر ملحوظ رہے۔

ائمہ مسلمین کی نصیحت یہ ہے کہ ہر حق معاملہ میں ان کی اعانت کی جائے، ان کے ساتھ جہاد میں شرکت کی جائے اور اگر وہ شریعت پر عمل پیرا ہوں تو ان کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں، اور جو صدقات و زکوۃ بیت المال کا حق ہیں وہ ان کو ایمانداری کے ساتھ ادا کئے جائیں اور ان کے ساتھ غداری نہ کی جائے۔

عام مسلمانوں کی نصیحت یہ ہے کہ دنیوی اور اخروی سب مصلحتیں ان کو حسب ضرورت بتائی جائیں ان کو ایذاء نہ دی جائے، ان کے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے اور خیر خواہی میں ان کو اپنے برابر سمجھا جائے۔

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ

الْإِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ. (بیهقی)

بہز بن حکیم اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (بے جا اور ضرورت سے زیادہ) غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے جیسا کہ ایلوا (جو انتہائی کڑوا ہوتا ہے) شہد کو خراب کر دیتا ہے (کہ ایسی صورت میں آدمی اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے اور اس سے وہ باتیں اور وہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو اس کے دین کو خراب کر دیتی ہیں)۔

عَنْ أَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهُ وَهُوَيَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ (بیهقی)

حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی ظالم کے ساتھ (اس کی مدد کرنے اور) اس کو تقویت پہنچانے کے لئے چلا حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ متعلقہ مسئلہ میں یہ ظلم کر رہا ہے تو یہ شخص اسلام (کا جو رنگ ہے اور روح ہے اس) سے نکل گیا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيّ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (حقیقی) مومن (کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ) نہ تو کسی پر طعنہ زنی کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ فحش گو ہوتا ہے اور نہ بدکلام ہوتا ہے۔

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ أَنَّهُ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَ يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جُبَاناً قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلاً قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّاباً قَالَ لَا. (مالک)

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں (مسلمان میں یہ کمزوری ہوسکتی ہے) پھر عرض کیا گیا کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (مسلمان میں یہ کمزوری بھی ہوسکتی ہے۔ یعنی یہ کچھ ایسی فطری کمزوریاں ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے ان کا ہونا مسلمان کی شان سے زیادہ بعید نہیں) پھر عرض کیا گیا کہ کیا مسلمان کذاب (یعنی جھوٹا) ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں (یعنی روح ایمان کے ساتھ بیبا کانہ جھوٹ کی ناپاک عادت جمع نہیں ہوسکتی اور روح ایمان جھوٹ کو برداشت نہیں کرتی)۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَایُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن (کو اس کا ایمان احتیاط اور ہوشیاری اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ) ایک سوراخ سے دو بار ڈسا نہیں جاتا۔

فائدہ: ابوعزہ شاعر جب جنگ بدر میں قید ہوکر آیا تو آپ ﷺ کے سامنے اپنی تنگدستی اور اپنے بچوں کا رونا رونے لگا۔ آپ نے ترس کھا کر فدیہ لئے بغیر اس کو رہا کر دیا لیکن جب یہ کم ظرف واپس اپنے علاقہ میں چلا گیا تو پھر آپ کی ہجو کرنے لگا۔ جنگ احد میں پھر یہ دوبارہ قید ہوکر آیا اور آپ کے سامنے پھر رحم کی درخواست پیش کرنے لگا۔ اس مرتبہ آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور فرمایا تو واپس جا کر یہ کہے گا کہ میں نے محمد ﷺ کا مذاق بنا رکھا ہے۔ مومن کی شان سے یہ بعید ہے کہ جب وہ ایک بار کسی سوراخ سے ڈس لیا جائے تو تجربہ کے لئے اس میں دوبارہ انگلی ڈالے اور پھر دھوکا کھائے اور اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِیْمٌ وَالْمُنَافِقُ خِبٌّ لَئِیْمٌ (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن بھولا سیدھا اور شریف الطبع ہوتا ہے (یعنی دل کا صاف ہوتا ہے اور لوگوں کے بارے میں نیک گمان رکھتا ہے الا یہ کہ کسی کا تجربہ ہو جائے۔ لوگوں کو فریب اور دھوکہ دینیسے اجتناب کرتا ہے بلکہ کسی حد تک ان سے ناواقف بھی ہوتا ہے) اور منافق دھوکے باز اور کمینہ طبع ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَ إِنَّ ذٰلِکَ لَاٰ یَةً لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست (اور مردم شناسی) سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰ یَةً لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (یعنی اس میں بہت بڑی نشانی ہے شناخت والوں کے لئے)۔

فائدہ: فراست ایسی مردم شناسی کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے آدمی قرائن حالیہ اور قرائن قولیہ

کی مدد سے سچے کو منافق سے، بدخواہ و لالچی کو مخلص سے خائن کو امانتدار سے اور پست ہمت و کم حوصلہ کو بلند ہمت و عالی حوصلہ سے امتیاز کر لیتا ہے اور اسی کی وجہ سے ہر شخص کی عقل و فہم کا اندازہ بھی لگا لیتا ہے کہ کون شخص کس خدمت اور کس منصب کے لائق ہے۔

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ مَالَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ. (احمد و حاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن تو مجسم پیکر محبت ہوتا ہے۔ جو شخص کسی سے الفت نہ رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھے اس میں کچھ بھلائی نہیں۔

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا كَرَمَ فَإِنَّ الْكَرَمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انگور کو کرم مت کہا کرو کیونکہ کرم تو مومن کا قلب ہے۔

فائدہ: چونکہ انگور سے شراب بنائی جاتی ہے اور عرب کے مذاق کے مطابق شراب نوشی ان کے لئے سخاوت و کرم کا محرک ہوتی تھی اس لئے وہ انگور کو کرم کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس غلط اشتقاق کو ناپسند کیا اور فرمایا اس خوبصورت نام کا زیادہ مستحق مومن کا قلب ہے کیونکہ اصل سخاوت اور کرم کا منبع تو وہی ہے جب کہ وہ ایمان سے بھرا ہو۔ تو درحقیقت کرم و سخاوت کا اصل منبع ایمان ہے جو مومن کے دل میں ہوتا ہے۔ انگور میں کرم کہاں اس سے تو شراب بنتی ہے جو بے حیائیوں کا سرچشمہ ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِیْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى. (بخاری و مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان والوں کو باہمی رحم دلی، باہمی محبت اور ایک دوسرے کی تکلیف کے احساس کے بارے میں تم ایسا دیکھو گے جیسے ایک جسم۔ جب (اس کا) ایک عضو بیمار پڑ جائے تو اس کی خاطر باقی جسم بھی بخار اور شب بیداری میں شریک ہو جاتا ہے (ایسے ہی جب ایک مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے باقی تمام ایمان والے بے چین ہو جاتے ہیں اور اس کی تکلیف دور کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرتے ہیں)۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَأَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ وَ إِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰى أَنْفِهٖ فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا أَيْ بِيَدِهٖ فَذَبَّهٗ عَنْهُ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (کامل) مومن اپنے گناہوں سے اس طرح ڈرتا ہے گویا وہ (گناہ) پہاڑ (کی صورت میں ہیں جن) کے نیچے (وہ) بیٹھا ہے ڈرتا ہے کہ وہ پہاڑ (وبال کی صورت میں) اب اس پر آ گرا اس لئے فوراً توبہ کرتا ہے) اور فاجر آدمی (جو گناہوں کو کرنے کا عادی بن گیا ہو) ان کو اس طرح حقیر سمجھتا ہے جیسے مکھی اس کی ناک کے پاس سے گزری اور اس نے اپنے ہاتھ کی حرکت سے اس طرح اڑا دی۔

عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَجَباً لِّأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْراً لَّهٗ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْراً لَّهٗ. (مسلم)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کا معاملہ تعجب خیز ہے کہ اسکا ہر معاملہ اس کے لئے خیر اور بہتر ہے اور یہ مومن کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں۔ اگر اس کو کوئی خوشی کی بات پیش آجائے تو وہ شکر کرتا ہے یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتی ہے (کیونکہ شکر پر اجر ملتا ہے) اور اگر کوئی تکلیف پیش آ جائے تو صبر کر لیتا ہے (اور چونکہ صبر کرنے پر بھی اجر ملتا ہے اس لئے) یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔

عام لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ آسمان پر ہیں ایمان کے منافی نہیں

دین لوگوں کو صرف اس بات کے ماننے کا مکلّف بناتا ہے جس کی سمجھنے کی صلاحیت ان میں فطری طور پر رکھی گئی ہو مثلاً انسانی فطرت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علو اور بلندی کی جہت ہے۔ اسی وجہ سے جاہل ہو یا عالم جب دعا کرتا ہے تو اس کی نظریں بے اختیار آسمان کی جانب اٹھ جاتی ہیں۔ قرآن وحدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف اس جہت کی نسبت موجود ہے۔

جو لوگ فلسفہ اور علم کلام کی باریکیوں سے واقف ہیں ان کو تو اپنے علمی معیار کے مطابق ہی اس مسئلہ کو سمجھنا اور بتانا پڑے گا لیکن عام کم علم لوگ اگر اس فطری معرفت کے موافق یوں بھی کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں یا آسمان پر ہیں تو یہ ایمان کے منافی نہیں۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ

اللّٰهِ إِنَّ جَارِيَةً كَانَتْ لِيْ تَرْعىٰ غَنَماً لِيْ فَجِئْتُهَا وَقَدْ فَقَدْتُّ شَاةً مِنَ الْغَنَمِ فَسَأَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ أَكَلَهَا الذِّئْبُ فَأَسَفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِيْ آدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ أَفَأُعْتِقُهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ اللّٰهُ فَقَالَتْ فِيْ السَّمَاءِ فَقَالَ مَنْ أَنَا فَقَالَتْ أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتِقْهَا. (موطا مالک) وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ إِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یارسول اللہ میری ایک باندی ہے جو میری بکریاں چرایا کرتی ہے۔ میں اس کے پاس آیا تو میں نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری نہ پائی۔ میں نے اسکے بارے میں اس سے پوچھا تو وہ بولی کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ مجھے اس کا بہت غم ہوا اور آخر میں آدمی تھا تو میں نے اسکے چہرے پر ایک تھپڑ ماردیا (اور اپنی اس حرکت پر مجھے ندامت ہے) اور میرے ذمہ (کسی کفارہ وغیرہ میں) ایک (باندی یا) غلام آزاد کرنا بھی ہے تو کیا میں (اسکے عوض میں) اسکو آزاد کردوں۔ آپ نے اس باندی سے پوچھا بتا اللہ تعالیٰ کہاں ہے۔ وہ بولی آسمان میں۔ آپ نے پوچھا میں کون ہوں۔ اس نے جواب دیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اسکو آزاد کردو یہ مومن ہے۔ (آپ نے یہ یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ کفارہ وہ ہوگا جس میں کسی مسلمان غلام کو آزاد کرنا ضروری تھا یا اس بنا پر کہ آزاد کرنا ایک نیکی ہے اور اگرچہ کسی بھی انسان کے ساتھ نیکی کی جائے وہ قابل قدر ہے لیکن اگر وہ مسلمان بھی ہو تو اور زیادہ لائق ہے)۔

گناہ کبیرہ کے وقت ایمان کی رونق جاتی رہتی ہے

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَايَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَايَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَايَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَمُؤْمِنٌ وَلَاينْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَمُؤْمِنٌ وَلَا يَغُلُّ أَحَدُكُمْ حِيْنَ يَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِيَّاكُمْ إِيَّاكُمْ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں زنا کرتا کوئی زنا کار جس وقت وہ زنا کرتا ہے کہ (اس وقت) وہ مومن ہو (یعنی نور ایمان بھی اس میں موجود ہو بلکہ اس حالت میں ایمان کا نور اس میں سے نکل جاتا ہے اور صرف واجبی اور ضابطہ کا سا ایمان اس میں رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ کافر نہیں بن جاتا) اور نہیں چوری کرتا کوئی چور جس وقت وہ چوری کرتا ہے

کہ اس وقت وہ مومن ہو اور نہیں شراب پیتا کوئی شرابی جس وقت وہ شراب پیتا ہے کہ اس وقت وہ مومن ہو اور نہیں کوئی لوٹا ماری کرتا کہ لوگ آنکھیں اٹھا اٹھا کر اس کی لوٹ مار کو دیکھتے ہوں جس وقت وہ لوٹا ماری کرتا ہے کہ اس وقت وہ مومن ہو (بلکہ چور، شراب خور اور لٹیرے کے ایمان کا وہی معاملہ ہوتا ہے جو پہلے زنا کار کا بیان ہوا)۔ پس (اے ایمان والو ایمان کے منافی ان حرکات سے) اپنے کو بچاؤ، اپنے کو بچاؤ۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا زَنَی الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِیْمَانُ وَکَانَ عَلَیْهِ کَالظُّلَّةِ فَإِذَا أُقْلِعَ رَجَعَ إِلَیْهِ الْإِیْمَانُ (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدمی زنا (یا کوئی اور بڑا گناہ) کرتا ہے تو اس سے ایمان (کا نور) نکل جاتا ہے اور اس پر سایہ بان کی طرح قائم ہو جاتا ہے۔ پھر جب (سچی توبہ کر کے) اس زنا کو (یعنی اس کے اثرات کو) اکھیڑ دیا جاتا ہے تو ایمان (کا نور) اس کی طرف دوبارہ لوٹ آتا ہے۔

تنہا ایمان بالآخر جنت میں داخلہ کا سبب ہے

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَنَا أَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَیْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَیْنَا وَخَشِیْنَا أَنْ یُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَکُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی أَتَیْتُ حَائِطاً لِّلْأَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ فَدُرْتُ هَلْ أَجِدُ لَهٗ بَاباً فَلَمْ أَجِدْ فَإِذَا رَبِیْعٌ یَدْخُلُ فِیْ جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَبُوْهُرَیْرَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ..... وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِیْ فَقَالَ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ وَأَعْطَانِیْ نَعْلَیْهِ فَقَالَ اِذْهَبْ بِنَعْلَیَّ هَاتَیْنِ فَمَنْ لَقِیْتَ مِنْ وَّرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ یَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَکَانَ أَوَّلُ مَنْ لَقِیَنِیْ عُمَرَ فَقَالَ مَاهَاتَانِ النَّعْلَانِ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ قُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَنِیْ بِهِمَا مَنْ لَقِیْتُ یَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ فَضَرَبَنِیْ عُمَرُ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَخَرَرْتُ لِإِسْتِیْ فَقَالَ ارْجِعْ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ فَرَجَعْتُ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَجْهَشْتُ بِالْبُکَاءِ وَرَکِبَنِیْ عُمَرُ وَ إِذَا هُوَ عَلٰی أَثَرِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَالَکَ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ؟ قُلْتُ لَقِیْتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِیْ بَعَثْتَنِیْ بِهٖ فَضَرَبَ بَیْنَ ثَدْیَیَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِإِسْتِیْ فَقَالَ ارْجِعْ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا عُمَرُ مَا حَمَلَکَ عَلٰی مَا فَعَلْتَ قَالَ یَا رَسُوْلَ

اللّٰهِ بِأَبِیْ وَأُمِّیْ أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَیْرَةَ بِنَعْلَیْکَ مَنْ لَقِیَ یَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِّهَا قَلْبُهٗ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّیْ أَخْشٰی أَنْ یَّتَّکِلَ النَّاسُ عَلَیْهَا فَخَلِّهِمْ یَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخَلِّهِمْ. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کچھ لوگوں سمیت تھے۔ (اس دوران) رسول اللہ ﷺ ہمارے بیچ میں سے اٹھ (کر کہیں تشریف لے) گئے اور ہمارے پاس واپس آنے میں آپ نے دیر کر دی۔ ہمیں ڈر ہوا کہ ہم سے ورے ہی کہیں (آپ کی راہ) نہ کاٹ دی جائے (اور آپ کو نقصان نہ پہنچایا جائے) تو ہم ڈر گئے اور اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے۔ سب سے پہلے مجھے ڈر کا احساس ہوا اور میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا یہاں تک کہ میں بنو نجار کے انصار کے باغ تک آیا اور میں نے اس کے گرد چکر لگایا کہ اس کا کوئی دروازہ ملتا ہے (یا نہیں) لیکن مجھے کوئی دروازہ نہیں ملا۔ اتنے میں دیکھا کہ باہر ایک کنویں سے باغ کے اندر تک (پانی کی) ایک نالی جا رہی ہے۔ میں سمٹ کر اور سکڑ کر اس نالی سے اندر پہنچا تو وہاں رسول اللہ ﷺ موجود تھے۔ آپ نے (مجھے دیکھتے ہی) پوچھا کیا ابو ہریرہ ہو۔ میں نے کہا جی ہاں اے اللہ کے رسول (میں ابو ہریرہ ہی ہوں) ..... اور میرے پیچھے یہ (اور) لوگ بھی ہیں (جو آپ کی تلاش میں ہیں) آپ نے مجھے اپنی دونوں جوتیاں دیں اور فرمایا اے ابو ہریرہ میری یہ دونوں جوتیاں اٹھالے جاؤ اور اس باغ کے باہر تم جس شخص سے بھی ملو جو دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو تو تم اس کو جنت کی خوشخبری دے دو۔ تو سب سے پہلے جس سے میری ملاقات ہوئی عمر تھے۔ انہوں نے پوچھا یہ دو جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی جوتیاں ہیں۔ آپ نے مجھے یہ جوتیاں دے کر بھیجا ہے کہ جس کو میں پاؤں کہ وہ دل کے یقین کے ساتھ لا ا ۔ ہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو تو میں اس کو جنت کی بشارت دے دوں۔ (یہ سن کر) عمر نے مجھے میرے پستانوں کے درمیان مارا جس سے میں اپنی سرین کے بل گر پڑا اور عمر نے کہا اے ابو ہریرہ واپس لوٹ جاؤ۔ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس پلٹا اور اونچی آواز سے رونے لگا۔ عمر مجھ پر سوار تھے اور میرے پیچھے چلے آئے۔ آپ نے پوچھا اے ابو ہریرہ تمہیں کیا ہوا۔ میں نے کہا مجھے عمر ملے تو میں نے ان کو وہی بات بتائی جس کے ساتھ آپ نے مجھے بھیجا تھا۔ اس کو سن کر انہوں نے میرے پستانوں کے درمیان مجھے مارا جس سے میں اپنے سرین کے بل گر گیا اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ واپس چلے جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے عمر تم نے ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ

آپ پر قربان ہوں کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ ان کو جو بھی ایسا شخص ملے جو دل کے یقین سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو یہ اس کو جنت کی بشارت دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں (میں نے ہی یہ کہہ کر بھیجا تھا) حضرت عمر نے درخواست کی کہ آپ ایسا نہ کیجئے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ اتنی بات پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہیں گے (کہ ہم نے دل سے کلمہ تو پڑھ لیا ہے اور ہم جنت کے مستحق ہو گئے ہیں تو اگر عمل نہ بھی کیا تو کیا ڈر ہے حالانکہ اول تو فقط ایمان پر بالآخر نجات ہے اول وہلہ میں جہنم اور عذاب سے نجات اور جنت میں داخلہ کا وعدہ نہیں ہے۔ دوسرے عمل میں کمزوری یا لاپرواہی بعض اوقات آدمی کو کفر تک پہنچا دیتی ہے جس سے جنت میں داخلہ کی بنیاد ہی جاتی رہتی ہے) لہٰذا آپ لوگوں کو چھوڑ دیجئے تاکہ وہ عمل کرتے رہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے (حضرت عمر کی بتائی ہوئی مصلحت سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا ٹھیک ہے) لوگوں کو چھوڑ دو (اور ان کو اس طرح سے یہ بشارت نہ سناؤ)۔

بدعملی کی وجہ سے ایمان ختم نہیں ہوتا اور ایمان خواہ کتنا ہی کمزور ہو بالآخر نجات کا سبب ہوگا

عَنْ أَبِی سَعِیْدن الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰهُ أَخْرِجُوْا مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِیْمَانٍ فَیُخْرَجُوْنَ مِنْها قَدِ اسْوَدُّوْا فَیُلْقَوْنَ فِی نَهْرِ الْحَیَا اَوِ الْحَیَاةِ (شَکَّ مَالِکٌ) فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِیْ حَمِیْلِ السَّیْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِیَةً. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی دوزخ سے نکال لو چنانچہ ان کو بھی نکال لیا جائے گا۔ ان کی حالت یہ ہوگی کہ جل کر سیاہ فام ہو گئے ہوں گے اس کے بعد ان کو نہر حیات میں ڈالا جائے گا تو وہ اس طرح ہرے بھرے نکل آئیں گے جیسے پانی کے اوپر بہتے ہوئے کوڑے میں بیج (گل سڑ کر) نکل آتا ہے۔ کبھی تم نے غور کیا ہے کہ وہ کیسا زرد زرد بل کھایا ہوا نکلتا ہے۔ (ایسے ہی نہر حیات سے نکلتے ہوئے شروع میں زرد زرد ہوں گے پھر تر و تازہ ہو جائیں گے)۔

وَ فِیْ حَدِیْثٍ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ شَفَّعَتِ الْمَلَائِکَةُ وَشَفَّعَ النَّبِیُّوْنَ وَشَفَّعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ یَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ فَیَقْبِضُ قُبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَیُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ یَعْمَلُوْا خَیْراً قَطُّ قَدْ

عَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقِيْهِمْ فِیْ نَهْرٍ فِی أَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ نَهْرُ الْحَيَاةِ فَيَخْرُجُوْنَ كَمَا تَخْرُجُ الْحَبَّةُ فِی حَمِيْلِ السَّيْلِ فَيَخْرُجُوْنَ كَاللُّؤْلُؤِ فِی رِقَابِهِمِ الْخَوَاتِمُ فَيَقُوْلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ هٰؤُلَاءِ عُتَقَاءُ الرَّحْمٰنِ أَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَاخَيْرٍ قَدَّمُوْهُ فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَمِثْلُهُ مَعَهُ. (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث میں یہ مضمون یوں ہے ''تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے فرشتے بھی شفاعت کر چکے انبیاء بھی شفاعت کر چکے اور مومنین بھی شفاعت کر چکے اب صرف ارحم الراحمین کی باری باقی رہ گئی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر (جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے) ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالیں گے جنہوں نے (ایمان کے علاوہ) کبھی کوئی بھی نیک کام نہ کیا ہوگا۔ یہ لوگ دوزخ میں پڑے پڑے جل کر کوئلہ ہو گئے ہوں گے۔ جنت کے سامنے ایک نہر ہوگی جس کو نہر حیات کہتے ہیں اس میں ان کو ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس میں (غوطہ لگا کر) ایسے نکل آئیں گے جیسا دانہ پانی کی رو میں بہتے ہوئے کوڑے پر اگ آتا ہے۔ (اس طرح یہ) موتی کی طرح (صاف ستھرے چمکدار ہو جائیں گے) ان کی گردنوں پر مہریں ہوں گی۔ جنتی کہیں گے کہ یہ رحمٰن کے آزاد کردہ ہیں جن کو رحمٰن نے (محض ان کے ایمان کی وجہ سے) جنت میں داخل کیا بغیر ان کے کسی (اور) عمل کے جو انہوں نے کیا ہو یا بغیر ان کی کسی (اور) بھلائی کے جو انہوں نے پیش بندی کے طور پر کی ہو۔ ان سے خطاب ہوگا جاؤ جتنا تم نے دیکھا تم کو وہ دیا اور اسی کے برابر اور دیا۔

ایمان پر استقامت کا واقعہ

عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، كَانَ مَلِكٌ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ، فَلَمَّا كَبُرَ قَالَ لِلْمَلِكِ: قَدْ كَبُرْتُ فَابْعَثْ إِلَیَّ غُلَامًا أُعَلِّمْهُ السِّحْرَ فَبَعَثَ إِلَيْهِ غُلَامًا يُعَلِّمُهُ، وَكَانَ فِیْ طَرِيْقِهٖ إِذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ إِلَيْهِ وَسَمِعَ كَلَامَهُ فَكَانَ إِذَا أَتَی السَّاحِرَ مَرَّبِالرَّاهِبِ وَقَعَدَ إِلَيْهِ، فَإِذَا أَتَی السَّاحِرَ ضَرَبَهُ فَشَكٰی ذٰلِكَ إِلَی الرَّاهِبِ فَقَالَ إِذَا خَشِيْتَ السَّاحِرَ فَقُلْ حَبَسَنِیْ أَهْلِیْ وَ إِذَا خَشِيْتَ أَهْلَكَ فَقُلْ: حَبَسَنِیَ السَّاحِرُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَتٰی عَلٰی دَابَّةٍ عَظِيْمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ، فَقَالَ اَلْيَوْمَ أَعْلَمُ السَّاحِرَ أَفْضَلُ أَمِ الرَّاهِبُ؟ فَأَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ حَتّٰی يَمْضِیَ النَّاسُ، فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَی النَّاسُ، فَأَتَی الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ: أَیْ بُنَیَّ أَنْتَ اَلْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّیْ ، وَقَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ

مَا أَرٰى، وَأَنَّکَ سَتُبْتَلٰى، فَإِنِ ابْتُلِيْتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ، وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِىءُ الْأَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَيُدَاوِى النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ، فَسَمِعَ جَلِيْسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عُمِىَ بِهٖ، فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيْرَةٍ، فَقَالَ مَا هٰهُنَا لَکَ أَجْمَعُ إِنْ أَنْتَ شَفَيْتَنِىْ، قَالَ إِنِّىْ لَا أَشْفِىْ أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِى اللّٰهُ تَعَالٰى، فَإِنْ أَنْتَ آمَنْتَ بِاللّٰهِ دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاکَ، فَآمَنَ بِاللّٰهِ فَشَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَأَتَى الْمَلِکَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَاكَانَ يَجْلِسُ فَقَالَ لَهُ الْمَلِکُ: مَنْ رَدَّ عَلَيْکَ بَصَرَکَ؟ قَالَ رَبِّىْ قَالَ: وَلَکَ رَبٌّ غَيْرِىْ؟ قَالَ رَبِّىْ وَرَبُّکَ اللّٰهُ، فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ ، فَجِيْءَ بِالْغُلَامِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِکُ: أَىْ بُنَىَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِکَ مَاتُبْرِىءُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَ تَفْعَلُ وَتَفْعَلُ ؟ فَقَالَ إِنِّىْ لَا أَشْفِىْ أَحَداً إِنَّمَا يَشْفِى اللّٰهُ تَعَالٰى، فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ، فَجِيْءَ بِالرَّاهِبِ فَقِيْلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِيْنِکَ، فَأَبٰى فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِىْ مَفْرَقِ رَأْسِهٖ فَشَقَّهُ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيْءَ بِالْغُلَامِ فَقِيْلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِيْنِکَ فَأَبٰى، فَدَفَعَهُ إِلٰى نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ اذْهَبُوْا بِهٖ إِلٰى جَبَلٍ كَذَا وَكَذَا، فَاصْعَدُوْا بِهِ الْجَبَلَ ، فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذُرْوَتَهُ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِيْنِهٖ وَإِلَّا فَاطْرَحُوْهُ، فَذَهَبُوْا بِهٖ فَصَعِدُوْا بِهِ الْجَبَلَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوْا وَجَاءَ يَمْشِىْ إِلَى الْمَلِکِ: فَقَالَ لَهُ الْمَلِکُ: مَافَعَلَ أَصْحَابُکَ ؟ فَقَالَ كَفَانِيْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَدَفَعَهُ إِلٰى نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ اذْهَبُوْا فَاحْمِلُوْهُ فِى قُرْقُوْرٍ وَتَوَسَّطُوْا بِهِ الْبَحْرَ ، فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِيْنِهٖ وَ إِلَّا فَاقْذِفُوْهُ فَذَهَبُوْا بِهٖ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَانْكَفَأَتْ بِهِمُ السَّفِيْنَةُ فَغَرِقُوْا وَجَاءَ يَمْشِىْ إِلَى الْمَلِکِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِکُ: مَا فَعَلَ أَصْحَابُکَ ؟ فَقَالَ كَفَانِيْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَقَالَ لِلْمَلِکِ: إِنَّکَ لَسْتَ بِقَاتِلِىْ حَتّٰى تَفْعَلَ مَا آمُرُکَ بِهٖ، قَالَ مَا هُوَ ؟ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِىْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ وَتُصَلِّبُنِىْ عَلٰى جِذْعٍ، ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِىْ، ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِىْ كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ ، ثُمَّ ارْمِ بِهٖ، فَإِنَّکَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ قَتَلْتَنِىْ، فَجَمَعَ النَّاسَ فِىْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ وَصَلَّبَهُ عَلٰى جِذْعٍ وَأَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهٖ، ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِىْ كَبِدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ، ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِىْ صُدْغِهٖ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِىْ صُدْغِهٖ مَوْضِعَ السَّهْمِ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَأُتِىَ الْمَلِکُ فَقِيْلَ لَهُ: أَرَأَيْتَ مَاكُنْتَ تَحْذِرُ قَدْ وَاللّٰهِ نَزَلَ بِکَ حَذَرُکَ، قَدْ آمَنَ النَّاسُ، فَأَمَرَ بِالْأُخْدُوْدِ

بِأَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَأَضْرَمَ فِيهَا النِّيْرَانَ وَقَالَ مَنْ لَّمْ يَرْجِعْ عَنْ دِيْنِهٖ فَأَقْحِمُوْهُ فِيْهَا أَوْقِيْلَ لَهٗ اِقْتَحِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى جَاءَ تْ اِمْرَأَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَّهَا فَتَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِيْهَا فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ يَا اُمَّهُ اِصْبِرِیْ فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ. (مسلم)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کا ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں آپ میرے پاس کسی نوجوان کو بھیجیں تا کہ میں اس کو جادو (کافن) سکھا دوں۔ بادشاہ نے اس کے پاس ایک نوجوان کو بھیجا تا کہ اس کو جادو سکھائے۔ (جادوگر کی طرف جاتے ہوئے) نوجوان کے رستہ میں ایک راہب رہتا تھا (جو اس وقت کے دین حق کا کامل پیروکار تھا) نوجوان اس راہب کے پاس بیٹھا اور اس کی بات سنی تو (وہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی اور اس نے یہ معمول بنا لیا کہ) جب وہ جادوگر کی طرف جاتا تو راہب کے پاس بیٹھتا اور اس کی باتیں سنتا (یعنی اس سے دین حق سیکھتا)۔ پھر جب وہ جادوگر کے پاس پہنچتا تو جادوگر اس کو (دیر سے آنے پر) مارتا۔ نوجوان نے اس بات کی شکایت راہب سے کی تو راہب نے اس کو یہ تدبیر بتائی کہ جب تمہیں جادوگر سے مار پیٹ کا ڈر ہو تو (چونکہ دین حق سیکھنا فرض ہے لہٰذا مجبوری کی وجہ سے) کہہ دینا کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب اپنے گھر والوں سے ڈر ہو تو کہہ دینا کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔ سلسلہ یونہی چلتا رہا کہ (ایک دن جب وہ نوجوان رستہ پر آیا تو وہاں) ناگہاں ایک بہت بڑا جانور سامنے تھا جس نے لوگوں کا رستہ بند کر رکھا تھا۔ اس نوجوان نے سوچا کہ آج میں جان سکوں گا کہ جادوگر (حق پر ہے اور) افضل ہے یا راہب (حق پر ہے اور افضل ہے یہ سوچ کر) اس نے ایک پتھر اٹھایا اور دعا کی کہ اے اللہ اگر آپ کو جادوگر کے معاملہ سے راہب کا معاملہ زیادہ پسند ہے تو (میرے پتھر مارنے سے) اس جانور کو قتل کر دیجئے تا کہ لوگ آ جا سکیں۔ یہ دعا کر کے اس نے وہ پتھر اس جانور کو مارا اور اس کو قتل کر دیا اور لوگ (رستہ پر) گزرنے لگے۔ نوجوان راہب کے پاس آیا اور اس کو قصہ سنایا۔ راہب نے اس کو کہا اے میرے بیٹے آج تم مجھ سے بھی بڑھ گئے ہو اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم (ایمان اور توکل کے) کس مرتبہ تک پہنچ گئے ہو اور (ایسے مرتبوں اور درجوں میں بڑی آزمائشیں آتی ہیں تو میرا گمان غالب ہے کہ) تم آزمائش میں مبتلا کئے جاؤ گے اور اگر تم کبھی آزمائش میں پڑو تو میرا نام نہ لینا (کیونکہ میں اپنے آپ کو آزمائش کے قابل نہیں سمجھتا)۔

وہ نوجوان (دعا اور دم کر کے) مادر زاد اندھے کو اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا اور دیگر تمام بیماریوں کا بھی (کامیاب) علاج کرتا۔ اس بادشاہ کا ایک ہم نشین جو اندھا ہو گیا تھا اس نے نوجوان

کے بارے میں سنا تو وہ بہت سے تحفے تحائف لے کر اس کے پاس آیا اور کہا اگر تم نے مجھے شفا دی تو یہ تمام چیزیں تمہاری ہیں۔ نوجوان نے کہا میں تو کسی کو بھی شفا نہیں دیتا۔ شفا تو محض اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔ اگر اللہ پر ایمان قبول کر لو تو میں دعا کروں گا اور اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیں گے۔ وہ شاہی ہم نشین اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرما دی۔ بینائی لوٹنے کے بعد وہ بادشاہ کی طرف آیا اور اس کی مجلس میں بیٹھا جیسا کہ وہ پہلے سے بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہاری بینائی کس نے لوٹائی۔ اس نے جواب دیا میرے رب نے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا میرے علاوہ بھی تمہارا کوئی رب ہے۔ اس نے جواب دیا میرا اور آپ کا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس پر تشدد کرتا رہا یہاں تک کہ مجبور ہو کر اس نے نوجوان کا نام لے دیا۔

نوجوان کو بادشاہ کے پاس لایا گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا اے میرے بیٹے تیرا جادو تو بڑا زبردست ہو گیا ہے کہ تو مادرزاد اندھے کو اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا ہے اور یہ، یہ (خلاف عادت) کام کر دیتا ہے۔ نوجوان نے جواب دیا کہ میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفا تو محض اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔ بادشاہ نے اس نوجوان کو پکڑ لیا اور اس پر مسلسل تشدد کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے (مجبور ہو کر) راہب کا نام لے دیا۔

راہب کو (بادشاہ کے پاس) لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تو اپنے دین سے پھر جا (یعنی اپنے دین کو چھوڑ دے)۔ راہب نے انکار کیا تو بادشاہ نے آری منگوائی اور آری اس کے سر پر اس کی مانگ پر رکھی اور اس کو چیر دیا یہاں تک کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

پھر نوجوان کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تو اپنے دین سے پھر جا۔ نوجوان نے انکار کیا۔ بادشاہ نے نوجوان اپنے چند آدمیوں کے سپرد کیا اور ان سے کہا اس کو فلاں فلاں پہاڑ تک لے جاؤ۔ پھر اس کو لے کر پہاڑ پر چڑھو اور جب تم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤ تو (اسکو اپنے دین کو چھوڑنے کو کہنا) اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے (تو اس کو چھوڑ دینا) ورنہ اس کو (پہاڑ کی چوٹی سے) دھکا دے دینا۔ وہ لوگ اس نوجوان کو لے کر گئے اور پہاڑ پر چڑھے۔ (چوٹی پر پہنچ کر) نوجوان نے دعا کی کہ اے اللہ جس طرح تو چاہے میری ان سے کفایت کر۔ پہاڑ زور سے ہلا اور (اس کی وجہ سے) وہ سب لوگ (پہاڑ سے) گر کر ہلاک ہو گئے۔ (نوجوان زندہ رہا) اور وہ پیدل چل کر بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تیرے (ساتھ جو لوگ گئے تھے) ان ساتھیوں کا کیا بنا (وہ کہاں ہیں؟) نوجوان نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ان سے کفایت فرمائی۔

اب بادشاہ نے وہ نوجوان کچھ (اور) لوگوں کے سپرد کیا اور کہا اس کو لے جاؤ اور اس کو ایک بڑی کشتی میں بٹھا کر بیچ دریا میں لے جاؤ (اور اس سے اپنا دین چھوڑنے کو کہو) اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے (تو اس کو واپس لے آنا) ورنہ اس کو دریا میں پھینک دینا۔ وہ لوگ اس کو لے کر گئے (جب کشتی میں بیٹھ گئے) تو اس نوجوان نے دعا کی کہ اے اللہ تو جس طرح چاہے میری ان سے کفایت فرما۔ کشتی ان لوگوں سمیت الٹ گئی اور وہ سب تو غرق ہو گئے (اور یہ بچ گیا) اور یہ چلتا ہوا بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھیوں کو کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ان سے کفایت فرمائی۔

اس نوجوان نے بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک کہ تو وہی کچھ نہ کرے جو میں تجھے کہوں۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا۔ اس نے کہا تو لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کر اور مجھے ایک درخت کے تنے پر باندھ دے، پھر میرے ترکش میں سے ایک تیر لے اور اس تیر کو کمان کے بیچ میں رکھ پھر ''نوجوان کے رب اللہ کے نام کے ساتھ'' کہہ کر تیر مار۔ جب تو ایسا کرے گا تب ہی تو مجھے قتل کر سکے گا۔

بادشاہ نے سب لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کیا اور نوجوان کو ایک تنے پر باندھ دیا اور اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا اور وہ تیر کمان کے بیچ میں رکھا اور بسم اللہ رب الغلام (نوجوان کے رب اللہ کے نام کے ساتھ) کہا اور پھر تیر مارا۔ تیر نوجوان کی کنپٹی پر لگا۔ نوجوان نے اپنی کنپٹی پر تیر لگنے کی جگہ اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ اس پر لوگ (بڑے متاثر ہوئے اور ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ پر ایمان جاگزیں ہو گیا اور سب) بول اٹھے ہم نوجوان کے رب پر ایمان لائے، ہم نوجوان کے رب پر ایمان لائے۔ یہ خبر بادشاہ تک پہنچی اور اس کو کہا گیا کہ دیکھئے آپ جس چیز سے ڈرتے تھے وہی پیش آ گئی۔ لوگوں نے تو اللہ پر ایمان قبول کر لیا ہے۔

بادشاہ نے گلیوں کے سرے پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا جو کھودی گئیں اور ان میں آگ بھڑکائی اور حکم دیا کہ جو کوئی اپنے دین (یعنی اللہ پر ایمان) سے نہ پھرے اس کو خندقوں میں پھینک دو۔ بادشاہ کے لوگوں نے ایسا ہی کیا (اور لوگوں کو آگ میں ڈالنے لگے) یہاں تک کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کا ایک (شیر خوار) بچہ تھا۔ آگ میں گرنے کے خوف سے عورت کچھ پیچھے کو ہٹی تو بچے نے کہا اے اماں صبر کیجئے (اور آگ میں کود پڑیئے) بلاشبہ آپ حق پر ہیں۔

اسلام کی وجہ سے ایک کے دوسرے پر حقوق

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتُّ خِصَالٍ یَعُوْدُهٗ إِذَا مَرِضَ وَیَشْهَدُهٗ إِذَا مَاتَ وَیُجِیْبُهٗ إِذَا دَعَا وَیُسَلِّمُ عَلَیْهِ إِذَا لَقِیَهٗ وَ یُشَمِّتُهٗ إِذَا عَطَسَ وَ یَنْصَحُ لَهٗ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ. (نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں۔ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرے، اگر (مدد کے لئے یا کھانے پر) بلائے تو اس کے یہاں جائے (اور جو مدد ہو سکے اس سے دریغ نہ کرے اور کھانے پر بلایا ہو تو کھانا خواہ ہلکا ہو خوشدلی سے قبول کرے) جب اس سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے اور جب اس کو چھینک آئے (اور الحمد للہ کہے) تو جواب میں یرحمک اللہ کہے اور وہ حاضر ہو یا غائب ہر حال میں اس کی خیر خواہی کرے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِیْ حَاجَةِ أَخِیْهِ كَانَ اللّٰهُ فِیْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان (کی شان تو یہ ہے کہ دوسرے) مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو مصیبت میں ڈالتا ہے اور جو مسلمان اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت روائی میں مشغول ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتے ہیں اور جو کسی مسلمان کی کوئی سی ایک مشکل آسان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالی قیامت کی شدید مشکلات میں سے اس کی ایک بڑی مشکل آسان فرما دیں گے اور جو شخص کسی مسلمان (کے کسی عیب) کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن (اس کے گناہوں پر) اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَیْفَ أَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ إِیَّاهُ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے (مسلمان) بھائی کی (ہر حال میں) مدد کیا کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ مظلوم ہونے کی حالت میں تو میں اس کی مدد کرتا ہوں، ظالم ہونے کی صورت میں اس کی مدد کیسے کروں۔ آپ نے

فرمایا (اس طرح کہ) تم اس کو ظلم کرنے سے روکو کیونکہ (ظالم کو ظلم سے روک دینا اور اس کو اللہ تعالیٰ کے غصہ اور انجام بد سے بچالینا بس) یہی اس کی مدد کرنا ہے۔

اسلام کا کفر کے طریقوں سے امتیاز

1۔لباس میں مخالفت

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ یَتَسَرْوَلُوْنَ وَلاَ یَاتَزِرُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ تَسَرْوَلُوْا وَاْتَزِرُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ (احمد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے پوچھا یارسول اللہ اہل کتاب پاجامہ پہنتے ہیں اور ازار یعنی تہبند نہیں باندھتے (ہم کیا کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پاجامہ بھی پہنا کرو اور تہبند بھی باندھا کرو (یعنی کبھی یہ کبھی یہ تاکہ لباس کے معاملہ میں اہل کتاب کی مشابہت نہ ہو جائے) اور (چونکہ انکے ساتھ عدم مشابہت مطلوب ہے لہٰذا اس طرح بھی) اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

2۔ظاہری شکل وصورت میں:

۱. **عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ خَالِفُوْاالْمُشْرِكِیْنَ أَوْفِرُوا اللُّحٰی وَاحْفُوْا الشَّوَارِبَ. (بخاری و مسلم)**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اپنی وضع قطع میں) مشرکین کی مخالفت کرو (اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ) تم داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ اپنی مونچھیں بہت باریک کر لیتے تھے)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لاَیَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود و نصاری (اپنی داڑھی کے) بالوں کو نہیں رنگتے (بلکہ سفید چھوڑتے ہیں) تو تم انکی مخالفت کرو (اور اپنی ہیئت ان سے جدا رکھو اور اپنے بالوں کو سفید نہ چھوڑو بلکہ سیاہ رنگ کو چھوڑ کر باقی کسی رنگ سے رنگ لیا کرو)۔

فائدہ: اب چونکہ یہود و نصاریٰ وغیرہ عام طور سے داڑھی نہیں رکھتے لہٰذا داڑھی رنگنے کی

تاکید تو نہیں رہی البتہ داڑھی رکھنے اور پوری ایک مشت رکھنے کا مستقل حکم ہونے کے باوجود خود یہ اس میں یہود و نصاریٰ اور دیگر مشرکوں کے ساتھ مخالفت کے طور پر بھی مطلوب ہے۔

عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَحَدَّثَتْنِي الْمُغِيْرَةُ قَالَتْ وَأَنْتَ يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ أَوْ قُصَّتَانِ فَمَسَحَ رَأْسَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَقَالَ اِحْلِقُوْا هٰذَيْنِ أَوْ قُصُّوْهُمَا فَإِنَّ هٰذَا زِيُّ الْيَهُوْدِ. (ابو داؤد)

حجاج بن حسان کہتے ہیں ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو میری ہمشیرہ مغیرہ نے مجھے بتایا کہ تم اس وقت بچہ تھے۔ اور تمہارے سر پر بالوں کی دو لٹیں تھیں یا دو گچھے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی اور فرمایا یا تو ان دونوں گچھوں کو مونڈ دو یا انکو کٹوا دو کیونکہ یہ طریقہ تو یہود کا ہے (اور تمہیں انکے ساتھ مشابہت سے بچنا ہے)۔

3۔ سلام میں:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ نَقُوْلُ أَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا وَاَنْعِمْ صَبَاحًا فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ نُهِيْنَا عَنْ ذٰلِكَ. (ابو داؤد)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم سلام کے موقع پر یوں کہا کرتے تھے کہ اللہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے اور صبح بخیر (Good Morning)۔ جب اسلام کا دور آیا تو ہمیں اس طرح سلام کرنے سے روک دیا گیا (اور اس کے بجائے السلام علیکم کے الفاظ سکھائے گئے)۔

4۔ نکاح کے موقع پر مبارکبادی اور دعائیہ کلمات:

عَنْ عَقِيْلِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ إِنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بَنِيْ جُشَمٍ فَقَالُوْا بِالرَّفَاءِ وَالْبَنِيْنَ فَقَالُوْا لَاتَقُوْلُوْا هٰكَذَا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ. (نسائی)

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے قبیلہ بنی جشم کی ایک عورت سے نکاح کیا تو لوگوں نے (ان کو مبارکبادی دینے کیلئے وہی الفاظ کہے جو اس موقع پر زمانہ جاہلیت میں کہے جاتے تھے یعنی نکاح مبارک ہو اور) باہم انس و محبت اور نرینہ اولاد نصیب ہو۔ اس پر دوسرے لوگوں نے کہا کہ اس طرح مت کہو بلکہ اسی طرح کہو جیسے رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا (یعنی) اے اللہ ان کے نکاح میں برکت دے اور خود انکے اوپر بھی برکت نازل فرما۔

5۔تہوار:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ وَلَهُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْیَوْمَانِ قَالَ کُنَّا نَلْعَبُ فِیْهِمَا فِیْ الْجَاهِلِیَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَبْدَلَکُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَیْرًا مِنْهُمَا یَوْمُ الْأَضْحٰی وَیَوْمُ الْفِطْرِ. (ابو داؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والوں کے یہاں (سال میں) دو دن مقرر تھے جن میں وہ (خوشی منایا کرتے تھے اور) کھیل کود کرتے تھے۔آپ نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا ہم ان میں زمانہ جاہلیت سے (خوشی مناتے اور) کھیل کود کرتے آئے ہیں۔آپ نے فرمایا اب اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں کے بدلہ میں تمہیں ان سے بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں ایک عید الاضحیٰ اور ایک عید الفطر (کہ ان میں خوشی منانا بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ذکر وعبادت کے ساتھ ساتھ، کیونکہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں اور بندوں کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ اپنی خوشی منانے اور اپنے کھیل کود میں ایسے مشغول رہیں کہ اپنے مالک سے بالکل غافل ہی ہو جائیں)۔

6۔اپنے کافر آباء واجداد یا وطن پر فخر کرنا:

۱. عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَیَنْتَهِیَنَّ أَقْوَامٌ یَفْتَخِرُوْنَ بِآبَائِهِمُ الَّذِیْنَ مَاتُوْا إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ جَهَنَّمَ أَوْ لَیَکُوْنُنَّ أَهْوَنَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِیْ یَدْهُدُهُ الْخَرَاءَ بِأَنْفِهِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْکُمْ عُبِّیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ أَوْ فَاجِرٌ شَقِیٌّ اَلنَّاسُ کُلُّهُمْ بَنُوْآدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ. (ترمذی و ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جو لوگ اپنے ان باپ دادوں پر فخر کرتے ہیں جو مر چکے ہیں (اور اپنے کفر کی وجہ سے) وہ محض جہنم کا کوئلہ بن چکے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوبریلے (یعنی اس کیڑے) سے زیادہ ذلیل ہو جائیں گے جو اپنی ناک سے پاخانہ کی گولی بنا کر اس کو دھکیلتا ہے۔اب اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے فخر وغرور اور جاہلیت کے باپ دادوں پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔اب تو صرف (ایک ہی تقسیم ہے اور وہ یہ کہ) یا تو متقی مومن (اور اللہ کا فرمانبردار) ہے یا بدبخت فاجر (یعنی اللہ کا نافرمان) ہے۔ (اور فخر کرنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں کیونکہ) سب لوگ ایک آدم کی اولاد ہیں اور انکی حقیقت یہ تھی کہ وہ مٹی سے بنائے گئے تھے۔

عَنْ أَبِیْ عُقْبَةَ وَکَانَ مَوْلیً مِنْ أَهْلِ فَارِسَ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ أُحُداً فَضَرَبْتُ رَجُلاً مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَقُلْتُ خُذْهَا مِنِّیْ وَأَنَا الْغُلاَمُ الْفَارِسِیُّ فَالْتَفَتَ إِلَیَّ فَقَالَ هَلاَّ قُلْتَ خُذْهَا مِنِّیْ وَأَنَا الْغُلاَمُ الْاَنْصَارِیُّ. (ابو داؤد)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فارسی (یعنی ایرانی) غلام تھے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوا۔ میں نے ایک مشرک شخص کے تلوار ماری اور کہا میں فارسی جوان ہوں، وار مجھ سے لیتا جا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں انصاری جوان ہوں یہ وار مجھ سے لیتا جا (کیونکہ یہ خالص اسلام کی طرف نسبت ہے)۔

اسلامی احکام آدمی کی ظاہری حالت پر نافذ ہوں گے اور دل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہوگا

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیِّ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اِسْتَاذَنَ النَّبِیّ ﷺ فِیْ قَتْلِ رَجُلٍ فَقَالَ لاَ لَعَلَّهُ أَنْ یَّکُوْنَ یُصَلِّیْ فَقَالَ خَالِدٌ وَکَمْ مِنْ مُصَلٍّ یَقُوْلُ بِلِسَانِهٖ مَا لَیْسَ فِیْ قَلْبِهٖ فَقَالَ إِنِّیْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ ولاَ أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک شخص (کی کسی غیر اسلامی حرکت پر اس) کو قتل کرنے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا نہیں (اس کو قتل مت کرو) ہوسکتا ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہو (جو اس کے مسلمان ہونے کی علامت ہو) خالد بن ولید نے کہا کتنے ہی نمازیں پڑھنے والے ہیں جو اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں (یعنی ان کا نماز پڑھنا اور لوگوں کے سامنے باتیں بنانا سب دکھلاوا ہوتا ہے ان کے دل میں ایمان و اسلام نہیں ہوتا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اسکا حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کروں اور ان کے سینوں کو کھول کر دیکھوں (کہ انکے دلوں اور سینوں میں ایمان ہے یا نہیں ہے)۔

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ إِنَّ أُنَاساً کَانُوْا یُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْیِ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ إِنَّ الْوَحْیَ قَدِ انْقَطَعَ وَإِنَّمَا نَاخُذُکُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِکُمْ فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَیْرًا أَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَیْسَ إِلَیْنَا مِنْ سَرِیْرَتِهٖ

شَيْءٌ اللّٰهُ مُحَاسِبُهُ فِيْ سَرِيْرَتِهٖ وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوْءً لَمْ نَامَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَإِنْ قَالَ إِنَّ سَرِيْرَتَهٗ حَسَنٌ. (بخاری)

عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کی گرفت وحی سے ہوا کرتی تھی (کہ وحی کے ذریعہ بتا دیا جاتا تھا کہ فلاں فلاں شخص حقیقی منافق ہے) اور اب وحی منقطع ہوگئی ہے۔ اس لیے اب ہم تمہارے ظاہری اعمال پر گرفت کریں گے تو جو شخص ہمارے سامنے (اسلام کے مطابق) اچھے اعمال کرے گا اسکو ہم امن دیں گے اور اسکی عزت بھی کریں گے اور اسکے قلبی حالات سے ہمیں کوئی بحث نہ ہوگی انکا حساب لینے والا اللہ ہے۔ اور جو شخص ہمارے سامنے (خلاف اسلام اور) برے اعمال کرے گا اسکو ہم امن نہیں دیں گے اور (ہرگز) اسکی تصدیق نہیں کریں گے۔ اگرچہ وہ یہ کہتا رہے کہ میرا باطن بہت اچھا ہے (اور اسلام پر ہے)۔

اسلام قبول کرتے وقت بعض اعمال نہ کرنے کی شرط کرنا۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ أَنَّ وَفْدَ ثَقِيْفٍ لَمَّا قَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِتَكُوْنَ أَرَقَّ لِقُلُوْبِهِمْ فَاشْتَرَطُوْا عَلَيْهِ أَنْ لَّا يُحْشَرُوْا وَلَا يُعَشَّرُوْا وَلَا يُجْبَوْا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَكُمْ أَنْ لَّا تُحْشَرُوْا وَلَا تُعَشَّرُوْا وَلَا خَيْرَ فِيْ دِيْنٍ لَيْسَ فِيْهِ رُكُوْعٌ. (ابوداؤد)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنوثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تاکہ یہ انکے دلوں پر اور زیادہ اثر انداز ہو۔ انہوں نے اسلام لانے کیلئے یہ شرط لگائی کہ ان کو نہ تو کبھی جہاد کیلئے (بلایا اور) اکٹھا کیا جائے گا نہ ان سے (زکوٰۃ) وعشر لیا جائے گا اور نہ ان پر نماز پڑھنے کیلئے زور دیا جائے گا۔ (چونکہ جہاد ہمیشہ فرض نہیں ہوتا اور زکوٰۃ وعشر بھی نصاب کی موجودگی اور سال گزرنے پر موقوف ہوتا ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا اور ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا بھی کہ آئندہ چل کر وہ اپنے شوق سے صدقہ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے اس لیے) آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ تو ہوسکتا ہے کہ تم کو نہ جہاد کے لیے بلایا جائے اور نہ ہی تم سے (زکوٰۃ و) عشر لیا جائے (رہی نماز تو اسکی معافی نہیں ہوسکتی کیونکہ) جس دین میں نماز نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ (کیونکہ وہ دین کیا ہوا جس میں آدمی اپنے معبود کے آگے تعظیم کے طور پر تواضع اختیار کرنے اور جھکنے پر بھی تیار نہ ہو)۔

احسان

عام یقین اور عقیدہ اس درجہ کو کہتے ہیں جس میں آدمی واقع کے مطابق کسی چیز کو صرف مان لیتا ہے۔ لیکن اگر یہی عقیدہ اس کا غلبہ حال بن جائے اور ہر وقت اس کے دل و دماغ میں مستحضر رہنے لگے تو پھر اس کے دو درجے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ کچھ اور باتوں کی طرف بھی توجہ ہو تو یہ عین الیقین کا درجہ کہلاتا ہے اور اگر اس کے ساتھ کسی بھی اور بات کی طرف توجہ نہ ہو تو یہ حق الیقین کا درجہ کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے احکام پر سب ہی مسلمان یقین رکھتے ہیں لیکن وہ سرسری درجہ کا ہوتا ہے وہ ان کا غلبہ حال نہیں بن جاتا۔ صرف دل سے اس بات کو مان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق ومعبود نہیں ہے اور وہ تمام صفات کمالیہ سے متصف ہے۔ یہ عام یقین کا درجہ ہے۔ اگر یہ عام درجہ کسی طریقے سے ترقی پا کر کسی کا غلبہ حال بن جائے اور آدمی کی توجہ ہر وقت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی طرف اور اس کی مرضیات کی طرف رہنے لگے اور ایسا ہو جائے گویا کہ اس کو صرف اسی کا مشاہدہ ہو رہا ہے تو یہ حق الیقین کا درجہ ہے۔ اسی کیفیت کو حدیث میں احسان کہا گیا ہے اور صوفیاء کی اصطلاح میں نسبت کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ اخلاق ذمیمہ سے خلاصی کا قوی ذریعہ بھی ہے اس لئے اس کو مجازاً تزکیہ بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ اسی تزکیہ واحسان کو تصوف بھی کہا جاتا ہے۔

تنبیہ: شریعت نام ہے تمام احکام تکلیفیہ کا۔ اس میں اعمال ظاہری اور اعمال باطنی سب آ گئے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اسی مجموعہ کو فقہ کہتے ہیں اور فقہ کی یوں تعریف کرتے ہیں **معرفة النفس مالها و ما عليها** (آدمی کا اپنے نفع ونقصان کی تمام باتوں کو جاننا) بعد کے لوگوں میں اعمال ظاہری سے متعلق علم کو فقہ کہا جانے لگا۔ اعمال باطنی سے متعلق علم کو تصوف کہا جانے لگا۔ اعمال باطنہ کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں۔ غرض طریقت بھی درحقیقت شریعت ہی کا حصہ ہے۔

اعلیٰ درجہ کے یقین یعنی احسان ونسبت سے متعدد اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں مثلاً توبہ، زہد، صبر، شکر، رجاء، خوف، توکل، رضا، فقر اور محبت وغیرہ۔ حق تعالیٰ کے ساتھ محبت اور تعلق کا غلبہ ہوتا ہے تو آدمی کی انانیت اور خودی مضمحل ہونے لگتی ہے اور سب اخلاق ذمیمہ جو کہ انانیت اور خودی سے پیدا ہوتے ہیں زائل ہو جاتے ہیں۔

توجہ الی اللہ اور یقین واحسان کی تحصیل کا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے اور اس سے حاصل

ہونے والے فوائد (i- تزکیہ یعنی اخلاق رزیلہ سے پاک ہونے اور ii- تحلیہ یعنی اخلاق حسنہ سے مزین ہونے) کا بھی حکم ہے اور ان کے بہت درجے ہیں۔ ادنی درجہ کی تحصیل فرض ہے اور اعلیٰ درجہ کی تحصیل مندوب ومستحب ہے۔

مامور بہ ومطلوب ہونے کے دلائل

1- وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً. (سورہ مزمل)

اور اپنے رب کا نام لیتے رہو اور سب سے یکسو ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو۔

3- وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ. (سورہ بقرہ)

اور جو ایمان والے ہیں ان کو سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہوتی ہے۔

4- إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَاللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. (سورہ انفال)

سچے ایمان والے بس وہی لوگ ہیں جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوف کی کیفیت پیدا ہو اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جائے تو ان کے نور ایمان میں زیادتی ہو اور اپنے پروردگار پر وہ بھروسہ رکھتے ہوں۔

احسان ونسبت کی تحصیل کا طریقہ

اعمال خیر مثلاً نماز، روزہ، ذکر، تلاوت وغیرہ یقین پیدا کرنے کے ذرائع ہیں البتہ جب ان کے ساتھ تین باتوں یعنی اخلاص، خضوع وخشوع اور کثرت (اعمال) پر خوب محنت کی جائے تو یقین کا اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے۔

یقین کو بڑھانے میں نیک صحبت کو بھی خاص دخل ہے جس کے یہ دلائل ہیں۔

1- عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْأُسَيْدِيِّ قَالَ لَقِيَنِيْ أَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ قُلْتُ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْىَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَ الْأَوْلَادَ والضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْراً قَالَ أَبُوْبَكْرٍ فَوَاللّٰهِ إِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْىَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَ الضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْراً فَقَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْتَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَ سَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. (مسلم)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں گھر سے نکلا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا حنظلہ کیا حال ہے۔ میں نے کہا حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ کہنے لگے سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ہوتے ہیں آپ ہم سے جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو دونوں چیزیں گویا ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں۔ لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے نکلتے ہیں اور بیوی بچوں اور زمینوں (یعنی کام دھندے) میں لگ جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ (حضرت) ابوبکر نے (یہ سن کر) کہا کہ خدا کی قسم ہمیں بھی اس جیسی حالت سے سابقہ پیش آتا ہے۔ تو میں اور (حضرت) ابوبکر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا بات ہے تو میں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کی مجلس میں ہوتے ہیں۔ آپ ہم سے جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو دونوں چیزیں گویا ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں پھر جب ہم آپ کی مجلس سے نکلتے ہیں تو بیوی بچوں اور کام دھندے میں لگ جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہر وقت اس حال پر ہو جس پر میرے پاس ہوتے ہو اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں پر اور تمہارے رستوں میں مصافحہ کیا کریں۔ لیکن اے حنظلہ گاہے گاہے (یعنی آدمی ہمیشہ ایک ہی حالت پر نہیں رہتا حضوری کی کیفیت کبھی کبھی اور قوی صحبت میں حاصل ہوتی ہے) یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَأَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ خِیَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰهُ (احمد)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اور حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ یاد آ جائے (جب محض زیارت اور دیدار کا یہ اثر ہے تو ان کی صحبت میں کچھ دیر رہنے کا تو اور زیادہ اثر ہوگا)۔

چونکہ نبی ﷺ کی صحبت کا اثر انتہائی قوی تھا اس لئے ایمان کی حالت میں آپ کی زیارت ہی مرتبہ احسان تک پہنچانے کے لئے بالکل کافی تھی۔ آپ کی وفات سے آپ کی صحبت کا وہ قوی اثر جاتا رہا۔

عَنْ أَنَسٍ.....وَمَا نَفَضْنَا أَیْدِیَنَا عَنِ التُّرَابِ وَ إِنَّا لَفِیْ دَفْنِهٖ حَتّٰی أَنْکَرْنَا قُلُوْبَنَا. (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں .....اور ہم نے (رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد قبر پر مٹی ڈال کر) مٹی سے اپنے ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں (کی نورانیت) میں فرق پایا (یعنی ہمارے قلوب میں صفائی اور نورانیت کا وہ عظیم درجہ نہ رہا جو نبی ﷺ کی موجودگی میں محسوس ہوتا تھا)۔

پھر جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا اور خیر القرون کا دور بھی ختم ہوا اور صحبت کی تاثیر پہلے کے مقابلہ میں کمزور پڑتی گئی تو میسر صحبت کے ساتھ ساتھ ذکر کی کثرت پر زیادہ زور دیا جانے لگا اور اس میں کچھ قیودات بھی بڑھا دی گئیں۔ اس بارے میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

''ایک زمانہ میں صوم وصلوٰۃ وقرآن اور احادیث میں مذکور اوراد یقین ونسبت کی تحصیل کے لئے کافی تھے۔ بعد کے دور کی قیودات اگرچہ فی نفسہ جائز تھیں لیکن ان کی ضرورت نہ تھی۔ خیر القرون کے بعد جب طبیعتوں کا رنگ بدلا اور صرف مذکورہ اوراد سے مقصود کی تحصیل میں دشواری ہونے لگی تو ان اوراد میں کچھ قیودات بڑھا دی گئیں اور اذکار میں کمی وبیشی کی گئی''۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ آپ کے دور کے بعد طبیعتوں میں کچھ فرق پڑا اور پھر فجر کا وقت بھی غفلت کا ہوتا ہے تو خیر القرون ہی میں ضرورت سمجھی گئی کہ فجر کی اذان اور نماز کے درمیان ایک مرتبہ مختصر لفظ میں نماز کا اعلان کر دیا جائے تاکہ لوگ متنبہ ہو کر فوراً مسجد میں آ جائیں۔

ذکر میں بعد کے دور میں جو قیودات بڑھائی گئیں ان کو بدعت کہنا درست نہیں کیونکہ بدعت دین کے اندر بنائے گئے اس کام کو کہتے ہیں جس کے جواز کی کوئی دلیل موجود نہ ہو جب کہ یہ قیودات فی نفسہ ناجائز ہی نہیں۔ ان کے جواز کی کوئی نہ کوئی دلیل دین میں موجود ہے مثلاً:

صوفیہ کے ہاں بارہ تسبیح کا ذکر مشہور ہے۔ پہلے دو تسبیحیں لاإله الا الله کی پھر چار تسبیحیں الا اللّٰہ کی پھر چھ تسبیحیں اللہ، اللہ کی آخر میں ایک تسبیح صرف اللہ کی۔

إلاإِ الله (سوائے اللہ کے) کہنا بھی جائز ہے جب کہ دل میں مستثنیٰ منہ موجود ہو یعنی سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا حرم کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: إِلَّا الْإِذْخَر يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (سوائے اذخر گھاس کے)۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی جواب میں فرمایا إِلَّا الْإِذْخَر یعنی (اچھا) سوائے اذخر کے۔ (حضرت عباس نے بھی

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی صرف مستثنیٰ کا ذکر کیا مستثنیٰ منہ کو ذکر نہیں کیا بلکہ اس کا استحضار صرف دل میں تھا)۔

اسی طرح اللہ، اللہ کہنا بھی جائز ہے۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِى الْأَرْضِ اللّٰهُ الله (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ (ایسا وقت نہ آ جائے کہ) زمین میں اللہ اللہ بالکل نہ کہا جائے)

شطحیات

بعض صوفیہ سے غلبہ حال اور بے اختیاری کی کیفیت میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں جو شریعت کے ظاہری قواعد کے خلاف ہوتے ہیں۔ ایسے کلمات شطح کہلاتے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ کہنے والا معذور ہوتا ہے۔ جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جیسا کہ ایک آدمی سفر میں جا رہا ہو اور اس کی اونٹنی پر اس کا سارا سامان کھانے پینے کا ہے اور ایسے جنگل میں جو بڑا خطرناک اور ہلاکت کا محل ہے تھوڑی دیر کو لیٹا۔ ذرا آنکھ لگی اور جب آنکھ کھلی تو اس کی اونٹنی کہیں بھاگ چکی تھی۔ وہ ڈھونڈتا رہا اور جب گرمی اور پیاس کی شدت بڑھ گئی تو وہ اس نیت سے اسی جگہ آ کر لیٹ گیا کہ مر جاؤں گا اور بازو پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر میں آنکھ کھلی تو اس کی اونٹنی پاس کھڑی تھی۔ اس پر سارا سامان کھانے پینے کا موجود تھا۔ اس وقت میں اس کی خوشی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور خوشی میں (بے اختیار ہو کر) کہنے لگا اے اللہ تو میرا بندہ میں تیرا رب۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ خوشی کی شدت میں چوک گیا (اور غلبہ حال میں بے اختیار ایسا کلمہ کہہ بیٹھا جو بظاہر کفر کا ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ مغلوب الحال کی غلطی معاف ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس غلطی کو نقل کر کے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

کبھی وہ حق تعالیٰ کی بات نقل کر رہے ہوتے ہیں جب کہ دوسرے لوگ پوری بات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اپنی بات کہہ رہے ہیں۔ مثلاً ایک بزرگ خواجہ احمد جام تھے۔ ایک عورت اپنے نابینا بچے کو ان کے پاس لائی اور کہا کہ اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر دیجئے۔ (شاید کہ اس

کی برکت سے بچے کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں) اس وقت ان پر شان عبدیت غالب تھی اس لئے انکار فرمایا اور اس کے اصرار کرنے پر اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہہ کر چل دیئے کہ یہ کام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ یہ الہام ہوا تم کون، عیسیٰ کون اور موسیٰ کون؟ لوٹ کر ہاتھ پھیرو۔ نہ تم اچھا کر سکتے ہو نہ عیسیٰ۔ اچھا تو ہم کرتے ہیں۔ وہ یہ سن کر لوٹے اور اللہ تعالیٰ کی بات کہ ہم کرتے ہیں، ہم کرتے ہیں کہتے جاتے تھے اور بچے کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ نے بچے کی آنکھیں ٹھیک کر دیں۔

منصور حلاج کا قول **اناالحق** (میں ہی حق ہوں) بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے قول کی نقل تھی خود اپنے بارے میں نہیں تھا۔

باب: 10

نفاق

اعتقادی نفاق اور عملی نفاق:

منافق حقیقت میں وہ شخص ہوتا ہے جو دل سے تو مسلمان نہ ہو لیکن اپنے آپکو مسلمان ظاہر کرتا ہو اس شخص میں حقیقی اور اعتقادی نفاق ہوتا ہے۔ چونکہ اسکا حاصل یہ ہے کہ باطن میں کچھ اور ہو اور ظاہر میں کچھ اور ہو اس لیے جب کوئی شخص دل سے تو مسلمان ہو لیکن اسکے ظاہر کے اعمال اسلام کے خلاف ہوں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس شخص میں اگرچہ اعتقادی نفاق تو نہیں البتہ عملی نفاق موجود ہے اور حدیثوں میں ایسے شخص کو جہاں کہیں منافق کہا گیا ہے تو اس سے اسکا منافق عملی ہونا مراد ہے اور اسی شخص کو فاسق و فاجر بھی کہا جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنَ وَهْبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ مَابَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ هٰذِهِ الْآيَةِ قَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِلَّا ثَلاَثَةٌ وَلاَ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ إِلَّا أَرْبَعَةٌ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ إِنَّكُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ تُخْبِرُوْنَا مَا لاَ نَدْرِيْ فَمَا بَالُ هٰؤُلاَءِ الَّذِيْنَ يَنْقُرُوْنَ بُيُوْتَنَا وَيَسْرِقُوْنَ أَعْلاَقَنَا قَالَ أُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ أَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ أَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهٗ. (بخاری)

زید بن وہب کہتے ہیں ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اس وقت اس آیت **قَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ** (کفر کے سرداروں سے جنگ کرو) کے مصداق (کفر کے سرداروں) میں سے سوائے تین اشخاص کے اور کوئی زندہ نہیں رہا اور (حقیقی اور اعتقادی نفاق والے) منافقین میں سے بھی (جو مدنی دور کے اوائل میں کافی تعداد میں تھے) چار آدمیوں کے سوا اور کوئی نہیں بچا۔ اس پر ایک بدو بولا آپ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب ہیں ہم سے ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو ہم نہیں جانتے۔ (لیکن یہاں آپ کی اس بات پر مجھے ایک اشکال ہے اور وہ یہ کہ) اگر منافقین میں سے صرف چار اشخاص ہی باقی بچے ہیں) تو یہ لوگ کون ہیں جو ہمارے

گھروں میں نقب زنی کرتے ہیں اور ہمارے قیمتی مال چرا لیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ تو فاسق لوگ ہیں (کیونکہ یہ دل سے تو مسلمان ہیں۔ اور جو دل سے ہی مسلمان نہیں تو) بلاشبہ ان منافقوں میں سے صرف چار آدمی ہی بچے ہیں۔ ان میں سے ایک تو اتنا بوڑھا ہوگیا ہے کہ اگر ٹھنڈا پانی پیئے تو اسکو ٹھنڈک کا احساس بھی نہ ہو۔

نفاق عملی کی چند مثالیں:

1۔ جہاد کا ارادہ بھی نہ کرنا:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِنْ نِّفَاقٍ. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مرگیا اور اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستہ میں) نہ کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے دل میں اسکا خیال کیا تو وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔

2۔ بدزبانی اور گفتگو میں بے باکی:

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَلْحَیَاءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْإِیْمَانِ وَالْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ. (ترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء (یعنی وہ وصف جو آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اور برے کاموں سے روکے) اور گفتگو میں جھجک (جو خدا خوفی کی وجہ سے اور حیاء کی وجہ سے ہو) یہ ایمان کے دو شعبے میں جبکہ بدزبانی اور گفتگو میں بے باکی کہ شرعی حدود و قیود کا خیال نہ رکھے اور تڑاخ تڑاخ بولے جائے) یہ دونوں نفاق کے شعبے ہیں۔

3۔ درشت مزاجی اور بخل:

عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ قَالَ ..... وَأَنَّ الْبَذَاءَ وَالْجَفَاءَ وَالشُّحَّ مِنَ النِّفَاقِ وَهُنَّ مِمَّا یَزِدْنَ فِیْ الدُّنْیَا وَیَنْقُصْنَ فِیْ الْآخِرَةِ وَمَا یَنْقُصْنَ فِیْ الْآخِرَةِ أَكْثَرُ. (احمد)

حضرت عون بن عبداللہ ایک صحابی کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..... اور بدزبانی اور درشت مزاجی اور بخل نفاق کی باتیں ہیں اور یہ باتیں (بعض اوقات) دنیا کو بڑھاتی بھی ہیں اور آخرت میں نقصان کرتی ہیں اور ان کا آخرت کا نقصان دنیا کے فائدہ سے زیادہ ہے۔

4۔ بلا وجہ خلع لینا:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَلْمُنْتَزِعَاتُ وَاَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ. (نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شوہروں (کے ظلم و زیادتی کے بغیر ان) سے علیحدگی اختیار کرنے والیاں اور ان سے خلع کرنے والیاں ہی منافق عورتیں ہیں۔

5۔ جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، خیانت کرنا، غصہ میں بے قابو ہو جانا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰه بنْ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتىَّ يَدَعَهَا إِذَا ائْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ہیں۔ جس شخص میں یہ چاروں خصلتیں ہوں وہ تو پورا منافق (عملی) ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو (سمجھ لو کہ) اس میں نفاق (عملی) کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ وہ اسکو چھوڑ دے۔ (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) جب اسکے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو توڑ ڈالے اور جب جھگڑا کرے تو بے قابو ہو جائے (اور گالم گلوچ اور مار پیٹ پر اتر آئے)۔

6۔قرآن پاک میں بے دلیل جھگڑے نکالنا:

عَنْ زِيَادِ بنْ حُدَيْرٍ قَالَ قَالَ لِیْ عُمَرُ هَلْ تَعْرِفُ مَايَهْدِمُ الْإِسْلَامَ قَالَ قُلْتُ لَا، قَالَ يَهْدِمُهُ زَلَّةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْأَئِمَّةِ الْمُضِلِّيْنَ. (دارمی)

حضرت زیاد بن حدیر کہتے ہیں مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا جانتے ہو اسلام کو ڈھا دینے والی چیزیں کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں (میں نہیں جانتا) فرمایا ایک تو عالم کی لغزش (جس سے بدعت کا ظہور اور ترویج ہو اور دلائل واضح ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنی غلطی کو نہ چھوڑے اور)، دوسرے منافق کا کتاب اللہ میں بے بات جھگڑے نکالنا (مثلاً کتاب الٰہی کی ایک بات طے شدہ چلی آرہی ہے اب اپنی بے عقلی سے اس میں مخالف احتمال نکالنا اور لوگوں میں اسکی نشر واشاعت کرنا) اور گمراہ حاکموں کے (مخالف دین) فیصلے۔

7۔ نماز کی ادائیگی میں سستی کرنا:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی إِذَا اصْفَرَّتْ وَکَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا لَایَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْھَا إِلَّا قَلِیْلاً. (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ نماز تو منافق کی نماز ہے کہ (نماز کی ادائیگی میں سستی کرے اور یہ سوچ کر کہ ابھی تو وقت باقی ہے نماز کو ٹالتا رہے اور جب نماز کا بالکل آخری وقت ہو جائے اس وقت جلدی سے اور بے دلی سے فرض کو سر سے اتارے مثلاً عصر کی نماز کیلئے) بیٹھا سورج کو دیکھتا رہے (اور اپنے آپ کو تسلی دے کر کہ ابھی تو وقت باقی ہے اپنی دلچسپیوں میں مشغول رہے) یہاں تک کہ جب سورج زرد پڑ جائے اور وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آجائے (یعنی سورج پرستوں کی عبادت کا وقت ہو جائے اور عصر کی نماز کے وقت میں کراہت آجائے) تو اب اٹھے اور (جلدی جلدی) چار ٹھونگیں مار لے کہ اللہ کی یاد (جو نماز کا اصل مقصد ہے) بس یونہی تھوڑی سی کرے۔

8۔ نماز کو مسجد میں باجماعت ادا نہ کرنا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَقَدْ رَأَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاۃِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُہٗ أَوْ مَرِیْضٌ إِنْ کَانَ الْمَرِیْضُ لَیَمْشِیْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ حَتّٰی یَاتِیَ الصَّلٰوۃَ وَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْھُدٰی وَ إِنَّ مِنْ سُنَنِ الْھُدٰی الصَّلٰوۃَ فِیْ الْمَسْجِدِ الَّذِی یُؤَذَّنُ فِیْہِ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے لوگوں کو دیکھا ہے کہ (مسجد میں باجماعت) نماز سے صرف دو ہی شخص پیچھے رہتے تھے یا تو کھلا ہوا منافق یا مریض اور مریض بھی اگر دو آدمیوں کے سہارے سے چل سکتا تھا (تو وہ بھی پیچھے نہ رہتا اور سہارے سے چلتا) یہاں تک کہ نماز میں آکر شامل ہو جاتا۔ نیز فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھائے اور ہدایت کے طریقوں ہی میں سے اس مسجد میں نماز کی (باجماعت) ادائیگی بھی ہے جس میں (پنجوقتہ) اذان کہی جاتی ہو۔

9۔ دین کا علم حاصل نہ کرنا اور دین کی رو سے اچھے طور طریقے اختیار نہ کرنا:

عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہَ ﷺ خَصْلَتَانِ لَایَجْتَمِعَانِ فِیْ مُنَافِقٍ حُسْنُ

سَمْتٍ وَفِقْهٌ فِیْ الدِّیْنِ. (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو باتیں کسی منافق میں یکجا جمع نہیں ہوتیں اچھا طور طریقہ (برتاؤ) وغیرہ اور دین کی سمجھ۔

نفاق پیدا کرنے میں گانے بجانے کو خصوصی دخل ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ اَلْغَنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ. (بیھقی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گانا بجانا قلب میں نفاق کو اس طرح اگاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو (یعنی اسکی وجہ سے آدمی اپنے عقائد کے تقاضوں سے لاپروا ہونے لگتا ہے اور اس کا بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں آگے چل کر دین ہی سے بےفکر کردے کیونکہ شیطان اس کے ذریعہ سے آدمی کے نفس کو خوب انگیخت کرتا ہے اور اگر آدمی فوراً متنبہ نہ ہو اور گانے بجانے کو ترک نہ کرے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ روحانی قوت کمزور ہو جاتی ہے اور آدمی کا دین کے ساتھ تعلق کم ہوتا جاتا ہے اور یہی عملی نفاق ہے۔ گانا بجانا آدمی کے نفس حیوانی کی غذا تو ہوسکتا ہے آدمی کے روح ملکوتی کی غذا بالکل نہیں ہے)۔

باب: 11

شرک اور اس کی اقسام و احکام

شرک کے دو درجے ہیں

پہلا درجہ: کفریہ شرک

یعنی اللہ تعالیٰ کی خدائی میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ یہ حقیقی شرک ہے جو کفر ہے اور کبھی معاف نہ ہو گا۔ اس کی مندرجہ ذیل چند صورتیں یہ ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا مثلاً دو یا زائد خدا ماننا جیسے عیسائی یا مجوسی مانتے ہیں۔

2- جو صفات اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں ان میں کسی کو شریک ٹھہرانا مثلاً

i- اللہ تعالیٰ کی صفت علم غیب کسی اور کے لئے بھی ماننا بایں طور کہ اس کو از خود یا اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہ صلاحیت حاصل ہے کہ وہ کسی بھی ذریعہ یا واسطہ کے بغیر جس بات کو چاہے جان لے۔

ii- اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت و تصرف میں کسی اور کو شریک سمجھنا بایں طور کہ دوسرا از خود یا خدا کی عطا سے وہ قدرت رکھتا ہے کہ اب مخلوق کو کسی بھی طرح کا نفع یا نقصان پہنچانے میں آزاد ہے خدا کی مشیت و ارادہ کا محتاج نہیں۔

iii- اللہ تعالیٰ کی صفت معبودیت میں کسی کو شریک کرنا اور عبادت کے طور پر اس کی تعظیم کرنا۔

دوسرا درجہ: فسقیہ شرک

یعنی جن چیزوں کا خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے ان میں دوسرے کو شریک کرنا۔ اس کا مرتکب کافر تو نہیں لیکن اہلسنت سے خارج ہو گا اور توبہ کئے بغیر مر جائے تو اس کی سزا ضرور بھگتنی ہو گی۔ اس کی چند صورتیں یہ ہیں:

1- کسی بھی بندے کے لئے یہ ماننا کہ اس کو علم ہے کہ قیامت کب ہو گی۔

2- کسی بندے میں غیر مقدور العبد کاموں کی قدرت خدا کی عطا سے سمجھیں اس حالت میں کہ اس

خاص کام میں بھی وہ خدا کی مشیت وارادہ کامحتاج ہے۔

3- غیراللہ کے لئے رکوع وسجدہ محض تعظیم کے طور پر کرنا۔

شرک انسان کی فطرت نہیں

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمَجَاشِعِيَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ خُطْبَةٍ أَلاَ إِنَّ رَبِّيْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَاجَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عَبْدًا حَلاَلٌ وَإِنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَأَنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُّشْرِكُوْا بِيْ مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَاناً وَأَنَّ اللّٰه نَظَرَ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ إِلاَّ بَقَايَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِأَبْتَلِيَكَ وَأَبْتَلِيَ بِكَ. (مسلم)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا سن لو میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ (دین کی ضرورت کی) جو باتیں تم نہیں جانتے وہ میں تم کو سکھادوں۔ جو باتیں آج میرے رب نے مجھے سکھائیں ان میں سے یہ ہے (کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) جو (حلال) مال میں نے کسی بندہ کو دیا (گمراہ اور باطل عقیدوں کی وجہ سے وہ حرام نہیں ہوگیا بلکہ) وہ (اسکے لیے) حلال ہے۔ نیز (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) میں نے اپنے تمام بندوں کو دین فطرت (یعنی دین توحید) پر پیدا کیا۔ پھر انکے پاس شیطان آئے اور انہوں نے ان کو ان کے دین سے ہٹادیا اور جو چیزیں میں نے ان کیلئے حلال کی تھیں شیطانوں نے انکو ان پر حرام بنادیا اور ان شیطانوں نے اس پر ابھارا کہ میرا شریک ٹھہرائیں جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر نظر ڈالی تو (شرک وکفر اور نافرمانیوں کی بنا پر) عرب وعجم تمام زمین والوں پر ناراضگی اور غصہ کا اظہار کیا سوائے اہل کتاب کے چند بچے کھچے لوگوں کے (جو صحیح دین پر قائم تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم کو رسول بنا کر اس لیے بھیجا ہے تاکہ تمہاری بھی آزمائش کروں اور تمہارے ذریعے دوسروں کی بھی آزمائش کروں۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فِيْ تَفْسِيْرِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ قَالَ جَمَعَهُمْ فَجَعَلَهُمْ أَزْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَاسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوْا ثُمَّ أَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ وَ أَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَ لَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَإِنِّيْ أُشْهِدَ عَلَيْكُمُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضِيْنَ السَّبْعَ وَ أُشْهِدُ عَلَيْكُمْ أَبَاكُمْ آدَمَ شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا

يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ لَمْ نَعْلَمْ بِهٰذا اِعْلَمُوْا أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ غَيْرِیْ وَلَا رَبَّ غَيْرِیْ وَلَا تُشْرِكُوْا بِیْ شَيْئًا إِنِّیْ سَأُرْسِلُ إِلَيْكُمْ رُسُلِیْ يُذَكِّرُوْنَكُمْ عَهْدِیْ وَمِيْثَاقِیْ وَأُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِیْ قَالُوْا شَهِدْنَا بِأَنَّكَ رَبُّنَا وَ إِلٰهُنَا لَا رَبَّ لَنَا غَيْرُكَ وَلَا إِلٰهَ لَنَا غَيْرُكَ. (احمد)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آیت وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِ هِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو جمع کیا پھر ان کی قسمیں بنائیں (مثلاً نبیوں کی علیحدہ قسم، ولیوں کی علیحدہ قسم، شہیدوں کی علیحدہ قسم اور نیک بختوں کی علیحدہ قسم، کافروں کی علیحدہ قسم) پھر ان کی صورت بنائی پھر ان کو بولنے کی طاقت دی سو بولنے لگے۔ پھر ان سے قول وعہد لیا اور ان کو خود ان کے اوپر گواہ بنا کر ان سے اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ وہ بولے کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میں تمہارے اس اقرار پر ساتوں آسمانوں کو اور ساتوں زمینوں کو تم پر گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو (بھی) تم پر گواہ بناتا ہوں کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ کہنے لگو کے ہمیں اس اقرار کا کچھ علم نہ تھا۔ تو جان لو کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میرے علاوہ کوئی رب نہیں ہے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک مت ٹھہرانا۔ بے شک میں تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا جو تمہیں میرا (یعنی میرے ساتھ کیا ہوا یہ) قول اور عہد یاد دلائیں گے۔ اور (اسی یاد دہانی کی خاطر) میں تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ سب بولے کہ ہم اس بات پر گواہ ہوئے کہ آپ ہی ہمارے رب اور ہمارے معبود ہیں آپ کے سوا ہمارا کوئی رب نہیں ہے اور آپ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے۔

فائدہ: کوئی یہ خیال کرے کہ دنیا میں آ کر تو ہمیں وہ عہد یاد نہیں اور انبیاء کے بتانے سے بھی ہمیں وہ عہد کرنا یاد نہیں آتا تو اس بھولے ہوئے عہد کا کیا اعتبار؟ یہ خیال غلط ہے کیونکہ بہت سی باتیں آدمی کو یاد نہیں رہتیں پھر معتبر لوگوں کے کہنے سے یقین کر لیتا ہے کہ ایسا ہی ہوا ہوگا جیسے کسی کو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا یاد نہیں ہوتا لیکن لوگوں سے سن کر یقین کر لیتا ہے اور اپنی ماں کو ماں سمجھتا ہے۔ جب عوام الناس کے کہنے سے آدمی بہت سی باتوں پر یقین کر لیتا ہے تو رسولوں کی تو بڑی شان ہے۔ ان کے خبر دینے سے کیوں یقین نہ آئے اور کتاب الٰہی میں لکھے ہونے کے بعد شک کی کیا گنجائش باقی رہ گئی۔

شرک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا جرم ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَیُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ

أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِداً وَهُوَ خَلَقَکَ قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنَّ ذٰلِکَ لَعَظِيْمٌ. (مسلم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تجھ کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ (کیونکہ جب اس نے ہم کو پیدا کیا ہے اور وہی ہماری تمام ضروریات پوری کرتا ہے اور پھر وہی ہمارا مالک اور بادشاہ بھی ہے تو اس سے بڑھ کر کیا جرم ہوگا کہ اس عظیم ذات کا مرتبہ اس کے کسی غلام کو دینے لگیں) میں نے کہا بے شک یہ تو بڑا جرم ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِکَ عَلٰی أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ ذَاکَ إِنَّمَا هُوَ الشِّرْکُ أَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہیں کی) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو سخت پریشانی لاحق ہوئی اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ بھلا ہم میں اب کون شخص ہوگا جس نے کوئی بھی ظلم (گناہ) نہ کیا ہو آپ نے فرمایا یہاں ظلم سے یہ ظلم مراد نہیں بلکہ (سب سے بڑا ظلم) شرک مراد ہے کیا تم نے (قرآن میں) لقمان کا وہ قول نہیں سنا جو انہوں نے بطور وصیت اپنے بیٹے سے فرمایا تھا يَابُنَيَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ اے میرے پیارے بیٹے دیکھو شرک نہ کرنا کیونکہ یہ بڑا ظلم ہے۔

شرک کے کام سے توبہ نہ کی تو اس کی سزا لازمی ہے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلذَّوَاوِيْنُ ثَلَاثَةٌ دِيْوَانٌ لَايَغْفِرُ اللّٰهُ اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَکَ بِهٖ وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُکُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ حَتّٰی يَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ فَذَاکَ إِلَی اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَ إِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ. (بیهقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کے رجسٹر تین قسم کے ہیں۔ ایک شرک کا رجسٹر، اللہ اس کی بخشش نہیں کریں گے کیونکہ اللہ عزوجل فرما چکے ہیں کہ اللہ اس بات کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جائے۔ دوسرا

رجسٹر بندوں کے آپس میں ظلم کرنے (اور حقوق ادا نہ کرنے) کے بارے میں ہے۔ اس کو اللہ نہیں چھوڑیں گے جب تک بندے آپس میں ایک دوسرے سے بدلہ وصول نہ کرلیں۔ تیسرا رجسٹر ان کوتاہیوں اور زیادتیوں کے بارے میں ہے جو بندوں نے اللہ کے حقوق میں کی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کو انکی زیادہ پرواہ نہیں اور وہ اللہ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے تو ان پر عذاب وسزا دے اور چاہے تو درگزر فرمائے۔

فسقیہ شرک کرنے والے نبی ﷺ کی شفاعت سے محروم رہیں گے

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهَ ﷺ أَتَانِیْ آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ أَنْ یَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِی الْجَنَّةَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِیَ لِمَنْ مَاتَ لاَ یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا. (ترمذی)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے پروردگار کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو میری نصف امت (پہلے وہلہ میں) جنت میں داخل ہو جائے (اور باقی جہنم کا عذاب بھگت کر جنت میں جائیں) اور چاہوں تو امت کیلئے شفاعت اختیار کرلوں۔ میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا ہے اور یہ ہر اس شخص کیلئے ہوگی جو اس حالت پر مرجائے کے کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو (کیونکہ شرک کرنے والے کو اس کی سزا بھگتنی ہی ہوگی)

اللہ تعالیٰ عمل میں شرکت کو قبول نہیں کرتے

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهَ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ أَنَا أَغْنَیَ الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ هُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهُ. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمام شرکاء میں سب سے زیادہ شرکت سے بے نیاز میں ہوں۔ جو شخص کوئی عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ کسی غیر کو بھی شریک کرلیتا ہے تو میں اس (عمل کو شریک کے ساتھ تقسیم نہیں کرتا بلکہ میں تو اس عمل) کو اس کے (بنائے ہوئے) شریک ہی کیلئے چھوڑ دیتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ میں ایسے عمل سے بیزار ہوں بس وہ اس شریک کیلئے رہے جس کے لیے اس نے کیا ہے۔

ریا شرک خفی ہے

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ أَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ أَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ أَشْرَکَ. (احمد)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے (دوسرے انسانوں کو) دکھانے کیلئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھانے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھانے کے لئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔

صفات الٰہی میں شرک کی اقسام

کسی مخلوق میں حقیقی تاثیر ماننا

عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ أَنَّهُ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ صَلاَةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَةِ عَلٰی أَثَرِ السَّمَاءِ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِیُّ ﷺ أَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِکَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوْکَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِکَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ. (بخاری)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رات کو بارش ہو چکی تھی۔ اس کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں ہم لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کچھ جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔ سب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے کہا یہ فرمایا ہے کہ آج میرے بندوں میں سے کچھ نے صبح اس حالت میں کی ان کا مجھ پر ایمان تھا اور کچھ نے صبح اس حالت میں کی ان کا مجھ پر ایمان نہ تھا۔ جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اسکی رحمت سے بارش برسی اسکا مجھ پر ایمان ہوا اور ستاروں (کو مؤثر حقیقی سمجھنے) سے منکر ہوا اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارہ (کے موثر حقیقی ہونے) کی وجہ سے بارش برسی وہ میرا منکر ہوا اور ستاروں پر ایمان لایا۔

فائدہ: اگر ستاروں کی طرف بارش کی نسبت اس اعتقاد کے ساتھ ہو کہ خود ستارے موثر حقیقی ہوتے ہیں تب تو یہ صریح کفر ہے اور اگر اس اعتقاد سے نہ ہو بلکہ ستاروں کو محض ایک علامت ہونے کی بنا پر کہا ہے تب بھی ایسے لفظ سے بچنا بہتر ہے جس میں کفر کی بات کا وہم ہوتا ہے۔

2- علم غیب میں شرک

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ أَخْبَرَکَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ يَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اللّٰهُ تَعَالٰی إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جو کوئی تم سے یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ (اپنی ذاتی یا خداداد صلاحیت سے بلا کسی واسطہ اور ذریعہ کے جان لیتے تھے یا ذاتی طور پر یا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (قرآن پاک کی سورہ لقمان کی آخری آیت میں) فرمایا کہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم (کہ کب ہوگی) اور وہی بارش کو نازل کرتا ہے (تو وہی جانتا ہے بارش کب نازل کرے گا اور کتنی نازل کرے گا اور کہاں نازل کرے گا) اور وہی جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے (اس کی جنس، عمر، رنگ، رزق اور انجام کو وہی جانتا ہے کوئی اور نہیں جانتا) اور کوئی آدمی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا (کچھ کر بھی سکے گا یا نہیں اور کر سکے گا تو بھلا کرے گا یا برا کرے گا۔ اس سب کو بھی صرف اللہ ہی جانتا ہے) اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین میں مرے گا (اس بات کو بھی صرف اللہ ہی جانتا ہے) تو اس نے بڑا افتراء کیا۔

فائدہ: اس کی مزید تفصیل آگے مستقل عنوان سے آ رہی ہے۔

صفت تصرف میں شرک

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْکَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَکَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی أَنْ يَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْکَ إِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَکَ وَ لَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی أَنْ يَّضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ يَضُرُّوْکَ إِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْکَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن میں نبی ﷺ کے پیچھے تھا تو آپ نے فرمایا اے لڑکے تو اللہ کو یاد رکھ وہ تجھے یاد رکھے گا۔ تو اللہ کو یاد رکھ تو تو اس کو اپنے روبرو پائے گا۔ اور جب بھی تو کچھ مانگے تو بس اللہ ہی سے مانگ اور جب بھی تو مدد چاہے تو بس اللہ ہی سے مدد طلب کر۔ اور اس بات کا یقین کر لے کہ سب لوگ تجھے کچھ نفع پہنچانے پر جمع ہو جائیں تو نفع نہ پہنچائیں گے تجھ کو مگر صرف اتنا جو اللہ نے تیرے لئے لکھ چھوڑا ہے اور اگر سب تجھے کچھ نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائیں تو نقصان نہ پہنچائیں گے تجھ کو مگر جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ (تقدیر کی) قلمیں (جو

کچھ ہونا ہے اس کو تفصیل سے لکھ چکی ہیں اس لئے اب وہ) اٹھالی گئی ہیں اور (تقدیر کے) رجسٹر سوکھ چکے ہیں (یعنی ان کی سیاہی سوکھ چکی ہے اور ان میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں رہا)۔

عبادت میں شرک

غیر اللہ کے آگے رکوع وسجدہ میں جھکنا

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ إِنِّيْ أَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ بِأَنْ يُسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِيْ أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ أَكُنْتَ تَسْجُدُ لِيْ فَقُلْتُ لاَ فَقَالَ لاَ تَفْعَلُوْا. (ابوداؤد)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں پہنچا تو میں نے وہاں کے باشندوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ میں مقام حیرہ میں گیا تھا میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ تو اسکے سب سے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا بتاؤ اگر تم میری قبر پر گزرتے تو کیا اسکو سجدہ کرتے (یعنی میری وفات کی حالت میں بھی کیا مجھے سجدہ کرتے) میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر اب بھی مت کرو (کیونکہ سجدہ عبادت ہے اور عبادت کے لائق تو صرف وہ ذات ہے جو ہر حال میں عبادت کی حقدار ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے)۔

قبروں کو سجدہ گاہ بنانا

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ لاَتَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. (مالک)

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا دینا کہ جس کی عبادت کی جائے۔ خدا تعالیٰ کا غصہ ان لوگوں پر بھڑک اٹھا جنہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔

عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ أَلاَ وَ إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ أَلاَ فَلاَ تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ. (مسلم)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تم خوب غور سے سن لو کہ تم سے پیشتر لوگ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے۔ دیکھو تم

قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تم کو اس حرکت سے منع کرتا ہوں۔

غیر اللہ کے نام کا جانور دینا

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ يَرْفَعُهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِيْ ذُبَابٍ وَدَخَلَ رَجُلٌ النَّارَ فِيْ ذُبَابٍ قَالُوْا وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَرَّ رَجُلَانِ عَلٰى قَوْمٍ لَهُمْ صَنَمٌ لَا يَجُوْزُهُ أَحَدٌ حَتّٰى يُقَرِّبَ لَهُ شَيْئاً فَقَالُوْا لِأَحَدِهِمَا قَرِّبْ فَقَالَ لَيْس عِنْدِيْ شَيْءٌ قَالُوْا قَرِّبْ وَلَوْذُبَابًا فَقَرَّبَ ذُبَابًا فَخَلَّوْا سَبِيْلَهُ فَدَخَلَ النَّارَ وَقَالُوْا لِلْآخَرِ قَرِّبْ فَقَالَ مَاكُنْتُ لِأُقَرِّبَ شَيْئاً دُوْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَضَرَبُوْا عُنُقَهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ. (احمد)

حضرت طارق بن شہاب روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف ایک مکھی کی وجہ سے ایک شخص تو جنت میں داخل ہو گیا اور ایک مکھی ہی کی وجہ سے دوسرا شخص دوزخ میں داخل ہوا۔ لوگوں نے (تعجب سے) پوچھا یارسول اللہ یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کسی قوم کا ایک بت تھا۔ ان کا دستور یہ تھا کہ کوئی شخص اس پر نیاز چڑھائے بغیر وہاں سے گذر نہیں سکتا تھا۔ اتفاق سے یہ دو شخص ادھر سے گذرے۔ اس قوم کے لوگوں نے (اپنے دستور کے مطابق) ان میں سے ایک سے کہا کہ تو نیاز چڑھا وہ بولا اس کیلئے میرے پاس کچھ نہیں۔ وہ بولے کچھ نہ کچھ تو ضرور چڑھا دے خواہ ایک مکھی ہی سہی۔ اس نے (اس بات کو بہت ہی معمولی سمجھ کر کہ اس سے کیا ہوتا ہے) ایک مکھی نیاز میں چڑھادی اور انہوں نے اس کا رستہ چھوڑ دیا لیکن (اس شرک کی وجہ سے وہ شخص جہنم میں جانے کا مستحق بنا اور چونکہ اس عمل کو معمولی سمجھ کر توبہ کی طرف بھی توجہ نہ ہوئی اس لیے) وہ جہنم میں داخل ہوا۔ پھر اس قوم والوں نے دوسرے سے کہا تو بھی کچھ چڑھا وہ بولا اللہ کی ذات کے سوا میں تو کسی اور کے نام کی نیاز نہیں دے سکتا۔ یہ سن کر انہوں نے تو اسکی گردن اڑا دی لیکن (توحید پر استقامت اور شرک سے اجتناب کی وجہ سے) وہ شخص جنت میں داخل ہو گیا۔

روزمرہ کے کاموں میں شرک

غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا

عَنِ ابْنِ عُمَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔

مدح میں ایسا غلو کہ شرک بن جائے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ لاَ تُطْرُوْنِیْ کَمَا أَطَرَتِ النَّصَارٰی اِبْنَ مَرْیَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ (بخاری و مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بارے میں غلو نہ کرنا جیسا کے نصاری نے ابن مریم کی شان میں غلو کیا کیونکہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا ایک رسول ہوں لہٰذا مجھ کو اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کرو (اور تعریف کی خاطر میری طرف ایسی صفات منسوب نہ کرو جو دین سے ثابت نہیں ہیں یا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں)۔

بدشگونی کا عقیدہ رکھنا

عَنْ قُبَیْصَۃَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَلْعِیَافَۃُ وَالطَّرْقُ وَالطِّیَرَۃُ مِنَ الْجِبْتِ. (ابوداؤد)

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پرندوں کو اڑا کر عرب کے طریقے پر فال لینا یا رمل کا عمل کرنا یا بدشگونی کرنا یہ سب شرک کے عمل ہیں۔

عَنْ زَیْنَبَ اِمْرَأَۃِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ رَاٰی فِیْ عُنُقِیْ خَیْطًا فَقَالَ مَا ھٰذَا فَقُلْتُ خَیْطٌ رُقِیَ لِیْ فِیْہِ قَالَتْ فَأَخَذَہٗ فَقَطَعَہٗ ثُمَّ قَالَ أَنْتُمْ اٰلُ عَبْدِ اللّٰہِ لَأَغْنِیَاءُ عَنِ الشِّرْکِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ إِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَۃَ شِرْکٌ فَقُلْتُ لِمَ تَقُوْلُ ھٰکَذَا لَقَدْ کَانَتْ عَیْنِیْ تَقْذِفُ وَکُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلٰی فُلَانٍ الْیَھُوْدِیِّ فَإِذَا رَقَاھَا سَکَنَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ اِنَّمَا ذٰلِکَ عَمَلُ الشَّیْطَانِ کَانَ یَنْخَسُھَا فَإِذَا رُقِیَ کَفَّ عَنْھَا إِنَّمَا یَکْفِیْکِ أَنْ تَقُوْلِیْ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ یَقُوْلُ أَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً لَایُغَادِرُ سَقَمًا. (ابوداؤد)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عبد اللہ (بن مسعود) نے میری گردن میں ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھا۔ پوچھا یہ دھاگہ کیسا ہے؟ میں نے کہا دھاگہ ہے جس پر کچھ پڑھا گیا (اور دم کیا گیا) ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اسے لے کر توڑ پھینکا اور فرمایا اے عبد اللہ کے گھر والو تمہیں تو شرک کی باتوں سے بے نیاز رہنا چاہیے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (شرک آمیز) جھاڑ پھونک اور نظر کے لیے منکے (جب کہ ان میں ذاتی تاثیر سمجھی جائے) اور زوجین کیلئے محبت کے جادو یہ سب باتیں شرک کی ہیں۔ کہتی ہیں

میں نے کہا آپ یہ بات کیسے کہتے ہیں حالانکہ (اس سے پیشتر) جب کبھی میری آنکھ دکھتی تو میں فلاں یہودی کے پاس چلی جایا کرتی تھی وہ اسکو جھاڑ دیا کرتا تھا (یعنی پڑھ کر دم کر دیا کرتا تھا) اور آنکھ کو فورا سکون ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا یہ شیطان کی حرکت تھی وہ (مخفی طور پر تمہاری) آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے کریدا کرتا تھا۔ جب وہ (شرک آمیز دم کے ساتھ) جھاڑی جاتی تو شیطان (لوگوں کو بداعتقاد کرنے اور شرک میں مبتلا کرنے کی غرض سے) کریدنا بند کر دیتا تھا۔ (اور تم کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ سکون جھاڑ پھونک کا اثر ہے) تمہیں یہ کافی ہے کہ تم یہ کلمات کہہ لیا کرو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ الخ (ترجمہ: اے لوگوں کے پروردگار بیماری کو دور کر دے اور شفا بخش دے کیونکہ شفا تو صرف تو ہی دینے والا ہے، درحقیقت شفا تیری ہی طرف سے ہے، ایسی شفا دے جو بیماری کا نام ونشان بھی نہ چھوڑے)۔

شرک کے سد باب کا اہتمام

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ بَلَغَهُ أَنَّ قَوْمًا يَاتُوْنَ الشَّجَرَةَ فَيُصَلُّونَ عِنْدَهَا فَتَوَعَّدَهُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِقَطْعِهَا (ترجمان السنة)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ لوگ (اس) درخت کے پاس آ آ کر نمازیں پڑھتے ہیں (جس کے نیچے نبی ﷺ نے ایک بار صحابہ سے بیعت لی تھی) اس پر انہوں نے ان کو ڈانٹا اور اس درخت کو کاٹنے کا حکم دے دیا (چنانچہ حکم کے مطابق وہ کاٹ دیا گیا۔)

باب: 12

غیب کا علم

غیب کا لفظ مصدر ہے۔ بطور مبالغہ اس کو ان چیزوں کی صفت بنایا گیا ہے جن کو نہ ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں اور نہ ہی عقل کی ان تک رسائی ہے۔

ایسی چیزوں کی پھر دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم

وہ مغیبات جن کا تعلق دین و شریعت کے احکام سے ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات کا، فرشتوں کا، جنت دوزخ کا، قیامت کے احوال کا، قیامت کی علامات کا، عبادات کی تفصیلات وغیرہ کا علم۔ ان کا جتنا علم ضروری تھا وہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی عطا فرمایا قرآن پاک میں اس کو یوں بیان فرمایا:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ. (سورہ جن: 26/27)

''جاننے والا غیب کا سو نہیں خبر دیتا اپنے غیب کی کسی کو مگر جو پسند کر لیا کسی رسول کو''۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ. (سورہ آل عمران: 179)

''اور اللہ نہیں ہے (اے مسلمانوں) کہ تم سب کو (بلا واسطہ خبر دے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو چاہے (یعنی جس کو چاہتا ہے اپنا رسول بنا لیتا ہے اور اسی کو وحی کے ذریعہ سے دین و شریعت سے متعلق اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے''۔

پھر انبیاء کے واسطے سے دوسروں کو غیب کی ان باتوں کا علم حاصل ہوتا ہے اور خدا خوفی والے ان پر ایمان لاتے ہیں۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَo الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (سورہ بقرہ: 23)

(یہ قرآن) ہدایت ہے (خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے جو کہ ایمان (و یقین) رکھتے ہیں

غیب کی چیزوں پر۔

اسی قسم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحُ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا الْخَمْسُ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ. (احمد)

اس کا مطلب یہ ہے أُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحُ كُلِّ شَيْءٍ (عِلْمُهُ ضُرُوْرِيٌّ فِي الدِّيْنِ) إِلَّا الْخَمْسُ یعنی دین وشریعت سے متعلق جن امور واحکام کا جاننا ضروری ہے ان کے بڑے خزانے مجھے دیئے گئے البتہ حوادث و واقعات (یعنی غیب کی آگے مذکور دوسری قسم) سے متعلق پانچ باتوں کا مجھے علم نہیں دیا گیا۔

تنبیہ: مفاتح کو اگر مفتح بفتح المیم کی جمع قرار دی جائے تو مفاتیح الغیب کا ترجمہ بنے گا غیب کے خزانے اور اگر اس کو مفتح بکسر المیم کی جمع کیا جائے تو پھر ترجمہ ہوگا غیب کی کنجیاں۔

خزانے کا ترجمہ لیا جائے تب تو مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو امور واحکام دینیہ میں تو اتنا وافر علم عطا فرمایا کہ اس کو خزانے کہنا درست ہے یعنی جنت و دوزخ سے متعلق علم کا خزانہ، فرشتوں سے متعلق علم کا خزانہ، احوال قیامت سے متعلق علم کا خزانہ، اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق علم کا خزانہ اور احکام شرعیہ سے متعلق علم کا خزانہ وغیرہ۔

اگر کنجیوں کا ترجمہ لیا جائے تو جس کے پاس خزانے کی چابی و کنجی ہو تو اس کے اختیار میں ہوتا ہے کہ جب چاہے کنجی کو استعمال کر کے خزانے میں سے جو چاہے لے لے۔ غیب کے علم کے خزانے کی کنجی تو وہ صلاحیت ہوگی جس کو بروئے کار لا کر آدمی جب چاہے غیب کی بات اگرچہ امور دینیہ سے ہو از خود معلوم کر لے۔ ایسی صلاحیت اور ایسا وصف نہ تو از خود کسی کو حاصل ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے کسی کو دیا ہے۔ قرآن پاک میں اس کی دلیل یہ قصہ ہے۔

اسلام سے پہلے مرد اگر اپنی بیوی کو کہتا کہ تو میری ماں ہے تو سمجھتے تھے کہ ساری عمر کے لئے اس پر حرام ہوگئی۔ پھر کوئی صورت ان کے ملنے کی نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں ایک مسلمان (اوس بن صامت رضی اللہ عنہ) اپنی بیوی (خولہ بنت ثعلبہ) کو ایسا کہہ بیٹھے۔ عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پورا ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ نے اس وجہ سے کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے ابھی تک کوئی حکم نہیں دیا تھا فرمایا میں خیال کرتا ہوں کہ تم اپنے شوہر پر حرام ہوگئی ہو۔ اب تم دونوں نہیں مل سکتے۔ وہ شکوہ وزاری کرنے لگی کہ گھر ویران ہوتا ہے اور اولاد پریشان ہوتی ہے۔ کبھی آپ ﷺ سے جھگڑتی

کہ یا رسول اللہ اس نے ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ کبھی اللہ کے آگے رونے لگتی کہ اے اللہ میں اپنی تنہائی اور مصیبت کی فریاد تجھ سے کرتی ہوں۔ ان بچوں کو اپنے پاس رکھوں تو بھوکے مریں گے، شوہر کے پاس چھوڑوں تو یونہی کسمپرسی میں ضائع ہوں گے۔ اے اللہ تو اپنے نبی کی زبان سے میری مشکل کو حل فرما۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور ظہار کا حکم اترا۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَکِیْ إِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا إِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ..... الخ (سورہ مجادلہ: 4-1)

''سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں اور شکوہ کرتی تھی اللہ کے آگے۔ اور اللہ سنتا تھا تم دونوں کی گفتگو۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اگر نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے از خود احکام کو جاننے کی صلاحیت حاصل ہوتی تو آپ پہلی ہی دفعہ میں اس کو ظہار کا حکم بتا دیتے۔ وہ تو جب اللہ تعالیٰ نے خود اس حکم کو اتارا تب نبی ﷺ کو علم ہوا۔

حاصل یہ ہے کہ نبی ﷺ کو نہ تو از خود اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی عطا سے ایسی کوئی صلاحیت اور صفت حاصل تھی جس سے آپ دین کے غیبی امور کو بلا کسی واسطہ کے از خود جان لیتے۔ اس لئے حدیث میں جو یہ فرمایا کہ مجھے ہر (دینی) بات کی کنجیاں دی گئی ہیں تو یہ مجاز ہے خزانوں سے کیونکہ جس کو خزانہ مل گیا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کو خزانے کی کنجی مل گئی برمحل ہے۔

دوسری قسم

وہ مغیبات ہیں جن کا تعلق عالم کے حوادث و واقعات کے ساتھ ہے۔ جب تک حوادث و واقعات کا وقوع نہیں ہوتا وہ غیب میں ہیں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَادِیَةِ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِیْ حُبْلٰی فَأَخْبِرْنِیْ مَا تَلِدُ وَبِلَادُنَا مُجْدِبَةٌ فَأَخْبِرْنِیْ مَتٰی یَنْزِلُ الْغَیْثُ وَقَدْ عَلِمْتُ مَتٰی وُلِدْتُّ فَأَخْبِرْنِیْ مَتٰی أَمُوْتُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الاٰیَة (ابن جریر)

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ایک بدوی شخص (رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا میری بیوی حاملہ ہے تو آپ بتائیے کہ وہ کیا جنے گی اور ہمارے علاقے قحط زدہ ہیں تو آپ بتائیے بارش کب ہوگی اور مجھے یہ تو معلوم ہے کہ میں کب پیدا ہوا آپ مجھے یہ بتائیے کہ میں کب مروں گا تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے (سورہ لقمان کی) یہ (آخری) آیت نازل فرمائی: **إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ**

يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَ مَاتَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِأَیِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ (بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اتارتا ہے بارش اور جانتا ہے جو کچھ ہے رحموں میں اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا)۔

عَنْ عِكْرَمَةَ أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ الْوَارِثُ مِنْ بَنِیْ مَازِنٍ جَاءَ إِلَى النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ..... وَقَدْ عَلِمْتُ مَاكَسَبْتُ الْيَوْمَ فَمَاذَا أَكْسِبُ ..... فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ.(در منثور)

عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے بنو مازن کے ایک شخص جن کا نام وارث تھا نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ مجھے پانچ باتیں بتائیے۔ان میں سے چار تو وہی ہیں جو اوپر گزریں اور ایک یہ ہے کہ) مجھے یہ تو معلوم ہے کہ میں نے آج کیا کچھ کیا ہے (آپ مجھے یہ بتائیے کہ) میں آئندہ کیا کچھ کروں گا.....تو اس پر سورہ لقمان کی آخری آیت نازل ہوئی۔

فائدہ: سائل نے چونکہ پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھا تھا اس کی مناسبت سے آیت میں پانچ ہی باتوں کا ذکر ہے اور اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر میں ہے۔

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ خَمْسٌ مِنَ الْغَيْبِ إِسْتَأْثَرَ بِهِنَّ اللّٰهُ فَلَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِنَّ مَلَكًا مُقَرَّباً وَلَا نَبِيًّا مُرْسَلاً إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ فَلَا يَدْرِیْ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ فِیْ أَیِّ سَنَةٍ وَلَا فِیْ اَیِّ شَهْرٍ أَلَيْلاً أَمْ نَهَارًا وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ فَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَتٰى يُنَزِّلُ الْغَيْثَ أَ لَيْلًا أَمْ نَهَارًا وَيَعْلَمُ مَافِی الْأَرْحَامِ فَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَّا فِی الْأَرْحَامِ أَ ذَكَرٌ أَمْ أُنْثٰى أَحْمَرُ أَوْ أَسْوَدُ وَلَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا أَخَيْرًا أَمْ شَرًّا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِأَیِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يَدْرِیْ أَيْنَ مَضْجَعُهُ مِنَ الْأَرْضِ أَفِیْ بَحْرٍ أَمْ بَرٍّ فِیْ سَهْلٍ أَمْ فِیْ جَبَلٍ. (ابن جریر)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں غیب کی پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے۔ان پر نہ تو کسی مقرب فرشتے کو مطلع کیا ہے اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو۔ بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کی خبر ہے لہٰذا انسانوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ قیامت کب یعنی کس سال میں اور کس مہینے میں قائم ہوگی، رات میں ہوگی یا دن میں ہوگی۔اور وہ بارش اتارتا ہے تو کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی؟ دن میں یا رات میں اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے تو کوئی نہیں جانتا کہ رحموں میں کیا ہے؟ لڑکا ہے یا لڑکی ہے گندمی رنگ ہے یا سیاہ رنگ ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا؟ کیا بھلا کرے گا یا برا کرے گا؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین میں مرے گا؟ کیا پانی میں یا خشکی میں پھر کیا میدان میں یا پہاڑ پر۔

انہی پانچ چیزوں کو مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیاں یا غیب کے خزانے) کہا گیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ لَا يَعْلَمُ مَافِيْ غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا يَعْلَمُ مَافِي الْأَرْحَامِ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا مَتٰى يُنَزِّلُ الْغَيْثَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِلَّا اللّٰهُ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیب کے خزانے پانچ ہیں۔ ان کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی اور اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ رحموں میں کیا ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا صرف اللہ ہی اس کو جانتے ہیں۔

قرآن پاک میں بھی ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ (سورہ انعام: 59)

یعنی اللہ ہی کے پاس غیب کے خزانے (اور کنجیاں) اس کے علاوہ کوئی اور ان کو نہیں جانتا۔

کیا عالم کے واقعات وحوادث جو غیب ہیں وہ صرف مذکورہ بالا پانچ چیزوں میں منحصر ہیں؟ اس سوال کے جواب میں مفسرین بھی بالا تفاق کہتے ہیں کہ **وليس المغيبات محصورة بهذه الخمس و انماخصت لوقوع السوال عنها او لانها كثيرا تشتاق النفوس إى العلم بها** یعنی مغیبات کا انحصار صرف ان پانچ میں نہیں ہے۔ خاص ان پانچ کا ذکر تو محض اس وجہ سے ہوا کہ سوال ہی ان کے بارے میں تھا یا یہ کہ عام طور سے لوگوں کو یہی باتیں جاننے کا شوق ہوتا ہے۔

اس لئے عالم کے دیگر واقعات بھی غیب میں شامل ہیں مثلاً یہ کہ فلاں کا نکاح کب ہوگا؟ اس کی اولاد ہوگی یا نہیں؟ بیماری کب دور ہوگی؟ کاروبار کیسا چلے گا؟ فلاں امتحان میں کامیاب ہوگا یا ناکام ہوگا؟ وغیرہ ایسے لامتناہی امور ہیں۔

البتہ مذکورہ بالا پانچ باتوں کے ساتھ دیگر لامتناہی امور کا یہ تعلق ہے کہ ان پانچ باتوں سے پانچ عمومی سوال پیدا ہوئے ہیں جن میں سے سب کا یا اکثر کا تعلق کسی بھی واقعہ کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ وہ پانچ عمومی سوال یہ ہیں:

1- واقعہ کیا ہے یا کیا ہوگا؟

واقعہ کا تو علم ہے پھر

2- وہ ہوگا یا نہیں ہوگا؟

3- کب ہوگا؟

4- کہاں ہوگا؟

5- کتنا اور کیسا ہوگا؟

آیت وحدیث میں مذکور پانچ باتوں کا ان پانچ عمومی سوالوں کے ساتھ تعلق

1- حاملہ بیوی کیا جنے گی؟ یعنی کیا حمل ہے اور کیا بچہ جنے گی؟ کیا لڑکا جنے گی؟ وغیرہ

2- میں کل کیا کروں گا؟ یعنی میں صبح وشام کا کھانا کھاتا ہوں۔ اپنے کاروبار کے لئے نکلتا ہوں۔ کیا یہ کام کل بھی ہوں گے یا نہیں؟

3- قیامت کا تو علم ہے کہ ہونی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کب ہوگی؟

4- موجودہ حالات قحط سالی کے ہیں تو بارش کب ہوگی لیکن کب سے بڑھ کر یہ سوال زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ بارش کتنی اور کیسی ہوگی؟

5- موت تو بے شک آنی ہے۔ سوال ہے کہ کہاں آئے گی؟

امور دینیہ کی طرح واقعات عالم کے مذکور احوال خمسہ کو ازخود جاننے کی صفت وصلاحیت اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی نہیں دی یہاں تک کہ نبی ﷺ کو بھی نہیں دی۔ قرآن پاک میں اس کی دلیل ہے۔

رسول اللہ ﷺ 6ھ میں غزوہ بنی مصطلق سے واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں۔ ان کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا۔ وہ اپنے ہودج میں پردہ ڈال کر بیٹھ جاتیں اور شتر بان ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیتے۔ ایک جگہ قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی جس کے لئے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں۔ وہاں اتفاق سے ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ اس کی تلاش میں دیر لگ گئی۔ یہاں پیچھے کوچ ہو گیا۔ شتر بان حسب عادت ہودج باندھنے آئے۔ اس کے پردے پڑے ہونے سے گمان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی کے اندر ہیں۔ اور چونکہ بہت ہلکے پھلکے بدن کی تھیں اس لئے شتر بانوں کو ہودج اٹھاتے ہوئے بھی ان کے اندر نہ ہونے کا شبہ نہ ہوا۔ غرض قافلہ چل دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا۔ انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے اب جانا خلاف مصلحت ہے۔ جب آگے جا کر میں نہ ملوں گی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔ رات کا وقت تھا، نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ گئیں۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ گرے پڑے کی خبر گیری کی غرض سے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ سے چلتے تھے۔ وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے۔ دیکھا کوئی آدمی

پڑا سوتا ہے۔قریب آ کر پہچانا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے ان کو دیکھ چکے تھے۔وہ دیکھ کر گھبرا گئے اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا جس سے حضرت عائشہ کی آنکھ کھل گئی اور فوراً چہرہ چادر سے ڈھانک لیا۔حضرت صفوان نے ان کے قریب لا کر اونٹ بٹھایا اور یہ پردے کے ساتھ اس پر سوار ہو گئیں۔انہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر دوپہر کے وقت قافلہ سے جا ملایا۔

عبداللہ بن ابی بڑا منافق اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا دشمن تھا۔اسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور اس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانی اور واہی تباہی بکنا شروع کی۔اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی اس کے پروپیگنڈے سے متاثر ہونے لگے۔عموماً مسلمانوں اور خود جناب رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کے واہیات تذکروں سے سخت صدمہ تھا۔ایک مہینہ تک یہی چرچا رہا۔نبی ﷺ سنتے اور بغیر تحقیق کچھ نہ کہتے مگر دل میں خفا رہتے۔ایک ماہ بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان باتوں اور چرچوں کی خبر ملی تو وہ شدت غم سے بے تاب ہو گئیں۔شب و روز روتی تھیں۔ایک منٹ کے لئے آنسو نہ تھمتے تھے۔آخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی یہ آیتیں إِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُ وْا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ. (سورہ نور: 16-11) جو لوگ لائے ہیں یہ بہتان تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔

غرض ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کے واقعات وحوادث کے غیبی امور کو از خود جاننے کی نہ تو کسی کو صلاحیت دی اور نہ ہی اس کو خود اپنی طرف سے وہ خزانے عطا کئے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ (1) غیب کے خزانوں کو از خود جاننے کی صفت اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے کسی اور کو نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ غیب کی تمام باتوں کو مکمل تفصیل کے ساتھ جانتے ہیں۔اس کا کوئی ذرہ بھی ان سے پوشیدہ نہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں کو کسی کو بتانے کے پابند نہیں ہیں۔

مخلوق کو غیب کی بعض جزوی باتوں کا علم

قرآن پاک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حوادث عالم سے متعلق بعض جزوی باتوں کا علم اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں پر بھی کھول دیتے ہیں۔

مثلاً قرآن پاک میں ہے۔

1- غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ أَدْنَی الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ (سورہ روم: 2,3)

''مغلوب ہو گئے رومی قریب کی زمین میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے نو برس کے اندر۔

اس آیت میں آئندہ نو سال کے اندر رومیوں کے غلبہ کی اطلاع دی۔

2- حضرت زکریا علیہ السلام کو بتایا گیا کہ ان کے بڑھاپے اور ان کی بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہوگی اور وہ بچہ لڑکا ہوگا۔

یَا زَکَرِیَّا إِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ.

''اے زکریا ہم آپ کو خوشخبری دیتے ہیں ایک لڑکے کی''۔

3- عَنْ أَنَسٍ قَالَ ..... فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَهُ عَلَی الْأَرْضِ هٰهُنَا وَ هٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضَعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ..... (جنگ بدر کے میدان میں) رسول اللہ ﷺ نے زمین پر اس اس جگہ اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا (جنگ کے دوران) یہ فلاں کے (قتل ہو کر) گرنے کی جگہ ہے (اور یہ فلاں کے گرنے کی جگہ)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے ادھر ادھر نہ ہوا (بلکہ ٹھیک اسی جگہ گر کر مرا)۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے بعض کفار قریش کے مرنے کی جگہ بتائی۔

4- عَنْ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مَلْحَانَ قَالَتْ نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا قَرِیْبًا مِّنِّیْ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ یَتَبَسَّمُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَضْحَکَکَ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِیْ عُرِضُوْا عَلَیَّ یَرْکَبُوْنَ ظَهْرَ هٰذَا الْبَحْرِ کَالْمُلُوْکِ عَلَی الْأَسِرَّةِ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ یَجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ قَالَ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ نَامَ الثَّانِیَةَ فَفَعَلَ مِثْلَهَا ثُمَّ قَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا مِثْلَ جَوَابِهَا الْأَوَّلِ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِیْنَ. (بخاری و مسلم)

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا (جو رسول اللہ ﷺ کی محرم رشتہ دار تھیں) کہتی ہیں ایک دن (میں بیٹھی تھی) رسول اللہ ﷺ میرے قریب ہی سو گئے۔ پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول کس بات سے آپ کو ہنسی آئی۔ آپ نے فرمایا (خواب میں) میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو اس سمندر پر (اپنے جہازوں پر) اس طرح سوار بیٹھے ہوں

گے جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ میں نے درخواست کی کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے ان کے لئے دعا کی۔ پھر آپ دوبارہ سو گئے۔ پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضرت ام حرام نے وجہ پوچھی تو آپ نے پہلی طرح کا جواب دیا۔ انہوں نے پھر درخواست کی آپ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بھی کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم پہلے لوگوں میں سے ہو۔ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں جب جہاد کے لئے پہلی مرتبہ سمندری سفر ہوا تو واپسی میں شام کے علاقہ میں سواری سے گر کر ان کی وفات ہوئی)۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ نبی ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ ام حرام بحری سفر والے پہلے جہاد میں جائیں گی دوسرے میں نہیں۔ آئندہ کوئی کیا کرے گا اس کی آپ نے خبر دی۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُوْلُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ لِلّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يَّقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثٰى شَقِيٌّ أَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ وَ الْأَجَلُ. فَيُكْتُبُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ فَحِيْنَئِذٍ يَعْلَمُ بِذٰلِكَ الْمَلَكُ وَمَنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ خَلْقِهٖ عَزَّوَجَلَّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم پر ایک فرشتے کو مقرر فرما دیتے ہیں جو (ہر مرحلہ کے مطابق) کہتا جاتا ہے۔ اے میرے رب یہ (اب) نطفہ ہے۔ اے میرے رب یہ (اب) علقہ یعنی جما ہوا خون ہے۔ اے میرے رب یہ (اب) مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ جنین کی خلقت کو پورا کرنے کا ارادہ (اس فرشتے پر ظاہر) کرتے ہیں تو وہ فرشتہ پوچھتا ہے (اے میرے رب) یہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ بدبخت ہوگا یا نیک بخت۔ (اس کا) رزق کتنا ہوگا اور اس کی عمر کتنی ہوگی۔ جب کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس وقت یہ باتیں (فرشتہ کو بتا کر) لکھوا دی جاتی ہیں۔ پس اس وقت ان باتوں کا اس فرشتے کو اور اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے جس کو اللہ چاہتے ہیں علم ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ بچے کی پیدائش سے پہلے رحم پر مقرر فرشتے کو یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں اور انسانوں میں سے بھی بعض کو کچھ جزوی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔

استخارہ

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ كَثْرَةُ اسْتِخَارَتِهِ اللّٰهَ وَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَسَخْطُهُ بِمَا

قَضَى اللّٰهُ لَهٗ. (ترمذی)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابن آدم کا اللہ تعالیٰ سے کثرت سے استخارہ کرنا اور جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے فیصلہ فرما دیا ہے اس پر راضی رہنا اس کی سعادت (و نیک بختی) ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ سے استخارہ نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جو فیصلہ فرما دیا ہے اس پر راضی نہ ہونا اس کی بدبختی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاخَابَ مَنِ اسْتَخَارَ. (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے استخارہ کیا وہ نامراد نہیں ہوا۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا إِلْاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ أَوْقَالَ فِيْ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَ آجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ ..... (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمارے (اہم) کاموں میں ہم کو استخارہ (یعنی اللہ تعالیٰ سے خیر کی صلاح لینے کا طریقہ) اسی اہتمام سے سکھایا کرتے تھے جس اہتمام سے ہمیں قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو اہم کام پڑ جائے (مثلاً کسی عورت سے نکاح کرنا ہے تو کیا اس سے نکاح کرنے میں خیر ہے یا نہیں۔ یا حج پر جانا ہے تو اگر اپنے اختیار میں ہو تو یہ جاننا کہ آج نکلنے میں خیر ہے یا کل نکلنے میں ہے اور اس طرح اور کاموں میں) تو وہ دو رکعت نفل پڑھے پھر یہ کہے اللھم انی استخیر ک .....آخر تک یعنی اے اللہ میں آپ سے خیر کی صلاح لیتا ہوں آپ کے علم کے سبب سے اور (خیر والے کام پر) آپ سے قدرت طلب کرتا ہوں آپ کی قدرت کی وجہ سے اور آپ کے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں (جو یہ ہے کہ آپ خیر کو میرے لئے متعین اور آسان فرما دیں اور اس پر مجھ کو قدرت عطا فرما دیں) کیونکہ آپ (تمام) قدرت رکھتے ہیں جب کہ میں (ذاتی طور پر) کچھ قدرت نہیں رکھتا (جو تھوڑی سی قدرت ہے وہ بھی آپ کی عطا سے ہے) اور آپ (تو سب کچھ) جانتے ہیں جب کہ میں (کچھ) نہیں جانتا (مگر جو آپ نے سکھا دیا) اور آپ تو غیب کی تمام باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔ اے اللہ اگر آپ جانتے

ہیں کہ یہ کام (اس کام کو یہاں زبان سے کہے) میرے لئے خیر ہے میرے دین (وآخرت) کے اعتبار سے اور میری معاش (یعنی دنیوی زندگی) کے اعتبار سے اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے تو اس کو میرے مقدر میں کر دیجئے۔ اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے شر ہے میرے دین (وآخرت) کے اعتبار سے اور میری معاش (یعنی دنیوی) زندگی کے اعتبار سے اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے تو اس کام کو مجھ سے ہٹا دیجئے اور مجھے اس سے ہٹا دیجئے اور جہاں بھی ہو خیر کو میرے لئے مقدر فرما دیجئے پھر مجھے اس پر راضی بھی کر دیجئے۔

فائدہ: استخارہ سے صرف اتنی بات کا اطمینان ہوتا ہے کہ اس کام کے کرنے یا نہ کرنے میں مجموعی طور سے خیر ہوگی خواہ مطلوب حاصل ہو یا نہ ہو۔ یہ بھی من جانب اللہ الہام کا طریقہ ہے اور ظنی ہے اور خیر یا شر کا علم بھی جزوی ہے۔ اور چونکہ خود شریعت کا بتایا ہوا طریقہ ہے اس لئے اس میں کچھ حرج نہیں۔

الہام

الہام اس کو کہتے ہیں کہ غور وفکر کے بغیر کسی حقیقت کا دل میں القاء ہو جائے خواہ فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا بلاواسطہ ہو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰه تَعَالٰى جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَانَزَلَ بِالنَّاسِ أَمْرٌ قَطُّ فَقَالُوْا فِيْهِ وَقَالَ فِيْهِ عُمَرُ إِلَّا نَزَلَ الْقُرْآنُ فِيْهِ عَلٰى نَحْوِمَا قَالَ عُمَرُ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حق بات کو (الہام کے ذریعہ سے) عمر کی زبان اور قلب پر جاری کیا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب کبھی لوگوں کو کوئی (نئی) بات پیش آئی پھر اس کے بارے میں لوگوں نے بھی اپنی رائے دی اور حضرت عمر نے بھی اپنی رائے دی تو قرآن (ہمیشہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق ہی نازل ہوا۔

کشف قبور

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خِبَاءَهٗ عَلٰى قَبْرٍ وَهُوَلَا يَحْسِبُ أَنَّهٗ قَبْرٌ فَإِذَا فِيْهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ تَبَارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتّٰى خَتَمَهَا فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ (ترمذی).

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ کے ایک صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگا لیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔ تو اس قبر میں (دیکھا کہ) ایک آدمی سورہ ملک (یعنی تبارک الذی بیدہ الملک) پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس نے وہ سورت پوری پڑھ لی۔ وہ صحابی نبی ﷺ کے پاس آئے اور یہ واقعہ آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا یہ سورت حفاظت کرنے والی ہے۔ یہ سورت نجات دینے والی ہے۔ یہ سورت مردے کو (قبر میں) عذاب الٰہی سے نجات دیتی ہے۔

فائدہ: کشف قبور کبھی تو بلا قصد وکسب کے ہوتا ہے جیسا کہ ان صحابی کو ہوا اور کبھی کسب و ریاضت سے ہوتا ہے یعنی کوئی وظیفہ اور عمل کر کے اس کو کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح ٹیلی پیتھی وغیرہ کے ذریعہ لوگ اپنی بعض باطنی یا روحانی قوتوں کے واسطہ سے ایک دوسرے کے دل کے خیالات کو جان لیتے ہیں۔

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں بلا کسی جبر کے عالم کے حوادث و واقعات میں سے بعض باتوں کو اپنے بندوں پر جزوی طور پر کھول دیتے ہیں۔

تنبیہ: کسی بھی شخص کو یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی عالم کے حوادث و واقعات کا کل علم نہیں دیا گیا:

1- عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ قُبَّةٍ حَمْرَاءَ إِذْجَاءَ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ فَقَالَ مَنْ أَنْتَ قَالَ أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ غَيْبٌ وَمَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ مَا فِيْ بَطْنِ فَرَسِيْ قَالَ غَيْبٌ وَمَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَمَتٰى تُمْطَرُ قَالَ غَيْبٌ وَمَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ. (درمنثور)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک سرخ خیمے میں تھے کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار آیا اور پوچھا آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس شخص نے (یہ خیال کر کے کہ آپ اتنے اونچے درجے کے ہیں تو آپ کو سب کچھ معلوم ہوگا) پوچھا قیامت کب ہوگی۔ آپ نے فرمایا یہ غیب کی بات ہے (کیونکہ اللہ نے اس کا علم کسی کو بھی نہیں دیا) اور غیب کو تو صرف اللہ ہی جانتے ہیں (مگر جب کہ وہ خود ہی کسی پر اس کا کچھ جزوی علم کھول دیں)۔ اس شخص نے پوچھا میرے گھوڑے کے پیٹ میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ غیب کی بات ہے (کیونکہ مجھے اس کا علم نہیں دیا گیا) اور غیب کو تو صرف اللہ ہی جانتے ہیں۔ اس نے پوچھا بارش کب ہوگی۔ آپ نے فرمایا یہ (بھی) غیب کی بات ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا علم نہیں

دیا) اور غیب کو تو صرف اللہ ہی جانتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ جو غیب کھولتے ہیں اس کے علم کی خصوصیات یہ ہیں۔

1- اس کا حصول اس طرح نہیں کہ از خود یا خدائی عطا سے ایسی صلاحیت حاصل ہوگئی ہو کہ محض اس کی بنا پر کسی واسطے کے بغیر ہی ہو جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے کھول دینے سے ہوتا ہے۔ خواہ وحی یا الہام سے ہو یا ظاہری و باطنی حواس یا عقل سے ہو۔

2- اللہ تعالیٰ اس کے بتانے کے پابند نہیں ہیں۔

3- جزوی ہے کلی نہیں۔

4- ذریعہ کی نوعیت سے یہ جزوی علم کبھی قطعی یقینی ہوتا ہے اور کبھی ظنی ہوتا ہے مثلاً وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو تو قطعی ہوتا ہے کسی ولی کا الہام یا وہ طبی تفتیش (Clinical Tests) یا دیگر تجربات جن میں انسانی خطا و چوک کا احتمال ہوتا ہے ان سے حاصل شدہ علم ظنی (یعنی گمان غالب کے درجہ میں) ہوتا ہے۔

تنبیہ: مخلوق کو غیب کی بعض جزوی کا باتوں کا علم چونکہ کسی نہ کسی واسطہ اور ذریعہ سے ہوتا ہے تو ایسے علم کو علم غیب نہیں کہتے اور ایسے علم رکھنے والے کو عالم الغیب کہنا بھی جائز نہیں۔ علم غیب تو صرف اس کو کہتے ہیں جو کسی بھی واسطہ کے بغیر ہو اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو عالم الغیب کہا جائے گا۔

غیب کی بات کا وہمی علم

اوپر ذکر ہوا کہ غیب کی بعض جزوی باتوں کا علم بندوں کو قطعی یا ظنی ذرائع سے ہوسکتا ہے۔ ان کے علاوہ بعض ذرائع محض وہمی ہیں جو اٹکل کے درجہ میں ہیں کہ ان سے حاصل کردہ علم کبھی صحیح ہوتا ہے اور بہت مرتبہ غلط ہوتا ہے۔ ایسے ذرائع سے تعلق رکھنے کو ہی دین نے منع کر دیا ہے کیونکہ یہ علم کہلانے کے قابل ہی نہیں ہے۔ یہ ذرائع بہت سے ہیں مثلاً علم نجوم، کہانت، دست شناسی، علم جفر و رمل، علم خط اور علم عدد۔

حدیث میں ان کی حقیقت کی طرف بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

کہانت

جنات کو اپنے قابو میں کر کے ان کے ذریعہ سے خفیہ یا آئندہ کی خبر حاصل کرنے کو کہانت کہتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِشَيْءٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَ أَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُوْنُ حَقًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطِفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِيْ أُذُنِ وَلِيِّهٖ قَرَّ الدُّجَاجَةِ فَيَخْلِطُوْنَ فِيْهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كِذْبَةٍ. (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا (جو کسی جن پر قابو پا لیتے ہیں کہ کیا ان کو علم ہوتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا (مجموعی طور پر) یہ بے بنیاد ہیں (اور قابل اعتماد نہیں)۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول کبھی کبھی تو وہ ایسی بات بتاتے ہیں جو بالکل صحیح (اور واقع کے مطابق) ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ بات تو صحیح (اور واقع کے مطابق) ہوتی ہے (اور ہوتا یہ ہے کہ دنیا کے انتظام پر مامور فرشتے جب آپس میں کوئی بات کرتے ہیں تو) جن ان کی بات کو اچک لیتا ہے۔ پھر وہ مرغی کی کٹ کٹ کی طرح اس بات کو اپنے دوست (یعنی کاہن) کے کان میں ڈال دیتا ہے۔ پھر وہ کاہن اس کے ساتھ سو سے زیادہ جھوٹی باتیں ملا لیتے ہیں۔ (اور اپنے ایک سچ کی وجہ سے سو سے زائد جھوٹ چلاتے ہیں)۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهُ فَتُوْحِيْهِ إِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كِذْبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ. (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (کچھ) فرشتے بادل پر اترتے ہیں اور جن بعض کاموں کا فیصلہ آسمان پر ہو چکا ہے تذکرہ کرتے ہیں تو بعض شیطان جن ان کی بات اڑا لیتے ہیں اور اس کو سن کر پوشیدہ طریقے سے کاہنوں کو بتاتے ہیں پھر وہ کاہن اپنے پاس سے اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

علم نجوم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُوْمِ اِقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے (غیب سے متعلق) علم نجوم کا کوئی مسئلہ سیکھا تو اس نے (گناہ کے اعتبار سے) جادو کا مسئلہ سیکھا (کہ جو گناہ اس

میں ہے وہی علم نجوم کا مسئلہ سیکھنے میں ہے۔

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ وَ عَلَامَاتٍ يُهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ أَخْطَأَ وَ أَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْلَمُ. (بخاری)

(بڑے تابعی) حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ ستارے صرف تین چیزوں کے لئے بنائے ہیں۔ آسمان کی زینت کے لئے اور شیطانوں کو مارنے کے لئے (جیسا کہ قرآن پاک میں سورہ ملک میں ہے وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ. (یعنی ہم نے بے شک قریب کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے)۔

اور راہ معلوم کرنے کی علامتیں بنایا ہے (جیسا کہ سورہ نحل میں ہے وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ یعنی ستاروں سے وہ راہ پاتے ہیں) تو جو کوئی ان میں مذکور چیزوں سے ہٹ کر کوئی معنی نکالے (اور ان کو مستقبل کے واقعات جاننے کا ذریعہ سمجھے) تو اس نے غلطی کی اور (عمر کا) اپنا حصہ ضائع کیا اور ایسی چیز کے درپے ہوا جو اس طرح کے ذرائع سے معلوم نہیں ہوسکتی۔

فائدہ: عام لوگوں کی زبان میں آسمان پر چمکنے والی اور چھوٹی نظر آنے والی اشیاء کو ستارے کہا جاتا ہے خواہ وہ سائنسدانوں کی اصطلاح میں ستارے ہوں یا شہابئے ہوں یا کچھ اور۔ فضا میں جو پتھر ہوتے ہیں وہ ہوا سے رگڑ کھا کر روشن ہو جاتے ہیں۔ فرشتے جب شیطان جنوں پر فضا کے کسی پتھر کو پکڑ کر مارتے ہیں تو وہ ہوا سے رگڑ کھا کر روشن ہو جاتا ہے اور ٹوٹا ہوا ستارہ نظر آتا ہے قرآن نے اس کو شہاب کا نام بھی دیا ہے: وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (سورہ حجر 18-16) اور بالیقین ہم نے آسمان میں بڑے ستارے بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لئے ان سے آراستہ کیا۔ اور ہم نے اسے ہر شیطان مردود سے محفوظ کر دیا ہاں مگر کوئی بات چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شہاب (شعلہ) ہو لیتا ہے۔

عن الربیع (مثله و زاد) وَاللّٰهِ مَاجَعَلَ اللّٰهُ فِيْ نَجْمٍ حَيَاةَ أَحَدٍ وَلَا مَوْتَهٗ وَ اِنَّمَا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ.

(تابعی) ربیع بن زیاد رحمہ اللہ نے (بھی حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی طرح فرمایا۔ نیز یہ بھی) فرمایا

اللہ کی قسم اللہ نے کسی ستارے میں نہ کسی آدمی کی حیات (یعنی ولادت اور بقاء) کا اور نہ اس کے رزق کا اور نہ اس کی موت کا تعلق رکھا ہے۔ نجومی تو محض اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتے ہیں (اور یوں کہتے ہیں کہ فلاں ستارے کے طلوع کے ساتھ یہ واقعات وابستہ ہیں اور فلاں ستارے کے فلاں برج میں پہنچنے کے یہ اثرات ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عالم کے حوادث کی اور لوگوں کی قسمت کی ستاروں کے ساتھ کوئی وابستگی نہیں رکھی۔ کوئی بات اگر درست ہو جاتی ہے تو وہ محض اٹکل اور اتفاق ہے)

عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً. (مسلم)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی کسی عراف (یعنی جو بتاتا ہے کہ چوری کا مال کہاں ہے اور گمشدہ شخص کہاں ہے) کے پاس جا کر اس سے (ایسی) کوئی بات پوچھتا ہے تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں (یعنی اگرچہ فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن آئندہ چالیس دن کی نمازوں پر ثواب نہیں ملتا)۔

علم خط

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ..... مِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ خَطًّا قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ. (مسلم)

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ..... ہم میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو خط کھینچتے ہیں اور (اس کے ذریعہ سے دور کی اور آئندہ کی باتوں کا حساب لگا کر) بتاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نبیوں میں سے ایک خاص نبی (کو خط کا علم دیا گیا تھا اور وہ) خط کھینچ کر خبر معلوم کرتے تھے (یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں غیب کی بعض جزوی خبریں معلوم کرنے کا ذریعہ علم خط سکھایا تھا لیکن اب وہ علم باقی نہیں رہا بلکہ محض اٹکل ہے اور جو لوگ اب ایسا کرتے ہیں تو جس کا خط اٹکل اور اتفاق سے ان نبی کے خط کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کی بات صحیح ہو جاتی ہے (لیکن چونکہ اب وہ علم رہا ہی نہیں لہٰذا اب جو کچھ ہے محض وہمی چیز ہے کبھی صحیح ہو گی اور بہت مرتبہ غلط ہو جاتی ہے)۔

فائدہ: دست شناسی اور علم عدد اور علم رمل و علم جفر کا بھی یہی حکم ہے کہ یہ علوم کسی قطعی یا ظنی بنیادوں پر مبنی نہیں اور نہ ہی دین نے ان کو قابل اعتبار بتایا ہے لہٰذا وہمی چیز ہونے کی وجہ سے یہ شریعت میں قابل اعتبار نہیں۔ ان علوم کے دعویداروں کے پاس جا کر مخفی باتوں کو پوچھنا جائز نہیں اور

نہ ہی ان علوم سے متعلق کوئی شغل اختیار کرنا چاہئے۔

فال اور شگون

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ لَا طِیَرَةَ وَخَیْرُهَا الْفَالُ قَالُوْا وَمَا الْفَالُ قَالَ الْکَلِمَةُ الصَّالِحَةُ یَسْمَعُهَا أَحَدُکُمْ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پرندوں کو اڑا کر شگون لینا (یا کسی اور طریقے سے فال نکالنا یا شگون لینا اسلام میں) نہیں ہے۔ البتہ اس میں جو درست چیز ہے وہ فال (کی صرف ایک ہی قسم) ہے۔ لوگوں نے پوچھا (اس) فال سے کیا مراد ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ عمدہ اور اچھا کلمہ ہے جو تم میں سے کوئی سنے (مثلاً کسی کام سے نکلے اور کامیابی یا سلامتی کا لفظ کان میں پڑا تو اس سے امید کرنا کہ اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں گے اور سلامتی رکھیں گے)۔

باب: 13

سنت وحدیث کا بیان

دین میں سنت کا مقام

اللہ تعالیٰ کو انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا جونمونہ پسند ہے وہ کمال و اعتدال کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال میں موجود ہے۔اسی لئے قرآن پاک میں فرمایا: وَلَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی اے ایمان والوتمہارے لئے رسول اللہ میں بہترین قابل تقلید نمونہ ہے۔اس حقیقت کو رسول اللہ ﷺ نے بھی امت کے سامنے خوب کھول کر بیان کیا تا کہ کسی قسم کا ابہام نہ ہے اور آپ نے جہاں کہیں لوگوں کو اس حقیقت کو نظر انداز کرتے دیکھا تو فوراً اصلاح فرمائی۔صحابہ جو آپ ﷺ کی تربیت میں رہے اور آپ کے فیضان نظر سے کامل بن گئے خصوصاً خلفائے راشدین کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کو کمال کے ساتھ اپنے اندر اتار لیا تھا اس لئے ان کو بھی قابل تقلید قرار دیا گیا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ ثَلاثَةُ رَهْطٍ إِلٰى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ أَحَدُهُمْ أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَداً وَ قَالَ الْآخَرُ أَنَا أَصُوْمُ النَّهَارَ أَبَدًا وَلَا أُفْطِرُ وَقَالَ الْآخَرُ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ وَ أُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ. (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تین صحابی نبی ﷺ کی ازواج کے پاس آئے اور آپ کی عبادت کے معمولات پوچھے۔ جب ان کو معمولات بتائے گئے تو انہوں نے اپنے اندازے سے ان کو کم خیال کیا پھر خود ہی کہنے لگے کہاں ہم کہاں نبیا اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف کی ہوئی ہیں۔تو ایک نے کہا میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن میں روزہ رکھوں گا کبھی نہ چھوڑوں گا۔تیسرے نے کہا میں تو عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا

کبھی بھی نکاح نہ کروں گا۔ نبی ﷺ (کو ان کی بات پہنچی تو آپ) ان کے پاس آئے اور پوچھا کیا تم ہی ہو جنہوں نے ایسی ایسی بات کہی (انکے ہاں کہنے پر آپ نے فرمایا) خدا کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقوی رکھنے والا ہوں اور چونکہ دل کی کیفیت ہی ظاہری اعمال کی بنیاد ہوتی ہے اس لئے تمہارے خیال کے مطابق تو مجھے عبادت میں بہت زیادہ محنت کرنی چاہئے لیکن (اس کے باوجود میرا طریقہ اور میری سنت یہ ہے کہ) میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں (رات میں تہجد کی) نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں اور (چونکہ میری سنت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اللہ نے اس کو نمونہ بنایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل خوبی اس میں ہے کہ آدمی اپنی دینی اور دنیوی ذمہ داریوں کو اعتدال کے ساتھ پورا کرے۔ تو) جس نے میری سنت سے اعراض کیا (وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ نہیں رہا اور جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ نہیں رہا) اس کا مجھ سے کچھ تعلق نہیں رہا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَابُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَ تُمْسِيَ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غَشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ يَا بُنَيَّ وَذٰلِكَ مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ وَمَنْ أَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ. (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے اگر تو ایسا کر سکے کہ تیری صبح و شام اس حال میں ہو کہ تیرے دل میں کسی کے بارے میں بھی بدخواہی نہ ہو تو ایسا کر لے۔ پھر فرمایا اے میرے بیٹے یہ بات میری سنت اور میرے طریقے کی ہے اور جو کوئی میری سنت سے محبت کرے اس نے (درحقیقت) مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی (اور میرے طریقے اور میری سنت پر عمل پیرا رہا) وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا (یعنی وہ بھی جنت میں داخل ہوگا اور یوں ہم جنت میں اکٹھے ہوں گے اگرچہ درجے مختلف ہوں گے)

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ. (موطا امام مالک)

امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان کو تھامے رکھو گے اور ان پر عمل پیرا رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے (ایک) کتاب الٰہی اور (دوسری) اللہ کے رسول کی سنت۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِأً عَلٰى أَرِيْكَتِهٖ

يَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْأً إِلَّا مَا فِيْ هٰذَا الْقُرْآنِ أَلَا وَ إِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ أَمَرْتُ وَ وَعَظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْاٰنِ أَوْ أَكْثَرُ وَ أَنَّ اللّٰه لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ وَلَا ضَرْبَ نِسَاءِ هِمْ وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ إِذَا أَعْطَوْكُمُ الَّذِيْ عَلَيْهِمْ. (ابوداؤد)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم میں کوئی شخص جو اپنی مسہری پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو (اور بے فکری میں ہو اور دین کے صحیح علم کو حاصل کرنے کا کچھ اہتمام نہ کیا ہو) اور (اپنی متکبرانہ جہالت سے) دعویٰ کرتا ہو کہ اللہ نے صرف وہی چیزیں حرام کی ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ خبردار! (خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ فکر بالکل غلط ہے بلکہ وحی الٰہی دو طرح کی ہوتی ہے ایک وحی کتابی اور دوسری وحی غیر کتابی) اور خدا کی قسم (وحی غیر کتابی کی بناء پر) میں نے بہت سی چیزوں کا حکم دیا ہے اور بہت کچھ نصیحتیں کی ہیں اور بہت سی چیزوں سے منع کیا ہے۔ یہ سب احکام قرآنی احکام کے برابر بلکہ ان سے زائد ہیں (جن میں سے بطور مثال چند حکم یہ ہیں کہ) اللہ نے تمہارے لئے جائز نہیں رکھا کہ تم ذمیوں (یعنی وہ غیر مسلم جنہوں نے تمہیں جزیہ دینا قبول کیا ہے ان) کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل ہو اور ان کی عورتوں کو مار پیٹ کرو اور زبردستی ان کے باغوں کے پھل کھاؤ (یعنی ان کی کمائی میں سے ناحق حصہ وصول کرو) جب تک وہ تمہیں جزیہ دیتے رہیں۔

عَنِ الصَّحَابِيِّ الْجَلِيْلِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللّٰه عنه أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَحَدَّثَهُ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ الَّتِيْ تُحَدِّثُوْنَاهَا وَتَرَكْتُمُ الْقُرْآنَ. يَاأَبَا نُجَيْدٍ إِنَّكُمْ تُحَدِّثُوْنَنَا بِاَحَادِيْثَ لَمْ نَجِدْ لَهَا أَصْلًا فِي الْقُرْآنِ فَغَضِبَ عِمْرَانُ وَقَالَ لِلرَّجُلِ قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ وَجَدْتَ فِيْهِ صَلَاةَ الْعِشَاءِ أَرْبَعاً وَوَجَدْتَ الْمَغْرِبَ ثَلَاثاً وَالْغَدَاةَ رَكْعَتَيْنِ وَالظُّهْرَ أَرْبَعاً وَالْعَصْرَ أَرْبَعاً قَالَ لَا قَالَ فَعَمَّنْ أَخَذْتُمْ ذٰلِكَ أَلَسْتُمْ عَنَّا أَخَذْتُمُوْهُ وَأَخَذْنَاهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . أَوَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةٌ وَفِيْ كُلِّ كَذَا بَعِيْرٍ كَذَا وَفِيْ كُلِّ كَذَا دِرْهَمًا كَذَا، قَالَ لَا قَالَ فَعَمَّنْ اَخَذْتُمْ ذٰلِكَ، أَلَسْتُمْ عَنَّا أَخَذْتُمُوْهُ وَأَخَذْنَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . أَوَجَدْتُمْ فِيْ الْقُرْآنِ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ أَوَجَدْتُمْ فِيْهِ فَطَوِّفُوْا سَبْعًا وَارْكَعُوْا خَلْفَ الْمَقَامِ ؟ أَرَأَيْتَ لَوْ أَبَيْتَ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ إِلَّاالْقُرْآنَ أَيْنَ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ..... الْمَوْقَفُ بِعَرَفَةَ وَرَمْيُ الْجِمَارِ كذا، وَالْيَدُ مِنْ أَيْنَ يُقْطَعُ؟ أَمِنْ هُنَا

أَمْ مِنْ هٰهُنَا؟ وَ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى مَفْصَلِ الْكَفِّ وَ وَضَعَ عِنْدَ الْمِرْفَقِ وَ وَضَعَ يَدَهُ عِنْدَ الْمَنْكِبِ أَ تَجِدُ هٰذَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مُفَسَّراً. إِنَّ كِتَابَ اللّٰهِ قَدْ أَبْهَمَ هٰذَا وَإِنَّ السُّنَّةَ تُفَسِّرُ ذٰلِكَ اتَّبِعُوْا حَدِيْثَنَا مَا حَدَّثْنَاكُمْ وَإِلَّا وَاللّٰهِ ضَلِلْتُمْ. (جامع بيان العلم و فضله. المدخل البيهقي. كفاية للخطيب)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کوئی بات پوچھی۔ انہوں نے حدیث بیان کی تو اس شخص نے کہا: کہ یہ کیا احادیث ہیں جو آپ ہم سے بیان کرتے ہیں اور آپ نے قرآن کو ترک کر دیا ہے۔ اے ابو نجید آپ ہم سے ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کی اصل ہم قرآن میں نہیں پاتے۔ عمران رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے اور اس شخص سے کہا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ پوچھا کیا تو نے اس میں یہ بات پائی کہ عشاء کی نماز کی چار رکعتیں ہیں اور کیا تو نے یہ پایا کہ مغرب کی تین رکعتیں ہیں اور فجر کی دو رکعتیں اور ظہر کی چار اور عصر کی چار رکعتیں ہیں۔ جواب دیا کہ نہیں فرمایا کہ یہ تم نے کس سے حاصل کیا۔ کیا ہم سے حاصل نہیں کیا اور ہم نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے نہیں لیا۔ کیا تم نے اس میں پایا کہ ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری ہے اور اتنے اونٹوں میں اتنے اونٹ ہیں اور ہر اتنے درہم میں اتنے درہم ہیں۔ کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہ تم نے کس سے حاصل کیا۔ کیا تم نے اس کو ہم سے حاصل نہیں کیا اور ہم نے اس کو نبی ﷺ سے حاصل کیا۔

تم نے قرآن میں یہ پایا وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ کیا تم نے اس میں یہ بھی پایا کہ سات چکر لگاؤ اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھو۔ بتا اگر تو اور تیرے ساتھی قرآن کے علاوہ (حدیث) کو نہ لیں تو تجھے کہاں سے پتہ چلے کہ موقف اور رمی جمار کیا ہے اور یہ کہ (چوری کی سزا میں) ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا یہاں سے یا وہاں سے اور انہوں نے اپنا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ پر اور کہنی کے جوڑ اور مونڈھے پر رکھا (کیونکہ عربی میں ید کا لفظ ہتھیلی سے لے کر کندھے کے جوڑ تک پر بولا جاتا ہے) کیا تو ان باتوں کا تفصیلی بیان کتاب الٰہی میں پاتا ہے؟ (بات یہ ہے کہ) کتاب اللہ اس بارے میں مبہم ہے (کہ اس میں ان کا تفصیلی بیان نہیں ہے) سنت ان کو بیان کرتی ہے۔ اور فرمایا جو حدیث ہم تم سے بیان کریں تم اس کی پیروی کرو ورنہ اللہ کی قسم تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

فائدہ: عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اس قصے کے آخر میں یہ بھی نقل کیا کہ

وَلَمْ يَكُنِ الرَّجُلُ الَّذِيْ قَالَ هٰذَا صَاحِبَ بِدْعَةٍ وَلٰكِنَّهُ كَانَتْ مِنْهُ.

وہ شخص جس نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے وہ بات کی بدعتی نہ تھا البتہ یہ بات

بدعت کی کہی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت پیدا ہونے والے بعض بدعتی اور گمراہ فرقوں نے حدیث وسنت کے خلاف مہم چلائی اور کچھ لوگ ان کی باتوں سے متاثر ہوکر ایسی باتیں کرنے لگے تھے۔ موجود صحابہ نے اس گمراہی کا بھی مقابلہ کیا اور تحقیقی جواب دیئے۔

عَنْ أَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِي قَالَ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ لَا تُحَدِّثُوْنَا إِلَّا بِمَا فِي الْقُرْآن فَقَالَ مُطَرِّفٌ إِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُرِيْدُ بِالْقُرْآنِ بَدَلاً وَلٰكِنْ نُرِيْدُ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ بِالْقُرْآنِ مِنَّا. (بيهقي)

ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے (بڑے تابعی) حضرت مطرف بن عبداللہ شخیر رحمہ اللہ سے کہا آپ ہمیں صرف وہی بتائیں جو قرآن میں ہے (حدیث نہ بتائیں) تو حضرت مطرف نے فرمایا اللہ کی قسم (حدیث وسنت سے) ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ ہم قرآن (کو چھوڑ کر اس کا بدل تلاش کریں بلکہ ہماری غرض تو وہ ہستی (یعنی رسول اللہ ﷺ کی ذات) ہے جو قرآن کی ہم سے زیادہ عالم ہے (جب آپ ﷺ قرآن کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں تو ہمیں قرآن کو سمجھنے کے لئے آپ ہی کے اقوال وافعال کو دیکھنا پڑے گا)۔

مندرجہ بالا حقائق کی بنا پر بعض تابعین سے ایسے اقوال ملتے ہیں۔

1- قَالَ الْأَوْزَاعِيُ. اَلْكِتَابُ أَحْوَجُ إِلَى السُّنَّةِ مِنَ السُّنَّةِ إِلَى الْكِتَابِ.

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کتاب الٰہی جتنی سنت کی محتاج ہے اتنی سنت کتاب الٰہی کی محتاج نہیں ہے (کیونکہ کتاب الٰہی میں احکام کو تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ وہ تفصیل سنت میں ملتی ہے مثلاً قرآن میں نماز اور زکوٰۃ کا حکم ہے لیکن ان کی تفصیل نہیں ہے)۔

2- قَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ اَلسُّنَّةُ قَاضِيَةٌ عَلَى الْكِتَابِ وَلَيْسَ الْكِتَابُ قَاضِياً عَلَى السُّنَّةِ.

یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ نے کہا سنت کتاب الٰہی کی تفصیل کرنے والی ہے کتاب الٰہی سنت کی تفصیل کرنے والی نہیں ہے۔

فائدہ: اس قول کا یہ ترجمہ کرنا کہ سنت کتاب الٰہی کے خلاف فیصلہ دے سکتی ہے غلط ہے اور خود کہنے والے کی مراد کے بھی خلاف ہے۔

سنت کے ساتھ تمسک کی فضیلت

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ فَلَهُ

أَجْرُ مِأَةِ شَهِيْدٍ (مَشکواۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب (بدعات اور فسق کی کثرت اور زور کی وجہ سے) میری امت میں فساد پھیلا ہوا ہو اس وقت جو کوئی میری سنت (یعنی میرے طریقوں) پر کاربند رہے گا تو (چونکہ یہ احیائے دین ہے اور اس کی خاطر مذکورہ حالات میں اس کو بہت کچھ مخالفتیں اور مشقتیں برداشت کرنی پڑیں گی لہٰذا) اس کو سو شہیدوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے اصول و فروع سے اہل علم صحابہ اور ان میں سے بھی خصوصاً خلفائے راشدین خوب باخبر تھے اس لئے آپ ﷺ نے ان کے علم و عمل کو سند جواز عطا فرمائی اور تصریح فرما دی کہ یہ حضرات جو طریقہ بھی بتائیں وہ چونکہ میری سنت کے اصول کے مطابق ہوگا اس لئے اس کو میری ہی سنت کا تتمہ سمجھو اور اس پر عمل کرو۔

خلفائے راشدین کی سنت کی حجیت

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرِفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَ وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَأَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا فَقَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ ..... فَإِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافاً كَثِيْراً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. (احمد)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک دن نماز پڑھائی پھر آپ ہماری طرف رخ کر کے بیٹھ گئے اور ہمیں انتہائی پر اثر وعظ و نصیحت فرمائی جس سے ہماری آنکھیں چھلک پڑیں اور ہمارے دل خوفزدہ ہو گئے۔ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو الوداعی وعظ معلوم ہوتا ہے آپ ہمیں کچھ (مزید) وصیت فرما دیجئے (جو آپ کی وفات کے بعد ہمارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہو) آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے (اور نتیجتاً اس کی نافرمانیوں سے بچنے کی وصیت کرتا ہوں .....اور جو میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت کچھ اختلاف دیکھیں گے (کہ لوگ حق کو چھوڑ کر نئے نئے عقیدے اور گمراہیاں اختیار کر لیں گے تو ان گمراہیوں سے بچنے کیلئے) تم لازمی طور پر میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین (یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم) کی سنت پر (جو کہ درحقیقت میری ہی سنت ہو

گی) کاربند رہنا اور مضبوطی سے تھامے رکھنا۔

صحابہ کی سنت کی حجیت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرَفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى أَثَرِهِمْ وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدٰى الْمُسْتَقِيْمِ. (مشكوٰة)

جو کوئی کسی کی سنت اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ ان کی سنت اختیار کرے جو وفات پا چکے ہیں کیونکہ زندہ کے بارے میں فتنہ میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے امن نہیں ہے اور یہ لوگ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب ہیں یہ اس امت کے سب سے افضل حضرات تھے۔ ان کے دل سب سے زیادہ نیک تھے اور ان کا علم بہت ہی گہرا تھا۔ ان (کے اعمال و افعال) میں تکلف نام کو بھی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کے لئے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے اختیار کیا۔ تو تم ان کی فضیلت کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو اور اپنی طاقت بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرت کا اتباع کرو کیونکہ وہ بالکل صحیح سیرت پر تھے۔

سنت و حدیث کی حفاظت

صحابہ اور پھر تابعین رضی اللہ عنہم دونوں کے دور میں دونوں طرح سے حدیث کی حفاظت کا اہتمام تھا ایک زبانی یاد کر کے اور دوسرے تحریر میں ضبط کر کے۔

عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَكْثَرَ حَدِيْثاً عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنِّيْ إِلَّا مَاكَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهٗ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ. (بخاری و ترمذی)

وہب بن منبہ اپنے بھائی (ہمام بن منبہ) سے نقل کرتے ہیں انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کوئی مجھ سے زیادہ نبی ﷺ کی حدیثوں والا نہیں تھا سوائے حضرت عبداللہ بن عمرو کے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا (محض زبانی یاد کرنے پر اکتفا کرتا تھا)۔

صحابہ میں کتابت حدیث کا اہتمام

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أُرِيْدُ حِفْظَهُ فَنَهَتْنِيْ قُرَيْشٌ وَقَالُوْا تَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَوْمَأَ بِإِصْبَعِهٖ إِلٰى فِيْهِ وَقَالَ اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا خَرَجَ مِنْهُ إِلَّا الْحَقُّ. (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں ہر اس چیز کو لکھ لیتا تھا جو میں رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا اور اس سے میری غرض یہ ہوتی کہ میں حدیث کو یاد رکھوں گا۔ مجھے قریش نے (اس سے) روکا اور کہا تم رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں جو غصہ اور رضا مندی (دونوں حالتوں) میں بھی بات کہتے ہیں (اور ظاہر یہ ہے کہ اعتدال کی حالت سے ہٹ کر جب دوسری حالت ہوگی تو دیگر لوگوں کی طرح آپ کی بات بھی حق و اعتدال کی راہ سے کچھ ہٹی ہوئی ہوسکتی ہے)۔ تو میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور اس بات کا ذکر میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا تم لکھتے رہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔

عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَايُرَغِّبُنِيْ فِي الْحَيَاةِ إِلَّا الصَّادِقَةُ وَالْوَهْطُ. فَأَمَّا الصَّادِقَةُ فَصَحِيْفَةٌ كَتَبْتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَمَّا الْوَهْطُ فَأَرْضٌ تَصَدَّقَ بِهَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ كَانَ يَقُوْمُ عَلَيْهَا. (دارمی)

مجاہد رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا زندگی کی مجھے ترغیب دینے والی صرف دو چیزیں ہیں۔ ایک صادقہ ہے اور دوسری وہط ہے۔ صادقہ سے مراد تو ایک (حدیثوں کا) صحیفہ (رجسٹر) ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے (سن کر) لکھا اور وہط سے مراد وہ زمین تھی جو (میرے والد) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وقف کر دی تھی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ خود اس کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

عَنْ بَشِيْرِبْنِ نُهَيْكٍ قَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ مَا أَسْمَعُ مِنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ. فَلَمَّا أَرَدْتُّ أَنْ أُفَارِقَهُ أَتَيْتُهُ بِكِتَابِهٖ فَقَرَأْتُهُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ لَهُ هٰذَا مَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ. (دارمی)

بشیر بن نہیک کہتے ہیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیثیں سنتا تھا ان کو لکھ لیا کرتا تھا۔ جب میرا ان کے پاس سے واپسی کا ارادہ ہوا تو میں اپنی کاپی ان کے پاس لایا اور ان کو وہ پوری

پڑھ کر سنائی اور (پھر طلب تصدیق کے طور پر) میں نے ان سے کہا یہ وہ (ہی) ہیں (نا) جو میں نے آپ سے سنی تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ صَحِيْفَةٍ. (دارمی)

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس (ان کی بتائی ہوئی حدیثیں) ایک کاپی میں لکھتا تھا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ. (دارمی)

عمر بن ابی سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس علم (حدیث) کو کتابت کے ذریعہ قید کرلو۔

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ قَيِّدُوْا هٰذَا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ. (دارمی)

عبدالملک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس علم (یعنی حدیث) کو کتابت کے ذریعہ قید کرلو۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ كِتَابِ الْعِلْمِ فَقَالَ لَابَاسَ بِذَلِكَ. (دارمی)

حسن بن جابر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے علم (حدیث) کو لکھنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا كَانَ يَقُوْلُ لِبَنِيْهِ يَابَنِيَّ قَيِّدُوْا هٰذَا الْعِلْمَ. (دارمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پوتے ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں سے کہتے تھے کہ اے میرے بیٹو اس علم کو قید کرلو (یعنی لکھ لو)۔

تابعین میں کتابت حدیث کا اہتمام

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلٰى أَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِمَا ثَبَتَ عِنْدَكَ مِنَ الْحَدِيْثِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَبِحَدِيْثِ عُمَرَ فَإِنِّيْ قَدْخَشِيْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذِهَابَهُ. (بخاری)

عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر بن محمد

بن حزم رحمہ اللہ کو یہ فرمان لکھا کہ آپ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی جو حدیثیں ثابت ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو حدیثیں ثابت ہوں وہ مجھے لکھ بھیجیں کیونکہ (اگر ان کو تحریری صورت میں جمع نہ کیا گیا تو) مجھے علم (حدیث) کے مٹ جانے اور چلے جانے کا خوف ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلٰى أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ أَنِ انْظُرُوْا حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاكْتُبُوْهُ فَإِنِّيْ قَدْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَ ذِهَابَ أَهْلِهِ. (دارمی)

عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اہل مدینہ کو (یہ فرمان) لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو تلاش کرو اور ان کو لکھ لو کیونکہ (اگر ان کو تحریری صورت میں جمع نہ کیا گیا تو) مجھے علم (حدیث) کے مٹ جانے اور اہل علم کے ختم ہو جانے کا خوف ہے۔

عَنْ عُبَيْدِ الْمُكْتَبِ قَالَ رَأَيْتُهُمْ يَكْتُبُوْنَ التَّفْسِيْرَ عَنْ مُجَاهِدٍ. (دارمی)

عبید مکتب کہتے ہیں میں نے مجاہد رحمہ اللہ کے شاگردوں کو دیکھا کہ وہ ان سے تفسیر لکھ رہے ہیں۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى أَنَّهُ رَاٰى نَافِعًا مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ يُمْلِيْ عِلْمَهُ وَيُكْتَبُ بَيْنَ يَدَيْهِ. (دارمی)

سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام نافع کو دیکھا (جو کہ حدیث کے بڑے عالم تھے) کہ وہ اپنی حدیثیں املا کرا رہے ہیں اور وہ ان کے سامنے ہی لکھی جا رہی ہیں۔

عَنْ مَنْصُوْرٍ قَالَ قُلْتُ لِإِبْرَاهِيْمَ إِنَّ سَالِمًا أَتَمُّ مِنْكَ حَدِيْثًا قَالَ إِنَّ سَالِمًا كَانَ يَكْتُبُ. (دارمی)

منصور کہتے ہیں میں نے ابراہیم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ (کیا وجہ کہ) سالم آپ سے زیادہ حدیث میں کمال رکھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ سالم حدیث لکھ لیا کرتے تھے (اور ہم صرف زبانی یاد کرتے تھے)۔

عَنْ شُرَحْبِيْلَ أَبِيْ سَعْدٍ قَالَ دَعَا الْحَسَنُ بَنِيْهِ وَبَنِيْ أَخِيْهِ فَقَالَ يَابَنِيَّ وَبَنِيْ اَخِيْ إِنَّكُمْ صِغَارُ قَوْمٍ يُوْشِكَ أَنْ تَكُوْنُوْا كِبَارَ آخَرِيْنَ فَتَعَلَّمُوا الْعِلْمَ. فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ أَنْ يَّرْوِيَهُ أَوْ قَالَ يَحْفَظَهُ فَلْيَكْتُبْهُ وَلْيَضَعْهُ فِيْ بَيْتِهِ. (دارمی)

ابو سعد شرحبیل کہتے ہیں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو بلایا اور کہا اے میرے بیٹوں اور میرے بھتیجو تم (اس وقت) قوم کے چھوٹے لوگوں میں سے ہو۔ قریب ہے کہ تم آئندہ لوگوں کے بڑے بن جاؤ (تو تم میں بڑے ہونے کی اہلیت بھی ہونی چاہئے جس کے لئے دنیا و آخرت میں کام آنے والا علم ضروری ہے) لہٰذا علم (حدیث) حاصل کرو۔ اور جو کوئی تم میں سے حدیث کو یاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ اس کو لکھ لے اور اس کو اپنے گھر میں (اپنے پاس سنبھال کر رکھے)۔

عَنْ يُوْنُسَ قَالَ كَانَ الْحَسَنُ يَكْتُبُ وَيَكْتُبُ وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَايَكْتُبُ وَلَا يَكْتُبُ. (دارمی)

یونس کہتے ہیں کہ حسن بصری رحمہ اللہ حدیث خوب لکھتے تھے اور ابن سیرین رحمہ اللہ بالکل نہ لکھتے تھے (بلکہ زبانی یاد کرتے تھے)

تنبیہ:

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ وَحَدِّثُوْا عَنِّيْ وَلَا حَرَجَ. (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میری طرف سے (جہاں قرآن لکھا ہو اس میں) کچھ (حدیث) نہ لکھو (یا اس طرز پر مت لکھو کہ بعد میں کسی کو یہ غلط فہمی ہو جائے کہ یہ بھی قرآن کا حصہ ہے) اور جس کسی نے میری طرف سے قرآن کے علاوہ کو (مندرجہ بالا طریقوں پر) لکھا ہو وہ اس کو مٹا دے۔ اور تم زبانی مجھ سے حدیث بیان کرو اس میں کچھ حرج (اور مضائقہ) نہیں ہے۔

فائدہ: حَدِّثُوْا عَنِّيْ وَلَا حَرَجَ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ اس وقت حدیث کو خاص طرز پر لکھنا منع کیا گیا تھا نہ تو اور طرح لکھنے سے منع کیا اور نہ خود حدیث سے منع کیا بلکہ اس کو زبانی بیان کرنے کی ترغیب دی جس سے اس کا حجت ہونا معلوم ہوتا ہے۔

صحابہ میں حدیثیں زبانی یاد کرنے کا اہتمام

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ أَكْثَرَ أَبُوْهُرَيْرَةَ وَلَوْ لَا آيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَاحَدَّثْتُ حَدِيْثًا ثُمَّ تَلَا إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى اِلٰى قَوْلِهِ الرَّحِيْمُ إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَ إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ

يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِيْ أَمْوَالِهِمْ وَأَنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِشَبْعِ بَطْنِهٖ وَيَحْضُرُ مَالَا يَحْضُرُوْنَ وَيَحْفَظُ مَالَا يَحْفَظُوْنَ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا۔ پھر انہوں نے وہ آیتیں پڑھیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاانْزَلْنَا. الخ (بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں بعد اس کے کہ ہم کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب میں، ان پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے مگر جنہوں نے توبہ کی اور درست کیا اپنے کام کو اور بیان کر دیا حق بات کو تو ان کو معاف کرتا ہوں اور میں ہوں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان) ہمارے مہاجر بھائیوں کی بازاروں میں تجارت کی مشغولیت ہوتی تھی اور ہمارے انصاری بھائیوں کی مشغولیت ان کی زمینوں میں کاشتکاری کی تھی جب کہ ابوہریرہ تو (بس صرف) پیٹ بھرنے پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لگا رہتا تھا اور ایسے اوقات میں حاضر رہتا تھا جب وہ نہیں ہوتے تھے اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا جو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْراً أَنْسَاهُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُهٗ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّ فَضَمَمْتُهٗ فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں جن کو بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ۔ میں نے اپنی چادر بچھائی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے (اس میں) کچھ اشارہ فرمایا۔ پھر فرمایا (اس چادر کو اپنے ساتھ لگا لو۔ میں نے اس کو (اپنے سینہ کے ساتھ) لگا لیا۔ پھر میں کبھی کچھ نہیں بھولا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنِّيْ لَيَمْنَعُنِيْ أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا (مجھے بہت سی حدیثیں یاد ہیں لیکن) بہت حدیثیں بیان کرنے سے مجھے یہ بات روکتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم کی آگ میں بنالے (مجھے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں حدیث میں غلطی سے کمی بیشی نہ ہو جائے اس لئے بیان کرنے سے رکتا ہوں لیکن ساتھ ہی اطمینان ہے کیونکہ وہ حدیثیں ضائع نہیں ہوئیں بلکہ اور لوگوں نے ان کو بیان کر دیا ہے)۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحَادِيْثَ وَحَفِظْتُهَا. (طبرانی کبیر)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی احادیث کو سنا اور ان کو یاد کیا۔

تابعین میں حدیثیں زبانی یاد کرنے کا اہتمام

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ الزُّهَرِيُّ بِحَدِيْثٍ فَلَقِيْتُهُ فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ. فَأَخَذْتُ بِلِجَامِهٖ فَقُلْتُ يَا أَبَابَكْرٍ أَعِدْ عَلَيَّ الْحَدِيْثَ قَالَ وَ تَسْتَعِيْدُ الْحَدِيْثَ قَالَ قُلْتُ وَ مَا كُنْتَ تَسْتَعِيْدُ الْحَدِيْثَ قَالَ لَا قُلْتُ وَلَا تَكْتُبُ قَالَ لَا. (دارمی)

امام مالک کہتے ہیں امام زہری رحمہ اللہ نے ایک حدیث سنائی تھی۔ ایک رستہ میں میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان (کے گھوڑے) کی لگام پکڑ لی اور درخواست کی کہ اے ابوبکر جو حدیث آپ نے ہمیں سنائی تھی اس کو میرے لئے دوبارہ ذکر کر دیجئے۔ انہوں نے فرمایا (ارے) تم حدیث کو دوبارہ کہلوا رہے ہو؟ (جس کا مطلب ہے کہ تم نے پہلی دفعہ سنتے ہوئے یا تو پوری حاضر دماغی سے کام نہیں لیا یا بعد میں اس کو یاد رکھنے کا پورا اہتمام نہیں کیا۔ مجھے ان کے اس طرح کہنے پر تعجب ہوا تو) میں نے پوچھا کیا آپ حدیث کا اعادہ نہیں کرواتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ حدیث لکھتے بھی نہیں تھے کہا نہیں (لکھتے بھی نہیں تھے بلکہ ایک دفعہ کے سنے ہوئے کو یاد کرتے تھے)۔

عَنْ شَبْرُمَةَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ مَا كَتَبْتُ سَوَاداً فِيْ بَيَاضٍ وَلَا اسْتَعَدْتُّ حَدِيْثًا مِنْ إِنْسَانٍ (دارمی)

شبرمہ کہتے ہیں میں نے امام شعبی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نہ تو کبھی حدیث لکھی (بلکہ ہمیشہ زبانی سنی اور زبانی اس کو یاد رکھا) اور (ہمیشہ بہت ہی حاضر دماغی سے کام لیا یہاں تک کہ) میں نے کسی بھی شخص سے (ایک دفعہ حدیث سننے کے بعد) حدیث کو دوبارہ نہیں کہلوایا۔

حدیث کے لینے میں احتیاط

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ لَيْسَ كُلُّنَا كَانَ يَسْمَعُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَتْ لَنَا ضَيْعَةٌ وَّ أَشْغَالٌ وَلٰكِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَكْذِبُوْنَ يَوْمَئِذٍ فَيُحَدِّثُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. (بیہقی)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم (صحابہ) میں سے سب رسول اللہ ﷺ کی

حدیث (خود) نہیں سنتے تھے (کیونکہ) ہماری زمینیں اور مشغولیتیں تھیں (جن کے لئے ہم سے کچھ کو جانا ہی ہوتا تھا) لیکن اس دور میں لوگ (یعنی صحابہ) جھوٹ نہیں بولتے تھے اور جو لوگ نبی ﷺ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے وہ غیر موجود لوگوں کو (بعد میں آپ ﷺ کی اس مجلس کی) حدیثیں بیان کرتے۔

عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَ بِحَدِيْثٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ أَوْ حَدَّثَنِیْ مَنْ لَّمْ يَكْذِبْ وَاللّٰهِ مَا كُنَّا نَكْذِبُ وَلَا كُنَّا نَدْرِی الْكَذِبَ. (بیهقی)

قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی۔ (حاضرین میں سے) ایک شخص نے پوچھا کیا آپ نے خود یہ رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں (جو حدیثیں میں بیان کرتا ہوں وہ یا تو خود میں نے اپنے کانوں سے براہ راست نبی ﷺ سے سنی ہوتی ہیں) یا مجھ سے ایسے صاحب نے بیان کی ہوتی ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اللہ کی قسم ہم (صحابہ) نہ تو جھوٹ بولتے تھے (تو حدیث میں تو اور بھی جھوٹ سے بچتے تھے کیونکہ اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں) اور نہ ہی ہم جھوٹ (بولنے) کو جانتے تھے (کہ کیسے بولتے ہیں کیونکہ ہمیں اس سے کچھ سروکار ہی نہیں تھا)۔

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بعض گمراہ اور بدعتی فرقوں کا ظہور ہوا جنہوں نے اپنے مطلب کی جھوٹی حدیثیں ایجاد کرنی شروع کیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے حدیث کو قبول کرنے میں احتیاط و تحقیق کی راہ اختیار کی اور پوچھتے کہ کن واسطوں سے حدیث بیان کرتے ہو۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ لَمْ يَكُوْنُوا يَسْأَلُوْنَ عَنِ الْإِسْنَادِ. فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ. فَيُنْظَرُ إِلٰى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلٰى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ. (مسلم. مقدمه)

محمد بن سیرین رحمہ اللہ (جو کہ بڑے تابعین میں سے تھے انہوں) نے فرمایا (پہلے جب کوئی حدیث سناتا تو) لوگ اس سے اس حدیث کی سند (یعنی حدیث روایت کرنے والوں کے ناموں کے سلسلہ) کے بارے میں نہ پوچھتے تھے (کیونکہ وہ لوگ صحابہ تھے جو جھوٹ نہ بولتے تھے)۔ پھر جب (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا) فتنہ رونما ہوا (اور بدعتی گروہ پیدا ہوئے جو اپنے مطلب کی حدیثیں گھڑنے لگے) تو (اب حدیث سنانے والوں سے) کہتے کہ اپنی حدیث کے واسطوں کے نام بتاؤ۔ پھر دیکھا جاتا اگر وہ اہلسنت ہوتے تو ان کی حدیث لے لیتے اور اگر بدعتی ہوتے تو ان کی بتائی

ہوئی حدیث نہ لیتے۔

عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّ بُشَيْرًا الْعَدَوِيَّ جَاءَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ وَيَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَذَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَذَا فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَأْذَنُ لِحَدِيْثِهٖ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ. فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا لِيْ أَرَاكَ لَا تَسْمَعُ لِحَدِيْثِيْ. أُحَدِّثُكَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا تَسْمَعُ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلاً يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِبْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا وَ أَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا. فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُوْلَ لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ. (مسلم، مقدمه)

مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بشیر عدوی (نامی تابعی) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حدیث بیان کرنے لگے اور کہنے لگے رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا لیکن حضرت ابن عباس نے نہ تو ان کی حدیث کی طرف کان لگائے اور نہ ہی ان کی طرف نظر اٹھائی۔ (یہ دیکھ کر) بشیر نے کہا اے ابن عباس کیا بات ہے کہ آپ میری (بیان کردہ) حدیث کو سن ہی نہیں رہے۔ (یہ عجیب معاملہ ہے کہ) میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور آپ سن ہی نہیں رہے۔ (اس پر) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک وقت تھا کہ جب ہم کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو فوراً اس کی طرف ہماری نگاہیں اٹھ جاتی تھیں اور ہم اس کی طرف اپنے کان لگا لیتے تھے۔ لیکن جب سے لوگوں نے اچھے برے رستوں پر چلنا شروع کر دیا (یعنی بدعتیں ایجاد ہوگئیں اور بدعتی لوگوں نے حدیثیں ایجاد کرنا شروع کر دیں) تو ہم لوگوں سے صرف وہی حدیثیں لیتے ہیں جن (کے دین سے ہونے) کو ہم پہچانتے ہیں۔

باب: 14

بدعت

بدعت کی تعریف اور حکم

1- عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ أَحْدَثَ فِیْ أَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہمارے دین میں (دین کے کام کے طور پر) کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے (یعنی دین میں اس کے جواز کی قرآن، سنت اور قیاس میں کوئی دلیل نہیں ہے) تو وہ بات مردود ہے (اور اللہ کے ہاں غیر مقبول ہے)۔

2- عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (حمد وصلاۃ کے بعد یہ بتانا ہے کہ) سب سے بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے (کیونکہ وہ سراسر ہدایت ہے) اور سب سے بہترین سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے (کیونکہ وہ کتاب الٰہی کی عملی تفسیر ہے) اور سب سے برے کام وہ ہیں جو دین میں نئے ایجاد کئے گئے ہوں (خواہ انکا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے اور دین میں ان کے جواز کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ ایسے کام دین کی اصطلاح میں بدعت کہلاتے ہیں) اور (ایسی) ہر بدعت گمراہی ہے (کہ راہ حق سے ہٹ کر ہے)۔

بدعات کی ایک مثال سے وضاحت

3- عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطاً عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَقَالَ ھٰذِہٖ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِنْھَا شَیْطَانٌ یَدْعُوْ إِلَیْہِ وَقَرَأَ وَأَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْہُ الآیہ. (احمد و نسائی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے ایک سیدھا خط

کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کا (سیدھا) رستہ ہے (جو عقائد حقہ اور اعمال صالحہ پر مشتمل ہے) پھر آپ نے اس خط (سے منحرف اور اس) کے دائیں بائیں چند اور خطوط کھینچے اور فرمایا یہ بھی رستے ہیں (لیکن) ان میں سے ہر رستے پر (انسانوں میں سے یا جنوں میں سے) ایک شیطان موجود ہے جو اس رستے کی طرف بلاتا ہے گمراہ انسان بھی گمراہی کے نئے نئے رستے نکال کر لوگوں کو ان کی طرف بلاتے ہیں اور شیطان جن بھی اور یہ آیت پڑھی وَاَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا الخ یعنی یہ میرا رستہ ہے اس حال میں کہ یہ سیدھا ہے تو بس اسی پر چلو اور شیطانوں کے رستے جو راہ حق سے منحرف اور ہٹے ہوئے ہیں ان پر مت چلو ورنہ تم راہ حق سے بھٹک جاؤ گے۔

بدعت کی ایجاد کا وبال:

4- عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِيْ قَدْ أُمِيْتَتْ بَعْدِيْ فَإِنَّ لَهٗ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئاً وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلَ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَايَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أَوْزَا رِهِمْ شَيْئاً. (ترمذی)

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت میں سے کسی سنت کو زندہ کیا (کہ قول و عمل سے اس کی اشاعت کی) جو میرے بعد (اس پر عمل کے متروک ہونے کی وجہ سے) مردہ ہو چکی تھی (تو اس کی کوشش کی وجہ سے) جو لوگ بھی اس پر عمل کریں گے ان سب کے اجر کے برابر اس شخص کو اجر ملے گا اور دیگر عمل کرنے والوں کے اجر میں کچھ کمی نہ کی جائے گی اور جس نے کوئی گمراہ بدعت ایجاد کی جو اللہ اور اس کے رسول پسند نہیں کرتے تو اس پر جو بھی عمل کریں گے ان کے گناہوں کے برابر اس شخص کو بھی گناہ ملے گا جب کہ ان لوگوں کے گناہ میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی نے مدینہ منورہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دیا تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں اور انسانوں کی سب کی لعنت ہے۔ نہ تو اس کی نفلی عبادت قبول ہوگی اور نہ فرض عبادت قبول ہوگی۔

فائدہ: بدعت جہاں بھی ہو بدعت ہے اور بڑے وبال کی چیز ہے لیکن مقام کی اہمیت کے

اعتبار سے اس کا وبال اور بڑھ جاتا ہے۔ مدینہ منورہ تو رشد و ہدایت کا مرکز ہے اس لئے وبال اور بھی زیادہ ہوگا۔

بدعت کی ایک خاص نحوست

عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثِ بِدْعَةٍ. (احمد)

حضرت غضیف بن حارث رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اس کی مثل سنت اس سے اٹھالی جاتی ہے (کیونکہ اس عمل میں جو سنت طریقہ تھا اس قوم اس کو ترک کر کے من گھڑت اور بے دلیل طریقہ اختیار کیا اور یوں سنت سے محروم ہوئی۔ تو جب بدعت کی یہ نحوست ہے) تو کسی چھوٹی سی سنت کو تھامے رکھنا کسی بدعت کو ایجاد کرنے سے بہتر ہے (اگرچہ اپنی کوتاہ نظر میں اس بدعت میں بڑی فضیلت نظر آ رہی ہو)۔

بدعتی توقیر و تعظیم کا مستحق نہیں

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ. (بيهقى)

(تابعی) حضرت ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی بدعتی کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد دی (کیونکہ اسلام تو رسول اللہ ﷺ کے کئے ہوئے اور بتائے ہوئے طریقوں کا نام ہے جن کو سنت بھی کہتے ہیں اور بدعتی سنت اور اسلام کے طریقے کو ڈھا کر ہی اس پر اپنی بدعت کو قائم کرتا ہے۔ اور بدعتی کی توقیر و تعظیم کرنا اس کی تائید کرنے میں شمار ہوتا ہے لہٰذا بدعتی کی توقیر کرنے والا بھی جرم میں شریک ہو جاتا ہے)۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ فُلَانًا يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ قَالَ بَلَغَنِيْ أَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ فَإِنْ كَانَ أَحْدَثَ فَلَا تَقْرَأْ عَلَيْهِ السَّلَامَ. (دارمى)

نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو سلام کہتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اس نے کچھ بدعت ایجاد کر لی ہے۔ اگر (فی الواقع) اس نے بدعت ایجاد کی ہے تو اس کو (میری طرف سے) سلام نہ کہنا۔

بدعت کی چند صورتیں

مستحب کام کو ناجائز ہیئت کے ساتھ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی ﷺ پر درود مستحب ہے۔ لیکن غیر مشروع ہیئت میں اس کو کرنا بدعت ہے۔ ایک غیر مشروع ہیئت یہ ہے کہ اجتماعی صورت میں اس طریقے سے کیا جائے کہ سب ذکر کرنے والے یہ التزام کریں کہ وہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے خواہ کسی کو امیر بنا کر یا اس کے بغیر اور خواہ جہرا ہو یا سرا ہو۔

عَنْ أَبِیْ الْبَخْتَرِیِّ قَالَ أَخْبَرَ رَجُلٌ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ أَنَّ قَوْمًا یَجْلِسُوْنَ فِیْ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِیْهِمْ رَجُلٌ یَقُوْلُ کَبِّرُوا اللّٰهَ کَذَا وَکَذَا وَسَبِّحُوا اللّٰهَ کَذَا وَکَذَا وَ احْمَدُوا اللّٰهَ کَذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَیَقُوْلُوْنَ ذٰلِکَ ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَإِذَا رَأَیْتَهُمْ فَعَلُوْا ذٰلِکَ فَأْتِنِیْ فَأَخْبِرْنِیْ بِمَجْلِسِهِمْ قَالَ فَأَتَیْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَجْلِسِهِمْ فَأَتَاهُمْ وَعَلَیْهِ بُرْنُسٌ لَهُ فَجَلَسَ فَلَمَّا سَمِعَ مَایَقُوْلُوْنَ قَامَ وَکَانَ رَجُلاً حَدِیْداً فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَیْرُهُ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ أَوْلَقَدْ فُقْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ عِلْمًا. فَقَالَ أَحَدُهُمْ مُتَعَذِّرًا وَاللّٰهِ مَا جِئْنَا بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ وَلَا فُقْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُتْبَةَ یَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ قَالَ عَلَیْکُمْ بِالطَّرِیْقِ فَالْزَمُوْهُ فَوَ اللّٰهِ لَئِنْ فَعَلْتُمْ لَقَدْ سُبِقْتُمْ سَبْقًا بَعِیْدًا وَلَئِنْ أَخَذْتُمْ یَمِیْنًاوَّشِمَالًا لَتَضِلُّوْنَ ضَلَالًا بَعِیْدًا. وَفِیْ رِوَایَةٍ أَخْرَجَهَا الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ یَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَ أَتُوْبُ اِلَیْهِ فَأَمَرَ هُمْ أَنْ یَّتَفَرَّقُوْا. (حیاة الصحابة)

(کئی صحابہ کے شاگرد اور بخاری و مسلم کے راویوں میں سے سعید بن فیروز) ابوالبختری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ کچھ لوگ مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی مرتبہ تکبیر کہو اور اتنی مرتبہ تسبیح کہو اور اتنی مرتبہ تحمید کہو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کیا وہ اس طرح کہتے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جب تم ان کو ایسا کرتے دیکھو تو میرے پاس آ کر مجھ کو ان کی مجلس کی خبر دینا۔ کہتے ہیں کہ (مسجد میں جب لوگوں کی مجلس ہونے لگی تو) میں نے آ کر آپ کو ان کی مجلس کے انعقاد کی خبر دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ برنس (ٹوپی والا لمبا کوٹ) پہنے

ہوئے ان لوگوں کے پاس آئے اور بیٹھ گئے اور جب جو کچھ وہ کہہ رہے تھے اس کو سنا تو کھڑے ہو گئے اور وہ تیز فہم وسخت آدمی تھے اور کہا میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔ خدائے وحدہ لاشریک لہ کی قسم تم نے یہ نہایت تاریک وسیاہ بدعت ایجاد کی ہے یا پھر تم نبی ﷺ کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے ہو۔ ان میں سے ایک نے معذرت کے طور پر کہا کہ اللہ کی قسم نہ تو ہم نے تاریک وسیاہ بدعت ایجاد کی اور نہ ہی ہم علم میں محمد ﷺ کے اصحاب پر فائق ہوئے اور عمرو بن عتبہ نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا (تم صحابہ) کے طریقے کو لازم پکڑو۔ اللہ کی قسم اگر تم نے اس جیسے کام کئے تو تم بہت پیچھے رہ جاؤ گے اور اگر تم نے دائیں یا بائیں کوئی راہ اختیار کی تو تم دور کی گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔ طبرانی کی معجم کبیر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمرو بن عتبہ نے کہا اے ابن مسعود میں اللہ کی بخشش طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ تو آپ نے لوگوں کو متفرق ہونے کا حکم دیا۔

فائدہ: تسبیح تہلیل اور تحمید اذکار مسنونہ ہیں۔ مسجد میں ذکر کرنا بھی منع نہیں اور صحابہ کے دور میں مجالس ذکر بھی ہوتی تھیں۔ لیکن ان جائز چیزوں کے ساتھ جب یہ ہیئت ملی کہ اجتماع میں شریک سب لوگوں نے یہ التزام کیا کہ وہ سب ایک ہی وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے تو اس کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو بدعت کہا۔

سنن دارمی میں عمر بن یحییٰ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں:

كُنَّا نَجْلِسُ عَلٰى بَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ فَإِذَا خَرَجَ مَشَيْنَا مَعَهٗ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَاءَ نَا أَبُوْمُوْسَى الْأَشْعَرِيّ فَقَالَ أَخَرَجَ إِلَيْكُمْ أَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بَعْدُ ؟ قُلْنَا لَا. فَجَلَسَ مَعَنَا حَتّٰى خَرَجَ. فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا إِلَيْهِ جَمِيْعًا فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوْسٰى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنِّىْ رَأَيْتُ فِى الْمَسْجِدِ انِفًا أَمْرًا أَنْكَرْتُهٗ وَلَمْ أَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ إِلَّا خَيْرًا قَالَ فَمَا هُوَ فَقَالَ إِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ قَالَ رَأَيْتُ فِىْ الْمَسْجِدِ قَوْمًا حَلَقًا جُلُوْسًا يَنْتَظِرُوْنَ الصَّلٰوةَ فِىْ كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ وَفِىْ أَيْدِيْهِمْ حَصًا فَيَقُوْلُ كَبِّرُوْا مِائَةً فَيُكَبِّرُوْن مِائَةً فَيَقُوْلُ هَلِّلُوْا مِائَةً فَيُهَلِّلُوْنَ مِائَةً وَيَقُوْلُ سَبِّحُوْا مِائَةً فَيُسَبِّحُوْنَ مِائَةً قَالَ مَاذَا قُلْتَ لَهُمْ قَالَ مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئًا اِنْتِظَارَ رَايِكَ أَوْ اِنْتِظَارَ أَمْرِكَ قَالَ أَفَلَا أَمَرْتَهُمْ أَنْ يَّعُدُّوْا سَيِّئَا تِهِمْ وَضَمَنْتَ لَهُمْ أَنْ لَا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ. شَيْءٌ ثُمَّ مَضٰى وَمَضَيْنَا مَعَهٗ حَتّٰى أَتٰى حَلْقَةً مِنْ تِلْكَ الْحَلَقِ فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِىْ أَرَاكُمْ تَصْنَعُوْنَ قَالُوْا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَصًى نَعُدُّ بِهٖ

التَّكْبِيْرَ وَالتَّهْلِيْلَ وَالتَّسْبِيْحَ قَالَ فَعُدُّوْا سَيِّئَاتِكُمْ فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَا أَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ مُتَوَا فِرُوْنَ وَهٰذِهٖ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ وَانِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنَّكُمْ لَعَلٰى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدٰى مِنْ مِّلَّةِ مُحَمَّدٍ أَوْمُفْتَتِحُوْ بَابِ ضَلَالَةٍ قَالُوْا وَاللّٰهِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ قَالَ وَ كَمْ مِنْ مُرِيْدٍ لِخَيْرٍ لَنْ يُّصِيْبَهُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْمًا يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيْهِمْ وَأَيْمُ اللّٰهِ مَا أَدْرِيْ لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ ثُمَّ تَوَلّٰى عَنْهُمْ. فَقَالَ عَمْرٌو رَأَيْنَا عَامَّةَ أُولٰئِکَ يُطَاعِنُوْنَا يَوْمَ النَّهْرَوَانَ مَعَ الْخَوَارِجِ. (دارمی)

فجر کی نماز سے پیشتر ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ جاتے تھے اور جب وہ باہر نکلتے تو ان کے ساتھ مسجد پیدل جاتے تھے۔ (ایک دن) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) تمہارے پاس باہر آئے ہیں؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ تو وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو ہم سب ان کی طرف کھڑے ہوئے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی بات دیکھی جو میں نے بری سمجھی اور الحمد اللہ میری رائے بھلائی ہی کی ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے؟ تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ کی زندگی رہی تو آپ اس کو عنقریب دیکھ لیں گے۔ میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں حلقے بنائے بیٹھے دیکھا۔ لوگوں کے پاس کنکریاں ہیں اور ہر حلقہ میں ایک شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ تکبیر کہو تو لوگ سو مرتبہ تکبیر کہتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہو تو لوگ سو مرتبہ یہ کلمہ کہتے ہیں اور وہ شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہو تو لوگ سو مرتبہ یہ کلمہ کہتے ہیں۔ اس پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا؟ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار میں میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے ان سے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے ان کو یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ (اس صورت میں) ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چلے اور ہم آپ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہوئے۔ پھر (چونکہ وہ دل میں ذکر کر رہے تھے اس لئے) ان سے پوچھا میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں انہوں نے جواب دیا کہ کنکریاں ہیں جن پر تکبیر تہلیل اور تسبیح کو شمار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اپنے گناہوں کو شمار کرو

اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ اے امت محمد تم پر افسوس ہے کہ کتنی جلدی تمہاری بربادی ہے۔ تمہارے نبی ﷺ کے یہ صحابہ کثیر تعداد میں موجود ہیں اور آپ ﷺ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسی ملت پر ہو جو محمد ﷺ کی ملت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے اور یا تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو۔ انہوں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن ہم نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ہیں جن کو خیر ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا (یعنی مجھے قطعی علم تو نہیں البتہ فراست سے اندازہ کرتا ہوں) شاید کہ ان کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو۔ پھر آپ ان لوگوں کی طرف سے پھر گئے۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت (ایک گمراہ بدعتی فرقے) خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگ نہروان میں لڑ رہی تھی۔

فائدہ: 1- یہ واقعہ پہلے سے مختلف اور علیحدہ واقعہ ہے۔ پہلے واقعہ میں ذکر جہری کیا جا رہا تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو ذکر کرتے خود سنا جب کہ اس واقعہ میں ذکر سری تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حلقہ والوں سے پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو۔ علاوہ ازیں پہلے قصہ میں لوگوں نے توبہ و استغفار کیا جب کہ اس قصہ میں لوگوں نے آگے سے حجت بازی کی۔ نیز پہلے قصہ کا وقت مغرب کی نماز کے بعد کا ہے جب کہ دوسرے قصہ کا وقت فجر کی نماز سے پہلے کا ہے۔

2- صحابہ نے یہ بدعات دیکھ کر نہی عن المنکر کا اپنا فرض پورا کیا۔

اپنی طرف سے کسی مطلق کو مقید اور مقید کو مطلق کرنا

یعنی جو عمل کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہ ہو اس کو وقت کے ساتھ مخصوص کرنا اور جو وقت کے ساتھ خاص ہو اس کو دوسرے وقتوں میں کرنا۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَلَا تَخْتَصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُ أَحَدُكُمْ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب جمعہ کو دوسری راتوں سے

(نفلی) نماز اور قیام کے لئے خاص نہ کرو اور جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں سے (نفلی) روزہ کے لئے خاص نہ کرو مگر جب کہ وہ (جمعہ کا دن) ایسے (مسنون) روزہ میں پڑے جس کا وہ روزہ رکھتا (رہا) ہے۔ مثلاً (ایام بیض یا پندرہویں شعبان یا عاشوراء کہ ان میں اگر جمعہ کا دن آ جائے تو خیر ہے کیونکہ اس وقت جمعہ کے دن کا روزہ جمعہ کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسری مسنون وجہ سے ہے)۔

فائدہ: چونکہ نبی ﷺ نے جمعہ اور نماز جمعہ کے بہت سے فضائل بیان فرمائے تھے تو خدشہ تھا کہ کوئی اپنی رائے سے روزہ نماز جیسی بنیادی عبادت میں اپنی ایجاد نہ کر بیٹھے اس لئے خود آپ نے منع فرما دیا کہ جتنے کام جمعہ اور شب جمعہ میں ہم نے فرما دیئے یعنی نماز جمعہ اور خطبہ اور لوازمات فقط وہی اس میں افضل اور سنت ہیں اگر کوئی اس پر قیاس کر کے اور اضافہ کرے گا تو وہ مقبول نہ ہوگا لہٰذا اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم وصلوٰۃ کے واسطے خاص نہ کرو کیونکہ نفلی صوم وصلوٰۃ تمام اوقات وایام میں یکساں ہیں کسی وقت کی خصوصیت ہمارے حکم کے بغیر درست نہیں۔ اور وہ کام جو جمعہ کے دن کے ساتھ خاص تھے جیسے نماز اور خطبہ جمعہ وغیرہ ان میں جمعہ کی تخصیص کو نظر انداز کرنا بھی منع کر دیا کہ یہ کام کسی اور دن نہیں ہو سکتے۔

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ إِنَّ رَفْعَكُمْ أَيْدِيَكُمْ بِدْعَةٌ مَا زَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى هٰذَا يَعْنِيْ إِلَى الصَّدْرِ. (احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا (دعا میں سر تک یا سر سے اونچے ہاتھ اٹھانا) بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے (یعنی سینہ سے) اوپر ہاتھ نہیں اٹھائے۔

فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ إِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ الضُّحٰى فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ. (بخاری ومسلم)

تو (دیکھا کہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ان لوگوں کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ (چاشت کی نماز اگرچہ اصل سے جائز ہے لیکن اس کو مسجد میں اعلانیہ پڑھنا اور اس کے لئے اجتماع واہتمام کرنا) بدعت ہے۔

کسی شرعی دلیل کے بغیر کسی موقع کے لئے کوئی ذکر ایجاد کرنا یا اس میں تبدیلی کرنا

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ رَجُلاً عَطَسَ إِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَ أَنَا أَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا أَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ. (ترمذی)

نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں چھینک ماری اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ. (اس کے اس کہنے پر) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (بطور ذکر کے) اَلْحَمْدِ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ (یا دونوں کلموں کو علیحدہ علیحدہ ان کے شرعی موقع پر) تو میں بھی کہتا ہوں لیکن (چھینک آنے پر) اس طرح کہنے کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نہیں دی۔ ہمیں تو آپ نے یہ سکھایا کہ (چھینک آنے پر) ہم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِ حَالٍ کہیں۔

عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ لَهٗ سَالِمٌ وَعَلَيْكَ وَعَلٰى أُمِّكَ فَكَأَنَّ الرَّجُلَ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ فَقَالَ أَمَا إِنِّيْ لَمْ أَقُلْ إِلَّا مَاقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْكَ وَعَلٰى أُمِّكَ. إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. (ترمذی و ابوداؤد)

ہلال بن یساف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ (موجود لوگوں میں سے ایک کو چھینک آئی اور (اس پر) اس نے السلام علیکم کہا۔ سالم رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) اس کو کہا عَلَيْكَ وَ عَلٰى اُمِكِّ (یعنی تجھ پر بھی اور تیری ماں پر بھی)۔ اس شخص نے (اپنی ماں کے اس طرح سے ذکر پر) اپنے دل میں غصہ کیا تو انہوں نے فرمایا (بھئی) میں نے تمہیں صرف وہی بات کہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو کہی تھی جس کو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں چھینک آئی تو اس نے السلام علیکم کہا تو نبی ﷺ نے اس کو (جواب میں) فرمایا عَلَيْكَ وَ عَلٰى أُمِّكَ. (اور پھر تعلیم فرمائی کہ) جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ رب العالمین کہے۔

بلا شرعی ضرورت کے کوئی عمل کرنا

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَسْجِدًا وَقَدْ أُذِّنَ فِيْهِ وَنَحْنُ نُرِيْدُ أَنْ نُصَلِّيَ فِيْهِ. فَثَوَّبَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اُخْرُجْ بِنَا مِنْ عِنْدِ هٰذَا الْمُبْتَدِعِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ (ترمذی)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں داخل

ہوا۔ اس مسجد میں اذان ہو چکی تھی اور ہمارا ارادہ اسی مسجد میں نماز پڑھنے کا تھا۔ (اتنے میں) مؤذن نے تثویب شروع کر دی (یعنی اپنے لفظوں میں بلند آواز سے لوگوں کو پکارنا شروع کیا۔ چونکہ اس دور میں اس وقت کی تثویب نبی ﷺ سے منقول نہ تھی اور تھی بھی بلا ضرورت کیونکہ اس دور میں نماز کے معاملہ میں لوگ مستعد تھے اور اذان سنتے ہی مسجد میں حاضر ہونے کی فکر کرتے تھے) اس لئے بدعت تھی لہٰذا) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں اس بدعتی کے پاس سے لے چلو اور انہوں نے اس مسجد میں نماز نہیں پڑھی۔

بدعتی فرقوں کے بارے میں سختی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِیْ لَیْسَ لَهَا فِی الْإِسْلَامِ نَصِیْبٌ اَلْمُرْجِئَةُ وَالْقَدْرِیَّةُ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کے لئے اسلام میں کچھ (قابل ذکر) حصہ نہیں ہے (ان کا ایمان تو ہے لیکن بڑی گمراہی کا ملاوٹ شدہ)۔ ایک مرجئہ (جو کہتے ہیں کہ اعمال کیسے ہی برے کر لو ان کی وجہ سے آخرت کے انجام پر کچھ اثر نہ پڑے گا) اور دوسرے قدریہ (جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال محض بندوں کی قدرت سے پیدا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادے سے نہیں)۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُجَالِسُوْا أَهْلَ الْقَدْرِ وَلَا تُفَاتِحُوْهُمْ (ابوداؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تقدیر کے منکرین کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہ کرو اور نہ ہی ان کے ساتھ گفتگو کرو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْقَدْرِیَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَ إِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ (احمد و ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں (کیونکہ جب وہ تقدیر کے منکر ہیں تو وہ انسان کو اپنے عمل میں خدا سے آزاد سمجھتے ہیں اور اس طرح خدا کے ارادہ کے مقابلہ میں انسان کے ارادہ کو آزاد اور مستقل حیثیت دیتے ہیں جو خدائی کی صورت ہے) اس لئے اگر وہ بیمار ہوں تو تم ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔

قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ بَعَثَ عَلِيٌّ وَهُوَ بِالْيَمَنِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِذَهْبَةٍ فِيْ تُرْبَتِهَا فَقَسَّمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةٍ بَيْنَ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسِ الْحَنْظَلِيِّ وَبَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرِ الْفَزَارِيِّ وَبَيْنَ عَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ وَبَيْنَ زَيْدِ الْخَيْلِ الطَّائِيِّ ..... فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِي الْجَبِيْنِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِتَّقِ اللّٰهَ قَالَ فَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ إِذَا عَصَيْتُهُ أَيَأْمَنُنِيْ عَلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُوْنِيْ (وفی روایة أَلَا تَأْمَنُوْنِيْ وَأَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِيْنِيْ خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحاً وَمَسَاءً) فَسَأَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ قَتْلَهُ أُرَاهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَمَنَعَهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْماً يَقْرَئُوْنَ الْقُرْاٰنَ لا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَةِ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عادٍ (جمع الفوائد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جب یمن کے گورنر تھے تو انہوں نے نبی ﷺ کو مٹی ملا سونا بھیجا۔ آپ ﷺ نے وہ چار آدمیوں یعنی اقرع بن حابس، عیینہ بن بدر، علقمہ بن علاثہ اور زید طائی کے درمیان (انکی تالیف قلب کے قصد سے) اس کو تقسیم کر دیا ..... ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی بلند تھی، داڑھی گھنی تھی، گال ابھرے ہوئے تھے اور سر مونڈا ہوا تھا وہ آگے آیا اور کہا اے محمد اللہ سے ڈریئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کرنے لگوں تو اللہ کی فرمانبرداری کون کرے گا۔ کیا اللہ تو مجھے زمین والوں پر امین مانے لیکن تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو۔ (اور ایک اور روایت میں ہے آپ نے فرمایا کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے حالانکہ میں آسمان والے کا امین ہوں اور اسی وجہ سے میرے پاس صبح و شام آسمان کی خبریں آتی ہیں) اس پر موجود لوگوں میں سے ایک شخص نے جو میرے خیال میں خالد بن ولید تھے رسول اللہ ﷺ سے اس اعتراض کرنے والے کو قتل کرنے کی اجازت مانگی لیکن آپ نے ان کو منع کر دیا (کیونکہ اگرچہ اس نے بدنیتی سے ایسا کہا تھا لیکن الفاظ میں بظاہر کوئی عیب نہ تھا) جب وہ شخص مڑ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی نسل میں سے ایک ایسی قوم ہوگی جو قران پڑھے گی لیکن قرآن کا اثر ان کے حلق سے نیچے دل میں نہیں اترے گا (اور) وہ اسلام سے ایسے صاف اور غیر متاثر ہو کر نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے ہو کر نکل جاتا ہے۔ وہ اہل اسلام کو تو قتل (کرنے پر جرأت) کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض نہ کریں گے۔ اگر میں نے اپنے زمانے میں ان کو پایا تو میں ان کو ضرور قتل کروں گا اور ان کا انجام قوم عاد کی طرح کر دوں گا۔

فائدہ: جس قوم کے بارے میں نبی ﷺ نے پیش گوئی فرمائی یہ اس وقت ظاہر ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ صفین میں قرآن کے مطابق فیصلہ کرانا طے ہوا اور دونوں طرف سے حکم مقرر ہوئے۔ جب انکا فیصلہ سامنے آیا تو یہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف ہو گئے اور کہا کہ حکم دینا تو اللہ کا کام ہے انسانوں نے (حکم بن کر) کیسے فیصلہ دے دیا۔ اس طرح تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اور ایسا کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ تجدید ایمان کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ خلفائے راشدین مہدیین کے طریقے کو لازم پکڑو لیکن انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی اور آپ کی فوج سے علیحدہ ہو گئے۔ یہ لوگ خارجی کہلائے اور چونکہ مقام حروراء میں انکا اجتماع ہوا تھا اس لئے ان کو حروری بھی کہتے ہیں۔ جب ان لوگوں نے مسلمانوں کے جان و مال پر دست درازی شروع کی تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف لشکر کشی کی اور خارجیوں سے جنگ نہروان لڑی جس میں انکا سردار مارا گیا جس کی کچھ علامتیں نبی ﷺ نے بیان فرمائی تھیں۔

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُهٗ ﷺ یَقُوْلُ یَخْرُجُ فِیْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ..... قَوْمٌ تُحَقِّرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ اَوْ حَنَاجِرَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرِّمْیَةِ فَیَنْظُرُ الرَّامِیْ سَهْمَهٗ إِلٰی نَصْلِهٖ إِلٰی رَصَافِهٖ فَیَتَمَارٰی فِی الْفُوْقَةِ هَلْ عَلَقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَیْءٌ. (جمع الفوائد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس امت میں ..... ایک ایسی قوم پیدا ہو گی کہ (بظاہر بہت ہی عبادت گزار ہوں گے اور) تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن اس کا اثر ان کے حلق سے آگے نہ بڑھے گا (یعنی قرآن پر صحیح عمل نہ ہو گا) وہ دین سے ایسے صاف نکل جائیں گے جیسے شکار میں سے تیر صاف نکل جائے اور تیر انداز اپنے تیر کے پھل اور تیر کے پٹھے کی طرف دیکھتا رہ جائے (اور اس پر شکار کا کچھ اثر نہ پائے) اور اس کے منہ میں شک کرے کہ کیا اس پر کچھ خون لگا ہے یا نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ أَنَّ الْحَرُوْرِیَّةَ لَمَّا خَرَجُوْا عَلٰی عَلِیٍّ فَقَالُوْا لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ قَالَ عَلِیٌّ كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِیْدَ بِهَا بَاطِلٌ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَصَفَ لَنَا نَاسًا اِنِّیْ لَأَعْرِفُ صِفَتَهُمْ فِیْ

هٰؤُلَاءِ يَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ وَلَا يُجَاوِزُ هٰذَا مِنْهُمْ وَأَشَارَ إِلٰى حَلْقِهٖ وَمِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَيْهِ مِنْهُمْ أَسْوَدُ إِحْدٰى يَدَيْهِ طُبْيُ شَاةٍ أَوْ حُلْمَةُ ثَدْيٍ. فَلَمَّا قَتَلَهُمْ عَلِيٌّ قَالَ اُنْظُرُوا فَلَمْ يَجِدُوْا شَيْئًا فَقَالَ اِرْجِعُوْا فَوَاللّٰهِ مَاكَذَبْتُ وَلَا كَذَبْتُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ وَجَدُوْهُ فِيْ خَرْبَةٍ فَأَتَوْا بِهٖ حَتّٰى وَضَعُوْهُ بَيْنَ يَدَيْهِ. (مسلم)

حضرت عبد اللہ بن رافع کہتے ہیں کہ خارجیوں نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور یہ نعرہ بلند کیا کہ حکم کا اختیار تو صرف اللہ ہی کو ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کی یہ بات تو درست ہے لیکن ان کی غرض باطل ہے (کیونکہ قرآن کو حکم بنائیں تو اب اللہ تعالیٰ خود آ کر تو فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ قرآن کے ماہرین اس میں غور وفکر کر کے حکم بتائیں گے۔ پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کچھ لوگوں کے بارے میں بیان کیا اور میں وہ صفات ان خارجیوں میں پاتا ہوں۔ یہ اپنی زبانوں سے تو حق بات کہتے ہیں اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا لیکن وہ ان سے اس سے نیچے نہیں اترتی (یعنی ان کے دل اور سینے حق سے خالی ہیں) اور یہ اللہ کے نزدیک اس کے سب سے ناپسندیدہ لوگوں میں سے ہیں۔ ان میں ایک سیاہ رنگ کا شخص ہے جس کا ایک ہاتھ بکری کے تھن یا پستان کی گھنڈی کی طرح ہے۔ جب جنگ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ (کے لشکر) نے ان کو خوب قتل کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ان علامتوں والے شخص کی لاش کو) تلاش کرو۔ پہلی تلاش میں لوگوں نے اس کو نہیں پایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دوبارہ جا کر اس کو (اچھی طرح) تلاش کرو اللہ کی قسم میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ یہ دو یا تین مرتبہ فرمایا پھر بالآخر لوگوں نے اس کی لاش کو ایک ویران سی جگہ پا لیا اور لا کر اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا۔

عَنْ زَيْدِبْنِ وَهْبٍ أَنَّهٗ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ عَلِيٍّ الَّذِيْنَ سَارُوْا إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيٌّ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِيْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلٰى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلٰى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلٰى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهٗ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ لَوْيَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِيْنَ يُصِيْبُوْنَهُمْ مَاقُضِيَ لَهُمْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ لَاتَّكَلُوْا عَنِ الْعَمَلِ وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّ فِيْهِمْ رَجُلاً لَهٗ عَضُدٌ لَيْسَ لَهٗ ذِرَاعٌ عَلٰى رَاسِ عَضُدِهٖ مِثْلُ حُلْمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ

بِيُضٌ..... وَاللّٰهِ إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّكُوْنُوْا هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوْا فِیْ سَرْحِ النَّاسِ فَسِيْرُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ. (مسلم).

زید بن وہب سے روایت ہے کہ وہ اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کے خلاف نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (لشکر کو خوارج کے خلاف لڑنے کی ضرورت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے) فرمایا اے لوگو بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سے ایک قوم ایسی نکلے گی جو قرآن ایسے پڑھے گی کہ تمہاری قراءت کی اس کی قراءت کے مقابلہ میں بظاہر کچھ حیثیت نہ ہوگی اور تمہاری نماز ان کی نماز کے آگے کچھ نہ ہوگی اور تمہارا روزہ ان کے روزے کے آگے کچھ نہ ہوگا۔ وہ خیال کرتے ہوں گے کہ ان کو قرآن سے فائدہ ہو رہا ہے حالانکہ وہ ان پر وبال ہوگا اور ان کی نماز ان کے سینے میں نہ اترے گی (یعنی ان کے دل قرآن اور نماز کے اثرات سے خالی ہوں گے) وہ اسلام سے ایسے صاف نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے کبھی بالکل صاف نکل آتا ہے۔ وہ لشکر جو ان سے مقابلہ کرے گا اگر وہ اس فضیلت کو جان لے جو ان کے نبی کی زبانی بتائی گئی ہے تو وہ اور عمل چھوڑ دیں۔ اور اس قوم کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص (سردار) ہوگا جس کا ہاتھ نہ ہوگا اور جس کے بازو کے اوپری حصہ پر پستان، کی گھنڈی کی طرح کا ابھار ہوگا جس پر سفید بال ہوں گے..... خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ یہ خوارج وہی لوگ ہیں کیونکہ انہوں نے (مسلمانوں کا ناحق) قابل احترام خون بہایا ہے اور لوگوں کی چراگاہوں میں غارت گری بھی کی ہے لہٰذا اللہ کا نام لے کر تم ان کے خلاف لشکر کشی کرو۔

فائدہ: خوارج کے بدعتی ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں البتہ مندرجہ بالا حدیثوں کی بنا پر بعض اہل علم نے ان کو کافر بھی خیال کیا ہے۔

باب: 15

خصائل نبوی ﷺ

(ماخوذ از شمائل ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کی شکل وصورت اور ظاہری وضع

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنِ أَبِيْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافاً عَنْ حِلْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِيْ مِنْهَا شَيْئاً أَتَعَلَّقُ بِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخْماً مُفَخَّمًا يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ أَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَأَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ عَظِيْمَ الْهَامَةِ رَجِلَ الشَّعْرِ إِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيْقَتُهٗ فَرَقَهَا وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهٗ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ إِذَا هُوَ وَفَّرَهٗ أَزْهَرَاللَّوْنِ وَاسِعَ الْجَبِيْنِ أَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ فِيْ غَيْرِ قَرَنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ أَقْنَى الْعِرْنِيْنِ لَهٗ نُوْرٌ يَعْلُوْهُ يَحْسِبُهٗ مَنْ لَّمْ يَتَأَمَّلْهُ أَشَمَّ كَثَّ اللِّحْيَةِ سَهْلَ الْخَدَّيْنِ ضَلِيْعَ الْفَمِ مُفَلَّجَ الْأَسْنَانِ دَقِيْقَ الْمَسْرَبَةِ كَأَنَّ عُنُقَهٗ جِيْدُ دُمْيَةٍ فِيْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ أَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ مَوْصُوْلُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِيْ كَالْخَطِّ عَارِي الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ أَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَأَعَالِي الصَّدْرِ طَوِيْلُ الزَّنْدَيْنِ رَحْبُ الرَّاحَةِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ سَائِلُ الْأَطْرَافِ أَوْ قَالَ شَائِلُ الْأَطْرَافِ خُمْصَانُ الْأَخْمَصَيْنِ مُسَيَّحُ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُوْعَنْهُمَا الْمَاءُ إِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا يَخْطُوْتَكَفِّياً وَيَمْشِيْ هَوْنًا ذَرِيْعُ الْمِشْيَةِ إِذَا مَشٰى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيْعاً خَافِضُ الطَّرْفِ نَظَرُهٗ إِلَى الْأَرْضِ أَكْثَرُ مِنْ نَظَرِهٖ إِلَى السَّمَاءِ جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ يَسُوْقُ أَصْحَابَهٗ وَيَبْدَءُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ.

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے (رشتہ کے) ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا حلیہ مبارک بہت کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے تو میں نے ان سے آپ ﷺ کا حلیہ پوچھا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے بھی اس بارے میں کچھ بیان کریں تاکہ میں اس کو اپنے لئے

حجت وسند بناؤں۔(میرے پوچھنے پر) انہوں نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے بھی بڑی شان والے تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے۔آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔آپ کا قد بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا لیکن زیادہ لمبے قد والے سے کچھ کم تھا۔(اعتدال کے ساتھ) بڑے سر والے تھے۔بال کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے۔جب آپ کے بال بڑے ہوتے تو آپ کے کانوں کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔آپ کا رنگ نہایت چمکدار تھا اور پیشانی کشادہ تھی۔آپ کے ابرو خمدار، باریک اور گنجان تھے۔دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔آپ کی ناک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا۔ابتداء دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن وچمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے (ورنہ زیادہ بلند نہیں تھی)۔آپ کی داڑھی بھر پور گنجان بالوں والی تھی۔آنکھ کی پتلی نہایت سیاہ تھی۔رخسار ہموار تھے (لٹکے ہوئے نہیں تھے)۔آپ ﷺ کا منہ مبارک (تنگ نہ تھا) کشادہ تھا۔(سامنے کے) دانتوں کے درمیان ذرا ذرا فاصلہ تھا۔سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔آپ ﷺ کی گردن (صفائی اور خوبصورتی میں) مورتی کی صاف تراشی ہوئی گردن کی طرح تھی اور وہ رنگ میں چاندی جیسی تھی۔آپ ﷺ کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پر گوشت تھے اور بدن گٹھا ہوا تھا۔پیٹ اور سینہ ہموار تھا لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فاصلہ تھا۔جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط اور بڑی تھیں۔جسم کے اوپر کی چادر نہ ہونے کی صورت آپ ﷺ کا بدن روشن وچمکدار نظر آتا تھا۔ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی۔اس کے علاوہ دونوں چھاتیوں اور پیٹ پر بال نہ تھے البتہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے۔آپ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم پر گوشت تھے۔ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں آپ ﷺ کے تلوے قدرے گہرے تھے اور قدم ہموار تھے کہ پانی (ان کی صفائی اور ہمواریت کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً بہہ اتا تھا۔جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر چلتے تھے متکبرانہ طور پر سینہ نکال کر نہیں چلتے تھے۔چلتے ہوئے قدم آہستہ رکھتے تھے (زور سے نہیں رکھتے تھے)۔آپ تیز رفتار تھے۔جب چلتے تو ایسا معلوم

ہوتا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو آرہے ہیں۔آپ ﷺ کی نگاہ بنسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ عام طور سے آپ گوشہ چشم سے دیکھتے تھے (یعنی غایت حیاء کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہ دیکھتے تھے)۔ چلنے میں صحابہ کو آگے کر دیتے تھے اور خود پیچھے رہتے تھے۔جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء کرتے تھے۔

عَنْ عَلِیٍّ..... لَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبْطِ کَانَ جَعْدًا رَجِلاً..... لَمْ یَکُنْ.....بِالْمُکَلْثَمِ وَکَانَ فِیْ وَجْهِهٖ تَدْوِیْرٌ..... أَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے.....آپ ﷺ کے بال نہ تو سخت گھنگریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے بلکہ ہلکے گھنگریالے تھے آپ ﷺ کا چہرہ بالکل گول تو نہ تھا البتہ آپ ﷺ کے چہرے میں کچھ گولائی تھی۔آپ ﷺ کی آنکھیں بالکل سیاہ تھیں پلکیں گھنی اور دراز تھیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ .....أَشْکَلَ الْعَیْنَیْنِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔

مہر نبوت

یہ رسول اللہ ﷺ کا ایک شناختی نشان تھا جس کا ذکر پہلی امتوں میں نبی ﷺ کے بارے میں پیشن گوئیوں میں ملتا ہے۔اسی لئے اس شناختی نشان کو مہر نبوت کا نام دیا جاتا ہے۔

1. عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَیْتُ الْخَاتَمَ بَیْنَ کَتِفَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غُدَّةً حَمْرَاءَ مِثْلَ بَیْضَةِ الْحَمَامَةِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر (نبوت) دیکھی جو سرخ رسولی جیسی تھی اور مقدار میں کبوتر کے انڈے جتنی تھی۔

شناختی نشان کی رنگت اور مقدار میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔اسی لئے حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

2. فَرَأَیْتُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ عَلٰی کَتِفَیْهِ مِثْلَ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِیَلَانُ کَأَنَّهَا ثَآلِیْلُ.

میں نے مہر نبوت کی جگہ کو آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مٹھی کے ہم شکل دیکھا جس کے چاروں طرف تل تھے جو گویا مسوں کے برابر معلوم ہوتے تھے۔

3۔ اور حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان کی انگلیاں آپ ﷺ کی مہر نبوت کو چھوگئی تھیں تو وہ شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ یعنی چند بالوں کا مجموعہ تھا۔

حاصل یہ ہے کہ اس رسولی کے گرد تل بھی تھے اور بال بھی تھے۔

سر کے بال

رسول اللہ ﷺ کا چند مرتبہ (مثلاً حج وعمرہ میں) سر منڈانا ثابت ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کا بال رکھنے کا معمول تھا۔ پھر کبھی تو بال کانوں کی لو تک ہوتے تھے کبھی کچھ اور لمبے ہو جاتے تھے اور کبھی بڑھ کر کندھوں تک جا پہنچے تھے۔

1. عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ ..... كَانَتْ جُمَّتُهُ تَضْرِبُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے بال آپ کے کانوں کی لو تک ہوتے تھے۔

2. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ..... كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کے بال اس سے زائد تھے جو کانوں کی لو تک ہوں اور اس سے کم تھے جو کندھوں تک ہوں (یعنی کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان تک تھے)۔

3. عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِيْ لِمَّةٍ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کسی پٹھوں والے کو سرخ (دھاری دار) جوڑے میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کے بال مونڈھوں تک آرہے تھے۔

بالوں میں کنگھا کرنا

1. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَاسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سر کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

2. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ دَهْنَ رَاسِهٖ وتَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتّٰى كَأَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَيَّاتٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے سر کے بالوں پر اکثر تیل لگایا کرتے تھے

اور اپنی داڑھی میں کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کثرت سے لگانے سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہو (اور یہ کپڑا آپ اس لئے رکھتے تھے تاکہ عمامہ وغیرہ چکنا نہ ہو)۔

3. عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَرَجَّلُ غِبًّا.

ایک صحابی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ گاہے گاہے (یعنی دوسرے تیسرے دن) کنگھی کیا کرتے تھے (روزانہ نہیں۔اور آپ ﷺ نے زبانی حکم بھی ایسا ہی دیا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب بال بکھرتے نہ ہوں۔اگر بال بکھرتے ہوں تو روزانہ کنگھی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں)۔

4. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِيْ طُهُوْرِهٖ إِذَا تَطَهَّرَ وَ فِيْ تَرَجُّلِهٖ إِذَا تَرَجَّلَ وَفِيْ انْتِعَالِهٖ إِذَا انْتَعَلَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے وضو کرنے میں، کنگھی کرنے میں اور جوتہ پہننے میں دائیں سے شروع کرنے کو پسند کرتے تھے (یعنی پہلے دائیں جانب کنگھی کرتے تھے پھر بائیں جانب کرتے تھے وغیرہ)۔

آنکھوں میں سرمہ لگانا

1. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهٗ زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَتْ لَهٗ مِكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثَةً فِيْ هٰذِهٖ وَثَلَاثَةً فِيْ هٰذِهٖ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے تین سلائیاں ایک آنکھ میں اور تین سلائیاں دوسری آنکھ میں لگایا کرتے تھے۔

لباس

1. عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْقَمِيْصَ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سب کپڑوں میں کرتہ سب سے زیادہ پسند تھا (کیونکہ اس میں ستر عورت بھی اچھی طرح ہوتا ہے اور زینت بھی زیادہ ہوتی ہے۔اور آپ ﷺ کا کرتا نصف پنڈلیوں تک ہوتا تھا)۔

2. عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الرُّسْغِ.

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے کرتہ کی آستین پہنچے تک تھی۔

فائدہ: آپ ﷺ کا اکثر معمول یہی تھا اور یہی افضل ہے البتہ ایک حدیث میں آستین کا پہنچوں سے کچھ نیچا ہونا بھی آیا ہے جو اس کے جواز کی دلیل ہے۔

3. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ وَهُوَ يَتَّكِيءُ عَلٰى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ اسامہ رضی اللہ عنہ پر سہارا لگائے ہوئے مکان سے تشریف لائے (اس وقت) آپ پر ایک یمنی منقش چادر تھی جو آپ نے لپیٹی ہوئی تھی۔ (اسی حالت میں) آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

4. عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى بَرِيْقِ سَاقَيْهِ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو سرخ (دھاری دار) جوڑا پہنے دیکھا۔ آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی چمک گویا اب بھی میری نظروں میں ہے (اور نبی ﷺ کا عام معمول نصف پنڈلیاں کھلی رکھنے کا تھا)۔

5. عَنْ أَبِيْ رِمْثَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ.

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو دو سبز چادریں (ایک اوپر اور ایک بطور لنگی کے) پہنے ہوئے دیکھا۔

6. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک مرتبہ صبح کو رسول اللہ ﷺ (مکان سے) باہر تشریف لے گئے اس حال میں کہ آپ پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔

7. عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے تنگ آستینوں والا رومی جبہ پہنا۔

عمامہ

رسول اللہ ﷺ سفید لباس زیادہ پسند فرماتے تھے اور عام طور سے عمامہ بھی سفید باندھتے تھے البتہ کبھی کبھی سیاہ عمامہ باندھنے کا ذکر ملتا ہے۔

1. عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

2. عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے مونڈھوں کے درمیان (یعنی پچھلی جانب) ڈال لیتے تھے۔

فائدہ: نبی ﷺ کا عام معمول شملہ چھوڑنے کا تھا کبھی بغیر شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھ لیتے تھے۔ شملہ چھوڑنے میں بھی معمول مختلف رہا ہے کبھی آگے دائیں جانب کو کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان اور یہی افضل طریقہ ہے اور کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقہ پر چھوڑ دیتے تھے۔

2۔ آپ ﷺ کے دو عمامے تھے ایک چھ یا سات ہاتھ کا (یعنی 9 یا 10.5 فٹ کا) اور دوسرا بارہ ہاتھ (یعنی 18 فٹ کا)۔

لنگی

1. عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰه عنها كِسَاءً مُلَبَّدًا وَ إِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ هٰذَيْنِ.

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ان دو کپڑوں میں ہوئی تھی۔

2. عَنْ عَبْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ ..... فَنَظَرْتُ فَإِذَا إِزَارُهُ إِلٰى نِصْفِ سَاقَيْهِ

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے جو آپ ﷺ کی لنگی پر نظر ڈالی تو وہ آپ ﷺ کی نصف پنڈلیوں تک تھی۔

چمڑے کے موزے

1. عَنْ بُرَيْدَةَ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدٰى لِلنَّبِيِّ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نجاشی نے نبی ﷺ کو سیاہ رنگ کے دو سادے چمڑے موزے ہدیہ کے طور پر بھیجے۔ آپ ﷺ نے ان کو (پورا وضو کرنے کے بعد) پہنا۔ پھر جب آپ ﷺ نے (اگلی مرتبہ) وضو کیا تو ان موزوں پر مسح کیا۔

2. عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَهْدٰى دِحْيَةُ لِلنَّبِيِّ ﷺ خُفَّيْنِ فَلَبِسَهُمَا حَتّٰى تَخَرَّقَا.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو دو چمڑے کے موزے ہدیہ میں دیئے جو آپ ﷺ نے پہنے یہاں تک کہ (پرانے ہوکر) پھٹ گئے۔

جوتی

عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهُمَا قِبَالَانِ.

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی جوتیاں کیسی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہر ایک جوتی میں دو دو تسمے تھے (یعنی ہر تسمہ دوہرا تھا)۔

2. عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنِّیْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِیْ لَيْسَ فِيْهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيْهَا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی جوتیاں پہنے دیکھا جن کے چمڑے پر بال نہیں تھے اور انہیں پہنے ہوئے آپ وضو کر لیتے تھے۔

3. عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّیْ فِیْ نَعْلَيْنِ مَخْصُوْفَتَيْنِ.

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی جوتیوں میں نماز پڑھتے دیکھا جن میں دوسرا چمڑا سلا ہوا تھا (یعنی اس کا تلا دوہرا تھا)۔

فائدہ: اس زمانے میں عام طور سے جوتی کے چمڑے سے بال دور نہیں کئے جاتے تھے، کم لوگ بال سے صاف چمڑے کی جوتی پہنتے تھے۔ چمڑے کا صرف تلا ہوتا تھا۔ اوپر کی جانب ہر جوتی پر صرف دو دو تسمے ہوتے تھے اور تسمہ دوہرا ہوتا تھا چونکہ اس طرح پاؤں تقریباً کھلا ہوتا تھا اس لئے ربڑ کی قینچی چپل کی طرح اس کو پہنے پہنے پاؤں دھونا ممکن تھا۔

انگوٹھی

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ وَّرِقٍ وَكَانَ فَصُّهٗ حَبَشِيًّا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگ حبشی (یعنی حبشہ سے لایا ہوا تھا یا سیاہ رنگ کا) تھا۔

فائدہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ فِضَّةٍ فَصُّهٗ مِنْهُ (کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگ بھی چاندی کا تھا) اس سے معلوم ہوا کہ

آپ ﷺ کے پاس ایک سے زائد انگوٹھیاں تھیں۔

انگوٹھی بنوانے کی وجہ

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَ إِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَاباً إِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَاتَمًا حَلْقَتُهُ فِضَّةٌ وَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی طرف تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ بادشاہ مہر کے بغیر کسی تحریر اور خط کو قبول نہیں کرتے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک (انگوٹھی بنوائی۔ اس کے نگ پر) مہر بنوائی اور اسکا چھلا چاندی کا تھا۔ اس مہر پر محمد رسول اللہ نقش کرایا۔

نقش کی ترتیب

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ ﷺ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُوْلٌ سَطْرٌ واللّٰهُ سَطْرٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ کی انگوٹھی کا نقش اس طرح تھا۔ محمد ایک سطر میں تھا، رسول دوسری سطر میں اور لفظ اللہ تیسری سطر میں۔

نبی ﷺ انگوٹھی کبھی کبھی پہنتے تھے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ فَكَانَ يَخْتِمُ بِهٖ وَلَا يَلْبَسُهٗ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ آپ اس سے مہر لگاتے تھے۔ اس کو (مستقل) پہنتے نہیں تھے (البتہ کبھی کبھی پہنتے تھے)۔

نبی ﷺ کی اپنی بنوائی ہوئی انگوٹھی کا انجام

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ فَكَانَ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ كَانَ فِيْ يَدِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ ثُمَّ كَانَ فِيْ يَدِ عُثْمَانَ رضی الله عنهم حَتّٰى وَقَعَ فِيْ بِئْرِ أَرِيْسَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی، وہ آپ کے ہاتھ میں رہی۔ پھر وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی یہاں تک کہ (ایک دن اس انگوٹھی کے نگران معیقیب رضی اللہ عنہ کو دیتے یا لیتے وقت وہ انگوٹھی اتفاق سے معیقیب سے) اریس نامی کنوئیں میں گر گئی۔ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو بہت تلاش کرایا تین دن تک کنوئیں کا پانی بھی نکلوایا

لیکن وہ نہیں ملی۔

دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں سے کسی میں انگوٹھی پہننا

اگرچہ نبی ﷺ سے دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے لیکن بعض حضرات کی تحقیق ہے کہ بائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ دونوں برابر ہیں۔

1. عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِيْ يَمِيْنِهِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔

2. عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَخَتَّمَ فِيْ يَسَارِهٖ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی۔

ہتھیار

تلوار

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فِضَّةٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی (اور تلوار پکڑتے وقت ہاتھ اس پر نہیں آتا تھا)۔

فائدہ: بعض کی تحقیق ہے کہ یہ تلوار ذوالفقار نام کی تھی۔ نبی ﷺ کے پاس اس کے علاوہ چار تلواریں اور تھیں۔

زرہ

رسول اللہ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا.

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بدن پر جنگ احد کے دن دو زرہیں تھیں جن کو آپ نے اوپر نیچے پہن رکھا تھا۔

خود

خود لوہے کی بنی ہوئی ٹوپی ہوتی ہے جو لڑائی کے وقت سر پر پہنی جاتی ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ مِغْفَرٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ آپ کے سر پر خود تھا۔

دیگر طور طریقے

رسول اللہ ﷺ کے چلنے کی رفتار

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ .....مَا رَأَیْتُ أَحَداً أَسْرَعَ فِیْ مِشْیَتِهٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَ إِنَّهٗ لَغَیْرُ مُكْتَرِثٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا۔آپ ﷺ کیلئے گویا زمین لپٹی جاتی تھی کہ ابھی یہاں تھے ابھی وہاں پہنچ گئے)ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ چلنے میں مشقت اٹھاتے تھے حالانکہ آپ ﷺ اپنی معمولی رفتار سے چلتے تھے۔

بیٹھنے کے طریقے

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِیْ الْمَسْجِدِ اِحْتَبٰی بِیَدَیْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں بیٹھتے تو گوٹ مار کر بیٹھتے۔

فائدہ: گوٹ مار کر بیٹھنا اس کو کہتے ہیں کہ آدمی دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھے اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ کرلے۔

تکیہ پر ٹیک لگانا

عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ مُتَّكِئًا عَلٰی وِسَادَةٍ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔

کسی شخص کا سہارا لینا

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ شَاكِئًا فَخَرَجَ یَتَوَكَّأُ عَلٰی أُسَامَةَ وَعَلَیْهِ ثَوْبٌ قِطْرِیٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰی بِهِمْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بیمار تھے تو آپ ﷺ (اپنے کمرے میں سے) اسامہ رضی اللہ عنہ پر سہارا لگائے باہر (مسجد میں) تشریف لائے۔آپ ﷺ پر ایک یمنی منقش چادر تھی جو آپ ﷺ لپیٹے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْ لِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ وَعَلٰی رَاسِهٖ عِصَابَةٌ صَفْرَاءُ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ یَا فَضْلُ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُشْدُدْ بِهٰذِهِ الْعِصَابَةِ رَاسِیْ قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ کَفَّهٗ عَلٰی مَنْکِبِیْ ثُمَّ قَامَ وَدَخَلَ فِی الْمَسْجِدِ.

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کے مرض وفات کی حالت میں حاضر ہوا۔آپ ﷺ کے سر پر زرد رنگ کی پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے سلام کیا۔(سلام کا جواب دینے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اے فضل۔میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا اس پٹی کو میرے سر پر کس کر باندھ دو۔میں نے حکم کی تعمیل کی۔پھر آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اور سہارے سے کھڑے ہوئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔

کھانا کھانے کا طریقہ

عَنْ أَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَمَّا أَنَا فَلَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا.

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

کسی مجبوری میں ٹیک لگانا

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سُلَیْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَقُوْلُ أُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِتَمَرٍ فَرَأَیْتُهٗ یَاکُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوْعِ.

مصعب بن سلیم کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بتاتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ کھجوریں لائی گئیں تو میں نے دیکھا کہ (آپ ﷺ کو) بھوک کی شدت (کی وجہ سے ضعف ہوگیا تھا اور اس وجہ) سے آپ سرین پر بیٹھے ہوئے تھے دونوں گھٹنے آپ ﷺ نے اٹھا رکھے تھے اور ہاتھ سے زمین کا سہارا لگایا ہوا تھا۔اسی حالت میں آپ ﷺ کھجوریں کھانے لگے۔

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَکَلَ نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی خِوَانٍ وَلَا فِی سُکُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلٰی مَا کَانُوْا یَاکُلُوْنَ قَالَ عَلٰی هٰذِهِ السُّفَرِ.

حضرت قتادہ نقل کرتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کبھی میز پر رکھ کر کھایا اور نہ کبھی چھوٹی پلیٹوں میں (نکال نکال کر) کھایا اور نہ آپ ﷺ کیلئے چپاتی پکائی گئی۔ حضرت قتادہ کے شاگرد نے ان سے پوچھا کہ پھر لوگ کس چیز پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے۔انہوں نے

جواب دیا کہ یہی چمڑے کے دسترخوان پر۔

عَنْ الْكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاكُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ.

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ (کی عام عادت یہ تھی کہ آپ ﷺ) اپنی تین انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے (یعنی بیچ کی انگلی، شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے)

فائدہ: 1۔ نبی ﷺ اکثر اوقات جو روٹی تناول فرماتے تھے وہ بے چھنے جو کی ہوتی تھی۔ گندم کی روٹی کی طرح اس کو نوالہ میں لپیٹنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو پکڑ کر سالن میں ڈبو لیتے ہونگے۔ اس کے لئے تین انگلیاں بھی کافی ہوتی ہیں۔

2۔ اور چیزوں میں بھی تین انگلیوں کے استعمال میں یہ فائدہ ہے کہ نوالہ چھوٹا بنتا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ جب کھانا کھا لیتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے (تاکہ انگلیوں پر کھانے کے جو ذرے لگے ہوں ان کی ناقدری نہ ہو۔ خالق ارض و سماوات کا دیا ہوا رزق ایسا نہیں کہ اس کے ایک ذرے کی بھی بے قدری کی جائے)۔

کھانے پینے کی چیزیں

روٹی کا ذکر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ .....كَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے گھر والوں کی عام طور سے روٹی جو کی ہوتی تھی (اور گیہوں کی روٹی کبھی کبھی ہوتی تھی)۔

عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ مَا كَانَ يَفْضُلُ أَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خُبْزُ الشَّعِيْرِ.

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے گھر میں جو کی روٹی کبھی بچتی نہیں تھی (کیونکہ وہ مقدار میں پہلے ہی کم ہوتی تھی کہ اس سے پیٹ ہی نہیں بھرتا تھا)۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے پوری عمر میں کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا (کیونکہ آپ ﷺ کو اپنے اور اپنے گھر والوں کیلئے فقر ہی پسند تھا۔ اول تو اتنا ہوتا ہی نہیں تھا کہ سب پیٹ بھر کر کھائیں اور جو کچھ ہوتا تھا وہ ضرورتمندوں پر تقسیم کر دیا جاتا تھا)۔

سالن اور مختلف گوشت کا ذکر

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (خالص) سرکہ بھی بہترین سالن ہے (کہ جس گھر میں سرکہ ہو تو بس وہی سالن کا کام دے دیتا ہے کچھ تیار نہیں کرنا پڑتا اور طبی فائدے بھی ہیں)

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی قَالَ إِنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَاکُلُ لَحْمَ دُجَاجٍ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا۔

عَنْ سَفِیْنَةَ قَالَ أَکَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَحْمَ حُبَارٰی.

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حباری کا گوشت کھایا۔

فائدہ: حباری کا ترجمہ بعض نے سرخاب کیا ہے اور بعض نے کچھ اور

عَنْ أُمِّ هَانِیءٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ أَعِنْدَکِ شَیْءٌ فَقُلْتُ لَا إِلَّا خُبْزٌ یَا بِسٌّ وَخَلٌّ فَقَالَ هَاتِیْ مَا أَقْفَرَ بَیْتٌ مِنْ أُدُمٍ فِیْهِ خَلٌّ.

(رسول اللہ ﷺ کی چچا زاد بہن) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں (فتح مکہ کے موقع پر) نبی ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور پوچھا کیا تمہارے ہاں (کھانے کو) کچھ ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں البتہ کچھ سوکھی روٹی اور سرکہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (وہی) لے آؤ۔ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو کیونکہ سرکہ خود سالن کا کام دیتا ہے۔

عَنْ یُوْسُفَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ أَخَذَ کِسْرَةً مَنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ فَوَضَعَ عَلَیْهَا تَمْرَةً ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ إِدَامُ هٰذِهٖ فَأَکَلَ.

حضرت یوسف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر ایک کھجور رکھی اور فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے اور نوش فرمالیا۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَرَّبَتْ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جَنْبًا مَشْوِیًّا فَأَکَلَ مِنْهُ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے پہلو کا بھنا ہوا گوشت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ أُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَکَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ کی خدمت میں گوشت لایا گیا۔ (اس میں سے) آپ کو بازو (یعنی بونگ کا گوشت) دیا گیا جو آپ کو پسند تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو دانتوں سے نوچ کر کھایا۔

عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ أَنَّهُ رَاٰی حِمَارًا وَحْشِیًّا فَعَقَرَهُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَیْءٌ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهُ فَأَخَذَهَا فَأَكَلَهَا. (الطب النبوی لابن القیم)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا اور اس کا شکار کیا۔ پھر نبی ﷺ کے ہاں اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس اس کا گوشت کچھ بچا ہوا ہے۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کی ایک ٹانگ تھی۔ آپ ﷺ نے وہ لی اور کھائی۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَیْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا وَبَعَثَ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِوَرِكِهَا وَفَخِذَیْهَا فَقَبِلَهُ. (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے مرظہران میں ایک خرگوش کو اسکے بل میں سے نکلنے پر مجبور کیا اور پھر میں نے اسکو پکڑ لیا۔ پھر میں اسکو ابوطلحہ کے پاس لے گیا۔ انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی پٹھ اور اس کی دونوں رانیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجیں۔ آپ ﷺ نے اس ہدیہ کو قبول فرمایا:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْتُ جَیْشَ الْخَبَطِ وَأُمِّرَ عَلَیْهِمْ أَبُوْ عُبَیْدَةَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِیْدًا فَأَلْقَی الْبَحْرُ حُوْتًا مَیِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ یُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُوْعُبَیْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهٖ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ. فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَكَرْنَا لِلنَّبِیِّ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ كُلُوْا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللّٰهُ إِلَیْكُمْ وَأَطْعِمُوْنَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ قَالَ فَأَرْسَلْنَا إِلٰی رَسُوْلِ ﷺ مِنْهُ فَأَكَلَهُ. (بخاری ومسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں جیش خبط میں شریک تھا۔ اس پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ امیر تھے۔ (ایک موقع پر خاصے عرصہ کھانے کا کچھ سامان نہ ملنے کے باعث) ہم سخت بھوک میں مبتلا ہوئے۔ سمندر کی موج کے ساتھ عنبر نامی ایک مچھلی آ کر گری۔ اس جیسی مچھلی ہم نے پہلے نہ دیکھی تھی۔ پندرہ دن تک ہم نے اسکا گوشت کھایا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک ہڈی کو کھڑا کیا تو (وہ اتنی اونچی تھی کہ) سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ جب ہم واپس آئے تو نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ رزق تھا جو اللہ نے تمہارے لئے نکالا تو تم اس کو کھاؤ اور اگر

تمہارے پاس باقی ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ہم نے اس کا کچھ گوشت آپ ﷺ کو بھی بھیجا اور آپ ﷺ نے وہ کھایا۔

عَنْ جَابِرٍ..... ثُمَّ انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ بِيَدِهٖ ثَلَاثاً وَّ سِتِّيْنَ وَ أَمَرَ عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبِضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِيْ قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا. (ابو داؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد رسول اللہ ﷺ قربان گاہ میں آئے اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ نحر کئے پھر علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے باقی اونٹ نحر کیے۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہر اونٹ کے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا لیا جائے۔ وہ سب ٹکڑے ایک دیگ میں ڈال کر پکائے گئے اور رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں نے ان کا گوشت بھی کھایا اور شوربا بھی پیا۔

عَنْ سَلْمٰى أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ جَعْفَرٍ أَتَوْهَا فَقَالُوْا لَهَا اِصْنَعِيْ لَنَا طَعَاماً مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَيُحْسِنُ أَكْلَهٗ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَا تَشْتَهِيْهِ الْيَوْمَ قَالَ بَلٰى اِصْنَعِيْهِ لَنَا فَقَامَتْ فَأَخَذَتْ شَيْئًا مِّنَ الشَّعِيْرِ فَطَحَنَتْهُ ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِيْ قِدْرٍ وَصَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَدَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالتَّوَابِلَ فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ هٰذا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ النَّبِيَّ ﷺ وَيُحْسِنُ أَكْلَهٗ.

حضرت سلمی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ ہمارے لئے وہ کھانا پکایئے جو رسول اللہ ﷺ کو پسند تھا اور اسکو آپ رغبت سے کھاتے تھے۔ حضرت سلمی نے کہا اے میرے بیٹو اب وہ کھانا تمہیں پسند نہیں آئے گا (کیونکہ اب کشادگی کا دور ہے اور مزیدار کھانے مل جاتے ہیں جبکہ وہ تو تنگی کے دور کا کھانا تھا اور بہت ہی سادہ تھا) ان لوگوں نے کہا نہیں ہم ضرور پسند کریں گے بس آپ ہمارے لئے وہ بنا دیجئے۔ وہ اٹھیں اور کچھ جو لئے ان کو پیسا پھر انکو ایک ہنڈیا میں ڈالا ان پر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ مسالا پیس کر ڈالا اور پکا کر ان کے سامنے لا کر رکھا اور کہا یہی کھانا نبی ﷺ کو پسند تھا اور اسی کو آپ شوق سے کھاتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَحَبُّ الطَّعَامِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الثَّرِيْدَ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِيْدَ مِنَ الْحَيْسِ. (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ کھانا ثرید تھا روٹی کا اور حیس کا (ثرید شوربے میں بھگوئے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں اور حیس چھوارے پنیر اور گھی کو ملا کر بنایا جاتا تھا)۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو (ہنڈیا اور برتن میں) نیچے کا بچا ہوا سالن پسند تھا (کیونکہ ایک تو اس میں گھی کم ہوتا ہے دوسرے آپ اس کو پسند کرتے تھے کہ دوسروں کو اوپر اوپر کا کھلائیں تو پھر آپ ﷺ باقی بچا ہوا اپنے لئے اختیاری طور پر پسند کرتے تھے۔

گھی، مکھن، پنیر اور میٹھی چیزیں

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ مٹھاس اور شہد کو پسند کرتے تھے۔

عَنِ ابْنَیْ بُسْرٍ قَالَا دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَدَّمْنَا زَبَداً وَتَمَرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزَّبَدَ وَالتَّمَرَ. (ابوداؤد)

بسر کے دو بیٹے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں مکھن اور چھوارے پیش کئے اور آپ کو مکھن اور چھوارے پسند تھے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِجُبْنَةٍ فِیْ تَبُوْكَ فَدَعَا بِالسِّكِّيْنِ فَسَمّٰى وَقَطَعَ. (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے نبی ﷺ کے پاس تبوک میں پنیر کا ایک ٹکڑا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے چھری منگوائی اور بسم اللہ پڑھ کر اسکو کاٹا (اور نوش بھی فرمایا)

پھل اور سبزیاں

عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ عَلِیٌّ .....فَجَعَلْتُ لَهُمْ سَلَقًا وَشَعِيرًا. (ترمذی)

حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ بھی تھے..... میں نے ان دونوں کیلئے چقندر اور جو پکائے۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِیَّ ﷺ لِطَعَامٍ فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيْرٍ وَمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءُ وَقَدِيْدٌ قَالَ أَنَسٌ فَرَأَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ

أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک درزی نے نبی ﷺ کی کھانے کی دعوت کی تو میں بھی نبی ﷺ کے ساتھ گیا (ان کی اجازت پیشگی لے لی ہوگی) میزبان نے جو کی روٹی اور شوربا جس میں گھیا (کدو) اور سکھایا ہوا گوشت تھا سامنے رکھا۔ میں نے نبی ﷺ کو پیالہ کے اطراف میں سے گھئے (کے ٹکڑوں) کو لیتے دیکھا اس دن سے میں بھی گھئے کو پسند کرنے لگا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ آخِرَ طَعَامٍ أَكَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامٌ فِيْهِ بَصَلٌ. (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں آخری کھانا جو رسول اللہ ﷺ نے کھایا اس میں (پکے ہوئے) پیاز تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ جَعْفَرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَاكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھاتے دیکھا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الْخُرْبُزِ وَالرُّطَبِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو خربوزہ اور کھجور ملا کر کھاتے دیکھا۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَاكُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ يَقُوْلُ يَدْفَعُ هٰذَا بَرْدَ هٰذَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تربوز تازہ کھجوروں کے ساتھ کھاتے تھے اور فرماتے تھے اس کی حرارت اس کی برودت کو ختم کر دیتی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَاذَنَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ .....ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ فَقَرَّبَ لَهُ زَبِيْبًا فَأَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ . (مشکوۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی.....پھر گھر میں داخل ہوئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں کشمش پیش کئے جو آپ ﷺ نے تناول فرمائے۔

کھانا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونا

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهُ.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے کی برکت کھانے

کے بعد ہاتھ منہ دھونے میں ہے۔ میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کھانے کی برکت کھانے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی ہاتھ منہ دھونے میں ہے۔

فائدہ: منہ دھونے سے مراد کلی کرنا ہے۔

2۔ برکت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی اس معمول کی وجہ سے بہت سی بیماریوں سے بچتا ہے لہٰذا جو کھاتا ہے اس سے مقصود صحت حاصل رہتی ہے بیماریوں میں مبتلا ہو کر ضائع نہیں ہوتی۔

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد کی دعائیں

عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِیْ سَلَمَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدَهُ طَعَامٌ فَقَالَ اُدْنُ یَا بُنَیَّ فَسَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ مِمَّا یَلِیْکَ.

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ آپ ﷺ کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بیٹے قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ پڑھو اور اپنے داہنے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھاؤ۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَکَلَ أَحَدُکُمْ فَنَسِیَ أَنْ یَذْکُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلٰی طَعَامِهٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے اور شروع میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو (درمیان میں جس وقت یاد آئے یوں کہ دے) بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ (یعنی اللہ کا نام کھانے کے اول میں بھی ہے اور آخر میں بھی ہے)۔

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ کلمات کہتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ (تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکاً فِیْهِ غَیْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ رَبَّنَا.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تھا تو آپ یہ فرماتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکاً فِیْهِ غَیْرَمُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ

رَبَّنَا (تمام تعریف اللہ کے لئے ہے ایسی تعریف جو کثیر ہے پاکیزہ ہے مبارک ہے اور جو نہ چھوڑی جا سکتی ہے اور نہ اس سے استغناء ہوسکتا ہے۔ اے ہمارے رب (ہمارے شکر وحمد کو قبول فرما)۔

پینے کی چیزیں

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الشَّرَابِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْحُلْوَ الْبَارِدَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کو پینے کی چیزوں میں سب سے زیادہ وہ پسند تھیں جو میٹھی اور ٹھنڈی ہوں۔

پینے کا طریقہ

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِيْ الْإِنَاءِ ثَلَاثاً إِذَا شَرِبَ وَيَقُوْلُ هُوَ أَمْرَءُ وَأَرْوٰى.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پانی پینے میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔

فائدہ: حدیث کے الفاظ يَتَنَفَّسُ فِيْ الْإِنَاءِ کا یہ مطلب نہیں کہ آپ پینے کے برتن میں سانس لیتے تھے بلکہ یہ مطلب ہے کہ برتن سے پیتے ہوئے تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور برتن کو کچھ پرے کر لیتے تھے کیونکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يَّتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاء. (بخاری ومسلم) یعنی نبی ﷺ نے پینے کے دوران برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا (تاکہ ناک میں جمع شدہ گرد وغبار کے ذرات پانی وغیرہ میں نہ گریں)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کچھ پیتے تو (درمیان میں) دو مرتبہ سانس لیتے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں پیا۔

عَنْ كَبْشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ فَقُمْتُ إِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ.

حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے۔ (وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا) آپ ﷺ نے کھڑے کھڑے اس مشکیزہ کے منہ سے (اپنا منہ لگا کر) پانی پیا۔ میں نے

اٹھ کر اس جگہ کو کاٹ لیا (تا کہ ایک یہ کہ وہ اپنے پاس بطور تبرک کے رہے اور دوسرے یہ کہ انہوں نے اس کو بے ادبی سمجھا کہ اس جگہ اب کسی اور کا منہ لگے)۔

فائدہ: بعد میں بعض نقصان دیکھ کر آپ ﷺ نے اس طرح پینے سے منع فرما دیا تھا۔

استعمال کا پیالہ

عَنْ ثَابِتٍ قَالَ أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَدَحَ خَشَبٍ غَلِيظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيْدٍ فَقَالَ يَا ثَابِتُ هٰذَا قَدَحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .

ثابت کہتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوہے کی پتریاں لگی ہوئی تھیں نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ اے ثابت یہ رسول اللہ ﷺ کا پیالہ ہے

عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِهٰذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ الْمَاءَ وَالنَّبِيْذَ وَالْعَسَلَ وَاللَّبَنَ.

حضرت انس رضی اللہ کہتے ہیں میں نے اس پیالہ سے رسول اللہ ﷺ کو پینے کی سب انواع یعنی پانی، نبیذ، (پانی ملا) شہد، دودھ (سب چیزیں) پلائی ہیں۔

خوشبو

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سکہ (یعنی عطر دان) تھا۔ اس میں سے آپ خوشبو استعمال کرتے تھے۔

فائدہ: بعض حضرات کے نزدیک سکہ سے مراد ایک مخصوص قسم کی مرکب خوشبو ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَايَرُدُّ الطِّيْبَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ (کو کوئی شخص خوشبو پیش کرتا تو آپ) خوشبو کو واپس نہ فرماتے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طِيْبُ الرِّجَالِ مَاظَهَرَ رِيْحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ وَطِيْبُ النِّسَاءِ مَاظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيْحُهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردانہ خوشبو وہ ہے جس کی مہک پھیلتی ہو اور رنگ غیر محسوس ہو (جیسے گلاب، خس، کیوڑہ وغیرہ) اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو اور مہک مغلوب ہو (جیسے حنا، زعفران وغیرہ)۔

گفتگو

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهٗ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ يَحْفَظُهٗ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی گفتگو تم لوگوں کی طرح سے لگا تار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ کی گفتگو صاف صاف، ہر مضمون دوسرے سے جدا ہوتا تھا۔ پاس بیٹھنے والا اس کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیتا تھا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعِيْدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثاً لِتُعْقَلَ عَنْهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ (بعض مرتبہ) بات کو (ضرورت ہوتی تو) تین تین مرتبہ دہراتے تاکہ وہ اچھی طرح سمجھ لی جائے (یعنی آپ کے سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں)۔

فائدہ: یعنی اگر مضمون مشکل ہوتا تو تکرار اس لئے فرماتے کہ لوگ اس کو اچھی طرح ذہن میں بٹھا لیں یا مجمع زیادہ ہوتا تو تینوں جانب متوجہ ہوتے اور ہر جانب اس بات کو بیان کرتے۔ تین مرتبہ تو انتہائی درجہ ہے ورنہ اگر دو مرتبہ کہنا کافی ہوتا تو دو مرتبہ ہی کہتے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ أَبِيْ هَالَةَ قُلْتُ صِفْ لِيْ مَنْطِقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهٗ رَاحَةٌ طَوِيْلَ السَّكْتِ لَايَتَكَلَّمُ فِيْ غَيْرِ حَاجَةٍ يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهٗ بِأَشْدَاقِهٖ وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ كَلَامُهٗ فَصْلٌ لَا فُضُوْلٌ وَلَاتَقْصِيْرٌ لَيْسَ بِالْجَافِيْ وَلَا الْمُهِيْنُ يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَإِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَاقاً ولا يَمْدَحُهٗ وَلَاتُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَاكَانَ لَهَا فَإِذَا تُعُدِّيَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهٖ شَيءٌ حَتّٰى يَنْتَصِرَ لَهٗ وَلَا يَغْضِبُ لِنَفْسِهٖ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا اِذَا أَشَارَ أَشَارَ بِكَفِّهٖ كُلِّهَا وَ إِذَا تَعَجَّبَ قَلَبَهَا وَ إِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ بِهَا وَضَرَبَ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنٰى بَطْنَ إِبْهَامِهِ الْيُسْرٰى وَ إِذَا غَضِبَ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ وَ إِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهٗ جُلُّ ضِحْكِهِ التَّبَسُّمُ يَفْتَرُّ عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ.

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کی کیفیت بیان فرمایئے۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ (آخرت کے) غم میں متواتر مشغول رہتے۔ ہر وقت (ذات وصفات باری تعالیٰ یا امت کی بھلائی کی) سوچ

میں رہتے۔ (ان امور کی وجہ سے) آپ کو کسی وقت (بے فکری اور) راحت نہیں ہوتی تھی۔ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے، بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ کی تمام گفتگو ابتدا سے انتہاء تک منہ بھر کر ہوتی تھی (یہ نہیں کہ متکبرین کی طرح آدھی بات کہی اور آدھی یونہی چھوڑ دی۔ جامع (یعنی ایسے) الفاظ کے ساتھ (جو ادائیگی میں تھوڑے ہوں لیکن ان میں معانی بہت ہوں) کلام کرتے تھے۔ آپ کی ہر بات جدا جدا ہوتی تھی نہ اس میں فضولیات ہوتی تھیں اور نہ کوتاہیاں (کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو۔ آپ نہ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل کرتے تھے۔ اللہ کی نعمت خواہ وہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے، اس کی مذمت نہ فرماتے تھے البتہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت فرماتے (کیونکہ اس کا نعمت ہونا ظاہر ہے) نہ زیادہ تعریف فرماتے (کیونکہ اس میں حرص کا شبہ ہوتا ہے)۔ البتہ اظہار رغبت یا کسی کی دلداری کی وجہ سے کبھی کبھی خاص چیزوں کی تعریف بھی فرمائی ہے۔ دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا (کیونکہ دنیاوی نقصان کی آپ کو پرواہ نہ ہوتی تھی) البتہ اگر کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت کوئی شخص آپ کے غصہ کی تاب نہ لا سکتا تھا یہاں تک کہ آپ اسکا انتقام نہ لے لیں۔ اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے نہ اس کا انتقام لیتے تھے۔ جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (کیونکہ انگلی سے صرف توحید کا اشارہ کرنے کی عادت تھی)۔ جب کسی بات پر تعجب کرتے تو ہاتھ پلٹ لیتے (یعنی گھما لیتے) تھے۔ اور جب بات کرتے تو کبھی ہاتھوں کو بھی ساتھ ہلاتے اور کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصہ پر مارتے۔ جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے (یا درگزر فرماتے) اور جب خوش ہوتے تو نظریں جھکا لیتے۔ آپ کی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی۔ اس وقت آپ کے دانت اولے کی طرح چمکدار سفید ظاہر ہوتے تھے۔

مسکراہٹ اور ہنسی

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ فِيْ سَاقَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَمُوْشَةٌ وَكَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا فَكُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِأَكْحَلَ.

حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں اور آپ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا (عام طور سے مسکراہٹ سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ ہنسنے کی نوبت بہت کم آتی تھی) میں جب آپ کو دیکھتا تو سوچتا کہ آپ سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ اس وقت آپ سرمہ لگائے ہوئے

نہیں ہوتے تھے۔ (بلکہ آپ کی آنکھیں طبعی طور پر سرمگین تھیں)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکراہٹ والا نہیں دیکھا (کہ باوجود طبعی فکر وغم کے آپ دوسروں کی دلداری کی خاطر مسکراتے تھے اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک آدمی دربار الٰہی میں حاضر کیا جائے گا۔ اس کے لئے یہ حکم ہوگا کہ اسکے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کئے جائیں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں۔ جب اس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے کہ تونے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تو وہ اقرار کرے گا اس لئے کہ انکار کی گنجائش ہی نہ ہوگی اور اپنے دل میں خوفزدہ ہوگا کہ ابھی تو صرف چھوٹے گناہ ہیں بڑے گناہوں پر تو نہ جانے کیا ہوگا۔ اس دوران میں یہ حکم ہوگا کہ اس شخص کو ہر ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دی جائے تو وہ شخص یہ سنتے ہی خود بول پڑے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ.

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (وہ بات فرما کر) ہنسے یہاں تک کہ آپ کی (ہنسنے کے وقت دکھائی دینے والی) داڑھیں نظر آنے لگیں۔

مزاح اور دل لگی

یہ اس وقت تک جائز ہے جب کہ اس میں کثرت نہ ہو جو قساوت قلبی کا سبب بن جائے یا وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر سے روک دے یا کسی مسلمان کی تکلیف کا سبب بنے۔ جو ان باتوں سے خالی ہو اور دوسرے کی دلداری اور انبساط کا سبب ہو وہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ إِنِّيْ لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا (کہ ہاں مگر) میں صرف حق بات ہی کہتا ہوں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهٗ يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو (مزاح کے طور پر) اے دو کان والے

کہہ کر پکارا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِأَخٍ لِيْ صَغِيْر يَا أَبَا عُمَيْرُ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ ہمارے ساتھ میل جول اور مزاح فرماتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے میرے چھوٹے بھائی عمیر کو (جس نے نغیر نامی ایک پرندہ پالا ہوا تھا۔ وہ پرندہ مر گیا تو میرا بھائی رنجیدہ تھا آپ نے) مزاح کے طور پر فرمایا اے ابوعمیر (تیرے) نغیر کو کیا ہوا۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلاً اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّيْ حَامِلُكَ عَلٰى وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاأَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوْقُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کا جانور مانگا۔ آپ نے فرمایا میں تم کو ایک اونٹنی کا بچہ دیتا ہوں۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا (وہ تو سواری کا کام نہیں دے گا) آپ ﷺ نے فرمایا اونٹوں کو بھی تو اونٹنیاں ہی جنتی ہیں (یعنی اونٹ اونٹنیوں ہی کے تو بچے ہوتے ہیں)۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَتَتْ عَجُوْزٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يُدْخِلَنِيَ الْجَنَّةَ فَقَالَ يَا أُمَّ فُلَانٍ إِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا عَجُوْزٌ قَالَ فَوَلَّتْ تَبْكِيْ فَقَالَ أَخْبِرُوْهَا أَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوْزٌ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ إِنَّا اَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا.

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں ایک بڑھیا نبی ﷺ کی خدمت میں آئی اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کرے۔ آپ نے فرمایا اے فلاں کی ماں جنت میں تو کوئی بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی۔ وہ عورت روتی ہوئی واپس جانے لگی تو آپ نے (موجود لوگوں سے) کہا اس کو بتا دو کہ یہ بڑھیا ہونے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّا اَنْشَأْنَاهُنَّ اِنْشَاءً یعنی ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے۔ ہم نے ان کو ایسا بنایا ہے کہ وہ کنواریاں ہیں۔

اشعار پڑھنا اور سننا

جو کلام قصد و ارادہ سے قافیہ دار اور وزن دار بنایا گیا ہو اس کو اصطلاح میں شعر کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ شاعر نہ تھے اور نہ ہی شاعری آپ کی شان کے مناسب تھی۔ کبھی کبھی آپ سے ارادہ کے بغیر کوئی کلام وزن دار ہو جاتا تھا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قِيْلَ لَهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشِعْرِ قَالَتْ كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَيَتَمَثَّلُ وَيَقُوْلُ وَيَاتِيْکَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا نبی ﷺ کبھی کوئی شعر بھی پڑھتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں کبھی عبداللہ بن رواحہ کا شعر پڑھتے تھے اور کبھی کبھی کسی اور شاعر کا چنانچہ کبھی طرفہ شاعر کا) یہ مصرعہ پڑھ دیا کرتے تھے۔ وَيَاتِيْکَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ (یعنی کبھی تیرے پاس وہ شخص خبریں لے کر آتا ہے جس کو تو نے زاد راہ یعنی معاوضہ نہیں دیا)۔

فائدہ: یعنی عام طور سے واقعات کی تحقیق کے لئے اور کسی جگہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے سفر خرچ اور تنخواہ دے کر آدمی کو بھیجا جاتا ہے۔ مگر کبھی گھر بیٹھے بٹھائے کوئی آ کر خود ہی سارے حالات سنا دیتا ہے کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ اس کے ذریعہ سے نبی ﷺ نے خود اپنی مثال ارشاد فرمائی کہ بلا کسی اجرت اور سفر خرچ کے گھر بیٹھے جنت، دوزخ، آخرت اور قیامت اور آئندہ کے حالات بتا دیئے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ أَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَاخَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ. وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے سچا کلام جو کسی شاعر نے کہا ہے لبید کا یہ کلام ہے أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَاخَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ (یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے) اور فرمایا امیہ بن ابی صلت (جو اپنے اشعار میں حقائق ذکر کرتا تھا اور قیامت کا قائل تھا) قریب تھا کہ اسلام لے آئے (یعنی اس کے مضامین حق کے بہت قریب تھے)

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ قَالَ أَصَابَ حَجَرٌ إِصْبَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَدَمِيَتْ فَقَالَ

هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

حضرت جندب کہتے ہیں ایک مرتبہ ایک پتھر رسول اللہ ﷺ کی انگلی پر لگا جس سے وہ خون آلود ہوگئی تو آپ نے اس وقت جو بات کہی وہ بلا ارادہ وزن دار تھی۔

هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

تو تو محض ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوگئی ہے اور (شکر ہے کہ) جو تجھے پیش آیا ہے وہ اللہ ہی کی راہ میں پیش آیا ہے۔

عَنِ الشَّرِيْدِ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنْشَدْتُهُ مِائَةَ قَافِيَةٍ مِنْ قَوْلِ أُمَيَّةَ.

كُلَّمَا أَنْشَدْتُهُ بَيْتًا قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ هِيْهِ حَتّٰى أَنشَدْتُهُ مِائَةَ يَعْنِيْ بَيْتًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنْ كَادَ لَيُسْلِمُ.

حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ رسول ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ (اس وقت) میں نے آپ کو امیہ کے سو شعر سنائے۔ جب بھی میں آپ کو ایک شعر سناتا آپ فرماتے اور سناؤ یہاں تک کہ میں نے آپ کو سو شعر سنائے۔ آخر میں آپ نے فرمایا وہ تو اسلام لانے کے بہت ہی قریب ہو گیا تھا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَالَسْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ وَ كَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ وَيَتَذَاكَرُوْنَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَ هُوَ سَاكِتٌ وَرُبَمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں سو مرتبہ سے زیادہ بیٹھا ہوں جن میں صحابہ اشعار پڑھتے تھے اور زمانہ جاہلیت کی باتوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ (انکو روکتے نہیں تھے بلکہ) خاموش رہتے تھے اور کبھی کبھی ان کے ساتھ مسکرا دیتے تھے۔

لیٹنے اور سونے کی کیفیت

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ وَقَالَ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے۔ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اے میرے رب مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن کہ تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا آوىٰ إِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيٰى وَ إِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو یہ کلمات کہتے اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيٰى (یعنی اے اللہ میں تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور سوتا ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوتا ہوں اور بیدار ہوتا ہوں) اور جب بیدار ہوتے تو یہ کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَ إِلَيْهِ النُّشُوْرُ (یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف واپسی ہے۔

فائدہ: سوتے وقت کی اور بہت سی دعائیں بھی منقول ہیں جو دعاؤں کی کتابوں میں مذکور

ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے۔

عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ إِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ وَ إِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ وَ وَضَعَ رَاسَهُ عَلٰى كَفِّهِ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (سفر میں رات کو چلنے کے بعد) نبی ﷺ جب رات ہی میں پڑاؤ کرتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ کر آرام کرتے اور اگر صبح کے قریب پڑاؤ کرتے تو اپنا دایاں بازو کھڑا رکھتے اور (کہنی پر ٹیک لگا) اپنے ہاتھ پر سر رکھ کر آرام فرماتے۔ (تاکہ گہری نیند نہ آئے اور فجر کی نماز فوت نہ ہو)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِیَّ ﷺ مُسْتَلْقِيًا فِی الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا اس حال میں کہا آپ ﷺ اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔

عبادت کے معمولات

رات کی عبادت

عَنْ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهُ أَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْداً شَكُوْراً.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اس قدر لمبے نوافل پڑھتے تھے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ کیا آپ اس قدر مشقت اس کے باوجود برداشت کرتے ہیں کہ اللہ نے آپ کی اگلی اور پچھلی خطائیں معاف فرما دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا انعام فرمایا ہے) تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُوْمُ فَإِذَا كَانَ مِنَ السَّحَرِ أَوْتَرَ ثُمَّ أَتٰى فِرَاشَهُ فَإِذَا كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ أَلَمَّ بِأَهْلِهِ فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ وَثَبَ فَإِنْ كَانَ جُنُباً أَفَاضَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ

إِلَى الصَّلٰوةِ.

اسودؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ عام طور سے (عشاء کی نماز کے بعد) رات کے نصف اول میں سو جاتے تھے۔ پھر اٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور جب اخیر شب ہو جاتی تھی تب وتر پڑھتے۔ اس کے بعد اپنے بستر پر تشریف لاتے۔ اگر رغبت ہوتی اپنے اہل کے پاس چلے جاتے (یعنی صحبت کرتے) جب اذان کی آواز سنتے تو فوراً اٹھ جاتے پھر اگر جنبی ہوتے تو غسل کرتے ورنہ وضو کرتے اور نماز کے لئے نکل جاتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ مَنَعَهُ مِنْ ذٰلِكَ النَّوْمُ أَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب رات کے وقت نماز نہ پڑھ پاتے یا تو سوتے رہنے کی وجہ سے یا آنکھوں میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے تو آپ (تدارک کے طور پر) دن میں (ظہر سے پہلے) بارہ رکعت پڑھتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى كَانَ أَكْثَرُ صَلٰوتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ نبی ﷺ وفات کے قریب زمانہ میں اکثر نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِآيَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ لَيْلَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات تہجد میں قرآن کی ایک ہی آیت کی تکرار کرتے رہے۔

فائدہ: وہ آیت سورہ مائدہ کے آخری رکوع کی آیت ہے: إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (اے اللہ اگر تو ان کو عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے اور غلام ہی ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت فرما دے تو تو بڑے زور والا اور حکمت والا ہے)

چاشت کی نماز

عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ لِعَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحٰى قَالَتْ نَعَمْ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَ يَزِيْدُ مَاشَاءَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ.

معاذہ کہتی ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ چاشت کی نماز

پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں (کم سے کم) چار رکعت پڑھتے تھے اور زائد بھی پڑھتے جتنا اللہ عزوجل چاہتے۔

عَنْ أُمِّ هَانِئٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ مَارَأَيْتُهُ ﷺ صَلّٰى صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ.

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں گئے اور غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ کہتی ہیں میں نے آپ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اس سے ہلکی نماز کبھی پڑھی ہو البتہ رکوع وسجدے آپ نے پورے پورے کئے۔

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحٰى حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَدَعُهَا وَيَدَعُهَا حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُصَلِّيْهَا.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ چاشت کی نماز (کبھی تو اس قدر اہتمام سے) پڑھتے تھے کہ ہمیں خیال ہوتا تھا کہ اب کبھی نہیں چھوڑیں گے اور کبھی (امت پر فرض ہونے کے خوف سے) ایسا ترک فرماتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ بالکل چھوڑ ہی دی اب کبھی نہیں پڑھیں گے۔

نوافل گھر میں پڑھنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ بَيْتِيْ وَالصَّلٰوةِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ قَدْ تَرٰى مَا أَقْرَبَ بَيْتِيْ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَأَنْ أُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً.

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے گھر میں اور مسجد میں نفل نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا (کہ کہاں پڑھنا افضل ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم دیکھتے ہو میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے (کہ مسجد کے آنے میں کسی قسم کی کوئی دقت یا رکاوٹ نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود) مجھے مسجد کے مقابلہ میں گھر میں (نفلی) نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے الا یہ کہ فرض نماز ہو (کہ اس کی اصل جگہ تو مسجد ہی ہے)۔

نفلی روزے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ أَفْطَرَ. قَالَتْ وَمَا صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهْراً كَامِلاً مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ إِلَّا رَمَضَانَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ (کبھی متواتر) روزے رکھتے یہاں تک کہ ہمارا خیال ہوتا کہ (یہ پورا مہینہ) روزہ رکھیں گے اور (کبھی متواتر) روزے نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ آپ (پورا مہینہ ہی) روزہ نہ رکھیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مدینہ تشریف لانے کے بعد سے آپ نے رمضان کے علاوہ پورے مہینے کا روزہ نہیں رکھا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ فِيْ شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهٖ فِيْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيْلاً بَلْ كَانَ يَصُوْمُ كُلَّهٗ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ آپ شعبان کے اکثر حصہ میں روزے رکھتے تھے بلکہ (قریب قریب) پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا ہر ماہ تین روزے رکھنے کا معمول بھی تھا جو کبھی شروع مہینے کے تین دن اور کبھی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں تاریخ اور کبھی اور ترتیب سے۔

i- **عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ.**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ہر مہینہ کے شروع کے تین روزے رکھتے تھے۔

ii- **عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْأَحَدَ وَالْاِثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهْرِ الْآخِرِ الثَّلَاثَاءَ وَالْأَرْبَعَاءَ وَالْخَمِيْسَ.**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ میں ہفتہ، اتوار اور پیر کے (تین دن کے) روزے رکھتے تھے اور دوسرے مہینہ میں منگل بدھ اور جمعرات (کے تین دن) کے روزے رکھتے تھے۔

4- **عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ.**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) اعمال پیر اور جمعرات کے دن پیش کئے جاتے ہیں اور میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حالت میں پیش کیا جائے کہ میں روزے کی حالت میں ہوں۔

قرآن پڑھنا

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَطِّعُ قِرَائَتَهُ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ وَكَانَ يَقْرَأُ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ تلاوت میں ہر آیت کو جدا جدا کر کے علیحدہ علیحدہ اس طرح پڑھتے کہ **الحمد الله رب العالمين** پڑھتے پھر ٹھہرتے پھر **الرحمن الرحيم** پڑھتے پھر ٹھہرتے پھر مالک یوم الدین پڑھتے۔

فائدہ: ہر ہر آیت پر وقف کرنا یہ نبی ﷺ کا ہمیشہ کا معمول نہیں تھا کیونکہ قومی دلائل سے اور طرح بھی ثابت ہے۔

1- عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا فَقَالَ اَلتَّرْتِيْلُ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ. (النشر لابن الجزرى ص: 209 ج 1)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (قرآن میں) اللہ تعالیٰ کے فرمان وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا (کہ قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو) کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا حروف کی صحیح ادائیگی کرنے اور وقف کی جگہوں کے پہچاننے کو ترتیل کہتے ہیں۔

2- عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ لَقَدْ عِشْنَا بُرْهَةً مِنْ دَهْرِنَا وَأَنَّ أَحَدَنَا لَيُؤْتَى الْإِيْمَانَ قَبْلَ الْقُرْآنِ وَتَنْزُلُ السُّوْرَةُ عَلَى النَّبِيِّ فَيَتَعَلَّمُ حَلَالَهَا وَحَرَامَهَا وَأَمْرَهَا وَ زَاجِرَهَا وَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّوْقَفَ عِنْدَهٗ مِنْهَا. (النشر لا بن الجزرى ص: 225 ج 1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم پر ایک زمانہ ایسا گزرا کہ قرآن (کے احکام کی تعلیم) سے پہلے ہمیں ایمان سکھایا جاتا تھا (قرآن کے ذریعہ بھی اور حدیث کے ذریعہ بھی) اور (پھر قرآن کے احکام سیکھنے کی تفصیل یہ تھی کہ) نبی ﷺ پر جو سورت نازل ہوتی تھی (ہم میں سے) ہر شخص (اپنی اپنی صلاحیت کے بقدر) اس کے حلال وحرام اور اس کے امر و نہی کو سیکھتا تھا اور اس بات کو بھی سیکھتا کہ اس سورت کی کس کس جگہ پر وقف کیا جائے گا۔

3- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وقوف قرآن کی منزلیں ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان آثار واقوال سے معلوم ہوا کہ سب ہی صحابہ اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ نبی ﷺ سے یہ بھی سیکھیں کہ کہاں وقف کیا جائے۔ وقف کرنا مختلف وجہوں سے ہوتا ہے مثلاً:

1- سانس ٹوٹ جائے مثلاً آیت الکرسی جو ایک لمبی آیت ہے اس کو ایک سانس میں پڑھنا مشکل ہے

لہٰذا بیچ بیچ میں وقف کرنا اور سانس توڑنا مجبوری ہے۔

2- ایک بات مکمل ہو جائے۔

3- الفاظ کی ہم آہنگی کی رعایت کی جائے جیسا کہ قرآن پاک میں لکھی ہوئی اکثر آیتوں کے ختم پر ملتا ہے مثلاً **الحمد لله رب العالمين o الرحمن الرحيم o مالک يوم الدين o** ان تین آیتوں میں سے ہر ایک کے آخر پر وقف کیا جائے تو ہم آہنگی ملتی ہے۔

ان مذکورہ وجوہات میں سے کسی بھی وجہ سے وقف کرنا جائز ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے سب طرح سے وقف کیا ہے۔ خاص کسی ایک طریقے کی پابندی نہیں کی اس لئے صحابہ اور پھر تابعین اور تبع تابعین کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں۔ اور ان میں امام نافع مدنی اور امام ابن عامر شامی اس جگہ وقف کرتے ہیں جہاں معنی کے لحاظ سے ٹھہرنا مناسب ہو۔ امام ابن کثیر مکی آیت پر وقف کرنا پسند کرتے ہیں۔ امام عاصم اور امام کسائی جہاں بات ختم ہو رہی ہو وہاں ٹھہرتے ہیں اور امام حمزہ جہاں بھی سانس ٹوٹ جائے وہاں وقف کرتے ہیں اگرچہ آیت کے بیچ میں ٹوٹ جائے۔ یہ سب حضرات اپنے طریقے کو جو انہوں نے اپنے اساتذہ کے واسطے سے نبی ﷺ سے ہی حاصل کیا تھا ترجیح دیتے ہیں لیکن دوسروں کے طریقوں کو بھی جائز جانتے ہیں ناجائز نہیں کہتے۔

انہی اماموں کی قراءتیں آگے تواتر سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔ چونکہ وقف کے مواقع بھی ان قراءتوں ہی کا حصہ ہیں اس لئے وقف کے مواقع بھی تواتر سے ثابت ہیں۔

عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَدًّا.

قتادہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کس طرح پڑھتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ (مد والے حروف کو) مد کے ساتھ کھینچ کر پڑھتے تھے (جس کے لئے ضروری ہے کہ تلاوت اطمینان سے کی جائے)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ ﷺ أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا أَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ.

حضرت عبداللہ بن ابی قیس کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا (کہ رات کو تہجد میں) قراءت آہستہ کرتے تھے یا آواز سے کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ دونوں طرح ہی کرتے تھے کبھی آہستہ پڑھتے تھے اور کبھی آواز سے پڑھتے تھے۔

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ نَبِيُّكُمْ ﷺ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَكَانَ لَا يُرَجِّعُ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تمہارے نبی ﷺ اچھی صورت والے اور اچھی آواز والے تھے اور قرآن کو (گانے والوں کی طرح) آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔

گریہ وزاری

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ.

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے (اور کمال خشوع وخضوع کی وجہ سے رو رہے تھے) اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِقْرَأْ عَلَيَّ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْداً قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَهْمِلَانِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کو سناؤں حالانکہ آپ ہی پر تو قرآن نازل کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں۔ تو (امتثال امر میں) میں نے سورہ نساء پڑھی یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْداً تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

فائدہ: رونا دو وجہ سے تھا۔

1- کلام الٰہی کے خود سننے سے بھی رونا آجاتا ہے۔

2- مذکورہ آیت کا مضمون قیامت کے دن کے ایک منظر کو بیان کرتا ہے۔ اس منظر کے استحضار کی وجہ سے رونا آ گیا۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ا قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنَ وَ هُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِيْ. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کے بعد بوسہ دیا۔ اس وقت آپ رو رہے تھے (اور آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے)۔

فائدہ: حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ اسلام قبول

کرنے والے چودھویں شخص تھے۔ اسلام سے پہلے بھی شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ ان کو دو ہجرتیں نصیب ہوئیں اور جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ یہ مدینہ منورہ میں وفات پانے والے سب سے پہلے مہاجر ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ شَهِدْنَا ابْنَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی (ام کلثوم) کے جنازے میں شریک تھے۔ آپ ﷺ قبر (کے کنارے) پر تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

تواضع وانکساری

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ (سب ہی) بیماروں کی عیادت کرتے تھے' جنازوں میں شریک ہوتے تھے اور گدھے پر سوار ہو جاتے تھے اور کسی غلام کے (بھی) مدد کے لئے بلانے پر اس کے پاس پہنچ جاتے تھے (غرض عام آدمیوں میں عام آدمی کی طرح رہتے تھے بالکل بھی تکبر نہ کرتے تھے)۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُدْعٰى إِلَى خُبْزِ الشَّعِيْرِ وَالْإِهَالَةِ السَّنِخَةِ فَيُجِيْبُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو جو کی روٹی اور باسی چربی کی دعوت دی جاتی تو آپ اس کو (بھی اپنے کمال اخلاق کی وجہ سے) قبول فرما لیتے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَكَانُوْا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا (اس کے باوجود) وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ وہ آپ ﷺ کا اس کو ناپسند کرنا جانتے تھے۔ (اگرچہ کسی کے آنے پر کھڑے ہونا جب کہ نہ تکبر ہو اور نہ تکبر کا اندیشہ ہو جائز ہے لیکن رسول اللہ ﷺ تواضع کی بنا پر اپنے لئے اس کو بھی پسند نہ فرماتے تھے)۔

عَنْ عَمْرَةَ قَالَتْ قِيْلَ لِعَائِشَةَ مَاذَا كَانَ يَعْمَلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ بَشَراً مِنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيَخْدِمُ نَفْسَهٗ.

عمرہ کہتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ عام آدمیوں کی طرح (گھر میں کام کرلیا کرتے) تھے۔ اپنے کپڑوں پر اگر کسی اور کی جوں چڑھ جاتی تھی تو) جوں تلاش کر لیتے تھے۔خود ہی اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور اپنے کام بھی خود ہی کرلیا کرتے تھے (ان کاموں کو کرنے میں آپ ﷺ کو کچھ گرانی یا تکبر مانع نہ ہوتا تھا)۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ نِيْ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرُذَوْنٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ (میری عیادت کے لئے) میرے پاس تشریف لائے۔آپ نہ خچر پر سوار تھے نہ ترکی گھوڑے پر (یعنی دیگر حکمرانوں کی طرح کسی سواری پر چڑھ کر نہیں آئے بلکہ پیدل چل کر آئے اور آپ کی کثرت سے پیدل چلنے کی عادت تھی)۔

اخلاق عالیہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقْبِلُ بِوَجْهِهٖ وَ حَدِيْثِهٖ عَلٰى أَشَرِّ الْقَوْمِ يَتَأَلَّفُهُمْ بِذٰلِكَ فَكَانَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهٖ وَحَدِيْثِهٖ عَلَيَّ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنِّيْ خَيْرُ الْقَوْمِ.

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ تالیف قلب کے خیال سے قوم کے کم ترین شخص کی طرف بھی اپنی توجہ اور خصوصی گفتگو مبذول فرماتے تھے۔(اس کی وجہ سے اس شخص کو اپنی خصوصیت کا خیال ہونے لگتا تھا چنانچہ) خود میری طرف بھی آپ اپنی توجہ اور خصوصی گفتگو مبذول کرتے تھے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ میں قوم کا بہترین آدمی ہوں (جب ہی تو میری طرف اتنی عنایت ہے)۔

3- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ أُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِيْ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهٗ لِمَ صَنَعْتَ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهٗ لِمَ تَرَكْتَهٗ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی۔ آپ ﷺ نے مجھے (کسی بھی بات پر) افوہ تک نہیں کہا اور میں نے کوئی کام کرلیا تو یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور کوئی کام نہیں کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا (اور آپ کمال اخلاق کی وجہ سے میری کوتاہیوں کو برداشت کرتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ اس کو منجانب اللہ سمجھ کر اس پر راضی

ہو جاتے تھے۔ یہ معاملہ ان امور میں تھا جو آپ ﷺ کی ذات سے متعلق تھے۔ آپ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا البتہ اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کو کوئی توڑتا تھا تو اس پر جو شرعی مواخذہ ہے اس کو ضرور پورا کرتے تھے)۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَائِمَ الْبِشْرِ سَهْلَ الْخُلُقِ لَيِّنَ الْجَانِبِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا صَخَّابٍ وَلَا فَحَّاشٍ وَلَاعَيَّابٍ وَلَامُشَاحٍّ يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا يَشْتَهِيْ وَلَا يُؤْيِسُ مِنْهُ وَلَا يُجِيْبُ فِيْهِ قَدْ تَرَكَ نَفْسَهُ مِنْ ثَلَاثٍ الْمِرَاءِ وَالْإِكْبَارِ وَمَا لَايَعْنِيْهِ وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ كَانَ لَا يَذُمُّ أَحَدًا وَلَا يَعِيْبُهُ وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا فِيْمَا رَجَا ثَوَابَهُ وَ إِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ جُلَسَائُهُ كَأَنَّمَا عَلٰى رُءُ وْسِهِمُ الطَّيْرُ ..... يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُوْنَ مِنْهُ وَيَتَعَجَّبُ مِمَّا يَتَعَجَّبُوْنَ وَيَصْبِرُ لِلْغَرِيْبِ عَلَى الْجَفْوَةِ فِيْ مَنْطِقِهٖ وَمَسْأَلَتِهٖ وَيَقُوْلُ اِذَا رَأَيْتُمْ طَالِبَ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَأَرْفِدُوْهُ وَلَا يَقْبَلُ الثَّنَاءَ إِلَّا مِنْ مُكَافِئٍ وَلَايَقْطَعُ عَلٰى أَحَدٍ حَدِيْثَهٗ حَتّٰى يَجُوْزَ فَيَقْطَعُهٗ بِنَهْيٍ أَوْ قِيَامٍ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ متصف تھے (یعنی آپ کے چہرہ پر تبسم اور بشاشت کا اثر نمایاں رہتا تھا۔ آپ نرم مزاج تھے (لوگوں کے ساتھ شرعاً موافقت ممکن ہوتی تو موافقت فرماتے) آپ نہ سخت گو تھے، نہ سخت دل تھے، نہ چلا کر بولتے تھے، نہ فحش گو تھے (کہ بدکلامی کریں) اور نہ عیب گیر تھے (کہ لوگوں کے عیب نکالتے پھریں) اور نہ زیادہ مذاق کرتے تھے۔ آپ ناپسند بات سے اعراض فرماتے تھے (گویا سنی ہی نہیں۔ دوسرے کی کوئی خواہش اگر آپ کو مناسب معلوم نہ ہوتی تو اس کو مایوس بھی نہ فرماتے اور اس کا وعدہ بھی نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل علیحدہ کر لیا تھا جھگڑے سے، تکبر سے اور بے کار باتوں سے اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ نہ کسی کی مذمت فرماتے، نہ کسی کو عیب لگاتے اور نہ کسی کے عیب تلاش کرتے۔ آپ صرف وہی بات کرتے جس کے ثواب کی امید ہوتی۔ جب آپ بات کرتے تو حاضرین مجلس گردن جھکا لیتے (اور اس طرح بے حس و حرکت بیٹھتے) گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (کہ ذرا حرکت کی تو پرندہ اڑ جائے گا) .....جس بات سے اور لوگ ہنستے آپ بھی تبسم فرماتے اور جس بات سے اور لوگ تعجب کرتے آپ بھی تعجب کا اظہار فرماتے (یہ نہیں کہ سب سے الگ چپ چاپ بیٹھے رہیں) بلکہ معاشرت اور طرز کلام میں حاضرین مجلس کے شریک حال رہتے تھے) اجنبی مسافر کی درشت گفتگو اور بدتمیزی کے (اور بیجا قسم کے) سوال پر صبر

فرماتے۔ آپ یہ بھی تاکید فرماتے تھے کہ جب کسی طالب حاجت کو دیکھو تو اس کی مدد کیا کرو۔ اگر آپ کی کوئی تعریف کرتا تو اس کو گوارا نہ فرماتے الا یہ کہ وہ احسان کے شکریہ کے طور پر کرتا۔ کسی کی گفتگو نہ کاٹتے تھے البتہ اگر کوئی حد سے تجاوز کرنے لگتا تو پھر اس کو ختم کرواتے یا تو منع کر دیتے یا خود مجلس سے اٹھ جاتے (تاکہ وہ خود رک جائے)۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّلَاصَخَّاباً فِي الْأَسْوَاقِ وَلَايُجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نہ تو طبعاً فحش گو تھے نہ بتکلف فحش بات کرتے تھے اور نہ بازاروں میں چلا کر (وقار کے خلاف) باتیں کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور اس کا ذکر تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے۔

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَاسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپ نے انکار فرمایا ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَ كَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان کے مہینے میں تو آپ کی سخاوت اور بھی بڑھ جاتی تھی۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہدیہ قبول فرما لیتے تھے اور اس پر (اس سے بہتر) بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔

حیاء

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (میں بے حیائی اور بے باکی نہیں تھی، بری باتوں سے حیاء کرتے تھے بلکہ آپ) شرم و حیاء میں کنواری لڑکی جو اپنے پردہ میں ہو اس سے زیادہ حیادار تھے اور جب آپ کسی بات کو ناگوار پاتے تو ناپسندیدگی آپ کے چہرے

سے پہچان لی جاتی۔

سینگی لگوانا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَحْتَجِمُ فِي الْأَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدىٰ وَ عِشْرِيْنَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ گردن کی دونوں جانبوں میں اور دونوں شانوں کے درمیان سینگی لگواتے تھے اور (عام طور سے چاند کی) سترہویں، انیسویں اور اکیسویں تاریخ کو لگواتے تھے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِمَلَلٍ عَلٰى الْقَدَمِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان) ملل نام کی ایک جگہ میں حالت احرام میں پشت قدم پر سینگی لگوائی۔

فائدہ: سینگی لگانا بدن کے ظاہری حصہ سے خون نکالنے کو کہتے ہیں۔ ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ کے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ وہ آپ نے بہت تھوڑا ہی کھایا تھا مگر اس کی سمیت مختلف اوقات میں بالخصوص گرمی کے زمانہ میں بار بار عود کرتی تھی۔ جس جانب زہریلے مادے کا زور ہوتا اس جانب آپ ﷺ کو سینگی کے استعمال کی ضرورت ہوتی تھی۔

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِحْتَجَمَ وَأَمَرَنِيْ فَأَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ أَجْرَهُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ سینگی لگوائی اور مجھے (اس کی اجرت دینے کا) حکم دیا تو میں نے سینگی لگانے والے کو اس کی اجرت ادا کی۔

بعض نام اور القاب

عَنْ جُبَيْرِبْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَأَ نَا اَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں (ان میں سے چند یہ ہیں کہ) میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں (جس کا مطلب ہے مٹانے والا) اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے کفر کو مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں جس کے سامنے سب لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور میں ہی عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ لَقِيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ أَنَا مُحَمَّدٌ وَ أَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَأَنَا الْمُقَفّٰى وَأَنَا الْحَاشِرُ و نَبِيُّ الْمَلَاحِمِ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ میری ملاقات نبی ﷺ سے مدینہ منورہ کے کسی رستے میں ہوئی اس وقت آپ نے فرمایا میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور نبی رحمت ہوں اور نبی توبہ ہوں اور میں مقفی ہوں (یعنی انبیاء میں سب سے آخر میں آنے والا ہوں) اور میں حاشر ہوں اور نبی ملاحم ہوں (یعنی لڑائیوں کا نبی ہوں کیونکہ میری امت میں جہاد قیامت تک جاری رہے گا)۔

عمر مبارکہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَكَثَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰى إِلَيْهِ وَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْراً وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّ سِتِّيْنَ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (نبوت ملنے کے بعد) رسول اللہ ﷺ مکہ میں تیرہ سال رہے جن میں آپ کی طرف وحی ہوتی رہی اور مدینہ میں دس سال رہے اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

وفات

رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات کی ابتداء سر کے درد سے ہوئی تھی۔ اس روز آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن میں مرض میں شدت پیدا ہوئی۔ جب مرض میں زیادہ شدت ہوئی تو آپ ﷺ کے ایماء پر تمام ازواج نے اس کو اختیار کیا کہ آپ حضرت عائشہ کے مکان ہی میں رہیں۔ کل مدت مرض بارہ یا چودہ ایام ہے۔ پیر کے دن چاشت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں انتقال ہوا۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهُ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ أَوْ قَالَ عَلٰى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرض وفات میں دیکھا کہ آپ کے پاس ایک پیالہ میں پانی ہے اور (مرض کی طبعی تکلیف کی وجہ سے) آپ پیالہ میں ہاتھ ڈالتے پھر اپنے چہرہ پر پانی والا ہاتھ پھیر لیتے پھر یہ فرماتے اے اللہ موت کے شدائد پر میری مدد فرما۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ أُغْمِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَرَضِهٖ فَأَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ

الصَّلوٰةُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالاً فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا أَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ النَّاسَ أَوْ قَالَ بِالنَّاسِ ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَأَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلوٰةُ قَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالاً فَلْيُؤَذِنْ وَمُرُوْا أَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبِيْ رَجُلٌ أَسِيْفٌ إِذَا قَامَ ذٰلِكَ الْمَقَامَ بَكٰى فَلَا يَسْتَطِيْعُ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَهٗ قَالَ ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَأَفَاقَ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالاً فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا أَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ أَوْ صَوَاحِبَاتُ يُوْسُفَ قَالَ فَأُمِرَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ وَأُمِرَ أَبُوْبَكْرٍ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَجَدَ خِفَّةً فَقَالَ اُنْظُرُوْا إِلٰى مَنْ أَتَّكِئُ عَلَيْهِ فَجَاءَ تْ بَرِيْرَةُ وَرَجُلٌ آخَرُ فَاتَّكَأَ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَاٰهُ أَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَنْكُصَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ يَثْبُتَ مَكَانَهٗ حَتّٰى قَضٰى أَبُوْبَكْرٍ صَلَاتَهٗ.

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو اپنے مرض وفات میں غشی ہوئی۔ جب افاقہ ہوا تو پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ گھر میں موجود لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں (ہو گیا)۔ فرمایا بلال کو کہو کہ وہ اذان کہیں اور ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس کے بعد آپ پر پھر غشی طاری ہوئی۔ جب افاقہ ہوا تو پوچھا کہ کیا نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں (ہو گیا) فرمایا۔ بلال سے کہو کہ وہ اذان کہیں اور ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میرے والد (ابوبکر) رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب اس جگہ (یعنی نبی ﷺ کے مصلے) پر کھڑے ہونگے تو رونا شروع کر دیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ اگر آپ ان کی جگہ کسی اور کو (نماز پڑھانے کا) کا کہہ دیں تو اچھا ہو۔ رسول اللہ ﷺ پر پھر غشی طاری ہوئی۔ افاقہ ہوا تو فرمایا بلال کو کہو کہ وہ اذان کہیں اور ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کا کہنے میں جو فائدہ اور ضرورت اور مصلحت تھی وہ آپ ﷺ کے علم میں تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا اندازہ نہ ہوا۔ تو چونکہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان حال اور زبان قال سے یہ درخواست بے جا تھی اس لئے ان کو فرمایا کہ بے جا بات پر اصرار کرنے میں تم حضرت یوسف علیہ السلام کی عورتوں کی طرح ہو (کہ انہوں نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زلیخا کی گویا تائید کی)۔ غرض بلال کو کہا گیا تو انہوں نے اذان کہی اور ابوبکر کو کہا گیا تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (یہ گفتگو شب جمعہ میں عشاء کے وقت ہوئی۔ عشاء کی نماز سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانا شروع کی اور پیر کے دن چاشت کے وقت نبی ﷺ کا وصال ہوا۔ تو اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کل سترہ نمازیں نبی ﷺ کی شدت مرض میں پڑھائیں۔ دوران

مرض میں یعنی پیر کے دن فجر کی نماز میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے بیماری میں کچھ تخفیف محسوس کی تو فرمایا دیکھو کوئی سہارا دینے والا ہے۔ اس پر بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک اور صاحب آگے بڑھے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کا سہارا لیا (اور مسجد تشریف لے گئے)۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے لیکن آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ کھڑے رہیں اور نماز پڑھاتے رہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ مُسْنِدَةً النَّبِيَّ ﷺ إِلٰى صَدْرِيْ أَوْ قَالَتْ إِلٰى حِجْرِيْ فَدَعَا بِطَسْتٍ لِيَبُوْلَ فِيْهِ ثُمَّ بَالَ فَمَاتَ ﷺ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (وصال کے وقت) میں نے نبی ﷺ کو اپنے سینے کے ساتھ سہارا دے رکھا تھا۔ آپ نے طشت (پیشاب کا برتن منگوایا تا کہ اس میں پیشاب کریں پھر آپ نے پیشاب کیا۔ پھر (کچھ دیر بعد) آپ ﷺ کی وفات ہوئی (تو اس وقت بھی آپ ﷺ کا سر مبارک میرے سینے کے ساتھ تھا یا کہا کہ میری گود میں تھا)۔

عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَمَكَثَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَيْلَةَ الثَّلَاثَاءِ وَ دُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ.

حضرت زین العابدین کے بیٹے محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات پیر کے دن ہوئی۔ اس روز اور منگل کا روز ٹھہر کر منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں دفن کئے گئے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی تدفین میں اتنی تاخیر کی متعدد وجوہ تھیں۔

1- اس عظیم حادثہ کی وجہ سے عام طور سے لوگوں کے ہوش وحواس ہی قابو میں نہ رہے تھے۔ کوئی مدہوش وحیرت زدہ تھا اور کسی کو وفات تسلیم کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ وہ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امت کو سنبھالا۔

2- خلافت کا مسئلہ درپیش تھا کیونکہ:

i- تجہیز وتکفین کے ہر ہر مسئلہ میں اس کی ضرورت تھی۔ ضرورت تھی کہ اس اہم کام میں اگر اختلاف رائے پیدا ہو تو کوئی قوت نافذہ موجود ہو جو اختلاف کو دور کرے اور اپنا حتمی فیصلہ جاری کرے۔

ii- بعض انصار میں یہ مسئلہ زیر بحث آ جانے سے یہ بات اور بھی اہم بن گئی تھی کیونکہ اس وقت کے حالات میں بہت ہی قابلیت والے امیر کی ضرورت تھی جس پر سب متفق بھی ہو جائیں۔ اسی پر

اس وقت دین کی حفاظت موقوف تھی۔ کوئی نا اہل امیر بن جاتا تو دین کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ شام تک جا کر خلافت کا مسئلہ حل ہوا۔ دوسرے دن عام بیعت ہو جانے کے بعد پھر ہر ہر مسئلہ سہولت سے طے ہوتا گیا۔

3- نماز جنازہ کے لئے چند آدمی حجرہ میں جاتے اور بلا جماعت نماز پڑھ کر باہر آتے۔ اس طرح باری باری سب مدینہ والوں نے نماز پڑھی۔ اس میں بھی ظاہر ہے خاصا وقت صرف ہوا۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَابَكْرٍ رضی الله عنهما دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ وَفَاتِهٖ فَوَضَعَ فَمَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى سَاعِدَيْهِ وَقَالَ وَا نَبِيَّاهُ وَا صَفِيَّاهُ وَا خَلِيْلَاهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر آپ کے پاس آئے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے ہاتھ آپ ﷺ کے بازوؤں پر رکھ کر یہ کہا ہائے نبی، ہائے صفی، ہائے خلیل (یہ الفاظ نوحہ کے طور پر نہیں کہے)۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُبِضَ فَقَالَ عُمَرُ وَ اللّٰهِ لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُبِضَ إِلَّاضَرَبْتُهٗ بِسَيْفِيْ هٰذَا. قَالَ كَانَ النَّاسُ أَمِيِّيْنَ لَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهٗ فَأَمْسَكَ النَّاسُ. قَالُوْا يَا سَالِمُ انْطَلِقْ إِلٰى صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَادْعُهٗ فَأَتَيْتُ أَبَابَكْرٍ وَ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَيْتُهٗ أَبْكِيْ دَهِشًا. فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ لِيْ أَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ إِنَّ عُمَرَ يَقُوْلُ لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُبِضَ إِلَّاضَرَبْتُهٗ بِسَيْفِيْ هٰذَا فَقَالَ لِيْ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ فَجَاءَ هُوَ وَ النَّاسُ قَدْ دَخَلُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أُفْرِجُوْا لِيْ فَأَفْرَجُوْا لَهٗ فَجَاءَ حَتّٰى أَكَبَّ عَلَيْهِ وَخَرَّعَلٰى سَاعِدِهٖ وَمَسَّهٗ فَقَالَ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَ إِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ ثُمَّ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ فَعَلِمُوْا أَنْ قَدْصَدَقَ. قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا وَكَيْفَ قَالَ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَ يَدْعُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ وَ يَدْعُوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَدْخُلَ النَّاسُ. قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَ يُدْفَنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا أَيْنَ قَالَ فِي الْمَكَانِ الَّذِيْ قَبَضَ اللّٰهُ فِيْهِ رُوْحَهٗ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوْحَهٗ إِلَّا فِيْ مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلِمُوْا أَنْ قَدْ صَدَقَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يُغْسِلَهٗ بَنُوْ أَبِيْهِ.

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ (بہت سے

حضرات اس عظیم حادثہ کا تحمل نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (جیسے باعظمت اور قوی القلب شخص اپنے فضل و کمال اور بہادری کے باوجود تحمل نہ کر سکے اور از خود رفتہ ہو کر برہنہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور) کہنے لگے کہ میں نے اگر کسی کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی ہے تو میں اپنی اسی تلوار سے اس کو ماروں گا۔ سالم بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عرب امی لوگ تھے۔ ان میں آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوا تھا (حضرت اسماعیل علیہ السلام تو گویا ان عربوں کی بنیاد تھے۔ اس لئے ایسے کسی حادثہ کا ان کو کچھ تصور بھی نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس دھمکی سے) لوگ کچھ کہنے سے رک گئے۔ بعض حضرات نے حضرت سالم سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھی (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور انکو بلا لاؤ۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افاقہ کی صورت دیکھ کر آپ ﷺ کی اجازت سے گھر والوں کی خبر لینے کے لئے ایک میل کے فاصلہ پر اپنے مکان تشریف لے گئے تھے) سالم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس جب کہ وہ ایک قریبی مسجد میں تھے دہشت سے روتا ہوا پہنچا۔ مجھے اس حالت میں) دیکھتے ہی انہوں نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی ہے؟ میں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے اگر کسی کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو چکی ہے تو میں اپنی اسی تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ چلو۔ میں ان کے ساتھ چلا آیا۔ لوگ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے حجرہ میں موجود تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ مجھے کچھ جگہ دے دو۔ پھر وہ قریب آئے اور آپ پر جھک گئے اور آپ کا بوسہ لیا اور یہ الفاظ تلاوت کئے **انک میت و انھم میتون.**

پھر لوگوں نے پوچھا اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی کیا رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں (آپ کی وفات ہوگئی ہے) اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ صحیح کہہ رہے ہیں۔

پھر لوگوں نے پوچھا کیا ہم رسول اللہ ﷺ پر نماز جنازہ پڑھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں (پڑھیں گے) لوگوں نے پوچھا اس کی کیا صورت ہوگی۔ کہا کہ کچھ لوگ حجرہ میں داخل ہوں اور نماز جنازہ کی تکبیر، (ثنا اور) درود اور دعا کہیں (یعنی عام معمول کے مطابق نماز جنازہ پڑھیں) اور باہر نکل آئیں۔ پھر دوسرے لوگ جائیں۔ اور اسی طرح تکبیر (ثنا)، درود اور دعا (پر مشتمل نماز جنازہ) پڑھیں اور باہر نکل آئیں یہاں تک کہ سب لوگ باری باری اندر جا کر نماز جنازہ پڑھ لیں۔

لوگوں نے پوچھا اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی کیا رسول اللہ ﷺ کو دفن کیا جائے گا۔ کہا کہ ہاں

(دفن کیا جائے گا) پوچھا کہ کہاں؟ کہا کہ اسی جگہ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح عمدہ جگہ میں قبض کی ہے۔ لوگوں کو یقین ہوا کہ وہ صحیح کہہ رہے ہیں۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے ددھیالی رشتے داروں کو (آپ کے کپڑوں ہی میں) غسل دینے کا حکم دیا۔

میراث

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم انبیاء کا (مال میں) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو مال ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

خواب میں نبی ﷺ کو دیکھنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِيْ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

فائدہ: البتہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی خواب میں زیارت ایسی طرح کرے جو آپ کی شان کے مناسب نہیں مثلاً آپ کا حلیہ حدیثوں میں مذکور حلیہ سے مختلف دیکھے یا کسی ایسے کام کا حکم کرتے دیکھے جو خلاف شرع ہو یا کوئی ایسی بات دیکھے جو شان نبوی کے مناسب نہ ہو تو وہ دیکھنے والے کی غلطی، کوتاہی اور قصور کی بنا پر ہوتا ہے۔ یعنی خواب میں ذات تو نبی کریم ﷺ کی نظر آتی ہے البتہ جو احوال غیر مناسب نظر آتے ہوں وہ درحقیقت اپنے ہی فاسد حالات کا پرتو ہوتا ہے جیسے ایک ہی شے سرخ آئینہ میں سرخ نظر آتی ہے اور سبز آئینہ میں سبز نظر آتی ہے وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ کی جامع اور اہم نصیحتیں اور وصیتیں

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ. (احمد و ترمذی)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تم جہاں (اور جس حال میں) بھی ہو (خلوت میں ہو یا جلوت میں، آرام میں ہو یا تکلیف میں) خدا سے

ڈرتے رہو (اور تقویٰ تمہارا شعار رہے) اور ہر برائی کے پیچھے نیکی کرو جو برائی کو مٹا دے گی اور اللہ کے بندوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

عَنْ أَبِیْ أَیُّوْبَ الْأَنْصَارِیِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ عِظْنِیْ وَأَوْجِزْ فَقَالَ إِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ وَلَا تُکَلِّمْ بِکَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ غَداً وَأَجْمِعِ الْإِیَاسَ مِمَّا فِیْ أَیْدِی النَّاسِ (احمد)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمایئے اور مختصر فرمایئے (تاکہ یاد رکھنا آسان ہو) آپ نے ارشاد فرمایا کہ (ایک بات تو یہ یاد رکھو کہ) جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اس شخص کی سی نماز پڑھو جو سب سے رخصت ہونے والا ہو (یعنی جس شخص کو معلوم ہو کہ یہ میری آخری نماز ہے اور اس کے بعد زندگی نہیں تو جیسی نماز وہ پڑھے گا تم ہر نماز ویسی پڑھنے کی کوشش کرو اور دوسری بات یہ یاد رکھو کہ) ایسی کوئی بات زبان سے نہ نکالو جس کی کل تم کو معذرت (اور جواب دہی) کرنی پڑے (یعنی بات کرتے وقت ہمیشہ اس کا خیال رکھو کہ ایسی بات منہ سے نہ نکلے جس کی جواب دہی کسی کے سامنے اس دنیا میں یا قیامت کے دن خدا کے حضور میں کرنی پڑے اور تیسری بات یہ یاد رکھو کہ) آدمیوں کے پاس اور ان کے ہاتھ میں جو کچھ دنیوی مال و متاع نظر آتا ہے اس سے اپنے کو قطعاً مایوس کرلو (یعنی تمہاری امیدوں اور توجہ کا مرکز صرف رب العالمین ہو اور مخلوق کی طرف سے اپنی امیدوں کو بالکل منقطع کرلو)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَۃَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِیَاتٌ وَ ثَلٰثٌ مُهْلِکَاتٌ فَأَمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَتَقْوَی اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِیْ الرِّضَا وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنَا وَالْفَقْرِ وَأَمَّا الْمُهْلِکَاتُ فَهَوًی مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِیَ أَشَدُّ هُنَّ. (البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ہیں جو نجات دلانے والی ہیں، اور تین ہی چیزیں ہیں جو ہلاک کر دینے والی ہیں، پس نجات دلانے والی تین چیزیں تو یہ ہیں: ایک خدا کا خوف خلوت میں اور جلوت میں اور دوسرے حق بات کہنا خوشی میں اور غصہ میں، اور تیسرے میانہ روی خوشحالی میں اور تنگدستی میں۔ اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں۔ وہ خواہش نفس جس کی پیروی کی جائے اور وہ بخل جس کی اطاعت کی جائے (یعنی اس کے تقاضے پر عمل

کیا جائے) اور آدمی کی خود پسندی کی عادت اور یہ ان سب میں زیادہ سخت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَرْبَعٌ إِذَاكُنَّ فِيْكَ فَلا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ الدُّنْيَا حِفْظُ أَمَانَةٍ وَصِدْقُ حَدِيْثٍ وَحُسْنُ خَلِيْقَةٍ وَعِفَّةٌ فِيْ طُعْمَةٍ .

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار باتیں (اور چار خصلتیں دنیا و آخرت کے اعتبار سے) ایسی (قیمتی) ہیں کہ اگر وہ تم کو نصیب ہو جائیں تو پھر دنیا (اور اس کی نعمتوں) کے فوت ہو جانے میں کوئی مضائقہ (اور کوئی گھاٹا) نہیں۔ امانت کی حفاظت، باتوں میں سچائی، حسن اخلاق اور کھانے میں (حلال وحرام کی) احتیاط اور پرہیز گاری۔

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ و سَلَّمَ قَالَ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَخْلَصَ اللّٰهُ قَلْبَهٗلِإِيْمَانِ وَجَعَلَ قَلْبَهٗ سَلِيْماً وَّلِسَانَهٗ صَادِقًا وَّنَفْسَهٗ مُطْمَئِنَّةً وَّ خَلِيْقَتَهٗ مُسْتَقِيْمَةً وَّجَعَلَ أُذُنَهٗ مُسْتَمِعَةً وَّ عَيْنَهٗ نَاظِرَةً فَأَمَّا الْأُذُنُ فَقَمِعٌ وَأَمَّا الْعَيْنُ فَمُقِرَّةٌ لَمِا يُوْعِى الْقَلْبُ وَقَدْ أَفْلَحَ مَنْ جَعَلَ قَلْبَهٗ وَاِعياً ..... (بیهقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص کامیاب ہوا جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لئے خالص کر دیا اور اس کے قلب کو صحیح و سالم بنا دیا (یعنی جس کے دل کو ایسا صاف ایمان و یقین نصیب فرمایا جس میں شک یا نفاق کی کوئی آمیزش اور کوئی گنجائش نہیں اور حسد و کینہ جیسے باطنی امراض سے بھی اس کے دل کو پاک کر کے سلیم بنایا) اور اس کی زبان کو سچائی اور اس کے نفس کو اطمینان عطا فرمایا (یعنی اس کے نفس کو ایسا کر دیا کہ اللہ کی یاد سے اور اس کی مرضیات سے اس کو چین و اطمینان ملتا ہے) اور اس کی طبیعت کو سیدھا اور درست کر دیا (کہ وہ برائی کی طرف نہیں چلتی) اور اس کے کان کو سننے والا اور آنکھ کو دیکھنے والا بنا دیا (کہ وہ حق باتوں کو اور اللہ کی نشانیوں کو سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہیں) اور کامیاب ہوا وہ شخص جس کے دل کو اللہ نے حق بات کا خزانہ بنا دیا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدْ مَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْئَالَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ ..... (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن (جب حساب کے لئے بارگاہ خداوندی میں پیشی ہوگی تو) آدمی کے پاؤں سرک نہ سکیں گے

جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ کرلیا جائے گا (ایک) اس کی (پوری زندگی اور) عمر کے بارے میں، کہ کن کاموں میں اس کو ختم کیا اور (دوسرا خصوصیت سے) اس کی جوانی (اور جوانی کی قوتوں) کے بارے میں کہ کن مشاغل میں اس (جوانی اور اس کی قوتوں) کو بوسیدہ کیا اور (تیسرا اور چوتھا) اس کے مال و دولت کے بارے میں کہ کہاں سے (اور کن طریقوں سے) اس کو حاصل کیا تھا اور کن کاموں میں اس کو صرف کیا اور (پانچواں سوال یہ ہوگا کہ) جو کچھ معلوم تھا اس کے بارے میں کیا عمل کیا؟

عَنْ جَابِرِبْنِ سُلَيْمٍ قَالَ أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَرَأَيْتُ رَجُلاً يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ لَا يَقُوْلُ شَيْئًا اِلَّا صَدَرُوْاعَنْهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا ؟ قَالُوْا هٰذَ ارَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ عَلَيْکَ السَّلَامُ يارَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْکَ السَّلَامُ عَلَيْکَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ قُلْتُ أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ إِنْ أَصَابَکَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ كَشَفَهٗ عَنْکَ وَ إِنْ أَصَابَکَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ أَنْبَتَهَا لَکَ وَ إِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ أَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُکَ فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَيْکَ قُلْتُ اِعْهَدْ إِلَیَّ قَالَ لَا تَسُبَّنَّ أَحَداً قَالَ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُرّاً وَلَا عَبْداً وَلَا بَعِيْراً وَلَا شَاةً قَالَ وَلَا تُحَقِّرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَأَنْ تُكَلِّمَ أَخَاکَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُکَ إِنَّ ذَالِکَ مِنَ الْمَغْرُوْفِ وَارْفَعْ إِذَارَکَ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ وَ إِيَّاکَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ وإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيْلَةَ وَ إِنِ امْرُءٌ شَتَمَکَ وَعَيَّرَکَ بِمَا يَعْلَمُ فِيْکَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ فَإِنَّمَا وَبَالُ ذَالِکَ عَلَيْهِ . (ابوداؤد)

حضرت جابر بن سلیم کہتے ہیں میں مدینہ پہنچا (اور میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اس وقت کچھ جانتا نہیں تھا) میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ (لوگ اس کے پاس طالب بن کر حاضر ہوتے ہیں اور وہ ان کو جو کچھ بتا دیتا ہے اس کو قبول کر کے چلے جاتے ہیں) جو کچھ بھی اس کی زبان سے نکلتا ہے لوگ اس کو دل و جان سے مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں' میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا ''عَلَيْکَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ !'' یہ میں نے دو دفعہ عرض کیا' آپ نے فرمایا: ''عَلَيْکَ السَّلَامُ'' نہ کہو یہ تو مردوں کا سلام ہے۔ (یعنی اہل جاہلیت اس طرح مردوں کو سلام کیا کرتے تھے۔ اس کے بجائے) ''السّلام علیک'' کہو۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں رسول ہوں اس اللہ کا جس کی شان یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی دکھ اور تکلیف ہو اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہارے دکھ کو

دور کر دے اور اگر تم پر قحط سالی کی مصیبت آ جائے اور تم اس سے دعا کرو تو تمہارے لئے وہ زمین سے پیداوار پیدا کر دے، اور جب تم کسی جنگل بیابان میں ہو اور تمہاری سواری کا جانور وہاں گم ہو جائے اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہاری سواری کے اس جانور کو تمہارے پاس پہنچا دے (حدیث کے راوی حضرت جابر بن سلیم کہتے ہیں کہ) میں نے آپ سے عرض کیا کہ: مجھے کچھ نصیحت اور وصیت فرمائیے! آپ نے ارشاد فرمایا: (تمہیں میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ) تم کبھی کسی کو گالی نہ دینا۔ جابر بن سلیم کہتے ہیں اس کے بعد سے میں نے کسی کو کبھی گالی نہ دی نہ کسی آزاد کو نہ غلام کو نہ اونٹ بکری جیسے کسی جانور کو (اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ نصیحتیں بھی فرمائیں) کسی احسان کو تم حقیر نہ سمجھو اور تم اپنے بھائی سے شگفتہ روئی کے ساتھ بات کیا کرو یہ بھی ایک طرح کا احسان (اور حسن سلوک) ہے اور اپنا تہبند آدھی پنڈلیوں تک اونچا رکھو۔ اگر اتنا اونچا رکھنا منظور نہ ہو تو کم سے کم ٹخنوں تک اونچا رکھو، اور تہبند کو زیادہ نیچے لٹکانے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تکبر کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں ہے اور اگر کوئی تمہیں گالی دے اور تمہاری کسی ایسی بری بات کا ذکر کر کے تم کو عار دلائے جو وہ تمہارے بارے میں جانتا ہو تو تم ایسا نہ کرو اس صورت میں اس کی اس ساری زبان درازی کا پورا وبال اسی پر ہوگا۔ (ابی داؤد)

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ یَاخُذُ عَنِّی هٰؤُلَاءِ الْکَلِمَاتِ فَیَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِهِنَّ ؟ قُلْتُ أَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَخَذَ بِیَدِیْ فَعَدَّ خَمْساً فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحارِمَ تَکُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَکَ تَکُنْ أَغْنَی النَّاسِ وَأَحْسِنْ إِلٰی جَارِکَ تَکُنْ مُؤْمِناً وَّ أَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُسْلِماً وَّ لَا تُکْثِرِ الضِّحْکَ فَإِنَّ کَثْرَةَ الضِّحْکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ. (احمد و ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن ہم لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: کون ہے جو مجھ سے یہ چند خاص باتیں سیکھ لے، پھر وہ خود ان پر عمل کرے یا دوسرے عمل کرنے والوں کو بتائے ؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ تو آپ نے (ازراہ شفقت) میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا اور گن کر یہ پانچ باتیں بتائیں۔ فرمایا: جو چیزیں اللہ نے حرام قرار دی ہیں ان سے بچو اگر تم نے ایسا کیا تو تم بہت بڑے عبادت گزار ہو گے (اور یہ عبادت نفلی عبادت کی کثرت سے افضل ہے) دوسری بات آپ نے یہ فرمائی کہ: اللہ نے جو تمہاری قسمت میں لکھا ہے اس پر راضی (اور مطمئن) ہو جاؤ اگر ایسا کرو گے تو تم بڑے بے نیاز ہو جاؤ گے

اور تیسری بات یہ کہ: اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر ایسا کرو گے تو تم مومن کامل ہو جاؤ گے۔ اور چوتھی بات یہ کہ: جو تم اپنے لئے چاہتے اور پسند کرتے ہو وہی دوسرے لوگوں کے لئے بھی چاہو اور پسند کرو اگر تم ایسا کرو گے تو حقیقی مسلم (اور پورے پورے تابعدار) ہو جاؤ گے (کیونکہ تابعداری کا یہ شعبہ زیادہ کٹھن ہے۔ جب اور شعبوں کے ساتھ اس شعبہ کو بھی پورا کر لیا تو پورے مسلمان اور تابعدار بن گئے) اور پانچویں بات یہ ہے کہ: زیادہ مت ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ أَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ بِسَبْعٍ أَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَأَمَرَنِیْ أَنْ أَنْظُرَ إِلٰی مَنْ هُوَدُوْنِیْ وَلَا أَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقِیْ وَأَمَرَنِیْ أَنْ أَصِلَ الرَّحِمَ وَ إِنْ أَدْبَرَتْ وَأَمَرَنِیْ أَنْ لَا أَسْأَلَ أَحَدًا شَیْئاً وَّأَمَرَنِیْ أَنْ أَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَأَنْ أُکْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهُنَّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ. (احمد)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے میرے محبوب دوست (ﷺ) نے سات باتوں کا خاص طور سے حکم فرمایا ہے۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں مساکین سے محبت رکھوں اور ان سے قریب رہوں اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں (دنیا میں) ان لوگوں پر نظر رکھوں جو مجھ سے نیچے درجہ کے ہیں (یعنی جن کے پاس دنیوی زندگی کا سامان مجھ سے بھی کم ہے) اور ان پر نظر نہ کروں جو مجھ سے اوپر کے درجہ کے ہیں (یعنی جن کو دنیوی زندگی کا سامان مجھ سے زیادہ دیا گیا ہے اور بعض دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا کرنے سے بندہ میں صبر وشکر کی صفت پیدا ہوتی ہے اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ: میں اپنے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کروں (اور قرابتی رشتہ کو جوڑوں یعنی ان کے ساتھ وہ معاملہ اور وہ سلوک کرتا رہوں جو اپنے عزیزوں قریبوں کے ساتھ کرنا چاہئے) اگرچہ وہ (میرے ساتھ) ایسا نہ کریں اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں کسی آدمی سے کوئی چیز نہ مانگوں (یعنی اپنی ہر حاجت کے لئے اللہ ہی کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں اور اس کے سوا کسی کے در کا سائل نہ بنوں) اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر موقع پر حق بات کہوں اگرچہ وہ لوگوں کے لئے کڑوی ہو (اور ان کی خواہشات اور اغراض کے خلاف ہونے کی وجہ سے انہیں بری لگے) اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں (یعنی دنیا والے اگرچہ مجھے برا کہیں لیکن میں وہی کہوں اور وہی کروں جو اللہ کا حکم ہو اور جس سے اللہ راضی ہو اور کسی کے برا بھلا کہنے کی مطلق پروا نہ کروں) اور آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ: میں کلمہ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کثرت سے پڑھا کروں کیونکہ یہ

سب باتیں اس خزانے سے ہیں جو عرش کے نیچے ہے (یعنی یہ اس خزانے کے قیمتی جواہرات ہیں جو عرش الٰہی کے نیچے ہے اور جن کو اللہ ہی جن بندوں کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ کسی اور کی وہاں تک دسترس نہیں)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْیَةِ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا ، وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنَا وَأَنْ أَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ ، وَأُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ ، وَأَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ، وَأَن یَّكُوْنَ صَمْتِیْ فِكْراً وَّنُطْقِیْ ذِكْرًا. وَّنَظَرِیْ عِبْرَةً وَّاْمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِیْلَ بِالْمَعْرُوْفِ ..... (رزین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے پروردگار نے ان نو باتوں کا (خاص طور سے) حکم دیا ہے۔ ایک اللہ سے ڈرنا خلوت میں اور جلوت میں اور عدل و انصاف کی بات کہنا غصہ میں اور رضا مندی میں (یعنی ایسا نہ ہو کہ جب کسی سے ناراضگی اور اس پر غصہ ہو تو اس کی حق تلفی اور اس کے ساتھ بے انصافی کی جائے اور جب کسی سے دوستی اور رضا مندی ہو تو اس کی بیجا حمایت اور طرفداری کی جائے، بلکہ ہر حال میں عدل و انصاف اور اعتدال کی راہ پر چلا جائے) اور حکم فرمایا میانہ روی پر قائم رہنے کا ناداری اور دولت مندی کی دونوں حالتوں میں (یعنی جب اللہ تعالیٰ ناداری اور غریبی میں مبتلا کرے تو بے صبری اور پریشاں حالی کا اظہار نہ ہو اور جب وہ فراخدستی اور خوشحالی نصیب فرمائے تو بندہ اپنی حقیقت کو بھول کر غرور اور سرکشی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ الغرض ان دونوں امتحانی حالتوں میں افراط و تفریط سے بچا جائے اور فرمایا کہ میں ان اہل قرابت کے ساتھ بھی رشتہ جوڑوں (اور ان کے حقوق قرابت اچھی طرح ادا کروں) جو مجھ سے رشتہ قرابت توڑیں (اور میرے ساتھ بدسلوکی کریں)، اور یہ کہ میں ان لوگوں کو معاف کر دوں جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہو (اور مجھے ستایا ہو،) اور مجھے حکم دیا ہے کہ میری خاموشی میں تفکر ہو (یعنی جس وقت میں خاموش ہوں تو اس وقت سوچنے کی چیزیں سوچوں، اور جو چیزیں قابل تفکر ہیں ان میں غور و تفکر کروں مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی آیات اور مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ میرے ساتھ کیا ہے اور اس کا مجھے کیا حکم ہے اور میرا معاملہ اللہ کے ساتھ اور اس کے احکام کے ساتھ کیا ہے اور کیا ہونا چاہئے اور میرا انجام کیا ہونے والا ہے اور مثلاً یہ کہ اللہ کے غافل بندوں کو کس طرح اللہ سے جوڑا جائے۔ الغرض خاموشی میں اس طرح کا تفکر ہو) اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میری گفتگو ذکر ہو (یعنی میں جب بھی بولوں اور جو بھی بولوں اس کا اللہ سے تعلق ہو، خواہ اس طرح کہ وہ اللہ کی ثنا و

صفت ہو، یا اس کے احکام کی تعلیم وتبلیغ ہو، یا اس طرح کہ اس میں اللہ کے احکام اور حدود کی رعایت اور نگہداشت ہو، ان سب صورتوں میں جو گفتگو ہوگی وہ ''ذکر'' کے قبیل سے ہوگی) اور مجھے حکم ہے کہ میری نظر عبرت والی نظر ہو، (یعنی میں جس چیز کو دیکھوں اس سے سبق اور عبرت حاصل کروں) اور مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں کو حکم کروں اچھی باتوں کا۔

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ أَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ، قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًاوَّ إِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَاتُعَقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ، وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ، وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَإِنَّهُ رَاسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ، وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ، وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَمِنَ الزَّحْفِ وَ إِنْ هَلَكَ النَّاسُ، وَ إِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ وَأَنْتَ فِيْهِمْ فَاثْبُتْ، وَأَنْفِقْ عَلٰى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا، و أَخِفْهُمْ فِیْ اللّٰهِ ..... (احمد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دفعہ) مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اگر چہ تم کو قتل کر دیا جائے اور جلا ڈالا جائے۔ اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو، اگر چہ وہ تم کو حکم دیں کہ اپنے اہل وعیال اور مال ومنال چھوڑ کر نکل جاؤ۔ اور کبھی ایک فرض نماز بھی قصداً نہ چھوڑو کیونکہ جس نے ایک فرض نماز بھی قصداً چھوڑی اس کے لئے اللہ کا عہد اور ذمہ نہیں رہا۔ اور ہرگز کبھی شراب نہ پیو، کیونکہ شراب نوشی سارے فواحش کی جڑ اور بنیاد ہے اور ہر گناہ سے بچو، کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ نازل ہوتا ہے۔ اور جہاد کے معرکہ سے پیٹھ پھیر کے نہ بھاگو، اگر چہ لوگ قتل ہو رہے ہوں۔ اور جب کسی جگہ پر لوگوں میں طاعون پھیل جائے اور تم ان لوگوں میں موجود ہو تو تم وہیں جمے رہو (جان بچانے کے خیال سے وہاں سے مت بھاگو) اور اپنے اہل وعیال پر اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق خرچ کرو (نہ بخل سے کام لو کہ پیسہ پاس ہوتے ہوئے ان کو تکلیف ہو اور نہ خرچ کرنے میں اپنی حیثیت سے آگے بڑھو) اور ادب دینے کے لئے ان پر (حسب ضرورت وموقع سختی بھی کیا کرو اس لئے ان) سے اپنی لاٹھی نہ ہٹاؤ اور ان کو اللہ سے ڈرایا بھی کرو۔

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ خَرَجَ يَوْمًا إِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْكِیْ فَقَالَ مَايُبْكِيْكَ قَالَ يُبْكِيْنِیْ شَيْئٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَا للّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ إِنَّ اللّٰهَ

يُحِبُّ الْأَبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَ اِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ..... (ابن ماجة)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن مسجد نبوی ﷺ میں آئے وہاں انہوں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: (ارے بھئی) تم کیوں رو رہے ہو انہوں نے کہا مجھے اس بات سے رونا ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ آپ نے فرمایا: تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے، اور جس شخص نے اللہ کے کسی دوست سے دشمنی کی تو اس نے خود اللہ کو جنگ کی دعوت دی، اور بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان نیکوکار متقی بندوں سے جو ایسے چھپے ہوئے اور غیر معروف ہوں کہ جب موجود نہ ہوں تو کوئی ان کو تلاش نہ کرے اور حاضر ہوں تو کوئی ان کو دعوت دے کر اپنے پاس نہ بلائے۔ ان کے دل ہدایت کے روشن چراغ ہیں نکل جاتے ہیں (دین کے مخالف فتنوں کی) ہر کالی آندھی میں سے۔

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَالْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ إِلٰى أَنْ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْصِنِیْ ! قَالَ أُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَإِنَّهٗ أَزْيَنُ لِأَمْرِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ زِدْنِیْ !قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِنَّهٗ ذِكْرٌ لَكَ فِی السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَكَ فِی الْأَرْضِ قُلْتُ زِدْنِیْ ! قَالَ عَلَيْكَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَإِنَّهٗ مِطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنٌ لَكَ عَلٰی أَمْرِدِيْنِكَ، قُلْتُ زِدْنِیْ ! قَالَ إِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضِّحْكِ فَإِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ، قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا، قُلْتُ زِدْنِیْ! قَالَ لَا تَخَفْ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ قُلْتُ زِدْنِیْ ! قَالَ لِيَحْجُزْكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَفْسِكَ..... (البيهقی فی شعب الايمان)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقوے کی، کیونکہ یہ تقویٰ بہت زیادہ آراستہ کر دینے والا (اور سنوار دینے والا) ہے تمہارے سارے کاموں کو۔ ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے مزید وصیت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تم قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کو لازم پکڑ لو، کیونکہ یہ تلاوت اور ذکر ذریعہ ہوگا آسمان میں تمہارے ذکر کا اور اس زمین میں نور ہوگا تمہارے لئے۔ ابوذر کہتے ہیں میں نے پھر عرض کیا: مجھے مزید نصیحت فرمائیے: آپ نے ارشاد فرمایا: زیادہ خاموش رہنے اور کم بولنے کی عادت اختیار کرو، کیونکہ

یہ عادت شیطان کو دفع کرنے والی اور دین کے معاملے میں تم کو مدد دینے والی ہے۔ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: مجھے مزید نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: زیادہ ہنسنا چھوڑ دو، کیونکہ یہ عادت دل کو مردہ کر دیتی ہے اور آدمی کے چہرے کا نور اس کی وجہ سے جاتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ حق اور سچ بات کہو، اگرچہ (لوگوں کے لئے) ناخوشگوار اور کڑوی ہو۔ میں نے عرض کیا: مجھے اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو۔ میں نے عرض کیا مجھے اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تم جو کچھ اپنے نفس اور اپنی ذات کے بارے میں جانتے ہو، چاہئے کہ وہ تم کو دوسروں کے عیبوں کے پیچھے پڑنے سے باز رکھے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلٰى عَائِشَةَ أَنِ اكْتُبِىْ إِلَىَّ كِتَابًا تُوْصِيْنِىْ فِيهِ وَلَا تُكْثِرِىْ فَكَتَبَتْ سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مَؤُنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ إِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ. (ترمذی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا اور اس میں درخواست کی کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں لیکن بات (مختصر اور جامع ہو) بہت زیادہ نہ ہو تو حضرت ام المومنین نے ان کو یہ مختصر خط لکھا:۔

سلام ہو تم پر..... امابعد..... میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے جو کوئی اللہ کو راضی کرنا چاہے لوگوں کو اپنے سے خفا کر کے تو اللہ اس کو لوگوں کی اس مشقت وفکر سے (کہ یہ ناراض ہو جائیں گے تو میرے کام کیسے چلیں گے میں تو تنہا رہ جاؤں گا) مستغنی کر دے گا اور خود اس کے لئے کافی ہو جائے گا۔ اور جو کوئی بندوں کو راضی کرنا چاہے گا اللہ کو ناراض کر کے تو اللہ اس کو لوگوں کے سپرد کر دے گا (کہ ہر وقت ان ہی کا محتاج بنا رہے گا اور ان ہی کے پیچھے دوڑتا رہے گا) والسلام علیک۔

باب: 16

اخلاق

اَخلاق خُلُق کی جمع ہے اور خلق آدمی کی اس پختہ اور راسخ باطنی کیفیت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے اس کیفیت سے متعلق افعال آدمی سے بغیر کسی تردد کے سہولت سے صادر ہوتے ہیں مثلاً اگر کسی شخص میں سخاوت کا خلق ہے اور سخاوت کی کیفیت اس کے اندر جم گئی ہے تو روپیہ ہوتے ہوئے نیک کاموں میں خرچ کرنے میں اس کو تردد نہیں ہوگا اور سخاوت کی باطنی کیفیت اس کو خرچ کرنے پر ابھارے گی۔

آدمی کے اندر دو بنیادی قوتیں ہیں۔ ایک قوت ادراک یعنی علم حاصل کرنے کی قوت اور دوسری قوت تحریک یعنی اعضاء جوارح کو حرکت دینے کی قوت۔ ان میں سے ہر ایک کی پھر دو دو قسمیں ہیں۔

قوت ادراک کی دو قسمیں

1- **عقل نظری**: یعنی غور وفکر کی قوت۔ اس سے آدمی انجانی باتوں کو سیکھتا اور حاصل کرتا ہے۔ اس کو علم وحکمت کہتے ہیں۔ آدمی اس قوت کو استعمال نہ کرے تو جہالت پر برقرار رہتا ہے۔

2- **عقل عملی**: یعنی حاصل کئے ہوئے علم پر فیصلہ کرنے کی قوت۔ اس سے آدمی علم کے مطابق فیصلہ کرے اور روش اختیار کرے تو اس کو عدالت و انصاف کہتے ہیں اور اس کے خلاف کرے تو اس کو ناانصافی کہتے ہیں۔

قوت تحریک کی دو قسمیں

1- **قوت غضبی**: اس قوت کی وجہ سے آدمی اپنے آپ کو زور و غلبہ کے ساتھ غیر مناسب اور ناپسندیدہ چیزوں سے بچاتا ہے۔ اس قوت کو افراط وتفریط سے پاک کر دیا جائے تو اس کا اثر شجاعت ہوتا ہے ورنہ افراط کی صورت میں ظلم و جور ہوتا ہے اور تفریط کی صورت میں ذلت ہوتی ہے۔

2- **قوت شھوی**: اس قوت کی وجہ سے آدمی اپنی مناسب اور پسندیدہ چیزوں کو حاصل کرتا ہے۔ اس قوت کا عمل اعتدال کے ساتھ ہو تو اس کا اثر عفت ہوتا ہے اور اگر اعتدال سے متجاوز ہو تو لالچ وحرص ہوتا ہے۔

غرض مذکورہ بالا قوتیں، تین بنیادی اچھے اخلاق کا سرچشمہ ہیں یعنی عدالت، شجاعت اور عفت۔ اگر غور کیا جائے تو ان میں سے ہر ایک کے پھر متعدد شعبے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے جن مقاصد کا قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو انسانوں کا تزکیہ کرنا ہے (وَيُزَكِّيهِمْ) اور اس تزکیہ میں اخلاق کی اصلاح اور درستی کی خاص اہمیت ہے۔

اچھے اخلاق کی فضیلت واہمیت:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقاً. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ إِنَّ أَثْقَلَ شَیْءٍ يُوْضَعُ فِیْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ ..... (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مومن کی میزان عمل میں سب سے زیادہ وزنی اور بھاری چیز جو رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔

عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاخَيْرُ مَا أُعْطِیَ الإِنْسَانُ ؟ قَالَ اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ. (البیهقی فی شعب الایمان)

قبیلہ مزینہ کے ایک شخص سے روایت ہے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سب سے بہتر کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اچھے اخلاق''۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ ..... (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صاحب ایمان (یعنی جو عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے سچا مومن ہو وہ) بندہ اپنے اچھے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر نفلی نمازیں پڑھتے ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں۔

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ كَانَ اٰخِرَ مَا وَصَّانِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ وَضَعْتُ رِجْلِيْ فِي الْغَرْزِ أَنْ قَالَ يَا مُعَاذُ أَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ ..... (مالک)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری وصیت مجھے کی تھی جبکہ میں نے (رسول اللہ ﷺ کے حکم سے یمن کی گورنری سنبھالنے کے لئے روانہ ہوتے وقت) اپنا پاؤں اپنی سواری کی رکاب میں رکھ لیا تھا (اور پھر ان کے یمن میں ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تھی۔ آپ نے جو وصیت کی) وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: لوگوں کے لئے اپنے اخلاق کو بہتر بناؤ (یعنی بندگان خدا کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ)

عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ. (مؤطا امام مالک)

امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچا دوں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی حسن اخلاق کی دعا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِيْ فَأَحْسِنْ خُلُقِيْ. (احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ یوں دعا کیا کرتے تھے۔''اے اللہ! تو نے (اپنے کرم سے) میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی اچھے کر دے''۔

صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کی کچھ تفصیل روایت کی گئی ہے اسی میں ہے کہ آپ نے دوران نماز جو دعائیں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے مانگیں ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی:

وَاهْدِنِیْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا یَهْدِیْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَهَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ.

اے میرے اللہ! تو مجھ کو بہترین اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہتر اخلاق کی رہنمائی نہیں کرسکتا، اور برے اخلاق کو مجھ سے ہٹا دے (کیونکہ) برے اخلاق کو مجھ سے تیرے سوا کوئی ہٹا بھی نہیں سکتا۔

عدالت کے شعبے

خلق عدالت کے مندرجہ ذیل شعبے ہیں

1- صداقت یعنی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ایسا سچا پکا تعلق اور دوستی کہ ان کو بالکل اپنی ہی طرح خیال کرے۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا یُؤْمِنُ أَحَدُ کُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ. **(بخاری)**

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے (دینی) بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

2- الفت یعنی حوائج وضروریات میں باہم ایک دوسرے کی مدد کرنے کی عادت بنالینا۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ سِتُّ خِصَالٍ ..... وَیُجِیْبُهٗ إِذَا دَعَا. **(نسائی)**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں .....(ان چھ میں سے ایک یہ ہے کہ) جب اس کو مدد کے لئے بلائے تو یہ اس کی (جو ہو سکے) مدد کرے۔

3- وفا یعنی وعدوں کو اور حقوق کو پورا کرنا

وعدہ کا ایفاء

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِﷺ اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ إِذَاحَدَّثَ کَذَبَ وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ. (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے، اور جب اس کو کسی چیز کا امین بنا دیا جائے تو خیانت کرے۔

عَنْ عَلِیٍّ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلْعِدَةُ دَیْنٌ

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا وعدہ بھی ایک طرح کا قرض ہے (لہٰذا وعدہ کو پورا کرنا چاہئے تا کہ یہ قرض ادا ہو سکے)۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِی الْحَمْسَاءِ قَالَ بَایَعْتُ النَّبِیَّﷺ قَبْلَ أَن یُّبْعَثَ وَبَقِیَتْ لَهٗ بَقِیَّةٌ فَوَعَدْتُّهٗ أَنْ اٰتِیَهٗ بِهَا فِیْ مَکَانِهٖ فَنَسِیْتُ فَذَکَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَإِذَا هُوَ فِیْ مَکَانِهٖ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ أَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ أَنْتَظِرُکَ. (ابوداؤد)

عبداللہ بن ابی الحمساء کہتے ہیں میں نے رسول اللہﷺ کی بعثت سے پہلے (یعنی آپ ﷺ کے نبی مقرر کئے جانے سے پہلے) آپ ﷺ سے خرید وفروخت کا ایک معاملہ کیا (پھر جو کچھ مجھے دینا تھا اس کا کچھ حصہ تو میں نے وہیں دے دیا) اور کچھ ادا کرنا باقی رہ گیا، تو میں آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں اسی جگہ لے کر آتا ہوں۔ پھر میں بھول گیا اور تین دن کے بعد مجھے یاد آیا (میں اسی وقت لے کر پہنچا) تو دیکھا کہ آپ ﷺ اسی جگہ موجود ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، تم نے مجھے بڑی مشکل میں ڈالا (اور بڑی زحمت دی۔ چونکہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارا اسی جگہ انتظار کروں گا لہٰذا) میں تمہارے انتظار میں تین دن سے یہیں ہوں۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِﷺ قَالَ مَنْ وَعَدَ رَجُلًا فَلم یَاتِ أَحَدُهُمَا إِلیٰ وَقْتِ الصَّلٰوةِ وَذَهَبَ الَّذِیْ جَاءَ لِیُصَلِّیَ فَلَا إِثْمَ عَلَیْهِ. (رزین)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی دوسرے شخص سے (کسی جگہ آ کر ملنے کا) وعدہ کیا، پھر نماز کے وقت تک ان میں سے ایک نہیں آیا (اور دوسرا وقت معین پر مقرر جگہ پر پہنچ گیا اور نہ آنے والے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ نماز

کا وقت آ گیا) اور یہ پہنچ جانے والا نماز پڑھنے کے لئے مقررہ جگہ سے چلا گیا، تو اس کو کوئی گناہ نہ ہوگا۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَم عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَّفِيَ وَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيْعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ. (ابو داؤد و ترمذی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی آدمی نے اپنے کسی بھائی سے آنے کا وعدہ کیا، اور اس کی نیت یہی تھی کہ وہ وعدہ پورا کرے گا، لیکن (کسی واقعی مجبوری کی وجہ سے) وہ مقررہ وقت پر نہیں آیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

دیگر حقوق پورے کرنا

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ وَيُجِيْبُهُ إِذَا دَعَا وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ. (نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں۔ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرے، اگر (مدد کے لئے یا کھانے کے لئے) بلائے تو اس کے پاس جائے (اور جو مدد ہو سکے اس سے دریغ نہ کرے اور کھانے پر بلایا ہو تو اگر چہ کھانا ہلکا ہو اس کو خوشدلی سے قبول کرے)، جب اس سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے اور جب اس کو چھینک آئے (اور الحمد للہ کہے) تو جواب میں یرحمک اللہ کہے اور وہ حاضر ہو یا غائب ہر حال میں اس کی خیر خواہی کرے۔

4- شفقت:

یعنی کسی دوسرے پر تکلیف آنے سے خود تکلیف محسوس کرنا اور اس تکلیف کے ازالہ کے لئے کمر ہمت کسنا۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى. (بخاری و مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان والوں کو باہمی رحم دلی، باہمی محبت اور ایک دوسرے کی تکلیف کے احساس کے بارے میں تم ایسا دیکھو گے جیسے ایک

جسم جب (اس کا) ایک عضو بیمار پڑ جائے تو اس کی خاطر باقی جسم بھی بخار اور شب بیداری میں شریک ہو جاتا ہے (ایسے ہی جب ایک مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے باقی تمام ایمان والے بے چین ہو جاتے ہیں اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے بھر پور کوشش کرتے ہیں)۔

5- صلہ رحمی

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ بِحَقْوَی الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِکَ مِنَ الْقَطِیْعَةِ قَالَ أَلَا تَرْضَیْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَکِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَکِ قَالَتْ بَلٰی یَارَبِّ قَالَ فَذَاکَ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو (اپنے اس علم میں) طے فرمایا (جو مخلوقات کے وجود کے وقت جو علم تھا اس سے بھی پہلے تھا)۔ جب اللہ تعالیٰ (اپنے علم میں) اس (طے فرمانے) سے فارغ ہوئے (مراد ہے کہ اس کو مقرر فرما دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی کام میں اس طرح مشغول ہوں کہ اس کے بعد یہ کہا جا سکے کہ اب اللہ تعالیٰ اس کام سے فارغ ہوئے اللہ تعالیٰ کو کسی کام کے کرنے میں کچھ بھی وقت نہیں لگتا۔ ان کا تو بس ارادہ ہی کافی ہوتا ہے) تو رحم (یعنی رحمی رشتہ علم الٰہی میں موجود اپنی صورت کے ساتھ) کھڑا ہوا اور رحمان کا ازار (یعنی اس کی عام رحمت کا دامن) پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اس طرح سے چمٹنے سے) رک جا۔ (اس پر رحمی رشتہ نے کہا) یہ (یعنی میرا اس طرح سے کھڑے ہو کر چمٹنا یہ) اس ذات کے کھڑے ہونے کی مثل ہے جو قطع رحمی سے آپ کی پناہ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ جو تجھے جوڑے میں اس کو (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑ دوں اور جو تجھے کاٹے میں اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں۔ رحم (کے رشتہ) نے کہا کیوں نہیں اے میرے رب (میں اس پر راضی ہوں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو پھر یہ (تیرے لئے) ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَکِ وَصَلْتُهُ وَ مَنْ قَطَعَکِ قَطَعْتُهُ. (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحم (یعنی حق قرابت) مشتق ہے رحمٰن (کی رحمت) سے۔ اور (اسی نسبت سے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو تجھے جوڑے گا میں اس کو (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑوں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں گا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ

وَتَعَالٰی أَنَا اللّٰهُ وَ أَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنَ اسْمِیْ فَمَنَ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ. (ابوداؤد)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم (یعنی رشتہ قرابت) کو پیدا کیا ہے اور میں نے اس رشتہ کے لئے (رحم کا) نام نکالا ہے اپنے نام (یعنی رحمٰن کے مادہ) سے۔ پس جو اس کو جوڑے گا میں اس کو (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑوں گا اور جو اس کو کاٹے گا میں اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں گا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ. (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحم (یعنی رشتہ قرابت اپنی مثالی صورت کے ساتھ) عرش (الٰہی) کو تھامے ہوئے ہے اور یہ دعا کرتا رہتا ہے جو مجھے جوڑے اللہ اس کو (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑے اور جو مجھے کاٹے اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹے۔

عَنِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیِٔ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص صلہ رحمی (کا حق ادا) کرنے والا نہیں ہے جو صلہ رحمی کرنے والے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ) بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے بلکہ صلہ رحمی (کا حق ادا) کرنے والا تو وہ شخص ہے کہ جب اس کے ساتھ قطع رحمی (اور اس کی حق تلفی) کی جائے تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ. (بخاری و مسلم)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قطع رحمی کرنے والا (یعنی قرابت داروں اور رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرنے والا اول وہلہ میں) جنت میں داخل نہ ہوگا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَحَبَّ أَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَأَ لَهٗ فِیْ أَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ. (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے لئے اس

کے رزق کو پھیلا دیا جائے (یعنی اس کے رزق میں کشادگی ہو) اور اس کے لئے اس کی موت میں تاخیر کی جائے (یعنی اس کی عمر دراز ہو) تو وہ (اہل قرابت کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔

6- توکل اور رضا بالقضا

اس کارخانۂ ہستی میں جو کچھ ہوتا ہے اور جس کو کچھ ملتا ہے یا نہیں ملتا ہے، سب براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلہ سے ہوتا ہے، اور ظاہری اسباب کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ چیزوں کے ہم تک پہنچنے کے لئے اللہ ہی کے مقرر کئے ہوئے صرف ذریعے اور راستے ہیں، جس طرح کہ گھروں میں پانی جن نلوں کے ذریعہ پہنچتا ہے وہ پانی پہنچانے کے صرف راستے ہیں، پانی کی تقسیم میں ان کا کوئی دخل اور کوئی حصہ نہیں ہے، اسی طرح اس عالم وجود میں کارفرمائی اسباب کی بالکل نہیں ہے، بلکہ کارفرما اور مؤثر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا حکم ہے۔ اس حقیقت پر دل سے یقین کر کے اپنے تمام مقاصد اور کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرنا، اسی کی قدرت اور اسی کے کرم پر نظر رکھنا، اور اسی سے دعا کرنا بس اسی طرز عمل کا نام دین کی اصطلاح میں توکل ہے۔ توکل کی اصل حقیقت بس اتنی ہی ہے۔ ظاہری اسباب وتدابیر کا ترک کر دینا، یہ توکل کے لئے لازم نہیں ہے حضرات انبیاء علیہم السلام خاص کر سید الانبیاء ﷺ اور آپ کے صحابہ اور ہر دور کے عارفین کاملین کا توکل یہی تھا، یہ سب حضرات اس کارخانہ ہستی کے اسبابی سلسلے کو اللہ تعالیٰ کے امر وحکم کے ماتحت اور اس کی حکمت کا تقاضا جانتے ہوئے عام حالات میں اسباب کا بھی استعمال کرتے تھے، لیکن دل کا اعتماد اور بھروسہ صرف اللہ ہی کے حکم پر ہوتا تھا، کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں ہے، وہ اگر چاہے تو ان کے بغیر بھی سب کچھ کر سکتا ہے، اور کبھی کبھی وہ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا مشاہدہ اور تجربہ بھی کرتے تھے۔

الغرض ترک اسباب نہ توکل کی حقیقت میں داخل ہے نہ اس کے لئے شرط ہے۔ ہاں اگر غلبہ حال سے اللہ کا کوئی صاحب یقین بندہ ترک اسباب کرے تو قابل اعتراض بھی نہیں، بلکہ ان کے حق میں یہ کمال ہی ہوگا، اسی طرح اگر اسباب سے دل کا تعلق توڑنے کے لئے اور بجائے اسباب کے اللہ پر یقین پیدا کرنے کے لئے یا دوسروں کو اس کا مشاہدہ اور تجربہ کرانے کے لئے کوئی بندۂ خدا ترک اسباب کا رویہ اختیار کرلے تو یہ بھی بالکل درست ہوگا، لیکن توکل کی اصل حقیقت صرف اسی قدر ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ پھر توکل سے بھی آگے رضا بالقضا کا مقام ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر جو بھی اچھے یا برے احوال آئیں وہ یہ یقین کرتے ہوئے کہ ہر حال کا بھیجنے والا میرا مالک ہی ہے،

اس کے حکم اور فیصلہ پر دل سے راضی اور شادر ہے۔ آگے توکل کی صورتوں کو منضبط کر کے ان کے احکام سمیت لکھا گیا ہے۔

توکل کی دو قسمیں ہیں: توکل علمی اور توکل عملی

توکل علمی: یہ ہے کہ آدمی ہر کام میں حقیقی متصرف اور مدبر اللہ تعالیٰ کو سمجھے اور اپنے آپ کو ہر کام میں ان کا محتاج سمجھے۔ یہ توکل ہر کام میں فرض ہے اور عقائد اسلام کا جزو ہے۔

توکل عملی: اس کی حقیقت ہے اسباب کو ترک کرنا اور ان کو اختیار نہ کرنا۔

پھر اسباب کی مختلف قسمیں ہیں اور انہی کے اعتبار سے توکل عملی کی بھی قسمیں بنتی ہیں:

دینی اسباب: یعنی وہ اسباب جن کے اختیار کرنے سے کوئی دینی نفع حاصل ہو مثلاً جہاد کے لئے لڑائی کا سامان اکٹھا کرنا اور دین کی اشاعت کے لئے سفر کرنا۔ ان اسباب کو ترک کرنا پسندیدہ نہیں بلکہ کہیں گناہ اور کہیں ثواب سے محرومی ہوگی اور شریعت کی رو سے یہ توکل ہی نہیں ہے۔

دنیوی اسباب: یعنی وہ اسباب جن سے دنیا کا نفع حاصل ہو۔

اگر دنیا کا نفع حرام ہو مثلاً سود ہو تو اس کے اسباب کو ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض ہے۔ اگر دنیا کا نفع حلال ہو تو پھر اس کی تین قسمیں ہیں۔

1- **وھمی اسباب**: یہ اسباب عام طور سے حرص وطمع والے لوگ اختیار کرتے ہیں اور اس کو طول امل کہتے ہیں مثلاً کوئی اپنی خاطر سے مکان بنوائے (اولاد کی نیت سے نہیں) اور اس کو اتنا مضبوط بنوائے کہ مثلاً دو سو سال تک نہ ٹوٹے۔ ظاہر ہے کہ دو سو سال تک اس کا اس مکان سے نفع اٹھانا محض وہمی بات ہے۔ ایسے اسباب کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض ہے۔

2- یقینی اسباب: یعنی وہ اسباب جن سے نفع عادۃً ضرور حاصل ہوتا ہے جیسے کھانے سے بھوک کا دور ہونا اور پانی پینے سے پیاس کا دور ہونا اور گرم کپڑے پہننے سے سردی کا دور ہونا۔ ان اسباب کا ترک بھی جائز نہیں اور شریعت میں ان کا ترک توکل بھی نہیں ہے۔

3- ظنی اسباب: یعنی وہ اسباب جن سے نفع اکثر اور غالب حالات میں حاصل ہوتا ہے اگرچہ کئی مرتبہ حاصل نہیں بھی ہوتا جیسے علاج سے صحت ہو جانا یا تجارت ومزدوری سے رزق ملنا۔

اس میں یہ تفصیل ہے کہ جو شخص ضعیف النفس ہو یعنی اس کا یقین اعلیٰ درجہ کا نہ ہو اور مشقت اٹھانے کی اس میں برداشت بھی نہ ہو تو اس کے لئے ان اسباب کو ترک کرنا جائز نہیں اور جو شخص قوی النفس ہو یعنی اس کا اللہ پر اعلیٰ درجہ کا یقین ہو اور مشقت اٹھانے کی برداشت بھی ہو تو اس کے لئے

ان اسباب کو ترک کرنا جائز ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے (خاص ستر ہزار مراد نہیں بلکہ عربوں کے محاورہ کے مطابق بڑی کثیر تعداد مراد ہے اسی لئے ایک دوسری حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار اور بھی بے حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے)۔ وہ، وہ بندگان خدا ہوں گے جو (ناجائز) منتر نہیں کراتے، اور شگون بد نہیں لیتے اور (نتائج کے لئے) اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت مبعوث ہوئے اس وقت اہل عرب میں دوسری بہت سی چھوٹی بڑی قابل اصلاح برائیوں کے علاوہ یہ دو برائیاں بھی عام طور پر رائج تھیں۔ ایک یہ کہ جب وہ خود یا ان کے بچے کسی بیماری اور دکھ درد میں مبتلا ہوتے، تو اس وقت کے منتر کرنے والوں سے شرکیہ منتر کراتے اور سمجھتے کہ یہ جنتر منتر دکھ اور بیماری کو بھگانے کی ایک آسان تدبیر ہے (اور یہ منتر عموماً جاہلیت کے زمانہ ہی کے تھے) اور دوسرے یہ کہ جب وہ کوئی ایسا کام کرنے کا ارادہ کرتے جس میں نفع اور نقصان، ہار اور جیت دونوں کا احتمال ہوتا تو شگون لیتے اور اگر شگون برا نکلتا تو سمجھتے کہ یہ کام ہم کو راست نہیں آئے گا، اس لئے پھر اس کو نہ کرتے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا. (ترمذی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم لوگ اللہ پر ایسا توکل اور اعتماد کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے (کہ اسباب کو اختیار کرنے کے باوجود ان سے نظر ہٹا کر دل میں اس بات کا پختہ یقین بٹھا لو کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور حکم سے ہوتا ہے) تو تم کو وہ اس طرح روزی دے جس طرح کہ پرندوں کو دیتا ہے، وہ صبح کو بھوکے (اپنے آشیانوں سے) نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں (یعنی پھر اللہ تعالیٰ تمہیں بھی سہولت سے رزق پہنچائے اور تمہیں اتنی زیادہ کدو کاوش نہ کرنی پڑے جتنی کہ اب کرتے ہو)۔

عَنْ عَمْرِو بْنُ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ لِقَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةً فَمَنَ أَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِأَيِّ وَادٍ أَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفاهُ الشُّعَبَ. (ابن ماجه)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کے دل کے لئے ہر میدان میں ایک شاخ ہے (یعنی ہر میدان میں آدمی کے دل کی خواہشیں پھیلی ہوئی ہیں) پس جو آدمی اپنے دل کو ان سب شاخوں اور خواہشوں میں لگا دے گا (اور فکر کے گھوڑے ہر طرف دوڑائے گا) تو اللہ کو پرواہ نہ ہوگی، کہ کس وادی (اور کس میدان) میں اس کی ہلاکت ہو، اور جو آدمی (اپنی امکان بھر تدبیر کر کے) اللہ پر بھروسہ کرے (اور اپنی حاجتیں پورا ہونے کو اس کے سپرد کر دے، اور اپنی زندگی کو اس کا تابع فرمان بنا دے یہاں تک کہ تدبیر بھی وہ اختیار کرے جو اس کے احکام کے مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ساری ضرورتوں کے لئے کفایت کرے گا (اور اس کو دل کے اطمینان و سکون کی وہ دولت نصیب ہوگی جو اس دنیا کی سب سے بڑی دولت و نعمت ہے)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فقَالَ يَاغُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهِ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَالْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِاجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْكَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ. (احمد و ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لڑکے تو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ (یعنی اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غافل نہ ہو) اللہ تعالیٰ تیرا خیال فرمائے گا (اور دنیا و آخرت کی آفات و بلیات سے تیری حفاظت کرے گا) تو اللہ کو یاد رکھ (جیسا کہ یاد رکھنا چاہئے) اس کو تو اپنے سامنے پائے گا، اور جب تو کسی چیز کو مانگنا چاہے تو بس اللہ سے مانگ، اور جب (کسی ضرورت اور مہم میں) تو مدد کا محتاج اور طالب ہو تو اللہ ہی سے امداد و اعانت طلب کر، اور اس بات کو دل میں بٹھا لے کہ اگر ساری انسانی برادری بھی باہم متفق ہو کر اور جڑ کر چاہے کہ تجھ کو کسی چیز سے نفع پہنچائے تو صرف اسی چیز سے تجھ کو نفع پہنچا سکے گی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے (اس کے سوا کسی چیز سے نہیں) اور اسی طرح اگر

ساری انسانی دنیا تجھ کو کسی چیز سے نقصان پہنچانا چاہے تو صرف اسی چیز سے نقصان پہنچا سکے گی جس سے نقصان پہنچنا اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی تیرے لئے لکھ دیا ہے (اس کے سوا کسی چیز سے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکے گا) اٹھائے جا چکے قلم (جن سے لوگوں کی تقدیر لکھی گئی) اور سوکھ گئے صحیفے (جن پر تقدیر لکھی گئی۔ یعنی یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ پہلے ہی طے کر چکے ہیں اب کسی کے بس میں نہیں کہ ان میں اپنا دخل دے سکے)۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ إِلَّا قَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهٖ وَلَيْسَ شَيْئٌ يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ وَ إِنَّ الرُّوْحَ الْأَمِيْنَ (وَفِيْ رِوَايَةٍ وَإِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ) نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا أَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ، وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اِسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ فَإِنَّهٗ لَايُدْرَكُ مَاعِنْدَ اللّٰهِ إِلَّا بِطَاعَتِهٖ.
(بغوی فی شرح السنة)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اے لوگو! کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو جنت سے تم کو قریب اور دوزخ سے تم کو دور کرے مگر اس کا حکم میں تم کو دے چکا ہوں، اور اسی طرح کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو دوزخ سے تم کو قریب اور جنت سے دور کرے مگر میں تم کو اس سے منع کر چکا ہوں (یعنی کوئی نیکی اور ثواب کی بات ایسی باقی نہیں رہی جس کی تعلیم میں نے تم کو نہ دی ہو، اور کوئی بدی اور گناہ کی بات ایسی نہیں رہی جس کی میں نے تم کو ممانعت نہ کر دی ہو، اس طرح اوامر و نواہی کی پوری تعلیم میں تم کو دے چکا ہوں، اور اللہ کے تمام مثبت و منفی احکام جو مجھے ملے تھے وہ میں تم کو پہنچا چکا ہوں اور اَلرُّوْحُ الْاَمِیْن نے اور ایک روایت میں ہے کہ روح القدس نے بھی (اور دونوں سے مراد جبرئیل امین ہیں) میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے (یعنی اللہ کی طرف سے یہ وحی پہنچائی ہے) کہ کوئی بھی سانس لینے والا اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ کر لے (یعنی ہر شخص کو اس کے مرنے سے پہلے اس کا مقدر رزق ضرور بالضرور مل جاتا ہے، اور جب تک رزق پورا نہ ہو جائے اس کو موت آ نہیں سکتی ہے) لہٰذا اے لوگو! خدا سے ڈرو اور تلاش رزق کے سلسلہ میں نیکی اور پرہیز گاری کا رویہ اختیار کرو، اور روزی میں کچھ تاخیر ہو جانا تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم اللہ کی نافرمانیوں اور ناجائز طریقوں سے اس کے حاصل کرنے کی فکر و کوشش کرنے لگو، کیونکہ جو کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے وہ (اللہ تعالیٰ کی خوشی کے ساتھ) اس کی فرمانبرداری اور

طاعت گزاری ہی کے ذریعہ اس سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی أَهْلِهٖ فَلَمَّا رَأَی مَا بِهِمْ مِنَ الْحَاجَةِ خَرَجَ إِلَی الْبَرِیَّةِ فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهٗ قَامَتْ إِلَی الرُّحٰی فَوَضَعَتْهَا وَإِلَی التَّنُّوْرِ فَسَجَرَتْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ فَإِذَا لُجَفْنَةُ قَدِ امْتَلَأَتْ قَالَ وَذَهَبَتْ إِلَی التَّنُّوْرِ فَوَجَدَتْهُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ أَصَبْتُمْ بَعْدِیْ شَیْئًا قَالَتِ امْرَأَتُهٗ نَعَمْ مِنْ رَّبِّنَا وَقَامَ إِلَی الرُّحٰی فَذَکَرَ ذَالِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ أَمَا أَنَّهٗ لَوْ لَمْ یَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ إِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ. (احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں) اللہ کا ایک بندہ اپنے اہل (وعیال) کے پاس پہنچا جب اس نے ان کو فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا تو (الحاح کے ساتھ اللہ سے دعا کرنے کے لئے) جنگل کی طرف چل دیا، جب اس کی بیوی نے دیکھا (کہ شوہر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لئے گئے، تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اس نے تیاری شروع کر دی) وہ اٹھ کر چکی کے پاس آئی اور اس کو تیار کیا (تا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہیں سے کچھ غلہ آئے تو جلدی سے اس کو پیسا جا سکے) پھر وہ تندور کے پاس گئی اور اس کو گرم کیا (تا کہ آٹا پس جانے کے بعد پھر روٹی پکانے میں دیر نہ لگے) پھر اس نے خود بھی دعا کی کہ اے اللہ! ہمیں رزق دے! اب اس کے بعد اس نے دیکھا کہ چکی (چل رہی ہے اور اس) کے گرداگرد آٹے کے لئے جو پیالہ ہوتا ہے وہ آٹے سے بھرا ہوا ہے، پھر وہ تندور کے پاس گئی تو دیکھا کہ تندور بھی روٹیوں سے بھرا ہوا ہے (اور جتنی روٹیاں اس میں لگ سکتی ہیں، لگی ہوئی ہیں) اس کے بعد اس بیوی کا شوہر واپس آیا اور بیوی سے پوچھا کہ میرے جانے کے بعد تم نے کچھ پایا؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں ہمیں اپنے پروردگار کی طرف سے ملا ہے (یعنی براہ راست خزانہ غیب سے اس طرح ملا ہے) یہ سن کر یہ بھی چکی کے پاس گیا (اور تعجب اور شوق میں چکی کا پاٹ اٹھا کر دیکھا اس پر چکی چلنا بند ہوگئی) پھر جب یہ ماجرا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ معلوم ہونا چاہئے کہ اگر یہ اس کو اٹھا کر نہ دیکھتا تو چکی قیامت تک یوں ہی چلتی رہتی، اور اس سے ہمیشہ آٹا نکلتا رہتا۔

عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَی اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْکُهٗ اِسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَی اللّٰهُ لَهٗ. (احمد و ترمذی)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی کی نیک بختی (اور

خوش نصیبی میں) سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے جو فیصلہ ہو خواہ وہ اس کی طبیعت اور چاہت کے خلاف ہی ہو) وہ اس پر (اللہ کا فیصلہ سمجھ کر) راضی رہے، اور آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے خیر اور بھلائی کا طالب نہ ہو اور اس کی بدبختی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ناخوش ہو (اور یہ شکوہ و شکایت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسے حالات لاکر اچھا نہیں کیا یا اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کر دیا وغیرہ)۔

7- محبت ومودت

یعنی شائستہ گفتگو اور انعام واکرام اور محبت کے دیگر اسباب کے ذریعہ دوسروں سے محبت کرنا اور ان کی دوستی حاصل کرنا۔

مومن کے لئے مودت ومحبت اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ دوسروں کو دینی نفع پہنچانے کا یہ ایک مؤثر اور اہم ذریعہ ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ الْمُؤْمِنُ مَالَفٌ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَایَالَفُ وَلَا یُؤْلَفُ. (احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن تو الفت ومحبت کا مرکز ہے، اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو (دوسروں سے) الفت نہیں کرتا، اور اس سے الفت نہیں کی جاتی (یعنی دوسرے بھی اس سے الفت نہیں رکھتے)۔

اللہ کے لئے محبت وبغض

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَی اللّٰهِ تَعَالیٰ الْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ. (ابوداؤد)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ کے اعمال میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، اور وہ بغض وعداوت ہے جو اللہ کے لئے ہو۔

اللہ کے لئے محبت وبغض درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاأَحَبَّ عَبْدٌ عَبْداً لِلّٰهِ إِلَّا أَکْرَمَ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ (احمد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندہ نے بھی اللہ کے

لئے کسی بندہ سے محبت کی اس نے اپنے رب عزوجل ہی کی عظمت وتوقیر کی۔

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِیَّ (مالک)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری محبت واجب ہوگئی ہے ان لوگوں کے لئے جو باہم میری وجہ سے محبت کرتے ہیں اور میری وجہ سے اور میرے تعلق سے کہیں جڑ کر بیٹھتے ہیں، اور میری وجہ سے باہم ملاقات کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِیْ قَرْيَةٍ أُخْرىٰ فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا، قَالَ أَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ أُرِيْدُ أَخًا لِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ أَنِّیْ أَحْبَبْتُهُ فِی اللّٰهِ قَالَ فَإِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے ایک بھائی سے جو دوسری ایک بستی میں رہتا تھا ملاقات کے لئے چلا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ گزر پر ایک فرشتہ کومنتظر بنا کے بٹھا دیا (جب وہ شخص اس مقام سے گذرا تو) فرشتہ نے اس پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟۔ اس نے کہا:۔ میں اس بستی میں رہنے والے اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتہ نے کہا: کیا اس پر تمہارا کوئی احسان ہے اور کوئی حق نعمت ہے جس کو تم پورا اور پختہ کرنے کے لئے جا رہے ہو۔ اس بندہ نے کہا: نہیں! میرے جانے کا باعث اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کے لئے مجھے اس بھائی سے محبت ہے (یعنی بس اسی للہی محبت کے تعلق اور تقاضے سے میں اس کی زیارت اور ملاقات کے لئے جا رہا ہوں)۔ فرشتہ نے کہا کہ (میں تمہیں بتاتا ہوں کہ) مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ اللہ تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اللہ کے لئے اس کے بندہ سے محبت کرتے ہو۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّیْ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کہاں ہیں میرے وہ بندے جو (میری عظمت اور) میرے جلال کی وجہ سے آپس

میں الفت ومحبت رکھتے تھے؟ آج جب کہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے، میں اپنے ان بندوں کو اپنے (عرش کے) سایہ میں جگہ دوں گا۔

فائدہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ہے کہ میرے وہ بندے کہاں ہیں استفہام کے لئے نہ ہوگا بلکہ اس لئے ہوگا کہ تمام اہل محشر کے سامنے ان لوگوں کی محبوبیت ومقبولیت ظاہر ہو جائے۔

محبت سبب معیت ہے

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ. (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس کو ایک جماعت سے محبت ہے لیکن وہ (عمل اور مجاہدہ میں) ان کے ساتھ نہیں ہو سکا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی جس سے محبت رکھتا ہے (آخرت میں) اس (کا حشر ان) کے ساتھ ہی ہوگا (اور جیسے وہ جنت میں جائیں گے یہ بھی جنت میں جائے گا تاکہ معیت برقرار رہے۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَيْلَكَ وَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا إِلَّا أَنِّيْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ بَعْدَ إِسْلَامِهِم فَرْحَهُمْ بِهَا. (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول قیامت کب آئے گی؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے حال پر افسوس (تو قیامت کا وقت اور اس کے آنے کی خاص گھڑی دریافت کرنا چاہتا ہے حالانکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی نہیں دیا۔ البتہ یہ تو بتا کہ) تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا: میں نے اس کے لئے کوئی خاص تیاری تو نہیں کی (جو آپ ﷺ کے سامنے ذکر کرنے کے لائق اور بھروسہ کے قابل ہو) البتہ (توفیق الٰہی سے مجھے یہ ضرور نصیب ہے کہ) میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ کو جس سے محبت ہے تو ان ہی کے ساتھ ہے (اور تجھ کو ان کی معیت نصیب ہوگی) حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے نہیں دیکھا مسلمانوں کو (یعنی صحابہ کو) کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کسی چیز سے اتنی خوشی ہوئی ہو جتنی کہ آپ ﷺ کی اس بشارت سے ہوئی۔

فائدہ: 1- ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ محبت کی وجہ سے محبّ اور محبوب کا درجہ اور مرتبہ بالکل ایک

ہو جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جنت میں اکٹھے ہوں گے جیسے خادم اور مخدوم مرتبہ کے فرق کے باوجود اکٹھے ہوتے ہیں۔

2- محبت کے لئے اطاعت لازم ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کسی کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ سچی اور واقعی محبت ہو اور اس کی زندگی بغاوت اور معصیت کی ہو۔

8- احسان

عَنْ أَنَسٍ وَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللّٰهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلٰى عِيَالِهٖ. (البيهقى فى شعب الايمان)

حضرت انس اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے (یعنی سب مخلوق کی روزی اور ان کی ضروریات حیات کا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے، جس طرح کہ کوئی اپنے اہل وعیال کی روزی اور ان کی ضروریات کا مجازاً کفیل ہوتا ہے) پس اس کو اپنی ساری مخلوق میں زیادہ محبت ان (مومن) بندوں سے ہے جو اس کی عیال (یعنی اس کی مخلوق) کے ساتھ احسان کریں۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَكُوْنُوْا إِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا وَ إِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوْا وَ إِنْ أَسَاءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا. (ترمذى)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرنے والے نہ بنو کہ کہنے لگو اگر لوگ (ہمارے ساتھ) احسان کریں گے تو ہم بھی (ان کے ساتھ) احسان کریں گے، اور اگر دوسرے لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں گے تو ہم بھی ویسا ہی کریں گے، بلکہ اپنے دلوں کو اس پر پکا کرو کہ اگر اور لوگ احسان کریں تب بھی تم احسان کرو، اور اگر لوگ برا سلوک کریں تب بھی تم ظلم اور برائی کا رویہ اختیار نہ کرو (بلکہ احسان ہی کرو)۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَضٰى لِأَحَدٍ مِنَ أُمَّتِىْ حَاجَةً يُرِيْدُ أَنْ يَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِىْ وَمَنْ سَرَّنِىْ فَقَدْ سَرَّاللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ (البيهقى فى شعب الايمان).

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرمایا جس کسی نے میرے کسی امتی کی کوئی حاجت پوری کر دی اس کا دل خوش کرنے کے لئے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے

خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِیْنِ كَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ كَالْقَائِمِ لَایَفْتُرُ وَ كَالصَّائِمِ لَایُفْطِرُ. (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو بے شوہر والی اور بے سہارا عورت اور کسی مسکین کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتا ہو، وہ (اجر وثواب میں) اس مجاہد بندہ کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرتا ہو۔ راوی کہتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ اس شب بیدار بندہ کی طرح ہے جو رات بھر نماز پڑھتا ہو اور تھکتا نہ ہو اور اس دائمی روزہ دار کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی روزہ چھوڑتا نہ ہو۔

معمولی احسان سے بھی دریغ نہ کرو

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتُحَقِّرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَ إِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ تَلْقَ أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِقٍ وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِیْ إِنَاءِ أَخِیْكَ. (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم حسن سلوک کی کسی صورت کو بھی حقیر مت سمجھو، اور اس کی ایک صورت (جس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا) یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے شگفتہ روئی کے ساتھ ملو، اور یہ بھی (حسن سلوک میں سے ہے) کہ تم اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دو۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ تِ امْرَأَةٌ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ بِبُرْدَةٍ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَكْسُوْكَ هٰذِهٖ فَأَخَذَهَا النَّبِیُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَیْهَا فَلَبِسَهَا فَرَاهَا عَلَیْهِ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاأَحْسَنَ هٰذِهٖ فَاكْسُنِیْهَا فَقَالَ نَعَمْ فَلَمَّا قَامَ النَّبِیُّ ﷺ لَامَهُ أَصْحَابُهُ قَالَ مَا أَحْسَنْتَ حِیْنَ رَأَیْتَ النَّبِیَّ ﷺ أَخَذَهَا مُحْتَاجًا إِلَیْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ إِیَّاهَا وَقَدْعَرَفْتَ أَنَّهُ لَایُسْأَلُ شَیْئًا فَیَمْنَعُهُ فَقَالَ رَجَوْتُ بَرَكَتَهَا حِیْنَ لَبِسَهَا النَّبِیُّ ﷺ لَعَلِّیْ أُكَفَّنُ فِیْهَا. (بخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک چادر (ہدیہ کے طور پر) لے کر آئی اور عرض کیا کہ میں یہ (چادر) آپ کو اڑھانا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے وہ چادر قبول فرما کر اوڑھ لی، اور آپ ﷺ کی حالت یہ تھی کہ اس وقت آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صاحب نے آپ کو وہ چادر اوڑھے دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ یہ چادر تو بہت ہی اچھی ہے، یہ تو آپ مجھے اڑھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ بہت اچھا

(اور وہ چادر اسی وقت اتار کر ان صاحب کو دیدی) پھر جب رسول اللہ ﷺ اس مجلس سے اٹھ گئے، تو بعض ساتھیوں نے ان صاحب کو ملامت کی اور کہا: تم نے یہ اچھا نہیں کیا، تم دیکھ چکے تھیکہ رسول اللہ ﷺ کو خود اس کی ضرورت تھی اور آپ ﷺ نے ضرورت کی حالت میں یہ چادر قبول کی تھی اس کے باوجود تم نے حضور ﷺ سے اس کو مانگ لیا حالانکہ تم جانتے ہو کہ آپ ﷺ کی عادت یہ ہے کہ جو چیز بھی آپ ﷺ سے مانگی جائے، آپ ﷺ اس کو روکتے نہیں۔ ان صاحب نے کہا جب نبی ﷺ نے اس کو پہن لیا تو مجھے اس کی برکت کی توقع ہوئی۔ مجھے امید ہے کہ میں اس میں کفن دیا جاؤں گا (یعنی یہ کہ وہ میرا کفن بنے گی)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّیْ مَجْهُوْدٌ فَأَرْسَلَ إِلٰی بَعْضِ نِسَائِهٖ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ إِلَّامَاءٌ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَی أُخْرٰی فَقَالَتْ مِثْلَ ذَالِکَ وَقُلْنَ کُلُّهُنَّ مِثْلَ ذَالِکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَن یُّضَیِّفُهُ یَرْحَمُهُ اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ یُقَالُ لَهٗ أَبُوْطَلْحَةَ فَقَالَ أَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَانْطَلَقَ بِهٖ إِلٰی رَحْلِهٖ فَقَالَ لِإِمْرَأَتِهٖ هَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ قَالَتْ لَا إِلَّا قُوْتُ صِبْیَانِیْ قَالَ فَعَلِّلِیْهِمْ بِشَیْءٍ وَنَوِّمِیْهِمْ فَإِذَا دَخَلَ ضَیْفُنَا فَأَرِیْهِ أَنَّا نَاکُلُ فَإِذَا أَهْوٰی بِیَدِهٖ لِیَاکُلَ فَقُوْمِیْ إِلَی السِّرَاجِ کَی تُصْلِحِیْهِ فَأَطْفِئِیْهِ فَقَعَدُوْا وَأَکَلَ الضَّیْفُ وَبَاتَا طَاوِیَیْنِ فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ أَوْضَحِکَ اللّٰهُ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةٍ. (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں بڑا دکھی فقیر ہوں (مجھے بھوک بہت ستا رہی ہے)۔ آپ ﷺ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کے پاس کہلا بھیجا (کہ اگر کھانے کی کوئی چیز ہو تو ایک حاجت مند کے لئے بھیج دو) وہاں سے جواب ملا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہمارے ہاں اس وقت کھانے پینے کی کوئی چیز پانی کے سوا نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے کسی دوسری اہلیہ کو کہلا کے بھیجا، وہاں سے بھی یہی جواب ملا، پھر (یکے بعد دیگرے اپنے سب گھروں میں کہلا کے بھیجا، اور) ان سب کی طرف سے یہی جواب ملا (کہ اس وقت پانی کے سوا کھانے پینے کی کوئی چیز گھر میں نہیں ہے، اپنے سب گھروں سے یہ جواب ملنے کے بعد) آپ ﷺ نے موجود صحابہ سے فرمایا: (تم میں سے) کون اس بندہ کی مہمان نوازی کرے گا؟، اس پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوگی۔ انصار میں سے ابوطلحہ نامی ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں (ان کی مہمان نوازی کروں گا) چنانچہ وہ اس حاجت مند شخص کو اپنے گھر لے گئے اور بیوی سے پوچھا (اس وقت ایک مہمان کے لئے) کیا تمہارے

ہاں کچھ ہے؟ بیوی نے جواب دیا کہ بس اپنے بچوں کا کھانا ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے (یہاں تک کہ میرے اور تمہارے کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں ہے)۔ ابوطلحہ نے کہا: تو پھر ایسا کرو کہ ان بچوں کو کسی چیز سے بہلا کے (بلا کھلائے) سلا دو، اور جب ہمارا مہمان گھر میں آجائے، تو (اپنے طرز عمل سے) اس پر یہ ظاہر کرو اور ایسا دکھاؤ کہ (اس کے ساتھ) ہم بھی کھائیں گے، پھر جب وہ کھانے کے لئے ہاتھ بڑھائے (اور کھانا شروع کر دے) تو تم چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے چراغ کے پاس جانا اور اس کو بجھا دینا (تا کہ گھر میں اندھیرا ہو جائے، اور مہمان یہ نہ دیکھ سکے کہ ہم اس کے ساتھ بیٹھے ہونے کے باوجود کھا نہیں رہے) چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا، پس بیٹھے تو سب لیکن کھانا صرف مہمان ہی نے کھایا، اور ان دونوں میاں بیوی نے بھوکے رہ کر رات گزاری، پھر جب صبح ہوئی تو ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے (ان کا اور ان کی بیوی کا نام لے کر ان کو خوش خبری سنائی اور) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے فلاں بندے اور فلاں بندی کا یہ عمل بہت ہی پسند آیا۔

فائدہ: بچوں کے حصہ کا کھانا ان کو کھلانے کے بجائے مہمان کو کھلا دینا یہ عام آدمیوں کے لئے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کا کام ہے جن میں قربانی اور ایثار کا جذبہ بہت زیادہ ہو اور گھر والوں میں بھی یہی جذبہ ہو۔ علاوہ ازیں ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے ہر وقت نہیں۔

9- مکافات (بدلہ لینا دینا)

یعنی تم سے کوئی بھلائی کرے تو تمہارا اس کے ساتھ اس کی بھلائی کے بقدر یا زیادہ بھلائی کرنا اور تم سے کوئی برائی کرے تو تمہارا اس سے کمتر بدلہ لینا یا بالکل معاف کر دینا۔

بھلائی کا بدلہ دینا

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ. (احمد و ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں (کے بھلائی کرنے پر ان) کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی (پورا) شکر گزار نہیں ہوتا (کیونکہ اصل میں تو وہ بھلائی اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے پہنچنے میں ان لوگوں کو واسطہ بنایا تھا اور اس کو حکم دیا کہ ان لوگوں کا بھی شکر گزار ہو اور اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار ہو۔ جب اس شخص نے ایسی بے اعتنائی برتی کہ شکر گزاری کے حکم کی ایک شق پر عمل نہیں کیا کہ احسان کرنے والے انسانوں کا شکر گزار نہیں ہوا تو وہ دوسری شق پر یعنی اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری پر بھی کیونکر پورا عمل کرے گا)۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ أُعْطِیَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْیَجْزِ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُثْنِ فَإِنَّ مَنْ أَثْنٰی فَقَدْ شَکَرَ وَمَنْ کَتَمَ فَقَدْ کَفَرَ. (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جس کو (دوسرے کی جانب سے ہدیہ میں) کچھ دیا گیا تو اگر وہ (اپنے پاس) کچھ پاتا ہے (یعنی بدلہ میں کچھ دینے کی اگر اس کو استطاعت ہے) تو وہ اس کو بدلہ میں دیدے اور جو (بدلہ میں دینے کے لئے) کچھ نہ پاتا ہوتو وہ (دینے والے کی) تعریف ہی کر دے (یعنی اس کے حق میں کلمہ خیر ہی کہہ دے اور دعا ہی کر دے) کیونکہ جس نے تعریف ہی کی اس نے بھی شکریہ ادا کیا اور جس نے احسان کو چھپایا (کہ نہ تو کوئی بدلہ دیا اور نہ ہی دعائے خیر کی) تو اس نے ناشکری کی۔

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صُنِعَ إِلَیْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ جَزَاکَ اللّٰهُ خَیْراً فَقَدْ أَبْلَغَ فِی الثَّنَاءِ. (ترمذی)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی گئی اور اس نے (اس بھلائی پر) کرنے والے کو جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا (یعنی اللہ تمہیں اسکا بہتر بدلہ دیں) کہا تو اس نے (اس دعائیہ کلمہ ہی کے ذریعہ) پوری تعریف کر دی۔

10- عفو و درگزر

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ رَجُلاً شَتَمَ أَبَابَکْرٍ وَالنَّبِیُّ ﷺ جَالِسٌ یَتَعَجَّبُ وَیَتَبَسَّمُ فَلَمَّا أَکْثَرَ رَدَّ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ فَغَضِبَ النَّبِیُّ ﷺ وَ قَامَ فَلَحِقَهٗ أَبُوْبَکْرٍ وَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَانَ یَشْتِمُنِیْ وَأَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُّ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبْتَ وَقُمْتَ قَالَ کَانَ مَعَکَ مَلَکٌ یَرُدُّ عَلَیْهِ فَلَمَّا رَدَدْتَّ وَقَعَ الشَّیْطَانُ، ثُمَّ قَالَ یَا أَبَابَکْرٍ ثَلٰثٌ کُلُّهُنَّ حَقٌّ مَا مِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلِمَةٍ فَیُغْضِیْ عَنْهَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ إِلَّا أَعَزَّاللّٰهُ بِهَا نَصْرَهٗ وَمَافَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عَطِیَّةٍ یُرِیْدُ بِهَا صِلَةً إِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِهَاکَثْرَةً ، وَمَافَتَحَ رَجُلٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ یُرِیْدُ بِهَا کَثْرَةً إِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِهَا قِلَّةً. (احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دیں اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے (اور آپ اس شخص کے مسلسل گالیاں دینے پر اور ابوبکر کے صبر کرنے اور خاموش رہنے پر) تعجب اور تبسم فرما رہے تھے پھر جب اس آدمی نے بہت ہی زیادہ گالیاں دیں (اور زبان کو روکا ہی نہیں) تو ابوبکر نے بھی اس کی بعض باتوں کو اس پر الٹ دیا (اور کچھ

جواب دیا) پس رسول اللہ ﷺ کچھ ناراضی کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر چل دیئے۔ (حضرت ابوبکر کو اس سے بہت فکر لاحق ہوئی اور وہ بھی معذرت کے لئے اور حضور ﷺ کی ناراضگی کا سبب معلوم کرنے کے لئے آپ کے پیچھے چلے) اور آپ ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! (اس کی کیا وجہ کہ) وہ شخص مجھے گالیاں دیتا رہا اور آپ وہاں تشریف فرما رہے، پھر جب میں نے کچھ جواب دیا تو آپ ناراض ہو کر اٹھ آئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا (جب تک تم خاموش تھے اور صبر کر رہے تھے تمہارے ساتھ اللہ کا ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جوابدہی کر رہا تھا (اور تمہارا جو رتبہ ہے اس کے مناسب یہی حالت تھی لیکن) پھر جب تم نے خود جواب دیا تو (وہ فرشتہ تو چلا گیا اور) شیطان بیچ میں آ گیا (کیونکہ اسے امید ہوگئی کہ وہ لڑائی کو اور آگے بڑھا سکے گا) اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تین باتیں ہیں جو سب کی سب بالکل حق ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جس بندہ پر کوئی ظلم و زیادتی کی جائے اور وہ محض اللہ عزوجل کے لئے اس سے درگزر کرے (اور انتقام نہ لے) تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کی بھرپور مدد فرمائیں گے (اور دنیا و آخرت میں اس کو عزت دیں گے) اور دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص صلہ رحمی کے لئے دوسروں کو دینے کا دروازہ کھولے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کو اور بہت زیادہ دیں گے ..... اور تیسری بات یہ ہے کہ جو آدمی (ضرورت سے مجبور ہو کر نہیں بلکہ) اپنی دولت بڑھانے کے لئے سوال اور گداگری کا دروازہ کھولے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی دولت کو اور زیادہ کم کر دیں گے۔

فائدہ: ظلم کے بقدر بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن فضیلت اور عزیمت یہ ہے کہ بدلہ لینے کی قدرت ہونے کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے لئے معاف کر دے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَارَبِّ مَنْ أَعَزُّ عِبَادِکَ عِنْدَکَ قَالَ مَنْ إِذَا قَدَرَ غَفَرَ. (البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) عرض کیا اے پروردگار! آپ کے بندوں میں کون آپ کے نزدیک زیادہ باعزت ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ بندے جو (قصوروار پر) قابو پانے کے بعد (اور سزا دینے کی قدرت رکھنے کے باوجود) اس کو معاف کر دیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَمْ أَعْفُوْ عَنِ الْخَادِمِ فَصَمَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَمْ أَعْفُوْ عَنِ الْخَادِمِ قَالَ کُلَّ یَوْمٍ

سَبْعِيْنَ مَرَّةً. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے۔ اس نے پھر وہی عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہر روز ستر دفعہ (مطلب یہ کہ قصور معاف کرنا کوئی ایسی چیز نہیں جس کی حد مقرر کی جائے بلکہ عفوو درگزر اور حسن اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ روزانہ ستر بار بھی قصور کرے تو اسے معاف ہی کر دینا چاہئے۔

11۔ حقوق کی ادائیگی

یعنی دوسروں کے حقوق کی احسن طریقے پر ادائیگی کرنا اور ان میں کوتاہی سے بچنا

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلَمَةٌ لِّأَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ أَوْ شَيْءٌ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی اپنے بھائی سے متعلق کوئی زیادتی (اور حق تلفی) ہو یعنی اس کی آبروریزی کی ہو یا کوئی اور حق تلفی کی ہو تو اس کو چاہئے کہ آج ہی اس سے اس معاملہ کو صاف کر لے اس (آخرت کے دن) سے پیشتر جب اس کے پاس (بدلہ میں ادائیگی کے لئے) نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا (یعنی کچھ مال نہ ہوگا)۔ اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوں گے تو اس کی زیادتی کے بقدر ان سے لے لیا جائے گا (اور مظلوم کو دے دیا جائے گا) اور اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں نہ ہوں گی (یا کچھ برائیوں اور حق تلفیوں میں دینے کے بعد اب باقی نہ رہی ہوں گی تو اس کے ساتھی (یعنی مظلوم کی برائیاں لے کر (اور اس سے کم کر کے) ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الدَّوَاوِيْنُ ثَلَاثَةٌ دِيْوَانٌ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ دِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ حَتّٰى يَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ فَذَاكَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَإِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ. (بیهقی فی شعب الایمان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اعمال نامے (جن میں بندوں کے

گناہ لکھے گئے ہیں) تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کو اللہ تعالیٰ (ہرگز معاف نہ کرے گا۔ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ (اس کی دلیل یہ ہے کہ) اللہ عزوجل (قرآن پاک میں) فرماتے ہیں إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُأَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے)۔ دوسرا وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ (انصاف کے بغیر ہرگز) نہیں چھوڑیں گے۔ وہ بندوں کا آپس میں ظلم وزیادتیاں اور ایک دوسرے کی حق تلفیاں کرنا ہے۔ (اس کو اللہ نہیں چھوڑیں گے) یہاں تک کہ ایک دوسرے سے (اپنے اوپر کی گئی زیادتی اور حق تلفی کا) بدلہ نہ لے لے۔ تیسرا وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرتے۔ وہ بندوں کا اپنے اور اللہ کے درمیان زیادتی اور حق تلفی کرنا ہے (یعنی کفر وشرک سے کمتر اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کرنا اور ان کی نافرمانیاں کرنا ہے) یہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔ اگر چاہیں گے تو (ان پر) بندے کو عذاب دیں گے اور چاہیں گے تو اس سے درگزر فرمائیں گے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاكَ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّمَا يَسْأَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَقَّهٗ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ. (بيهقى فى شعب الايمان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے بچو (اور جس کی حق تلفی کی گئی ہو وہ بھی مظلوم ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ تو محض اپنے حق کا سوال کرتے ہیں (کہ انہوں نے جو بندوں کے ایک دوسرے پر حقوق مقرر کئے ہیں ان کو ادا کیا جائے) اور خود وہ کسی حقدار سے اس کے حق کو نہیں روکتے۔

عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ..... (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (اللہ تعالیٰ نے تمہارے آپس میں ایک دوسرے پر جو حقوق مقرر کئے ہیں ان کی ادائیگی میں غفلت نہ کرو کیونکہ حقدار کو ان کا ملنا ضروری ہے۔ اگر تم آج یہاں نہیں دو گے تو) قیامت کے دن تمہیں حقداروں کو ان کے حقوق (کے بدلے) ضرور دینے پڑیں گے۔

12- سچائی

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِىْ إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَايَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ صِدِّيْقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ فَإِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِىْ إِلَى الْفُجُوْرِ وإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ إِلَى

النَّارِ وَمَايَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكِذْبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سچائی کو لازم پکڑ لو (اور ہمیشہ سچ ہی بولو) کیونکہ سچ بولنا نیکی کے راستے پر ڈال دیتا ہے، اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے، اور آدمی جب ہمیشہ سچ ہی بولتا ہے، اور سچائی ہی کو اختیار کر لیتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے ہمیشہ بچتے رہو، کیونکہ جھوٹ بولنے کی عادت آدمی کو بدکاری کے راستہ پر ڈال دیتی ہے اور بدکاری اس کو دوزخ تک پہنچا دیتی ہے، اور آدمی جب جھوٹ بولنے کا عادی ہو جاتا ہے اور جھوٹ کو اختیار کر لیتا ہے، تو انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے یہاں کذاب میں لکھ لیا جاتا ہے۔

13- امانت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِیْ قَرَادٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يُحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أَوْيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهٗ إِذَاحَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهٗ إِذَا ائْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَارَاهُ . (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص کی یہ خوشی ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھے یا یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کریں تو جب وہ کوئی بات کرے تو ہمیشہ سچ بولے اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو (ادنی خیانت کے بغیر) اس کو ادا کرے اور جس کے پڑوس میں اس کا رہنا ہو اس سے اچھا سلوک کرے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَبِی الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيْهَانِ إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ. (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ابوالہیثم بن تیہان سے فرمایا جس سے کسی معاملہ میں مشورہ کیا جائے وہ اس میں امین ہے (اور اس کو مشورہ دینے میں مشورہ لینے والے کا مفاد پیش نظر رکھنا چاہئے)۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ إِذَاحَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِیَ أَمَانَةٌ. (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص (اپنی) کوئی بات کہے اور پھر ادھر اُدھر دیکھے تو (یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کی

بات کسی اور کو معلوم ہو اور) وہ امانت ہے (لہٰذا سننے والا اس کی امانت کی طرح حفاظت کرے)۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ اِلَّا ثَلٰثَةَ مَجَالِسَ سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ أَوْ فَرْجٍ حَرَامٍ أَوْ اِقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ. (ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نشستیں امانت ہوتی ہیں (یعنی سی مجلس میں راز داری کے ساتھ جو مشورہ ہو اہل مجلس امانت سمجھ کر اس کو راز میں رکھیں) لیکن تین مجلسیں اس سے مستثنیٰ ہیں ایک وہ جس کا تعلق کسی کے خون ناحق کی سازش سے ہو، دوسرے وہ جس کا تعلق کسی کی عصمت وعفت لوٹنے کے مشورے سے ہو، اور تیسرے وہ جس کا تعلق کسی کا مال ناحق چھیننے سے ہو۔

عفت کے شعبے

خلق عفت کے چند مندرجہ ذیل شعبے یہ ہیں

1- شرم وحیا

یعنی وہ کیفیت جو ہر نامناسب اور ناپسندیدہ بات اور کام سے روکے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ. (مالک)

حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے (جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں رحمدلی اور عفو ودرگزر پر بہت زور دیا گیا ہے) اور دین اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيْمَانِ. (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر انصار میں سے ایک شخص پر ہوا، اور وہ اس وقت اپنے بھائی کو (جو بہت شرم وحیا کرتا ہوگا اور اس کی وجہ سے دنیا کے کچھ مفادات بھی فوت ہو جاتے ہوں گے) حیا کے بارے میں کچھ نصیحت وملامت کر رہا تھا (کہ اس سے تو تمہارا نقصان ہوتا ہے) تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا، کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ حیا تو ایمان کا جزو یا ایمان کا پھل ہے (اور یہ تو مطلوب ہے۔ اس کی وجہ سے وہ بہت سے گناہوں سے اور نامناسب باتوں سے بچا رہتا ہے)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْإِیْمَانِ وَالْإِیْمَانُ فِی الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ. (احمد و ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیا ایمان کی ایک شاخ ہے (یا ایمان کا ثمرہ ہے) اور ایمان (والوں) کا مقام جنت ہے اور بے حیائی و بے شرمی بدکاری میں سے ہے اور بدکاری (برائی والوں کو) دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

2- قناعت

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کامیاب (اور بامراد) ہوا وہ شخص جو مسلمان ہوا (اور اس کو کامل تابعداری نصیب ہوئی) اور اس کو روزی بھی (حلال مال میں سے) بقدر کفاف (یعنی گزارے قابل) ملی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قدر قلیل روزی پر قانع بھی بنا دیا۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دولت مندی مال واسباب کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اصلی دولت مندی دل کی بے نیازی ہے۔

3- صبر

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ أَنَّ نَاسًا مِّنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتّٰی إِذَا انْفِدَ مَا عِنْدَهُ قَالَ مَا یَكُوْنُ عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ یَّسْتَعِفَّ یُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ یَسْتَغْنِ یُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا أُعْطِیَ أَحَدٌ مِنْ عَطَاءٍ أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ. (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک دفعہ کچھ (مال) طلب کیا، آپ ﷺ نے ان کو عطا فرما دیا (لیکن ان کی مانگ ختم نہیں ہوئی) اور انہوں نے پھر طلب کیا، آپ ﷺ نے پھر ان کو عطا فرما دیا، یہاں تک کہ جو کچھ آپ ﷺ کے پاس تھا وہ سب ختم ہوگیا، اور کچھ نہ رہا، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: جو مال و دولت بھی میرے

پاس ہوگا میں اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا اور اپنے پاس ذخیرہ جمع نہیں کروں گا (بلکہ تم کو دیتا رہوں گا، لیکن یہ بات خوب سمجھ لو کہ اس طرح مانگ مانگ کر حاصل کرنے سے آسودگی اور خوش عیشی حاصل نہیں ہوگی، بلکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ) جو کوئی خود عفیف بننا چاہتا ہے (یعنی دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے اپنے کو بچانا چاہتا ہے) تو اللہ تعالیٰ (اس کی مدد فرماتا ہے اور) سوال کی ذلت سے اس کو بچا دیتا ہے، اور جو کوئی بندوں کے سامنے اپنی محتاجی ظاہر کرنے سے بچنا چاہتا ہے، (یعنی اپنے کو بندوں کا محتاج اور نیاز مند بنانا نہیں چاہتا) تو اللہ تعالیٰ اس کو بندوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور کوئی (کسی کٹھن موقع پر اپنی طبیعت کو مضبوط کر کے) صبر کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو صبر کی توفیق دے دیتا ہے (اور صبر کی حقیقت اس کو نصیب ہو جاتی ہے) اور کسی بندہ کو بھی صبر سے زیادہ وسیع کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی۔

4- بردباری اور متانت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَیْسِ إِنَّ فِیْکَ لَخَصْلَتَیْنِ یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ اَلْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ. (مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کے سردار اشج سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پیاری ہیں ایک بردباری (یعنی غصہ سے مغلوب نہ ہونا بلکہ اعتدال پر قائم رہنا) اور دوسرے جلد بازی نہ کرنا (بلکہ ہر کام کو متانت اور وقار کے ساتھ اطمینان سے سرانجام دینا)۔

فائدہ: قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی زیارت کے لئے مدنیہ طیبہ آیا، اس وفد کے سارے لوگ اپنی سواریوں سے کود کود کر جلدی سے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے، لیکن رئیس وفد جن کا نام منذر اور عرف اشج تھا، انہوں نے اس طرح کی جلدی بازی نہیں کی، بلکہ اتر کے پہلے سارے سامان کو یکجا اور محفوظ کیا، پھر غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے، اور اس کے بعد متانت اور وقار کے ساتھ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس رویہ کو پسند فرمایا اور اسی موقع پر ان سے یہ مذکورہ بالا قول ارشاد فرمایا:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَلْأَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّیْطَانِ. (ترمذی)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کاموں کو

متانت اور اطمینان سے انجام دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور جلد بازی کرنا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔

5- میانہ روی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ السَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِنْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھی سیرت اور اطمینان و وقار سے اپنے کام انجام دینے کی عادت اور میانہ روی (ان اوصاف میں سے ہیں جو نبیوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرح سے یہ) نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ایک حصہ ہیں۔

فائدہ: میانہ روی یہ ہے کہ ہر کام میں اور ہر حال میں افراط وتفریط سے بچا جائے اور اعتدال کی روش اختیار کی جائے یہاں تک کہ عبادت میں بھی۔

6- نرم مزاجی

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَالَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَا لَا یُعْطِیْ عَلٰی مَا سِوَاہ. (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خود (بندوں پر) مہربان ہے اور نرمی اور مہربانی کرنا اس کو محبوب بھی ہے (یعنی اس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے بھی آپس میں نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کریں) اور نرمی پر وہ اتنا دیتا ہے جتنا کہ درشتی اور سختی پر نہیں دیتا، اور جتنا کہ نرمی کے ماسوا کسی اور بات پر نہیں دیتا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اُعْطِیَ حَظَّهٗ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّهٗ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ حُرِمَ حَظَّهٗ مِنَ الرِّفْقِ حُرِمَ حَظَّهٗ مِنْ خَیْرِالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ.(بغوی فی شرح السنه)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نرمی کی خصلت کا اپنا حصہ مل گیا اس کو دنیا اور آخرت کے خیر میں سے حصہ مل گیا اور جس کو نرمی نصیب نہیں ہوئی وہ دنیا اور آخرت میں خیر کے حصے سے محروم رہا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یُرِیْدُ اللّٰهُ بِأَهْلِ بَیْتٍ رِفْقًا إِلَّا نَفَعَهُمْ وَلَا یُحْرِمُهُمْ إِیَّاهُ إِلَّا ضَرَّهُمْ. (البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں ارادہ کرتا اللہ تعالیٰ کسی گھر کے لوگوں کو نرمی کی صفت عطا کرنے کا، مگر ان کو نفع پہنچاتا ہے اس کے ذریعہ اور نہیں محروم کرتا کسی گھر کے لوگوں کو نرمی کی صفت سے، مگر یہ کہ ضرر پہنچاتا ہے ان کو۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی یہ عام سنت اور اس کا کلی قانون ہے کہ جس گھر کے لوگوں کو وہ نرمی کی خصلت عطا فرماتا ہے ان کے لئے یہ نرمی بہت سی منفعتوں اور برکتوں کا ذریعہ بنتی ہے، اور جن لوگوں کو وہ اس اچھی خصلت سے محروم رکھتا ہے ان کے لئے یہ محرومی بہت سے نقصانات اور بہت سی زحمتوں کا سبب بنتی ہے۔ مثلاً جس شخص میں نرمی ہوگی اس کی بدولت وہ خود بھی راحت سے رہے گا اور جن لوگوں کو اس سے واسطہ پڑے گا وہ بھی راحت سے رہیں گے۔ پھر یہ باہمی محبت اور اکرام واحترام خیر خواہی کے مزید جذبوں کو ابھارے گی جبکہ درشت خوئی دلوں میں بغض وعداوت کو ابھارے گی۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کے لئے حرام ہے، اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے؟ (سنو میں بتاتا ہوں، دوزخ کی آگ حرام ہے) ہر ایسے شخص پر جو مزاج کا تیز نہ ہو، نرم ہو، لوگوں سے قریب ہونے والا ہو، نرم خو ہو۔

7- پرہیز گاری

عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِعِبَادَةٍ و إِجْتِهَادٍ وَذُكِرَ آخَرُ بِرَعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَعْدِلُ بِالرَّعَةِ. (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کی (نفلی) عبادت اور طاعات میں مجاہدہ کا ذکر کیا گیا اور (اس کے ساتھ اس میں گناہوں سے پرہیز کم ہے جب کہ) ایک اور شخص کی پرہیز گاری کا ذکر کیا گیا (کہ گناہوں سے اس کی پرہیز گاری زیادہ ہے اگرچہ نفلی عبادت وغیرہ کم ہے)۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پرہیز گاری کے ساتھ (نفلی عبادت کا) مقابلہ مت کرو (کیونکہ نفلی عبادت اس کے مقابلہ کی چیز نہیں)۔

8- سخاوت

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ السَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّارِ، وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِیٌّ أَحَبُّ إِلَی اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ. (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سخی بندہ اللہ سے قریب ہے (یعنی اس کو قرب خداوندی حاصل ہے) نیز اللہ کے بندوں سے قریب ہے (یعنی اللہ کے بندے اس کی سخاوت کی صفت کی وجہ سے اس سے تعلق اور محبت رکھتے ہیں اور) جنت سے قریب اور دوزخ سے دور ہے .....اور بخیل اور کنجوس آدمی اللہ سے دور (یعنی قرب خداوندی کی نعمت سے محروم) ہے، اللہ کے بندوں سے بھی دور ہے (کیونکہ اس کی کنجوسی کی وجہ سے وہ اس سے الگ اور بے تعلق رہتے ہیں) اور جنت سے دور اور دوزخ سے قریب ہے، اور بلاشبہ ایک بے علم سخی اللہ تعالیٰ کو عبادت گزار کنجوس سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَیْکَ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اللہ تعالیٰ کا (اپنے بندوں کو) ارشاد ہے کہ تم دوسروں پر خرچ کرتے رہو میں (اپنے خزانہ غیب سے) تم پر خرچ کرتا رہوں گا (یعنی تم کو برابر عطا کرتا رہوں گا اور فقر و فاقہ سے محفوظ رکھوں گا)۔

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ مَاسُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا. (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے (جواب میں) نہیں فرمایا ہو۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ کَانَ عِنْدِیْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ أَنْ لَا یَمُرَّ عَلَیَّ ثَلٰثُ لَیَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ إِلَّا شَیْءٌ أَرْصُدُهُ لِدَیْنٍ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو، تو میری خوشی یہی ہوگی کہ مجھ پر تین راتیں بھی ایسی نہ گزریں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی ہو سوائے اتنی مقدار کے جو میں کسی قرض کی ادائیگی کے لئے روک لوں۔

شجاعت کے شعبے

شجاعت کے مندرجہ ذیل شعبے یہ ہیں

1- رقت و رحمدلی

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ. (بخاری و مسلم)

حضرت جریر بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اس شخص پر (اپنی خاص) رحمت نہیں کرتا جو دوسرے انسانوں پر (خواہ وہ کافر و فاجر ہی ہوں) رحم نہیں کرتا (اور ان پر ترس نہیں کھاتا)۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمَ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: رحم کرنے والوں (اور ترس کھانے والوں) پر بڑی رحمت والا خدا رحم کرتا ہے۔ تم زمین پر رہنے بسنے والی اللہ کی مخلوق پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحمت کرے گا۔

جانوروں پر رحم کرنا اور ان کے حقوق پورے کرنا

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطْشُ فَوَجَدَ بِئْراً فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَاكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطْشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطْشِ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ بَلَغَ بِيْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيْهِ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَلَهُ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ و إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْراً؟ فقَالَ نَعَمْ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اثناء میں کہ ایک آدمی راستہ پر چلا جا رہا تھا اسے سخت پیاس لگی، (چلتے چلتے) اسے ایک کنواں ملا، وہ اس کے اندر اترا اور پانی پی کر باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی شدت سے وہ کیچڑ کھا رہا ہے اس آدمی نے دل میں کہا کہ اس کتے کو بھی پیاس کی ایسی ہی تکلیف ہوئی ہے جیسی کہ مجھے تھی اور وہ (اس کتے پر رحم کھا کر پھر) اس کنوئیں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھر کر اپنے منہ سے اس کو تھاما اور (کنویں سے نکل کر) کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی (اس رحمدلی اور اس

محنت کی) قدر کی اور (اسی عمل پر) اس کی بخشش کا فیصلہ فرما دیا۔ بعض صحابہ نے (آپ ﷺ سے یہ واقعہ سن کر) دریافت کیا کہ: یا رسول اللہ! کیا جانوروں (کی تکلیف دور کرنے) میں بھی ہمارے لئے اجر وثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ہر (زندہ) اور تر جگر رکھنے والے جانور (کی تکلیف دور کرنے) میں ثواب ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَائِطًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا فِيْهِ جَمَلٌ فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ ﷺ حَنَّ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ فَأَتَاهُ فَمَسَحَ ذَفَرَاهُ فَسَكَتَ فَقَالَ مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَ الْجَمَلُ ؟ فَجَاءَ فَتىً مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! فَقَالَ لَهُ أَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ إِيَّاهُ ؟ فَإِنَّهُ شَكٰى إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيْعُهُ وَتُدْئِبُهُ .....
(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس اونٹ نے آپ کو دیکھا تو درد بھری آواز نکالی (جیسی بچے کے جدا ہو جانے پر اونٹنی کی آواز نکلتی ہے) اور اس کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے قریب تشریف لے گئے اور آپ نے اس کی کنوتیوں پر اپنا دست شفقت پھیرا (جیسے کہ گھوڑے یا اونٹ پر پیار کرتے وقت ہاتھ پھیرا جاتا ہے) وہ اونٹ خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ: یہ اونٹ کس کا ہے؟ اس کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس (بیچارے بے زبان) جانور کے بارے میں تم اس اللہ سے ڈرتے نہیں جس نے تم کو اس کا مالک بنایا ہے۔ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور زیادہ کام لے کر تم اس کو بہت دکھ پہنچاتے ہو۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ بھی معجزانہ طور پر جانوروں کی بات چیت سمجھ لیتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَعْرِشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا ؟ رُدُّوْا وَلَدَهَا إِلَيْهَا ..... وَرَأٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ ؟ قُلْنَا نَحْنُ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ.
(ابوداؤد)

عبدالرحمٰن اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر

میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے، اس اثناء میں ہماری نظر ایک چھوٹی سی سرخ چڑیا (غالبًا نیل کنٹھ) پر پڑی جس کے ساتھ اس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا، وہ چڑیا آئی اور ہمارے سروں پر منڈلانے لگی، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: کس نے اس کے بچے پکڑ کے اسے ستایا ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کر دو۔ اور آپ نے چیونٹیوں کی ایک بستی دیکھی (یعنی زمین کا ایک ایسا ٹکڑا جہاں چیونٹیوں کے بہت سوراخ تھے اور چیونٹیوں کی بہت کثرت تھی) ہم نے وہاں آگ لگا دی تھی۔ آپ نے فرمایا: کس نے اس بستی کو جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم نے (ہی یہ آگ لگائی ہے)۔ آپ نے فرمایا: آگ کے پیدا کرنے والے خدا کے سوا کسی کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ (کسی جاندار کو) آگ کا عذاب دے (یعنی آگ سے جلائے)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَتْ اِمْرَأَةُ النَّارَ فِیْ هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاكُلُ مِنْ خُشَاشِ الْاَرْضِ ..... (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ایک عورت جہنم میں ایک بلی کی وجہ سے داخل ہوئی کہ اس کو اس نے باندھ کر رکھا (اور بھوکا مار ڈالا) نہ تو اسے خود کچھ کھانے کو دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑوں سے اپنی غذا حاصل کر لیتی۔

رحمدلی سے محرومی

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ ﷺ يَقُوْلُ لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِیٍّ..... (احمد و ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے صادق و مصدوق سیدنا ابوالقاسم ﷺ سے سنا ہے، آپ ارشاد فرماتے تھے کہ نہیں نکالا جاتا رحمت کا مادہ مگر بدبخت (ہی کے دل) سے۔

قساوت قلبی کا علاج

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى النَّبِیِّ ﷺ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ قَالَ اِمْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيْمِ وَأَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ. (احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قساوت قلبی (سخت دلی) کی شکایت کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کا بتلایا ہوا یہ علاج علم النفس کے ایک خاص اصول پر مبنی ہے، بلکہ کہنا چاہئے کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے اس اصول کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔ وہ اصول یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے نفس یا قلب میں کوئی خاص کیفیت (مثلاً سخاوت) نہ ہو، اور وہ اپنے اندر اس کو پیدا کرنا چاہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ وہ سخاوت کے اسباب وآثار کو اختیار کرے مثلاً کچھ نہ کچھ خواہ بے دلی سے ہی سہی دیتا رہے اور سخی لوگوں کے قصے سنتا رہے تو کچھ عرصہ کے بعد اس میں سخاوت کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لئے کثرت ذکر کا طریقہ جو حضرات صوفیہ کرام میں رائج ہے، اس کی بنیاد بھی اسی اصول پر ہے۔

بہرحال یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور مسکین کو کھانا کھلانا دراصل جذبہ رحم کے آثار میں سے ہے، جب کسی کا دل اس جذبہ سے خالی ہو وہ اگر یہ عمل بتکلف کرنے ہی لگے تو انشاء اللہ اس کے قلب میں بھی رحم کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

2- تواضع

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰه أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيْ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ وَلَايَفْخَرُ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ. (ابوداؤد)

عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی (اور حکم بھیجا) ہے کہ تواضع اور خاکساری اختیار کرو جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ کوئی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے، اور کوئی کسی کے مقابلہ میں فخر نہ کرے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْخِنْزِيْرٍ. (البيهقى فى شعب الايمان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک دن خطبہ میں) برسر منبر فرمایا لوگو! فروتنی اور خاکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے لئے (یعنی اللہ کا حکم سمجھ کر اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے) خاکساری کا رویہ اختیار کیا (اور بندگان خدا کے مقابلہ میں اپنے کو اونچا کرنے کی بجائے نیچا رکھنے کی کوشش کی) تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) وہ اپنے خیال (اور اپنی نگاہ) میں تو چھوٹا ہوگا لیکن لوگوں کی نگاہوں میں عظمت والا ہوگا۔ اور جو

کوئی تکبر کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرا دے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل وحقیر ہو جائے گا اگر چہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوگا یہاں تک کہ دوسروں کی نظر میں وہ کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا۔

عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَاظٍ مُسْتَكْبِرٍ. (بخاری)

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ جنتی کون ہے؟ ہر وہ شخص جو (معاملہ اور برتاؤ میں اکھڑ اور سخت نہ ہو، بلکہ) عاجزوں کمزوروں کا سا اس کا رویہ ہو اور اس لئے لوگ اس کو کمزور سمجھتے ہوں (اور اللہ کے ساتھ اس کا تعلق ایسا ہو کہ) اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری کر دکھائے اور کیا میں تم کو بتاؤں کہ دوزخی کون ہے؟ ہر اکھڑ، بدخو اور مغرور شخص۔

3- تکلیف پر صبر

عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَجَباً لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَالِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَ إِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ. (مسلم)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندۂ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لئے خیر ہی خیر ہے، اگر اس کو خوشی (اور راحت وآرام) پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے، اور یہ اس کے لئے خیر ہی خیر ہے، اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ (اس کو بھی اپنے حکیم وکریم رب کا فیصلہ اور اس کی مشیت پر یقین کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لئے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ يَاابْنَ اٰدَمَ إِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَالصَّدْمَةِ الْأُوْلىٰ لَمْ أَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ. (ابن ماجه)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزند آدم! اگر تو نے شروع صدمہ میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں تیرے لئے جنت سے کم ثواب پر راضی نہیں ہوں گا۔

4- غیرت

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ وَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ یَغَارُ وَغَیْرَةُ اللّٰهِ أَنْ لَّا یَاتِیَ الْمُؤْمِنُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے اور مومن بندے کو بھی غیرت آتی ہے (جس کی وجہ سے وہ بے حیائی کو برداشت نہیں کرتا) اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن بندہ اس کام کا ارتکاب نہ کرے جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

اخلاق، رذیلہ سے اجتناب

1- جھوٹ

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَی الْخِلَالِ کُلِّهَا إِلَّا الْخِیَانَةَ وَالْکِذْبَ. (احمد)

حضرت ابو امامہ باہلیر ضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی (حقیقی) طبیعت اور فطرت میں ہر خصلت کی گنجائش ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا کَذِبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَکُ مِیْلًا مِنْ نَتْنِ مَاجَاءَ بِهٖ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

عَنْ سُفْیَانَ بْنِ أَسِیْدٍ الْحَضْرَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ کَبُرَتْ خِیَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاکَ حَدِیْثًا وَهُوَ لَکَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ بِهٖ کَاذِبٌ (ابوداؤد)

حضرت سفیان بن اسید حضرمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا یہ بہت ہی بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات بیان کرو اور وہ تم کو اس بیان میں سچا سمجھتا ہو حالانکہ تم اس میں جھوٹ کہہ رہے ہو۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِیْ أُمِّیْ یَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدٌ فِیْ بَیْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ أُعْطِیْکَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَرَدْتِّ أَنْ تُعْطِیَهٗ؟ قَالَتْ أَرَدْتُ أَنْ أُعْطِیَهٗ تَمَرًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَمَا أَنَّکِ لَوْلَمْ تُعْطِهٖ شَیْئًا کُتِبَتْ عَلَیْکِ کِذْبَةٌ. (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن جب کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے

گھر میں تشریف فرما تھے میری والدہ نے مجھے پکارا اور کہا بڑھ کے آ، میں تجھے کچھ دوں گی، رسول اللہ ﷺ نے میری ماں سے فرمایا: تم نے اس بچے کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا ہے؟ میری ماں نے عرض کیا میں نے اس کو ایک کھجور دینے کا ارادہ کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یاد رکھو اگر اس کہنے کے بعد تم اس بچے کو کوئی چیز نہ دیتیں تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَيْلٌ لِمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهٗ وَيْلٌ لَهٗ. (ترمذی و ابوداؤد)

بہز بن حکیم کے دادا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے اپنے بیان میں جھوٹ بولے، اس کے لئے ہلاکت ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ جو کچھ (جھوٹ سچ) سنے اسے (تحقیق کے بغیر) بیان کرتا پھرے۔

جھوٹی گواہی:

عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ. (ابوداؤد)

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھی، جب آپ ﷺ اس سے فارغ ہوئے تو ایک دم کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ: جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے برابر کر دی گئی، یہ بات آپؐ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی، اور قرآن مجید (سورۂ حج) کی یہ آیت تلاوت فرمائی: "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ". (بتوں کی یعنی بت پرستی کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بچتے رہو صرف ایک اللہ کے ہو کر کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرتے ہوئے)۔

جھوٹی قسم

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ صَبْرٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حاکم کے سامنے جھوٹی قسم کھائی تا کہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان آدمی کا مال مار لے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حال میں اس کی پیشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہوں گے۔

عَنْ أَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الجَنَّةَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ وَ إِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَ إِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِنْ أَرَاكٍ. (مسلم)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق ناجائز طور سے مار لیا تو اللہ نے ایسے آدمی کے لئے دوزخ واجب کر دی ہے اور جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ کوئی معمولی ہی چیز ہو (یعنی اگر کسی نے کسی کی بہت معمولی سی چیز قسم کھا کر ناجائز طور سے حاصل کر لی تو کیا اس صورت میں بھی دوزخ اس کے لئے واجب اور جنت اس پر حرام ہوگی؟۔) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ ہاں اگرچہ (جنگلی درخت) پیلو کی ٹہنی ہی ہو۔

عَنْ اَلْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ لَايَقْتَطِعُ أَحَدٌ مَالًا بِيَمِيْنٍ إِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ أَجْذَمُ .(ابوداؤد)

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کا مال جھوٹی قسم کھا کر مار لے گا وہ اللہ کے سامنے کوڑھی ہو کر پیش ہوگا۔

صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا

عَنْ أُمِّ كُلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِیْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِیْ خَيْرًا (بخاری ومسلم)

ام کلثوم (بنت عقبہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ آدمی جھوٹا (اور گنہگار) نہیں ہے جو باہم لڑنے والے آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے، اور اس سلسلہ میں (ایک فریق کی طرف سے اس کے کہے بغیر دوسرے فریق کو اپنی طرف سے) خیر اور بھلائی کی باتیں پہنچائے، اور (اچھا اثر ڈالنے والی) باتیں کرے۔

2- حرص وبخل

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ فَإِنَّمَا هَلَكَ

مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالشُّحِّ أَمَرَهُمْ بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوْا وَأَمَرَهُمْ بِالْقَطِيْعَةِ فَقَطَعُوْا وَأَمَرَهُمْ بِالْفُجُوْرِ فَفَجَرُوا. (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن) خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا حرص وطمع سے بچو، کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی حرص سے تباہ ہوئیں (کیونکہ یہ صرف ایک بری خصلت نہیں ہے بلکہ اس سے اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں) اسی نے ان کو بخل کرنے کو کہا تو انہوں نے بخل اختیار کیا، اسی نے ان کو قطع رحمی (یعنی حقوق قرابت کی پامالی) کے لئے کہا تو انہوں نے قطع رحمی اختیار کی، اس نے ان کو بدکاری کے لئے کہا تو انہوں نے بدکاریاں کیں (یعنی حرص وطمع ان سب برائیوں کا سبب ہے)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَرُّمَا فِیْ رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبْنٌ خَالِعٌ. (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا انسان میں سب سے بری بات کڑھا دینے والی حرص اور گھبرا دینے والی بزدلی ہے۔

3- حرص وبخل کی مذمت

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْإِيْمَانُ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ أَبَداً. (نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حرص اور ایمان (کامل) کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے (یعنی حرص اور ایمان کا کوئی جوڑ نہیں ہے)

عَنْ أَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خِبٌّ وَلَا بَخِيْلٌ وَلَا مَنَّانٌ. (ترمذی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتانے والا آدمی جنت میں (اول وہلہ میں) نہ جا سکے گا۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص

جنت میں نہیں جائے گا، جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔ اس پر ایک شخص نے پوچھا کہ آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت (وعمدہ) ہوں اور اس کی جوتی عمدہ ہو (اور ہم دیکھتے ہیں کہ تکبر کرنے والے ان چیزوں میں بھی اپنے تکبر کا اظہار کرتے ہیں تو کیا اس شخص کی یہ روش بھی تکبر میں شامل ہے؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (محض عمدہ وخوبصورت چیز کا استعمال تکبر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو خود جمال والے ہیں اور (اپنی مخلوق میں) جمال (کے ظاہر ہونے) کو پسند کرتے ہیں۔ تکبر تو اس کو کہتے ہیں کہ آدمی (اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت جیسے) حق کو باطل سمجھے اور مخلوق کو حقیر سمجھے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی الْكِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَ الْعَظْمَةُ إِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِنْهُمَا أَدْخَلْتُهُ النَّارَ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کبریائی میری چادر ہے (یعنی میرے لئے ایسی ہے جیسے تمہارے لئے اوپر اوڑھنے کی چادر ہوتی ہے) اور عظمت میرا تہبند ہے (یعنی میرے لئے ایسی ہے جیسے تمہارے لئے تہبند ہوتا ہے) تو جو کوئی ان دونوں میں سے کسی ایک میں بھی مجھ سے جھگڑا کرے گا (کہ تکبر کرے یا اپنے کو عظمت والا سمجھے تو میں اس کو (جہنم کی) آگ میں داخل کردوں گا۔

کسی مسلمان پر ظلم کرنا اور اس کی تحقیر کرنا

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهُ وَلَا یَخْذُلُهُ وَلَا یُحَقِّرُهُ التَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ إِلٰی صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ یُّحَقِّرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے (اور جب وہ حق پر ہو اور اس کی مدد واعانت کا محتاج ہو تو اس کی مدد کرے) اور اس کو بے مدد کے نہ چھوڑے، اور اس کو حقیر نہ جانے (اور نہ اس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے۔ کیا خبر ہے کہ اس کے دل میں تقویٰ ہو، جس کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک مکرم اور محترم ہو) پھر آپ ﷺ نے تین بار اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، کہ تقویٰ یہاں ہوتا ہے (ہوسکتا ہے کہ تم کسی کو اس کے ظاہری حال سے معمولی آدمی سمجھو حالانکہ اپنے

دل کے تقوے کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک محترم ہو، اس لئے کبھی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو) آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے (اور اس کے ساتھ حقارت سے پیش آئے) مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لئے قابل احترام ہے، اس کا خون، اس کا مال، اور اس کی آبرو (اس لئے ناحق اس کا خون گرانا، اس کا مال لینا، اور اس کی آبرو ریزی کرنا، یہ سب حرام ہیں)۔

3- حسد

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ إِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ یَاکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

فائدہ: حسد کے نیکیوں کو کھا جانے کا مطلب ہے کہ نیکیاں حسد کے سبب سے ختم ہو جاتی ہیں۔ قیامت کے دن حاسد کی نیکیاں چونکہ محسود شخص کو دے دی جائیں گی لہٰذا حاسد کے پاس نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔

عَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَبَّ إِلَیْکُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَکُمْ اَلْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِیَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَ لٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ. (احمد و ترمذی)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگلی امتوں کی مہلک بیماری یعنی حسد و بغض تمہاری طرف رینگتی چلی آرہی ہے، یہ بالکل مونڈ دینے والی ہے (پھر اپنا مقصد واضح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا) میرے اس کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ بالوں کو مونڈنے والی ہے، بلکہ یہ دین کو مونڈتی ہے (اور اس کا صفایا کرتی ہے)۔

4- باہمی کینہ

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُعْرَضُ أَعْمَالُ النَّاسِ فِیْ کُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَیْنِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ إِلَّا عَبْداً بَیْنَهٗ وَبَیْنَ أَخِیْهِ شَحْنَاءُ فَیُقَالُ اُتْرُکُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَفِیْئَا. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر ہفتہ میں دو دن پیر اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال (اللہ تعالیٰ کے دربار میں) پیش ہوتے ہیں، تو ہر بندہ مومن کی معافی کا

فیصلہ کر دیا جاتا ہے سوائے ان دو آدمیوں کے جو ایک دوسرے سے کینہ رکھتے ہوں، پس ان کے بارے میں حکم دیدیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رکھو (یعنی ان کی معافی نہ لکھو) جب تک کہ یہ آپس کے اس کینہ (اور باہم دشمنی) سے باز نہ آئیں (اور دلوں کو صاف نہ کرلیں)۔

5- کسی کی مصیبت پر خوش ہونا

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ بِأَخِيْکَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْکَ. (ترمذی)

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو (اگر ایسا کرو گے تو ہوسکتا ہے کہ) اللہ اس کو اس مصیبت سے نجات دیدے اور تم کو مبتلا کر دے۔

6- غیبت

عَنْ أَبِیْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَامَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ قَلْبَهٗ لَاتَغْتَابُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَاتَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهٗ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ فِیْ بَيْتِهٖ. (ابوداؤد)

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے وہ لوگو جو زبان سے ایمان لائے ہو، اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں اترا نہیں ہے مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو، اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے نہ پڑا کرو (یعنی ان کی چھپی ہوئی کمزوریوں کی ٹوہ لگانے اور ان کی تشہیر کرنے میں دلچسپی نہ لیا کرو) کیونکہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کی ٹوہ میں لگے گا (درگزر نہیں کرے گا اور اس کے عیبوں کو لوگوں میں مشہور کر دے گا) اور جس کے عیب کی ٹوہ میں (اور تشہیر میں) اللہ لگ جائے تو اللہ اس کو اس کے گھر میں (بیٹھے) رسوا کر دے گا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا عُرِجَ بِی مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَاجِبْرِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِیْ أَعْرَاضِهِمْ. (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: جب مجھے معراج ہوئی تو میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن سرخ تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور اپنے سینوں کو نوچ نوچ کے زخمی کر رہے تھے، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں (جو

ایسے سخت عذاب میں) مبتلا ہیں، جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو (زندگی میں) لوگوں کے گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی اللہ کے بندوں کی غیبتیں کیا کرتے تھے) اوران کی آبروؤں سے کھیلتے تھے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ؟ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ ذِکْرُکَ أَخَاکَ بِمَا یَکْرَهُ قِیْلَ أَ فَرَأَیْتَ إِنْ کَانَ فِیْ أَخِیْ مَا أَقُوْلُ؟ قَالَ إِنْ کَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ اِغْتَبْتَهٗ وَإِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ. (رواه مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو زیادہ علم ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا اپنے کسی بھائی کو اس طرح ذکر کرنا جس سے اس کو ناگواری ہو (بس یہی غیبت ہے)۔کسی نے عرض کیا کہتا ئیے اگر میں اپنے بھائی کی کوئی ایسی برائی ذکر کروں جو واقعۃً اس میں ہو (تو کیا یہ بھی غیبت ہے؟)۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غیبت جب ہی ہوگی جب کہ وہ برائی اس میں موجود ہو، اور اگر اس میں وہ برائی اور عیب موجود ہی نہیں ہے (جو تم نے اس کی طرف نسبت کر کے ذکر کیا) تو پھر تو یہ بہتان ہوا (اور یہ غیبت سے بھی زیادہ سخت اور سنگین ہے)۔

فائدہ: غیبت جس طرح زبان سے ہوتی ہے اسی طرح فعل سے بھی ہوتی ہے اور تحریر سے بھی ہوتی ہے اور ہاتھ پیر اور آنکھ کے اشارے سے بھی ہوتی ہے۔نقل اتارنا مثلاً نقل اتارتے ہوئے لنگڑا کر چلنا بھی غیبت میں شمار ہوتا ہے۔

جو صورتیں غیبت نہیں

1- شناخت کے لئے کسی کو لنگڑا یا کانا کہنا۔

2- جو شخص لوگوں کو نقصان اور تکلیف پہنچاتا ہو اس کے ضرر سے بچانے کے لئے لوگوں سے اس کی برائی بیان کرنا۔

3- وہ شخص جو برائی کھلے عام کرتا ہو اور نصیحت کا اثر نہ لیتا ہو اس کا ذکر کرنا۔

4- اس فکر سے کسی کے عیب ذکر کرنا کہ اس میں یہ کہاں سے آ گئے اور یہ کیسے دور ہوں۔

5- زید کا کسی کے ساتھ نکاح، یا شرکت کرنے کا یا کہیں، پڑوس اختیار کرنے کا یا امانت رکھوانے کا ارادہ ہو۔بکر کو اگر دوسرے کا عیب معلوم ہو تو خیر خواہی کی نیت سے اس کا زید کو وہ عیب بتانا

6- کسی شہر یا بستی والوں کا عیب بیان کرنا کیونکہ اس میں عام طور سے سب مراد نہیں ہوتے بلکہ بعض مراد ہوتے ہیں جو کہ نامعلوم ہیں۔البتہ اگر تمام ہی افراد مراد ہوں تو پھر غیبت ہوگی۔

7- کسی صاحب اقتدار سے عیب ذکر کرنا تا کہ وہ اس کو روک سکے۔

غیبت سے توبہ

1- جس کی غیبت کی ہے اگر اس تک بات نہیں پہنچی تو محض توبہ واستغفار کریں۔

2- اگر اس تک بات پہنچ گئی ہے تو اگر فساد اور جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو تو تفصیل بتا کر معافی مانگے اور استغفار بھی کرے۔

3- اگر جھگڑے کا اندیشہ ہو تو صرف توبہ واستغفار کرے اور جس کی غیبت کی اس کے لئے بھی بکثرت دعائے خیر کرے۔

7- بدزبانی سے بچنا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِسْتَاذَنَ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ أَوْبِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيْرَةِ ثُمَّ قَالَ ائْذَنُوْا لَهُ فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ وَقَدْ قُلْتَ لَهُ مَا قُلْتَ قَالَ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ وَدَعَهُ أَوْ تَرَكَهُ النَّاسُ لِاتِّقَاءِ فُحْشِهٖ .(ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے (ہم لوگوں سے) فرمایا کہ یہ اپنے قبیلہ کا برا فرزند ہے، یا فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو آنے کی اجازت دیدو، پھر جب وہ آ گیا تو آپ ﷺ نے اس کے ساتھ گفتگو بہت نرمی سے فرمائی (جب وہ چلا گیا) تو حضرت عائشہؓ نے (آپ سے) عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے تو اس شخص سے بڑی نرمی کے ساتھ بات کی حالانکہ پہلے آپ نے اسی کے بارے میں وہ بات فرمائی تھی (کہ وہ اپنے قبیلہ کا بہت برا آدمی ہے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک درجہ کے لحاظ سے بدترین آدمی قیامت کے دن وہ ہوگا جس کی بدزبانی اور سخت کلامی کے ڈر سے لوگ اس کو چھوڑ دیں (یعنی اس سے ملنے اور بات کرنے سے گریز کریں)۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے جو اس شخص کے برے ہونے کا بتایا تو اس لئے کہ لوگ اس سے محتاط رہیں اور اب جو وہ گھر میں آیا ہے تو اس سے لاعلمی میں کوئی ایسی بات نہ کہیں یا ایسے انداز سے نہ کہیں جس سے وہ بھڑک جائے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِطَعَّانٍ وَلَا لَعَّانٍ وَلَا فَاحِشٍ

وَلَا بَذِيٍّ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن بندہ نہ طعنہ زنی کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، اور نہ بدگو، اور نہ گالی بکنے والا۔

زبان کا ناجائز استعمال

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ رَفَعَهٗ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ اِتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا فَإِنَّا نَحْنُ بِكَ فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اِسْتَقَمْنَا وَإِنْ اِعْوَجَجْتَ اِعْوَجَجْنَا. (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے سارے اعضاء عاجزی اور لجاجت کے ساتھ زبان سے کہتے ہیں کہ (ہم پر رحم کر) اور ہمارے بارے میں خدا سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ہی ساتھ بندھے ہوئے ہیں، تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے، اور اگر تو نے غلط روی اختیار کی تو ہم بھی غلط روی کریں گے (پھر اس کا خمیازہ بھگتیں گے)۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَضْمَنْ لِیْ مَابَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ. (بخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے ضمانت دے اس چیز کہ جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی ذمہ داری لے کہ یہ دونوں غلط استعمال نہ ہوں گی) میں اس کے لئے ذمہ داری لیتا ہوں جنت کی (کہ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل کریں گے)۔

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الثَّقَفِيِ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ قَالَ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ وَقَالَ هٰذَا. (رواه الترمذی)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میرے بارے میں جن باتوں کا حضور ﷺ کو خطرہ ہے ان میں زیادہ خطرناک اور خوفناک کیا ہے؟ سفیان کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کے فرمایا کہ: سب سے زیادہ خطرہ اس سے ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَمَتَ نَجَا. (احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چپ

رہا (اور اس نے اپنی زبان کو بری باتوں اور فضول باتوں سے روکا) وہ نجات پا گیا۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ. (احمد و ترمذی)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میری ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ہوئی تو میں نے پوچھا کہ نجات کیا ہے (یعنی نجات حاصل کرنے کا گر کیا ہے اور اسے حاصل کرنے کے لئے مجھے کیا کام کرنے چاہئیں؟)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی زبان پر قابو رکھو (وہ بے جا نہ چلے) اور چاہئے کہ تمہارے گھر میں تمہارے لئے گنجائش ہو، (یعنی جب باہر کا کوئی ضروری کام نہ ہو تو بے فکروں کی طرح باہر مت گھومو بلکہ گھر میں رہو کیونکہ اس میں بہت سی برائیوں سے بچاؤ بھی ہے اور بہت سے فائدے ہیں مثلاً آدمی اپنا وقت عبادت و تلاوت یا دینی کتب کے مطالعہ میں لگا سکتا ہے۔ اور اپنے گناہوں پر اللہ کے حضور میں رویا کرو۔

فائدہ: گھر عافیت اس وقت ہے جب گھر موجودہ دور کی خرافات مثلاً گانے بجانے اور ٹیلی ویژن اور ناجائز اور فضول قسم کے اخبارات و رسائل سے پاک ہو۔

عَنْ أَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَا أَبَاذَرٍّ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى خَصْلَتَيْنِ هُمَا أَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ وَأَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ؟ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَاعَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا (البيهقی فی شعب الايمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (ابوذر غفاریؓ کو مخاطب کر کے) فرمایا اے ابوذر میں تمہیں ایسی دو خصلتیں نہ بتادوں جو پیٹھ پر بہت ہلکی ہیں (ان کے اختیار کرنے میں آدمی پر کچھ زیادہ بوجھ نہیں پڑتا) اور اللہ کی میزان میں وہ بہت بھاری ہوں گی؟۔ ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیوں نہیں (ضرور بتلا دیجئے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زیادہ خاموش رہنے کی عادت اور حسن اخلاق۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مخلوقات کے اعمال میں یہ دونوں چیزیں بے مثل ہیں۔

8- لایعنی کا ترک

یعنی وہ باتیں اور کام جو دنیا و آخرت کے اعتبار سے آدمی کے لئے بے فائدہ ہوں اور جن سے آدمی کا کچھ تعلق نہ ہو۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا

يَعْنِيهِ. (مالک و احمد)

حضرت علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کے اسلام کے حسن وکمال میں سے یہ بھی ہے کہ جو بات اس کے لئے ضروری اور مفید نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔

9- چغلخوری

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ. (بخاری)

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ چغلخور آدمی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔(جب تک کہ اس کی سزا بھگت کر صاف نہ ہو جائے یا کسی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر خاص رحم فرما دیں)۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غُنْمٍ وَأَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ إِذَا رُءُوْا ذُكِرَاللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ اَلْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ. (احمد)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے، اور بدترین بندے وہ ہیں جو چغلیاں کھانے والے، دوستوں میں جدائی ڈالنے والے ہیں، اور جو اس کے طالب رہتے ہیں کہ اللہ کے پاک دامن بندوں کو کسی گناہ سے ملوث یا کسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کریں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُبَلِّغْنِيْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِيْ عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا فَإِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ. (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے ساتھیوں میں سے کوئی کسی دوسرے کی بات مجھے نہ پہنچایا کرے، میں چاہتا ہوں کہ جب میں تم لوگوں میں آؤں تو میرا دل (سب کی طرف سے صاف اور) بے روگ ہو۔

10- دورخا (دوغلا) پن

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَجِدُوْنَ شَرَّالنَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَاتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ. (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم قیامت کے دن

سب سے برے حال میں اس آدمی کو پاؤ گے جو دو رخا ہوگا (یعنی) جو کچھ لوگوں کے پاس جاتا ہے تو اس کا رخ اور ہوتا ہے، (ان کی حمایت جتلاتا ہے اور دوسروں کی مخالفت ظاہر کرتا ہے) اور دوسروں کے پاس جاتا ہے تو اور رخ ہوتا ہے (یعنی ان کی حمایت کرتا ہے اور پہلوں کے خلاف ان کو بھڑکاتا ہے جس سے دونوں کے درمیان رنجش اور نفرت پیدا ہوتی ہے)۔

عَنْ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِسَانَانِ مِن نَّارٍ. (ابوداؤد)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں جو شخص دو رخا ہوگا (اور منافقوں کی طرح مختلف لوگوں سے مختلف قسم کی باتیں کرے گا) قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

11- غصہ کرنا

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذَالِکَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی وصیت فرمایئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا غصہ مت کیا کرو۔ اس شخص نے پھر اپنی وہی درخواست کئی بار دہرائی (کہ مجھے اور وصیت فرمایئے مگر) آپؐ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ غصہ مت کرو۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاتَجَرَّعَ عَبْدٌ أَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ يَكْظِمُهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی .(احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی بندہ نے کسی چیز کا کوئی گھونٹ ایسا نہیں پیا جو اللہ کے نزدیک غصہ کے اس گھونٹ سے افضل ہو جسے کوئی بندہ اللہ کی رضا کی خاطر پی جائے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَيَقْدِرُ عَلٰى أَن يُّنَفِّذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِیْ أَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ. (ترمذی وابوداؤد)

سہل بن معاذ اپنے والد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا جو شخص غصہ کو پی جائے درانحالیکہ اس میں اتنی طاقت اور قوت ہے کہ اپنے غصہ کے تقاضے کو وہ نافذ اور پورا کرسکتا ہے (لیکن اس کے باوجود محض اللہ کے لئے اپنے غصہ کو پی جاتا ہے، اور جس پر اس کو غصہ ہے اس کو کوئی سزا نہیں دیتا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کو بلائیں گے، اور اس کو اختیار دیں گے کہ حوران جنت میں سے جس حور کو چاہے اپنے لئے انتخاب کرلے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِی یَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (حقیقت میں) پہلوان وہ نہیں ہے جو مدمقابل کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان درحقیقت وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا غَضِبَ أَحَدُکُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَ إِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ. (احمد و ترمذی)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو چاہئے کہ بیٹھ جائے، پس اگر بیٹھنے سے غصہ فرو ہو جائے تو (فبہا) ورنہ (یعنی اگر پھر بھی غصہ باقی رہے) تو چاہئے کہ لیٹ جائے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِّمُوْا وَیَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَ إِذَا غَضِبَ أَحَدُ کُمْ فَلْیَسْکُتْ. (احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو دین سکھاؤ اور (تعلیم میں) آسانی پیدا کرو، دشواری پیدا نہ کرو، اور جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو چاہئے کہ وہ اس وقت خاموشی اختیار کرلے۔

عَنْ عَطِیَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَإِنَّ الشَّیْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُ کُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ. (ابوداؤد)

عطیہ بن عروہ سعدی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غصہ شیطان کے اثر سے آتا ہے (یعنی غصہ میں حدود سے تجاوز شیطان کے اثر سے ہوتا ہے) اور شیطان کی آفرینش آگ سے ہوئی ہے (یعنی شیطان اپنی اصل کے لحاظ سے آتشی ہے اور مذکورہ غصہ میں آگ کا اثر ہے) اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ وضو کرلے۔

12- بعض اخلاق رذیلہ

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ إِخْوَانًا. (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور (راز دارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کے لئے) جاسوسی نہ کیا کرو، اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بیجا ہوس کرو، نہ آپس میں حسد کرو، نہ بغض وکینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منھ پھیرو، بلکہ (اللہ کے بندو) اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو۔

فائدہ: بدگمانی کو سب سے بڑا جھوٹ اس اعتبار سے کہا کہ لوگ جھوٹ بات کا سخت گناہ ہونا تو سمجھتے ہیں کسی کے متعلق بدگمانی کو اتنا برا نہیں سمجھتے اور اس وجہ سے اس میں بکثرت مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کثرت کی وجہ سیبہ بہت بڑا جھوٹ اور گناہ بن جاتا ہے۔

باب: 17

خوف خدا اور فکر آخرت

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ دنیا کا قیام عارضی ہے اور ہمیشہ ہمیش کا قیام آخرت میں ہوگا۔ دنیا میں جیسا کریں گے آخرت میں اس کے مطابق پائیں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچنے کی اور آخرت کو کامیاب بنانے کی بہت زیادہ فکر کرے اور اس سے کسی بھی لمحہ اور کسی بھی درجہ غفلت نہ برتے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُوالْقَاسِمِ ﷺ وَالَّذِیْ بِیَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلاً. (بخاری)

حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سیدنا ابو القاسم یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر (اللہ کے قہر وجلال اور قیامت وآخرت کے لرزہ خیز ہولناک احوال کے متعلق) تمہیں وہ سب معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے، تو تمہارا ہنسنا بہت کم ہو جائے، اور رونا بہت بڑھ جائے۔

فکر آخرت پیدا کرنے کے لئے موت کو زیادہ یاد کرو

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ لِصَلَاةٍ فَرَأَی النَّاسَ کَأَنَّهُمْ یَکْتَشِرُوْنَ قَالَ أَمَا إِنَّکُمْ لَوْ أَکْثَرْتُمْ ذِکْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَکُمْ عَمَّا أَرَیٰ الْمَوْتُ فَأَکْثِرُوْا ذِکْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَإِنَّهٗ لَمْ یَأْتِ عَلَی الْقَبْرِ یَوْمٌ إِلَّا تَکَلَّمَ فَیَقُوْلُ أَنَا بَیْتُ الْغُرْبَةِ وَأَنَا بَیْتُ الْوَحْدَةِ وَأَنَا بَیْتُ التُّرَابِ وَأَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّأَهْلًا أَمَا إِنْ کُنْتَ لَأَحَبَّ مَن یَّمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ إِلَیَّ فَإِذَا وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ إِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِکَ قَالَ فَیَتَّسِعُ لَهٗ مَدَّ بَصَرِهٖ وَیُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ إِلَی الْجَنَّةِ وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ أَوِالْکَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا أَهْلًا أَمَا إِنْ کُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ یَّمْشِیْ عَلَی ظَهْرِیْ إِلَیَّ فَإِذَا وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ إِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِکَ قَالَ فَیَلْتَئِمُ عَلَیْهِ حَتّٰی تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهٗ

قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَصَا بِعِهٖ فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِيْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا لَوْ أَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَسْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ إِلَى الْحِسَابِ قَالَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْحُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ. (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن نماز کے لئے گھر سے مسجد تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے لوگوں کو اس حال میں دیکھا کہ گویا (وہاں مسجد ہی میں) وہ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں، (اور یہ حالت غفلت کی زیادتی کی علامت تھی) اس لئے رسول اللہ ﷺ نے (ان کی اس حالت کی اصلاح کے لئے) ارشاد فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اگر تم لوگ لذتوں کو توڑ دینے والی چیز کو زیادہ یاد کرو تو وہ تمہیں اس (غفلت کی) ہنسی میں مبتلا نہ ہونے دے، وہ چیز موت ہے۔ لہٰذا موت کو زیادہ یاد کیا کرو۔ (اس کے بعد فرمایا) حقیقت یہ ہے کہ قبر (یعنی زمین کا وہ حصہ جس کو مرنے کے بعد آدمی کا آخری ٹھکانا بننا ہے) ہر روز پکارتی ہے (ظاہر یہ ہے کہ زبان قال سے پکارتی ہے، اور اس کی اس پکار کو وہی سن سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ سنانا چاہے، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ہر روز قبر زبان حال سے پکارتی ہے) کہ میں مسافرت اور تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی اور کیڑوں کا گھر ہوں (اور قبر کی زبان حال کی اس پکار کو تو ہر وہ بندہ ہر وقت سن سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عبرت حاصل کرنے والا دل اور غور وفکر کرنے والا دماغ دیا ہو)۔

(اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ مرنے کے بعد جب بندے کا واسطہ اس زمین سے پڑتا ہے اور وہ اس کے سپرد ہوتا ہے، تو ایمان وعمل کے فرق کے لحاظ سے زمین کا برتاؤ اس کے ساتھ کتنا مختلف ہوتا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا) جب مومن بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر (کسی عزیز اور محترم مہمان کی طرح اس کا استقبال کرتی ہے، اور) کہتی ہے خوب آئے اور اپنے ہی گھر آئے، جتنے لوگ میرے اوپر چلتے تھے بلاشبہ ان میں سب سے زیادہ محبوب اور چہیتے مجھے تم ہی تھے اور آج جب تم میرے سپرد کر دیئے گئے ہو، اور میرے پاس آگئے ہو، تو تم دیکھو گے کہ (تمہاری خدمت اور راحت رسانی کے لئے) میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہوں، پھر وہ زمین اس بندہ مومن کے لئے حد نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے، اور اس کے واسطے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی سخت بدکار قسم کا آدمی یا (آپ ﷺ نے فرمایا کہ کافر) آدمی دفن کیا جاتا ہے، تو قبر اس سے کہتی ہے کہ جتنے آدمی میرے اوپر چلتے پھرتے تھے تو مجھے ان سب سے زیادہ مبغوض تھا، اور آج

جب تو میرے حوالہ کر دیا گیا ہے اور میری طرف آ گیا ہے تو ابھی تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر وہ زمین ہر طرف سے اس کو بھینچتی اور دباتی ہے یہاں تک کہ اس دباؤ سے اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں میں دوسرے ہاتھ کی انگلیاں ڈال کر ہم کو اس کا نقشہ دکھایا اس کے بعد فرمایا پھر اس پر ستر اژدھے مسلط کر دیئے جاتے ہیں، جن میں سے ایک اگر زمین میں پھنکار مارے تو رہتی دنیا تک وہ زمین کوئی سبزہ نہ اگا سکے، پھر یہ اژدھے اسے برابر کاٹتے نوچتے رہیں گے، یہاں تک کہ (قیامت اور حشر کے بعد) وہ حساب کے مقام تک پہنچا دیا جائے۔ حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: اسکے سوا کچھ نہیں کہ قبر یا تو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَجُلٌ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ أَكْيَسُ النَّاسِ وَأَحْزَمُ النَّاسِ قَالَ أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ وَأَكْثَرُهُمْ اِسْتِعْدَادًا أُولٰئِكَ الْأَكْيَاسُ ذَهَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْيَا وَكَرَامَةِ الْاٰخِرَةِ. (طبرانی)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ: اے اللہ کے پیغمبر! بتلایئے کہ آدمیوں میں کون زیادہ ہوشیار اور دور اندیش ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے، اور موت کے لئے زیادہ سے زیادہ تیاری کرتا ہے، جو لوگ ایسے ہیں وہی دانشمند اور ہوشیار ہیں، انہوں نے دنیا کی عزت بھی حاصل کی اور آخرت کا اعزاز و اکرام بھی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰ يَةِ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ أَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ؟ قَالَ لَا يَا ابْنَةَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ أَنْ لَا يُقْبَلَ مِنْهُمْ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید کی آیت وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ. کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے صدیق کی بیٹی نہیں بلکہ یہ (اللہ کے وہ خدا ترس بندے ہیں) جو روزے رکھتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقہ و خیرات کرتے ہیں، اور اس کے

باوجود وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ عبادتیں قبول نہ کی جائیں، یہی لوگ بھلائیوں کی طرف تیزی سے دوڑتے ہیں۔

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَفَعَهُ لَوْ أَنَّ رَجُلًا يَخِرُّ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ يَوْمٍ وُلِدَ إِلٰى يَوْمٍ يَمُوْتُ فِيْ مَرْضَاةِ اللّٰهِ لَحَقَّرَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (احمد)

عتبہ بن عبید رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اگر کوئی شخص اپنی پیدائش کے دن سے موت کے دن تک برابر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے سجدہ میں پڑا رہے تو قیامت کے دن اپنے اس عمل کو بھی وہ حقیر سمجھے گا۔

چھوٹے گناہ کو بھی معمولی نہ سمجھو

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا. (ابن ماجه)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (ان سے) فرمایا اے عائشہ! اپنے کو ان گناہوں سے بچانے کی (خاص طور سے) کوشش کرو جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی باز پرس ہونے والی ہے۔

خدا خوفی کے فوائد

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلٰى شَابٍّ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَرْجُو اللّٰهَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنِّي أَخَافُ ذُنُوْبِيْ فَقَالَ ﷺ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُوْ مِنْهُ وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ. (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ایک جوان کے پاس اس کی جانکنی کی حالت میں تشریف لائے اور اس سے دریافت فرمایا کہ اس وقت تم اپنے کو کس حال میں پاتے ہو؟۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا حال یہ ہے کہ) میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید بھی رکھتا ہوں، اور اسی کے ساتھ مجھے اپنے گناہوں کی سزا اور عذاب کا ڈر بھی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (یقین کرو) جس دل میں امید اور خوف کی یہ دونوں کیفیتیں ایسے عالم میں (یعنی موت کے وقت میں) جمع ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ ضرور عطا فرما دیں گے جس کی اس کو اللہ (کی رحمت) سے امید ہے اور اس عذاب سے اس کو ضرور محفوظ رکھیں گے جس کا اس کے دل میں خوف وڈر ہے۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهٗ أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِيْ يَوْمًا

أَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ. (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (ان فرشتوں کو جو دوزخ پر مقرر ہوں گے) حکم دے گا کہ جس شخص نے کبھی مجھے یاد کیا یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا اس کو دوزخ سے نکال لو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَ إِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ . (ابن ماجه)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے خوف (اور ہیبت) سے جس مومن بندے کی آنکھوں سے کچھ آنسو نکلیں اگرچہ وہ مقدار میں مکھی کے سر کے برابر (یعنی ایک قطرہ ہی کے بقدر) ہوں، پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے چہرہ پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ اس چہرہ (اور شخص) کو آتش دوزخ پر حرام کر دے گا۔

عَنِ الْعَبَّاسِ رَفَعَهُ إِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَحَاتَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ الْبَالِيَةِ وَرَقُهَا. (بزار)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف (اور اس کی ہیبت) سے کسی بندہ کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے کسی پرانے سوکھے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَسْرَفَ رَجُلٌ عَلٰى نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْصٰى بَنِيْهِ إِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْهُ ثُمَّ اذْرُوْا نِصْفَهُ فِی الْبَرِّ وَنِصْفَهُ فِی الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيُعَذِّبَنَّهُ عَذَاباً لَا يُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِيْنَ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا مَا أَمَرَهُمْ فَأَمَرَاللّٰهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ وَأَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهٗ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ خَشْيَتِکَ يَا رَبِّ وَأَنْتَ أَعْلَمُ فَغَفَرَلَهٗ . (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص نے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی (اور اللہ کی نافرمانی والی زندگی گذارتا رہا) جب اس کی موت کا وقت آیا تو (اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر کے اس پر اللہ کے خوف کا بہت زیادہ غلبہ ہوا اور آخرت کے برے انجام سے وہ بہت ڈرا یہاں تک کہ ناسمجھی سے اس نے خیال کیا کہ شاید دوبارہ اٹھنا اس صورت میں ہوگا جب لاش کو

ثابت دفن کیا جائے اور جب اس کو جلا کر رکھا کر دیا جائے اور راکھ کو بکھیر دیا جائے تب شاید دوبارہ اٹھنا نہ ہو سکے اس لئے) اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا کر راکھ کر دینا، پھر تم میری اس راکھ میں سے آدھی تو کہیں خشکی میں بکھیر دینا اور آدھی کہیں دریا میں بہا دینا (تا کہ میرا کہیں نشان بھی نہ رہے اور میں جزا سزا کے لئے دوبارہ زندہ نہ کیا جاؤں، اس نے کہا کہ میں ایسا گناہگار ہوں کہ) اللہ کی قسم! اگر خدا نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا سخت عذاب دے گا جو دنیا جہان میں کسی کو بھی نہ دے گا۔ اس کے بعد جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا (جلا کر اس کی راکھ کچھ ہوا میں اڑا دی اور کچھ دریا میں بہا دی پھر اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا تو اس نے اپنے میں موجود راکھ کے تمام اجزاء کو جمع کر دیا اور زمین کو حکم دیا تو اس نے اپنے میں موجود تمام اجزاء کو جمع کر دیا (اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا) پھر اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟۔ اس نے عرض کیا اے میرے مالک! تو خوب جانتا ہے کہ تیرے ڈر سے ہی میں نے ایسا کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو (اس کی خدا خوفی اور آخرت کے خوف کی وجہ سے) بخش دیا۔

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ إِنَّکَ لَسْتَ بِخَيْرٍ مِنْ أَحْمَرَ وَلَا أَسْوَدَ إِلَّا أَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰی..... (احمد)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اپنی ذات سے نہ کسی گورے سے بہتر ہو نہ کسی کالے سے مگر یہ کہ تم اس سے تقویٰ میں بڑھ جاؤ (تو پھر البتہ تم اس سے بہتر ہو گے)

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی خدا خوفی کا حال

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ إِذَا عَصَفَتِ الرِّيْحُ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْئَلُکَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهٖ وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهٖ وَإِذَا تَخَيَّلَتِ السَّمَاءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهٗ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ فَإِذَا مُطِرَتْ سُرِّیَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ ذَالِکَ عَائِشَةُ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهٗ يَاعَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا ..... (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کا حال یہ تھا کہ جب ہوا زیادہ تیز چلتی تو آپ ﷺ کی زبان پر یہ دعا جاری ہوتی اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس ہوا کی بھلائی کا اور اس میں جو کچھ ہے اس کی بھلائی کا اور جس مقصد کے لئے یہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی کا، اور

میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس میں جو کچھ ہے اس کے شر سے اور جس مقصد کے لئے یہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے۔ اور جب آسمان پر ابر آتا اور گرج چمک ہوتی تو آپ کا رنگ بدل جاتا اور (اضطراب کی یہ حالت ہوتی کہ) کبھی باہر آتے کبھی اندر جاتے، کبھی آگے آتے کبھی پیچھے ہٹتے، پھر جب بارش شروع ہوجاتی تو وہ کیفیت آپ ﷺ سے دور ہوتی۔ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کی اس حالت اور واردات کو سمجھ لیا اور آپ ﷺ سے پوچھا (کہ تیز ہوا کو اور ابر کو دیکھ کر حضو ﷺ کی یہ کیفیت کیوں ہو جاتی ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! (میں ڈرتا ہوں کہ) شاید یہ ابر و باد اس طرح کا ہو جو (حضرت ہود علیہ السلام کی قوم) عاد کی طرف بھیجا گیا تھا (جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے) کہ جب ان لوگوں نے اس بادل کو اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا یہ ابر ہمارے لئے بارش لانے والا ہے۔ (حالانکہ وہ بارش والا ابر نہ تھا، بلکہ آندھی کا ہلاکت خیز طوفان تھا جو ان کو تباہ کرنے ہی کے لئے آیا تھا)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُوْبَكْرٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِىْ هُوْدٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلٰتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَ لُوْنَ وَ إِذَاالشَّمْسُ كُوِّرَتْ ..... (رواه الترمذى)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو بوڑھے ہو گئے (کہ بڑھاپے کے آثار آپ پر نظر آنے لگے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:۔ مجھے بوڑھا کر دیا سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ تکویر (اذا الشمس کورت) نے (کیونکہ ان میں قیامت و آخرت اور مجرموں پر اس کے عذاب کا بڑا دہشت ناک بیان ہے اور اس دہشت کا مجھ پر اثر ہوا ہے)۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ أَعْمَالاً هِىَ أَدَقُّ فِىْ أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ يَعْنِى الْمُهْلِكَاتِ ..... (بخارى)

حضرت انس رضی اللہ عنہ (نے اپنے زمانہ کے لوگوں سے فرمایا: تم لوگوں میں خدا خوفی کم ہے کیونکہ) تم لوگ بہت سے اعمال ایسے کرتے ہو کہ تمہاری نگاہ میں وہ بال سے بھی زیادہ باریک (یعنی بہت ہی خفیف اور ہلکے) ہیں جب کہ (صحابہ پر خوف خدا کا اتنا غلبہ تھا کہ) ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ان کو مہلکات میں سے شمار کرتے تھے۔

عَنِ النَّضْرِ قَالَ كَانَتْ ظُلْمَةٌ عَلٰى عَهْدِ أَنَسٍ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا أَبَا حَمْزَةَ هَلْ كَانَ هٰذَا يُصِيْبُكُمْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ إِنْ كَانَتِ الرِّيْحُ لَتَشْتَدُّ فَنُبَادِرُ إِلَى

الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ أَنْ تَكُوْنَ الْقِيَامَةُ. (ابوداؤد)

نضر تابعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ کے زمانہ میں ایک دفعہ کالی آندھی آئی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے پوچھا کہ اے ابوحمزہ! کیا ایسی کالی اور اندھیری آندھیاں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی آپ لوگوں پر آتی تھیں؟۔ انہوں نے فرمایا:۔ اللہ کی پناہ! وہاں تو یہ حال تھا کہ ذرا ہوا تیز ہو جاتی تو ہم مسجد کی طرف دوڑتے اس خوف سے کہ کہیں قیامت ہی نہ آ گئی ہو (یعنی ان لوگوں میں غفلت اور بےفکری نہ تھی بلکہ خدا کی بڑائی اور بے نیازی اور اس کے قہر اور اس کی پکڑ کا بھی خوب استحضار تھا اور آخرت کی فکر کا بھی دل و دماغ میں غلبہ تھا اس لئے ذرا کچھ بات ہوتی تو ذہن فوراً قیامت اور عذاب کی طرف جاتا تھا حالانکہ یہ جانتے بھی تھے کہ قیامت کے واقع ہونے سے پہلے خاص نشانیاں واقع ہوں گی۔ لیکن یہ انسانی ذہن کی خاصیت ہے کہ اس پر جس چیز کا غلبہ ہو تو اس سے مناسبت رکھنے والی ذرا بھی کوئی بات ہو ذہن فوراً اس کی طرف جاتا ہے)۔

باب: 18

آخرت کے اعتبار سے دنیا کے ساتھ معاملہ

دنیوی ترقی کے دو پہلو ہیں

ایک پہلو: کسی معاشرے اور ریاست کی جو اجتماعی ذمہ داریاں میں ان کو پورا کرنا مثلاً:

I۔ یہ اہتمام کرنا کہ ہر فرد کی بنیادی ضرورتیں پوری ہو رہی ہوں جو مندرجہ ذیل ہیں

1- غذا اور پانی کی فراہمی۔

2- ضروری لباس کی فراہمی۔

3- ضروری سکونت کی فراہمی۔

4- حفظان صحت اور بیماری کا علاج۔

5- نقل وحمل کے لئے سواری۔

6- تعلیم۔

7- ملک کے اندر امن وسکون اور انصاف کی فراہمی۔

8- روزگار کی فراہمی۔

II جہاد خواہ دفاعی ہو یا اقدامی اس کے لئے بھرپور تیاری کرنا۔

ان اجتماعی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے دنیوی ترقی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ ریاست ذمہ دار ہے کہ وہ نئی نئی تحقیقات و دریافتیں کر کے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے پورا کرے۔ وسائل ہوں یا ان کو پیدا کیا جا سکتا ہو پھر بھی ریاست اس میں کوتاہی کرے تو وہ مجرم ہے۔ وہ افراد کو بھی مجبور کر سکتی ہے کہ وہ جدید طریقے سیکھیں اور ہو سکے تو جدید اور مفید وسائل دریافت کریں اور ایجاد کریں۔

عَنْ عُثْمَانَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوىٰ هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِيْ بِهِ عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءُ. (ترمذی)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا ابن آدم کے لئے ضروری نہیں ہیں (کہ جن کے بارے میں اس سے سوال بھی نہ ہو) سوائے ان چیزوں کے۔ ایک (کمرے کا) گھر جس میں رہائش اختیار کرے (جس سے وہ گرمی سردی کے شدائد سے محفوظ رہے اور ضرورت کی خلوت مہیا ہو) اور اتنا کپڑا جس سے وہ اپنا ستر چھپا سکے اور (کھانے پینے کے لئے) روٹی کا سوکھا ٹکڑا اور (عام، سادہ) پانی (جو گرمی کے موسم میں مرضی کے موافق ٹھنڈا بھی نہ ہو)۔

فائدہ: حدیث میں مذکور درجہ ضرورت اور مجبوری کا ہے جس کے بغیر یا تو آدمی کا گزارہ ممکن نہیں یا سخت مشقت اور شدید تکلیف ہے۔

اس کے بعد دو درجے ہیں۔

1- منفعت: جس سے آدمی کے بدن کو فائدہ تو حاصل ہو لیکن اس کے بغیر نہ تو ہلاکت کا خطرہ ہو اور نہ ہی سخت تکلیف و مشقت ہو۔

2- زینت: جس سے بدن کو کوئی فائدہ نہ ہو محض زیبائش اور تفریح خواہش ہو۔

یہ دو درجے جب کہ حلال سے کئے جائیں تو ان کے کرنے میں گنجائش اور جواز ہے لیکن ان کے بارے میں آخرت میں سوال ہوگا۔

عَنِ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ..... قَالَ كُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ إِلَّا مَا لَا إِلَّا مَا لَا يَعْنِيْ إِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْهُ. (احمد و ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر تعمیر بنانے والے پر وبال ہے (کہ اس کے بارے میں پوچھ ہوگی) سوائے اس کے جو ناگزیر ہو سوائے اس کے جو ناگزیر ہو (یعنی مجبوری اور حاجت کے درجے میں ہو)۔

عَنْ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَكْفِيْ أَحَدَكُمْ مِنَ الدُّنْيَا خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ. (دارمی)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ایک کے لئے دنیا (کی چیزوں میں) سے ایک خادم اور ایک سواری کافی ہے۔

وَ أَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ آخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ. (سورہ انفال: 60)

اور تیار کرو کفار سے لڑائی کے واسطے جو کچھ تم سے ہو سکے قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے

کہ اس سے دھاک بٹھاؤ تم اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں پر۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامان جہاد فراہم کریں۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامان جہاد تھا آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، ایٹمی اسلحہ وغیرہ کا تیار کرنا اور فنون حربیہ کا سیکھنا بلکہ اس کی خاطر ورزش کرنا سب سامان جہاد ہے۔ اور یہ سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھانے کا ایک ظاہری سبب ہے باقی فتح و کامیابی کا اصل سبب تو خدا کی مدد ہے۔

دوسرا پہلو: افراد کا اپنا معیار زندگی Standard of tiving بلند کرنا یعنی

1- خورد و نوش میں تنوع و اسراف۔
2- لباس میں تکلفات۔
3- عالی شان سواری۔
4- ضرورت سے زائد یا عالی شان مکان۔
5- غیر ضروری تقریبات
6- تقریبات میں اسراف وغیرہ۔
7- مال و دولت کی فراوانی

آگے حدیثوں میں ذکر ہے کہ اس قسم کی ترقی کو مطلوب بنانا پسندیدہ نہیں ہے۔ افراد اپنی زندگی کو اپنے اختیار سے سادہ بنائیں۔ اگرچہ آسائشوں اور آرائشوں کا استعمال جب کہ وہ حلال ذرائع سے حاصل ہوں حرام نہیں لیکن جب دنیا ہماری منزل ہی نہیں ہے بلکہ مسافر کا وقتی پڑاؤ ہے اور آخرت کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے تو عقلمند کو کب روا ہے کہ وہ اس سے دل لگائے۔

دنیا کی حقارت

عَنْ مُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَاالدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ مَايَجْعَلُ أَحَدُ كُمْ إِصْبَعَهُ فِيْ الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ..... (مسلم)

مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں بس ایسی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈال کر نکال لے اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں لگ کر آئی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ ؟ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيءٍ، قَالَ فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ. ..... (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر بکری کے ایک بے کان کے مردہ بچے پر ہوا (جو راستے میں مرا پڑا تھا، اس وقت آپ کے ساتھ جو لوگ تھے ان سے) آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس مرے ہوئے بچے کو صرف ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا؟ انہوں نے عرض کیا ہم تو اس کو کسی قیمت پر بھی خریدنا پسند نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے خدا کی کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل اور بے قیمت ہے جتنا ذلیل اور بے قیمت تمہارے نزدیک یہ مردار بچہ) ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ أَوْمُتَعَلِّمٌ. (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار! دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے (بہت ہی حقیر ہے اور چونکہ عام طور سے خدا سے غافل کر دینے والی ہے اس لئے) اس پر خدا کی پھٹکار ہے (اور اس کے لئے رحمت سے محرومی ہے) سوائے خدا کی یاد کے، اور اس کے ماتحت چیزوں کے (جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری) اور سوائے دین کے عالم اور (دین کے مخلص) طالب علم کے۔

دنیا کو مقصود نہ بناؤ بلکہ آخرت کو مقصود بناؤ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ مِنْ أَحَدٍ يَمْشِيْ عَلَى الْمَاءِ إِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ؟ قَالُوْا لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَذَالِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَا يَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ. (البیھقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا: کیا کوئی ایسا ہے کہ پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں؟ لوگوں نے جواب دیا نہیں (ایسا تو نہیں ہوسکتا) آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح دنیا دار (جو دنیا کو اپنا مقصود بنالے) گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا (کیونکہ دنیا کو زیادہ سے زیادہ بنانے اور اپنے معیار STATUS کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے میں کچھ نہ کچھ کوتاہیاں تو ہوں گی مثلاً کہیں غلط بیانی ہوگی کہیں رشوت کا لینا دینا ہوگا اور کہیں دین کے واجبات کی ادائیگی میں سستی ہوگی وغیرہ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْعَابِرُ سَبِيْلٍ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میرے دونوں مونڈھے پکڑ کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ایسے رہ گویا کہ تو پردیسی ہے، یا راہ چلتا مسافر (کہ نہ تو پردیسی پردیس کے ساتھ دل لگا کر بیٹھ جاتا ہے اور نہ راہ چلتا مسافر سفر ہی کو مقصود بنا لیتا ہے۔ بلکہ اپنے وطن ہی کو مقصود بناتا ہے اور اسی کے ساتھ دل لگاتا ہے۔ اسی طرح آخرت و جنت ہی مومن کا اصل وطن ہے۔ وہ اسی کو اپنا مقصود بناتا ہے اور اسی کے ساتھ دل لگاتا ہے۔ دنیا تو اس کے لئے پردیس ہے یا راہ منزل ہے)۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِي الْهَوٰى وَطُوْلُ الْأَمَلِ فَأَمَّا الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَأَمَّا طُوْلُ الْأَمَلِ فَيُنْسِئُ الْاٰخِرَةَ وَهٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ وَلِكُلٍّ وَاحِدٍ مِّنْهَا بَنُوْنَ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِي الدُّنْيَا فَافْعَلُوْا فَإِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِيْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَاحِسَابَ وَأَنْتُمْ غَدًا فِيْ دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ. (بیهقی فی شعب الایمان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اپنی امت پر جن چیزوں کا ڈر ہے ان میں سب سے خوفناک ہویٰ یعنی دین کے مخالف خواہش نفس اور طول امل یعنی دنیا کی لمبی آرزوئیں ہیں کیونکہ ہویٰ تو آدمی کو قبول حق سے (اور اطاعت حق سے) مانع ہوتا ہے (یعنی اپنے نفسانی رجحانات اور خیالات کی پیروی کرنے والا قبول حق اور اتباع ہدایت سے محروم رہتا ہے) اور طول امل (یعنی لمبی لمبی آرزوؤں میں دل کا پھنس جانا) آخرت کو بھلا دیتا ہے، اور اس کی فکر اور اس کے لئے تیاری سے غافل کر دیتا ہے، (اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ) یہ دنیا چلی جارہی ہے، گذر رہی ہے (کہیں اس کا ٹھہراؤ نہیں) اور آخرت (ادھر سے) چل پڑی ہے، چلی آرہی ہے، اور ان دونوں کے بیٹے (یعنی چاہنے والے) ہیں۔ پس اے لوگو! اگر تم ایسا کر سکو کہ دنیا کے چاہنے والے نہ بنو تو ایسا ضرور کر لو کیونکہ تم اس وقت دار العمل میں ہو (یہاں تمہیں صرف محنت اور کمائی کرنی ہے) اور یہاں حساب اور جزا سزا نہیں ہے، اور کل تم (یہاں سے کوچ کر کے) دار آخرت میں پہنچ جانے والے ہو، اور وہاں کوئی عمل (کا موقع بھی) نہ ہوگا (بلکہ یہاں کے اعمال کا حساب ہوگا اور ہر شخص اپنے کئے کا بدلہ پائے گا)۔

دنیا اور اس کی کشادگی سے خطرہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ. (بخاری و مسلم)

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم پر فقر (و نا داری) آنے سے نہیں ڈرتا، لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی، پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو جیسے کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا (اور اسی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے تھے) اور پھر وہ تم کو برباد کر دے، جیسے کہ اس نے ان اگلوں کو برباد کیا۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَ فِتْنَةُ أُمَّتِيَ الْمَالُ. (ترمذی)

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر امت کے لئے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے (جو اس کی گمراہی اور نافرمانی کا سبب بنتی ہے) اور میری امت کی خاص آزمائش مال ہے (کہ اس کی وجہ سے امت کے بہت سے لوگ گمراہی اور نافرمانی میں مبتلا ہوں گے)۔

مال کی محبت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ فِيهِ اثْنَانِ اَلْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ. (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے (اور بڑھاپے کے اثر سے اس کی ساری قوتیں مضمحل ہو کر کمزور پڑ جاتی ہیں) مگر اس کے نفس کی دو خصلتیں اور زیادہ جوان (اور طاقت ور) ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دولت کی حرص اور دوسری زیادتی عمر کی حرص۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاءُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر آدمی کے پاس مال کی بھری ہوئی دو وادیاں ہوں، تو وہ تیسری اور چاہے گا، اور آدمی کا پیٹ تو بس مٹی بھرے گی

(یعنی مال دولت کی اس ختم نہ ہونے والی ہوس اور بھوک کا خاتمہ بس قبر میں جا کر ہوگا) اور اللہ اس بندے پر عنایت اور مہربانی کرتا ہے جو اپنا رخ اور اپنی توجہ اس کی طرف کر لے۔

مال کی محبت کا انجام

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الْاٰخِرَةِ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِیْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمْلَهٗ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِیَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتَ عَلَيْهِ أَمْرَهٗ وَلَا يَاتِيْهِ مِنْهَا إِلَّا مَاكُتِبَ لَهٗ. (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص کی نیت (اور اس کا مقصد اصلی اپنی سعی وعمل سے) آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ غنا (یعنی قلبی اطمینان اور مخلوق کی غیر محتاجی کی کیفیت) اس کے دل کو نصیب فرما دیں گے، اور اس کے پراگندہ حال کو درست فرما دیں گے اور دنیا اس کے پاس خود بخود ذلیل ہو کر آئے گی، اور جس شخص کی نیت (اور اپنی سعی وعمل سے جس کا خاص مقصد) دنیا طلب کرنا ہوگا اللہ تعالیٰ محتاجی کے آثار اس کی بیچ پیشانی میں (اور اس کے چہرے پر) پیدا کر دیں گے، اور اس کے حال کو پراگندہ کر دیں گے (جس کی وجہ سے اس کو خاطر جمعی کی راحت کبھی نصیب نہ ہوگی) اور (ساری تگ ودو کے بعد بھی) یہ دنیا اس کو بس اسی قدر ملے گی جس قدر اس کے واسطے پہلے سے مقدر ہو چکی ہوگی۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لُعِنَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ. (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ دینار (یعنی جس نے خدا اور آخرت کے بجائے اپنا مطلوب مال کو بنا لیا وہ) خدا کی رحمت سے محروم ہوا اور بندہ درہم خدا کی رحمت سے دور رہے۔

اپنے مال کی حقیقت

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ ﷺ يَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ وَ إِنَّ مَالَهٗ مِن مَّالِهٖ ثَلٰثٌ مَا أَكَلَ فَأَفْنٰى أَوْ لَبِسَ فَأَبْلٰى أَوْأَعْطٰى فَاقْتَنٰى وَمَا سِوٰى ذالِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهٗ لِلنَّاسِ. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ کہتا ہے میرا مال (یہ ہے) میرا مال (وہ ہے) حالانکہ اس کے مال میں سے جو واقعی اس کا ہے وہ بس تین مدیں ہیں، ایک وہ جو اس نے کھا کے ختم کر دیا، دوسرے وہ جو پہن کر پرانا کر ڈالا، اور تیسرے وہ جو اس نے راہ خدا میں دیا

اور اپنی آخرت کے واسطے ذخیرہ کرلیا، اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ بندہ سے جدا ہونے والا ہے اور بندہ دوسرے لوگوں کے لئے اس کو چھوڑ جانے والا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهٗ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِن مَّالِ وَارِثِهٖ قَالَ فَإِنَّ مَالَهٗ مَاقَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهٖ مَا أَخَّرَ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا ہے جس کو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہو؟ لوگوں نے عرض کیا ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جب یہ بات ہے، تو معلوم ہونا چاہئے کہ آدمی کا مال بس وہی ہے جس کو اس نے آگے چلتا کر دیا (یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کاموں میں اخلاص کے ساتھ خرچ کر کے آخرت کے لئے جمع کرلیا) اور جس قدر اس نے پیچھے چھوڑا وہ (اس کا نہیں ہے بلکہ) اس کے وارثوں کا ہے۔ (لہٰذا دانش مند آدمی کو چاہئے کہ وارثوں کے لئے چھوڑنے سے زیادہ اپنی آخرت کے لئے سرمایہ محفوظ کر دینے کی فکر کرے، جس کی صورت یہی ہے کہ اپنی تندرستی کے زمانہ میں مال کو جمع کر کے رکھنے کے بجائے خیر کے مصارف میں صرف بھی کرتا رہے)۔

مال کی کمی کو مطلوب بنانا

عَنْ أَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّيْ لِيَجْعَلَ لِيْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا يَا رَبِّ وَلٰكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا وَأَجُوْعُ يَوْمًا فَإِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ وَ إِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُّكَ وَشَكَرْتُكَ. (ترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے یہ بات رکھی کہ میرے لئے وہ مکہ کی وادی (کے سنگریزوں) کو سونے کا بنا دے، (اور سونے سے بھر دے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے سامنے یہ بات رکھی گئی کہ اگر تم دولت مند بننا چاہو تو تمہارے لئے مکہ کی وادی کو ہم سونے سے بھر سکتے ہیں) تو میں نے عرض کیا کہ میرے پروردگار! (میں اپنے لئے یہ) نہیں (مانگتا) بلکہ میں (ایسی ناداری اور غریبی کی حالت میں رہنا پسند کرتا ہوں کہ) ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں، تو جب میں بھوکا رہوں تو آپ کے سامنے عاجزی اور گریہ وزاری کروں اور آپ کو یاد کروں، اور جب پیٹ بھر کر کھاؤں تو میں آپ کی حمد اور آپ کا شکر کروں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے فقر فاقہ کی حالت خود آپ ﷺ ہی کی اختیار کردہ تھی۔

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ، قَالَ أَغْبَطُ أَوْلِیَائِیْ عِنْدِیْ لَمُؤْمِنٌ خَفِیْفُ الْحَاذِ ذُوْحَظٍّ مِنَ الصَّلٰوةِ أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَأَطَاعَهٗ فِی السِّرِّ وَکَانَ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَا یُشَارُ إِلَیْهِ بِالْأَصَابِعِ وَکَانَ رِزْقُهٗ کَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰی ذَالِکَ ثُمَّ نَقَدَ بِیَدِهٖ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِیَّتُهٗ قَلَّتْ بَوَاکِیْهِ قَلَّ تُرَاثُهٗ. (ترمذی)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں بہت زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ مومن ہے، جو سبک بار (یعنی دنیا کے ساز و سامان اور مال وعیال کے لحاظ سے بہت ہلکا پھکا) ہو، نماز میں اس کا بڑا حصہ ہو، اور اپنے رب کی عبادت خوبی کے ساتھ (اور صفت احسان کے ساتھ) کرتا ہو اور اس کی اطاعت (اعلانیہ تو بہت سے کر لیتے ہیں وہ) پوشیدگی میں (بھی کامل اطاعت) کرتا ہو اور وہ چھپا ہوا اور گمنامی کی حالت میں ہو، اور (مشہور شخصیت نہ ہو جس کی وجہ سے) اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کئے جاتے ہوں، اور اس کی روزی بھی بقدر ضرورت ہو اور وہ اس پر صابر و قانع ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے چٹکی بجائی (جیسے کہ کسی چیز کے جلدی سے ہو جانے کو بتانے کے لئے چٹکی بجاتے ہیں) اور فرمایا (اس طرح) جلدی سے اس کو موت آ گئی اور (اتفاق سے) اس پر رونے والیاں بھی کم ہیں، (یعنی اس کے زیر کفالت لوگ بھی کم ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی توانائیوں کا اور اپنے اوقات کا بیشتر حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رضا کے کاموں میں لگاتا ہے) اس کا ترکہ بھی بہت تھوڑا سا ہے (یعنی دنیا کا مال بھی تھوڑا ہے جس کی وجہ سے دنیا کے مال اور اس کے ساز و سامان کے تعلق سے دل خالی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص دنیا میں اپنے آپ کو محروم نہ سمجھے بلکہ اس اعتبار سے اس کی حالت قابل رشک ہے کہ اس کی دنیا کی ذمہ داریاں بھی کم ہیں اور دنیا سے تعلق بھی کم ہے اور آخرت کی تیاری خوب نصیب ہوئی ہے)۔

عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قُلْتُ لِأَبِی الدَّرْدَاءِ مَالَکَ لَا تَطْلُبُ کَمَا یَطْلُبُ فُلَانٌ فَقَالَ اِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ أَمَامَکُمْ عَقَبَةً کَئُوْدًا لَایَجُوْزُهَا الْمُثْقِلُوْنَ فَأُحِبُّ أَنْ أَتَخَفَّفَ لِتِلْکَ الْعَقَبَةِ. (البهیقی فی شعب الایمان)

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے (اپنے شوہر) ابو درداء سے کہا کیا بات ہے،

آپ مال ومنصب طلب نہیں کرتے جس طرح کہ فلاں طلب کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تمہارے آگے ایک بڑی دشوار گذار گھاٹی ہے، اس کو گراں بار اور زیادہ بوجھ والے (آسانی سے) پار نہ کرسکیں گے۔ اس لئے میں یہی پسند کرتا ہوں کہ اس گھاٹی کو عبور کرنے کے لئے ہلکا پھلکا رہوں (اس وجہ سے میں اپنے لئے مال ومنصب طلب نہیں کرتا)۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اِثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ اٰدَمَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ أَقَلُّ لِلْحِسَابِ. (احمد)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو چیزیں ایسی ہیں جن کو آدمی ناپسند ہی کرتا ہے (حالانکہ ان میں اس کے لئے بڑی بہتری ہے) ایک تو وہ موت کو پسند نہیں کرتا حالانکہ موت اس کے لئے (دنیا کے) فتنہ (وآزمائش مثلاً معصیت میں یا ارتداد میں یا عذاب میں مبتلا ہو جانے سے) بہتر ہے، اور دوسرے وہ مال کی کمی (اور ناداری) کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی آخرت کے حساب کو بہت مختصر اور ہلکا کرنے والی ہے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ أَبَا الْعِيَالِ. (ابن ماجه)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اپنا وہ مومن بندہ بہت پیارا اور محبوب ہے جو غریب و نادار اور عیال دار ہو، اور اس کے باوجود باعفت ہو (یعنی ناجائز طریقے سے پیسہ حاصل کرنے سے اور کسی کے سامنے اپنی ضروریات ظاہر کرنے سے بھی پرہیز کرتا ہو)۔

نیک مقاصد کے لئے حلال مال کی طلب جائز ہے

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَا لًا اِسْتِعْفَا فًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰى أَهْلِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا مُكَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِيًا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. (بيهقى فى شعب الايمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص دنیا کی دولت حلال طریقے سے اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے کہ اس کو دوسروں سے سوال کرنا نہ پڑے، اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی کا سامان مہیا کر سکے، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بھی وہ احسان اور مہربانی

کر سکے تو قیامت کے دن وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمکتا ہوگا۔ اور جو شخص دنیا کی دولت حلال ہی ذریعے سے اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے کہ وہ بہت بڑا مالدار ہوجائے اور اس دولت مندی کی وجہ سے وہ دوسروں کے مقابلے میں فخر کر سکے اور (لوگوں پر خرچ کر کے) دکھلا وا کر سکے تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔

معصیت کی زندگی کے ساتھ دنیوی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍعَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ عَزَّوجَلَّ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى مَعَاصِيْهِ مَا يُحِبُّ فَإِنَّمَا هُوَ اِسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيءٍ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا أَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ. (احمد)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ اللہ عزوجل کسی بندہ کو اس کی نافرمانیوں کے باوجود وہ کچھ دے رہا ہے جو وہ پسند کرتا ہے (مثلاً مال و دولت اور راحت وعزت) تو (سمجھ لو کہ) وہ (اللہ کی طرف سے) ڈھیل ہے۔ پھر (دلیل کے طور پر) رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "**فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا أَخَذْنَا هُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ** جب انہوں نے بھلا دیا ان باتوں کو جن کی ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے کھول دیئے ان پر دنیا کی سب نعمتوں کے دروازے، یہاں تک کہ جب وہ ان نعمتوں کے ملنے پر خوب اترائے تو ہم نے ایک دم ان کو اپنی (سخت) پکڑ میں لے لیا۔ پس وہ (حیران وششدر اور آئندہ کے لئے) بالکل ناامید ہو کر رہ گئے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنَعْمَةٍ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَاهُوَلَاقٍ بَعْدَ مَوْتِهٖ إِنَّ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ قَاتِلًا لَا يَمُوْتُ يَعْنِي النَّارَ. (بغوی فی شرح السنّہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کسی بدکار (کافر یا فاسق) پر کسی نعمت (اور خوش حالی) کی وجہ سے ہرگز کبھی رشک نہ کرنا کیونکہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ مرنے کے بعد اس پر کیا کیا مصیبتیں پڑنے والی ہیں، اللہ کے یہاں (آخرت میں) اس کے لئے ایک ایسا قاتل ہے (یعنی جہنم کی آگ ہے) جس کو کبھی موت نہیں۔

زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی

زہد کے لغوی معنی کسی چیز سے بے رغبت ہو جانے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں

آخرت کے لئے دنیا کی لذتوں اور مرغوب چیزوں کی طرف سے بے رغبت ہو جانے اور عیش و تنعم کی زندگی ترک کر دینے کو زہد کہتے ہیں۔

زہد ایک اختیاری چیز ہے۔ جس شخص کو عیش و تنعم کے مواقع میسر ہوں خواہ مال ہو یا مال کمانے کے مواقع ہوں پھر بھی وہ ان کے پیچھے نہ پڑے اور آخرت ہی کو اپنا مطمح نظر بنالے وہ زاہد ہے۔ ہاں اگر بلا طلب کبھی کوئی کھانے کی عمدہ چیز مل جائے یا پہننے کا عمدہ کپڑا مل جائے اور اس کو استعمال کر لے تو زہد کے منافی نہیں۔

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّعَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الزَّهَادَةُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا بِإِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّهَادَةَ فِی الدُّنْیَا أَنْ لَا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ أَوْثَقَ مِمَّا فِیْ یَدَیِ اللّٰهِ وَأَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَةِ إِذَا أَنْتَ أُصِبْتَ بِهَا أَرْغَبَ فِیْهَا لَوْ أَنَّهَا أُبْقِیَتْ لَکَ. (ترمذی)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کے بارے میں زہد اور اس کی طرف سے بے رغبتی (جو خاص ایمانی صفت ہے) وہ حلال کو اپنے پر حرام کرنے اور اپنے مال کو برباد کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ زہد (کا اصل معیار اور اس کا تقاضا) تو یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس اور تمہارے ہاتھ میں ہو، اس سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ تم کو اس پر ہو جو اللہ کے پاس اور اللہ کے قبضہ میں ہے، اور یہ کہ جب تم کو کوئی تکلیف اور ناخوش گواری پیش آئے تو اس کے اخروی ثواب کی چاہت اور رغبت تمہارے دل میں زیادہ ہو بہ نسبت اس خواہش کے کہ وہ تکلیف اور ناگواری کی بات تم کو پیش ہی نہ آتی۔

زہد کے فائدے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِیَ اللّٰهُ وَأَحَبَّنِیَ النَّاسُ قَالَ اِزْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِیْ مَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبُّکَ النَّاسُ. (ترمذی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا کوئی عمل بتلایئے کہ جب میں اس کو کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور اللہ کے بندے بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دنیا کی طرف سے بے رغبتی اختیار کر لو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا، اور جو (مال و جاہ) لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبتی اختیار کر لو تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ ﷺ مَازَهِدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْیَا إِلَّا أَنْبَتَ اللّٰهُ الْحِکْمَةَ فِیْ قَلْبِهٖ وَأَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ وَبَصَّرَهٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَاءَ هَا وَدَوَاءَ هَا وَأَخْرَجَهٗ مِنْهَا سَالِمًا إِلیٰ دَارِالسَّلَامِ. (بیهقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا جو بندہ بھی زہد اختیار کرے (یعنی دنیا کی رغبت و چاہت اپنے دل سے نکال دے، اور اس کی خوش عیشی وخوش باشی کی طرف سے بے رغبتی اور بے رخی اختیار کر لے) تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے دل میں حکمت کو اگائے گا، اور اس کی زبان پر بھی حکمت کو جاری کرے گا، اور دنیا کے عیوب اور اس کی بیماریاں اور پھر ان کا علاج معالجہ بھی اس کو آنکھوں سے دکھا دے گا، اور دنیا سے اس کو سلامتی کے ساتھ نکال کر جنت میں پہنچا دے گا۔

عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبٍ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ أَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْیَقِیْنُ وَالزُّهْدُ وَأَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْأَمَلُ. (بیهقی فی شعب الایمان)

عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں اپنے والد شعیب سے، اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس امت کی پہلی درستگی اور بہتری یقین اور زہد ہے اور اس کی پہلی خرابی بخل اور دنیا میں زیادہ رہنے کی آرزو ہے۔

زہد کی تاکید وترغیب

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُوْلَ الله ﷺ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ إِلَی الْیَمَنِ قَالَ إِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ. (احمد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یمن کی طرف روانہ کیا تو نصیحت فرمائی کہ خوش عیشی سے بچتے رہنا کیونکہ اللہ کے خاص بندے خوش عیش نہیں ہوا کرتے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "فَمَن یُّرِدِاللّٰهُ أَن یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ النُّوْرَ إِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ اِنْفَسَحَ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِتِلْکَ مِنْ عَلَمٍ یُعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَا فِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْإِنَا بَةُ إِلیٰ دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ..... (بیهقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت

فرمائی:۔ ”فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ“ یعنی جس کے لئے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو اپنی راہ پر لگائے (اور اپنی رضا اور اپنا قرب نصیب فرمائے) تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے (یعنی عبدیت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری والی زندگی کے لئے اس کا دل کھول دیا جاتا ہے۔ اس آیت کی) تشریح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا نور جب سینہ میں آتا ہے تو سینہ اس کی وجہ سے کھل جاتا ہے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا اس حالت کی کوئی علامت بھی ہے جس سے اس کو پہچانا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ہاں دھوکے فریب کی جگہ (یعنی دنیا) سے طبیعت کا ہٹ جانا (اور زندگی میں زہد کی صفت آجانا) اور ہمیشہ کے قیام کی جگہ (یعنی آخرت) کی طرف طبیعت کا رجوع ہونا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری میں لگ جانا (یعنی توبہ استغفار، اور معاصی سے اجتناب، اور عبادت کی کثرت کے ذریعہ موت کی تیاری کرنا)۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهٗ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ أَ وَ فِيْ هٰذَا أَنْتَ يَاابْنَ الْخَطَّابِ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِلَّتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ. (بخاری ومسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی پر آپ لیٹے ہوئے ہیں اور اس کے اور آپ کے جسم مبارک کے درمیان کوئی بستر نہیں ہے، اور چٹائی کی بناوٹ نے آپ ﷺ کے پہلوئے مبارک پر گہرے نشانات ڈال دیئے ہیں، اور سرہانے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال کوٹ کے بھری ہوئی ہے، یہ حالت دیکھ کر میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ آپ کی امت کو فراخی اور خوش حالی عطا فرمائے، روم اور فارس والوں کو بھی اللہ نے فراخی دی ہے، حالانکہ وہ تو خدا کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تم بھی اس حال میں اور اس خیال میں ہو؟ یہ سب تو وہ لوگ ہیں (جو اپنی خدا فراموشی اور کافرانہ زندگی کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم و بے نصیب کئے گئے ہیں، اور اس لئے) ان کی وہ لذتیں (جو اللہ ان کو دینا چاہتا تھا) اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے عمرؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت (کا عیش) ہو۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَبْسُطَ لَکَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا إِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَهَا. (احمد وترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن) کھجور کی چٹائی پر سوئے، پھر جب آپ ﷺ سو کے اٹھے تو جسم مبارک میں اس چٹائی کی بناوٹ کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔(اس حالت کو دیکھ کر اور اس سے متاثر ہوکر) ابن مسعود نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر آپ ہمیں اپنے لئے بستر بچھانے اور کچھ اور انتظام کرنے کا حکم دیں (تو بہت اچھا ہو)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دنیا سے (یعنی دنیا کے ساز و سامان اور اس کی راحتوں اور لذتوں سے) کیا تعلق اور دنیا کا مجھ سے کیا تعلق۔ میرا تعلق دنیا کے ساتھ بس ایسا ہے جیسا کہ کوئی مسافر کچھ دیر سایہ لینے کے لئے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا اور پھر اس کو چھوڑ کر (منزل کی طرف) چل دیا۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَأَبِيْ خَلَّادٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَإِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِکْمَةَ. (بیهقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ اور ابو خلاد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی بندے کو اس حال میں دیکھو کہ اس کو زہد (یعنی دنیا کی طرف سے بے رغبتی و بے رخی) اور کم سخنی (یعنی لغو اور فضول باتوں سے زبان کو محفوظ رکھنے کی صفت) اللہ نے نصیب فرمائی ہے، تو اس کے پاس (اور اس کی صحبت میں) رہا کرو کیونکہ ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت کا القا ہوتا ہے۔

کسی کی غربت وفقر کی وجہ سے اس کو حقیر نہ سمجھو

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٌ مَارَأْيُکَ فِيْ هٰذَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِ النَّاسِ، هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُّنْکَحَ وَ إِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ، قَالَ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا رَأْيُکَ فِيْ هٰذَا؟ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ،هٰذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْکَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْأِ الْاَرْضِ مِثْلِ هٰذَا. (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص (جو دولت مند اور معززین میں سے تھا)

رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرا تو آپ ﷺ نے ایک صاحب سے جو آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، پوچھا کہ اس گزرنے والے شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے اور کیا اندازہ ہے؟۔ انہوں نے عرض کیا کہ معزز آدمیوں میں سے ہے، یہ اللہ کی قسم ایسی شان والا ہے کہ جس گھرانے کی بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام دے تو (منظور کرلیا جائے اور) نکاح کر دیا جائے، اور اگر (کسی معاملے میں) سفارش کر دے تو اس کی سفارش (ضرور) مانی جائے سہل بن سعد کہتے ہیں، کہ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے پھر (تھوڑی دیر کے بعد) ایک اور آدمی گزرا۔آپ ﷺ نے ان ہی صاحب سے پھر پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ بیچارہ نادار اور مسکین مسلمانوں میں سے ہے، یہ ایسا ہے کہ اگر کہیں نکاح کا پیغام دے تو اس کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے، اور اگر کسی معاملہ میں سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ مانی جائے، اور کوئی بات کہنا چاہے تو اس کی بات بھی نہ سنی جائے (ان کا یہ جواب سن کر) رسول ﷺ نے فرمایا: کہ پہلے والے آدمی کے مثل اگر زمین بھر ہوں تو یہ ایک اکیلا فقیر و مسکین (تقوی اور دینداری میں زیادہ ہونے کی وجہ سے) ان سے بہتر ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ (اللّٰهِ ﷺ رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ مَدْ فُوْعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت سے پراگندہ بالوں والے گردوغبار میں اٹے ہوئے جن کو دروازوں پر دھکے دیئے جائیں (اللہ کے نزدیک ان کا مقام یہ ہوتا ہے کہ) اگر اللہ پر وہ قسم کھا جائیں تو ان کی قسم کو اللہ ضرور پورا کرے۔

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰی سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَا ئِكُمْ. (بخاری)

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے والد کو (اللہ تعالیٰ نے جو خاص صلاحیتیں بخشی تھیں مثلاً شجاعت، سخاوت، فہم وفراست وغیرہ ان کی وجہ سے ان کا) کچھ خیال تھا کہ جو (غریب اور کمزور قسم کے مسلمان ان چیزوں میں) ان سے کمتر ہیں، ان کے مقابلہ میں وہ فضیلت اور برتری رکھتے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے (ان کے اس خیال اور حال کی اصلاح کے لئے) فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تم لوگوں کی جو مدد ہوتی ہے اور تم کو جو نعمتیں ملتی ہیں، وہ (تمہاری صلاحیتوں اور قابلیتوں کی بنیاد پر نہیں ملتیں بلکہ) تم میں جو بے چارے کمزور اور خستہ

حال ہیں ان کی (برکت اوران کی دعاؤں) سے ملتی ہیں۔

اپنے سے کمتر درجہ والوں کو دیکھ کر صبر وشکر کا سبق لو

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلیٰ مَنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ إِلیٰ مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہاری نظر ایسے شخص پر پڑے جو(مال و دولت اور شکل وصورت میں) اس سے بڑھا ہوا ہو(اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں حرص وطمع اور شکایت پیدا ہو) تو اس کو چاہئے کہ کسی ایسے بندہ کو دیکھے جو(ان چیزوں میں) اس سے کمتر ہو(تاکہ بجائے حرص وطمع اور شکایت کے صبر وشکر پیدا ہو)۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِیْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا،مَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِهٖ إِلیٰ مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰی بِهٖ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاهُ إِلیٰ مَنْ هُوَدُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰی مَافَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِهٖ إِلیٰ مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاهُ إِلیٰ مَنْ هُوَفَوْقَهٗ فَأَسِفَ عَلیٰ مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ یَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا. (ترمذی)

عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب اور ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: دو خصلتیں (ایسی ہیں کہ وہ) جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کو شاکرین اور صابرین میں سے لکھ دیتے ہیں(ان دو خصلتوں کی تفصیل یہ ہے) جس شخص کی یہ عادت ہو کہ وہ دین کے معاملے میں تو ان بندوں پر نظر رکھے جو(دین میں) اس سے فائق ہوں اور ان کی پیروی اختیار کرے، اور دنیا کے معاملہ میں ان (غریب ومسکین اور خستہ حال بندوں) پر نظر رکھے جو(دنیوی حیثیت سے) اس سے بھی کمتر ہوں، اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے (محض اپنے فضل وکرم سے) ان بندوں سے زیادہ دنیا کی نعمتیں اس کو دے رکھی ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسکو صابر وشاکر لکھ دیں گے اور جس کا حال یہ ہو کہ وہ دین کے بارے میں تو (ہمیشہ) اپنے سے کمتر درجہ کے لوگوں کو دیکھے اور دنیا کے بارے میں اپنے سے بالاتر لوگوں پر نظر کرے، اور جو دنیاوی نعمتیں اس کو نہیں ملی ہیں، ان کے نہ ملنے پر افسوس اور رنج کرے، تو اللہ تعالیٰ اسکو نہ شاکر لکھتے ہیں نہ صابر لکھتے ہیں۔

باب: 19

حقوق کا بیان

والدین کے حقوق

عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ أَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ. (ابن ماجه)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول والدین کا ان کی اولاد پر کتنا حق ہے۔ آپ نے فرمایا (اولاد پر ان کا حق یہ ہے کہ اولاد ان کے جیتے جی ان کی فرمانبرداری اور خدمت کر کے ان کو اپنے سے راضی رکھے۔ ان کو ناراض اور دکھی نہ کرے۔ اور سمجھ لو کہ اسی کے اعتبار سے آخرت میں) وہ تمہارے لئے جنت اور دوزخ (میں داخلہ کا سبب) ہیں۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ أُمُّکَ ثُمَّ أُمُّکَ ثُمَّ أُمُّکَ ثُمَّ أَبَاکَ ثُمَّ أَدْنَاکَ فَأَدْنَاکَ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ پھر قریبی رشتہ دار پھر ان کے بعد کے قریبی رشتہ دار۔

فائدہ: حمل اور ولادت اور دودھ پلانے تک کی تکلیف تنہا ماں ہی برداشت کرتی ہے۔ سمجھداری کی عمر آنے تک ماں کی خدمت زیادہ ہوتی ہے اور پھر ہے بھی کمزور عورت ذات۔ اس لئے ان تمام وجوہ سے وہ حسن سلوک کی بہت زیادہ حقدار ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَغِمَ أَنْفُهُ رَغِمَ أَنْفُهُ قِیْلَ مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ أَدْرَکَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْکِبَرِ أَوْ أَحَدَهُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی ناک خاک آلودہ ہو، اس کی ناک خاک آلودہ ہو (یعنی وہ ذلیل وخوار ہو)۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول کون (ذلیل و خوار ہو)؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ (بدنصیب) جو اپنے دونوں ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو

بڑھاپے میں پائے پھر (ان کی خدمت کر کے اور ان کا دل خوش کر کے) جنت میں داخل نہ ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُجَاهِدُ. قَالَ أَ لَكَ أَبَوَانِ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ. (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول میں جہاد پر (جانا چاہتا ہوں تو کیا میں) چلا جاؤں؟ آپ نے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں ہیں۔ آپ ﷺ نے (مزید یہ اندازہ کر کے کہ اس کے والدین بوڑھے ہیں اور اس کی خدمت کے محتاج ہیں اور کوئی اور اولاد نہیں جو ان کی خبر گیری کر سکے اس شخص سے) فرمایا تو تم ان (کی خدمت اور راحت رسانی) میں جدوجہد کرو (اس حالت میں یہی تمہارا جہاد ہے)۔

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَ فَأَصِلُهَا؟ قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا. (بخاری و مسلم)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے (حدیبیہ والے) معاہدے کے زمانہ میں میری ماں جو اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی (سفر کر کے مدینہ میں) میرے پاس آئی تو میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ کچھ خواہش مند ہے تو کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں (اور اس کی خدمت کروں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو (اور اس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو بیٹی کو ماں کے ساتھ کرنا چاہئے)۔

عَنْ أَبِيْ أُسَيْدِ السَّاعِدِيِّ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبِرُّهُمَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ أَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْإِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَ إِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا (ابوداؤد)

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس دوران کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ قبیلہ کا ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھا اے اللہ کے رسول کیا میرے ماں باپ کا کوئی حق باقی ہے جس کو میں ان کی وفات کے بعد بھی ادا کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں (ان کی موت کے بعد بھی ان کا یہ حق ہے کہ تمہاری طرف سے) ان کے لئے یہ باتیں ہوں۔ ان کے لئے دعا استغفار ہو اور (ان کا اگر کسی سے کوئی معاہدہ ہو تو ان کے (اس) معاہدہ کو پورا کرنا اور ان کے تعلق

سے جو رشتے ہوں ان کا لحاظ رکھنا اور ان کے دوستوں (سہیلیوں) کا اکرام واحترام کرنا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ أَبِيْ إِجْتَاحَ مَالِيْ قَالَ أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيْكَ إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوْا مِنْ أَمْوَالِكُمْ. (ابن ماجه)

عمرو بن شعیب کے پڑدادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال ضائع کر دیا ہے (یعنی خود خرچ کر لیا ہے۔ نبی ﷺ نے اس کے والد کو بلوایا تو وہ ایک بوڑھا آدمی تھا جو لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا۔ آپ نے اس سے ماجرا پوچھا تو اس نے جواب دیا ایک وقت تھا کہ میرا یہ لڑکا کمزور تھا اور میں قوی تھا۔ یہ فقیر تھا اور میں مالدار تھا۔ میں تو اس کو اپنے مال سے نہیں روکتا تھا۔ بلکہ اس کی پوری خبر گیری رکھتا تھا اور اس پر پورا پورا خرچ کرتا تھا۔ آج جب کہ میں کمزور ہوں اور یہ قوی ہے میں فقیر ہوں اور یہ مالدار ہے تو یہ اپنے مال میں مجھ پر بخل کرتا ہے اور میری بنیادی ضرورتیں پوری نہیں کرتا..... اس لئے میں نے اس کا مال لیا ہے) آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے والد کا ہے۔ (یعنی اگر تو خود باپ کی ضروریات کا خیال نہ کرے تو تیرے والد کو تیرے مال میں سے اپنی ضرورت کے بقدر لینے کا حق حاصل ہے اور اس میں اس کو کسی قسم کا گناہ یا قباحت نہیں ہے کیونکہ) تمہاری اولاد تمہاری عمدہ کمائی ہے (اور تمہاری کمائی کی کمائی تمہاری اپنی کمائی ہے) لہٰذا اس کو بلا جھجک استعمال کرو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِيْ امْرَأَةٌ وَكُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ أَبِيْ يُبْغِضُهَا فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَمَرَنِيْ أَنْ أُطَلِّقَهَا فَطَلَّقْتُهَا. (ترمذی و ابن ماجه)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت میرے نکاح میں تھی اور مجھے وہ پسند تھی لیکن میرے والد (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اسے پسند نہیں کرتے تھے اور مجھ سے اس کو طلاق دینے کا کہتے تھے۔ میرے مطالبہ نہ ماننے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس عورت کو طلاق دے دوں۔ اس پر میں نے اس کو طلاق دے دی۔

عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ رَجُلًا أَمَرَهُ أَبُوْهُ أَوْ أُمُّهُ أَنْ يُطَلِّقَ امْرَأَتَهُ، فَجَعَلَ عَلَيْهِ مِائَةَ مُحَرَّرٍ فَأَتٰى أَبَا الدَّرْدَاءِ ..... فَسَأَلَهُ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ أَوْفِ بِنَذْرِكَ وَبَرَّ وَالِدَيْكَ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَحَافِظْهُ عَلٰى

وَالِدَیْکَ أَوِ اتْرُکْ (ابن ماجه)

ابوعبدالرحمٰن سے روایت ہے ایک شخص کو اس کے باپ نے یا اس کی ماں نے حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ (اس شخص کو طلاق دینا گوارا نہ تھا اس لئے مخالفت میں) اس نے یہ قسم اٹھالی کہ اگر میں نے طلاق دی تو مجھ پر سو غلام آزاد کرنا لازم ہوگا (تاکہ سو غلام آزاد کرنے کے بوجھ کی وجہ سے وہ طلاق نہ دے سکے)۔ پھر وہ شخص (مسئلہ کی تحقیق کے لئے) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا..... اور ان سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جواب دیا تم اپنی قسم کو پورا کرو اور اپنے والدین کی فرمانبرداری کرو (یعنی انکا حکم مانتے ہوئے بیوی کو طلاق دے دو اور پھر اپنی قسم کے ٹوٹنے پر سو غلام آزاد کردو)۔

فائدہ: ہمارے دور میں اکثر اوقات ایسی نوبت آپس کے بلاوجہ کے جھگڑوں سے آتی ہے۔ دین یا دنیا کی مصلحت پیش نظر نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں والدین کا حکم ماننا ضروری نہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ بیٹا یا اس کی بیوی صبر بھی کرسکیں گے یا نہیں۔ اگر صبر نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو تو تب بھی طلاق دینا ضروری نہیں۔ اگر والدین نے دین یا دنیا کی مصلحت کی خاطر کہا ہو اور صبر و برداشت بھی کرسکتا ہو تو پھر طلاق دینے کے حکم پر عمل کرنا چاہئے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ أَوْ أَحَدُهُمَا وَأَنَّهُ لَهُمَا لَعَاقٍ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا (بيهقى فى شعب الايمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی بندے کے دونوں والدین یا ان میں سے ایک وفات پا جاتا ہے اس حال میں کہ وہ بندہ ان کا نافرمان ہوتا ہے۔ پھر (بعد میں اس کو احساس ہو اور تدارک کے طور پر) وہ ان کے لئے (یعنی اپنے فوت شدہ والدین کے لئے) رحمت کی دعا اور استغفار مسلسل (اہتمام سے) کرتا رہے (تو اس سے بھی تدارک ہو جاتا ہے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو (ماں باپ کے) فرمانبرداروں میں سے لکھ دیتا ہے۔

اولاد کے حقوق

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَقُّ الْوَالِدِ أَنْ يُّحْسِنَ اسْمَهُ وَيُحْسِنَ أَدَبَهُ. (بيهقى فى شعب الايمان)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اولاد کا حق والد پر یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو اچھا ادب سکھائے (یعنی اس کی صحیح دینی تعلیم و تربیت

کرے)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَ أَحْسِنُوْا آدَابَهُمْ. (ابن ماجه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کا اکرام کرو (یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اس کی امانت سمجھ کر ان کی قدر کرو، حسب استطاعت ان کی ضروریات زندگانی کا بندوبست کرو اور ان کو بوجھ اور مصیبت نہ سمجھو) اور (اچھی تربیت کے ذریعہ) ان کو اچھے آداب سکھاؤ۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعٍ وَّاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ. (ابوداؤد)

عمرو اپنے والد شعیب کے واسطے سے اپنے پڑدادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں کو نماز (پڑھنے) کا (صرف زبان سے) حکم کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں (کیونکہ اس عمر میں بچہ میں سمجھ اور شعور آ جاتا ہے لہٰذا ابتدا ہی سے اس کے شعور میں یہ بات آنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بڑی عظمت والے ہیں اور اس کو ان کی تعظیم کرنی ہے اور وہی سب نعمتیں دیتے ہیں اور اس کو ان کا شکر ادا کرنا ہے) اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں (جس وقت کہ ان میں شعور مزید ترقی کر چکا ہو اور وہ بلوغت کے قریب ہو گئے ہوں) تو ان کو نماز (پڑھنے میں کوتاہی و سستی کرنے) پر مارو (تاکہ جبر ہی سے سہی ان کو نماز پڑھنے کی عادت ہو جائے اور بلوغت کے بعد جب کہ کاموں کی اہمیت کا اندازہ ہونے لگتا ہے نماز کو ترک نہ کریں) اور (دس سال کے ہونے پر) ان کے بستر بھی الگ الگ کر دو (تاکہ ناسمجھی میں کسی بری عادت میں مبتلا نہ ہو جائیں)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ وُلِدَتْ لَهٗ ابْنَةٌ فَلَمْ يُؤْذِهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَ لَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ. (احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ (اس کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتے ہوئے خوش دلی سے اس کو قبول کرے اور) اس کو نہ تو ایذاء پہنچائے اور نہ اس کی اہانت (اور ناقدری) کرے اور (برتاؤ اور محبت میں) اپنے لڑکے (یعنی نرینہ اولاد) کو اس پر ترجیح نہ دے (بلکہ دونوں سے یکساں برتاؤ کرے) تو

اس لڑکی (سے حسن سلوک) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَیْهِنَّ کُنَّ لَهٗ سِتْراً مِّنَ النَّارِ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس (بندے یا بندی) پر (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی (اور اس نے اس ذمہ داری کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ادا کیا) اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لئے (دوزخ کی) آگ سے (جبکہ وہ اپنی کسی بدعملی کی وجہ سے اس میں داخلہ کا مستحق بن چکا ہو) حجاب بن جائیں گی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَوُّوْا بَیْنَ أَوْلَادِ کُمْ فِی الْعَطِیَّةِ. (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عطیہ دینے (اور ہبہ کرنے) میں (عام حالات میں جب کہ کوئی خاص حالت ترجیح کی متقاضی نہ ہو مثلاً یہ کہ ان میں کوئی دوسروں کی نسبت معاشی طور پر پسماندہ ہو تو) اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو (اور لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر دو)۔

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ ..... فَإِذَا بَلَغَ فَلْیُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ یُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا فَإِنَّمَا إِثْمُهٗ عَلٰی أَبِیْهِ. (بیهقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا بچہ پیدا ہو..... پھر جب وہ بالغ ہو جائے (اور گھر بار کا خرچہ اٹھانے کے قابل ہو جائے) تو (باپ کو چاہئے کہ رسوم و رواج اور تکلفات کا پابند ہو کر اس کے نکاح میں تاخیر نہ کرے بلکہ جلد) اس کا نکاح کر دے (تاکہ وہ گناہ سے بچا رہے) اور اگر وہ بالغ ہو گیا (اور گھر بار کا خرچہ اٹھانے کے قابل ہو گیا) لیکن باپ نے اس کا نکاح نہ کیا (اور اس میں تاخیر کی خواہ اس وجہ سے کہ وہ خوب کمائی کر کے اپنا معیار زندگی بلند کر لے خواہ کسی اور وجہ سے جو شرعاً معتبر نہ ہو اور (اس تاخیر کی وجہ سے) لڑکا گناہ کے کام میں مبتلا ہو گیا (خواہ وہ مکمل زنا ہو یا صرف آنکھ کان کا زنا ہو) تو اس کا گناہ (یعنی اس کا وبال) اس کے باپ پر (بھی) ہوگا۔

دوسرے رشتہ داروں کے حقوق

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ وَصَلَکِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَکِ قَطَعْتُهٗ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحم (یعنی حق قرابت) مشتق ہے رحمٰن (کی رحمت) سے (اور اس نسبت سے) اللہ تعالیٰ نے (اس سے) فرمایا جو تجھے جوڑے گا میں اس کو (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑوں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں گا۔

شوہر کے حقوق

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ کُنْتُ اٰمِرُ أَحَدًا أَنْ یَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (عورت پر شوہر کا اتنا بڑا حق ہے کہ) اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (لہٰذا عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری اور رضا جوئی میں کوئی کمی نہ کرے)۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... إِتَّقُوا اللّٰهَ فِی النِّسَاءِ ..... وَلَکُمْ عَلَیْهِنَّ أَلَّا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ أَحَدًا تَکْرَهُوْنَهٗ فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِکَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَیْرَ مُبَرِّحٍ. (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا .....عورتوں (یعنی اپنی بیویوں) کے بارے میں اللہ سے ڈرو .....تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ جس کا گھر میں اندر آنا اور بیٹھنا تمہیں ناپسند ہو وہ اس کو (گھر میں داخل کرکے) تمہارے بستروں (یعنی بیٹھنے کی جگہوں) پر مت بٹھائیں۔ پھر اگر یہ (غلطی) کریں تو (تنبیہ و تادیب کے طور پر) تم ان کو مارو (لیکن) ایسی مار جو سخت نہ ہو۔

عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا یُسْأَلُ الرَّجُلُ فِیْمَا ضَرَبَ امْرَأَتَهٗ عَلَیْهِ. (ابوداؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا بیوی کو مار پیٹ کرنے میں جب مرد تمام شرعی شرائط اور حدود کی رعایت کرے تو) مرد سے یہ نہ پوچھا جائے کہ اس نے بیوی کو کس بارے میں مارا ہے (جس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مرد نے اس کو صحبت کے لئے بلایا ہو اور اس کے نہ آنے پر اس نے مارا ہو تو اب کسی کے پوچھنے پر وہ کیا بتائے)

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَاءَ تِ امْرَأَةٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ فَقَالَتْ زَوْجِی صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ یَضْرِبُنِیْ إِذَا صَلَّیْتُ وَیُفَطِّرُنِیْ إِذَا صُمْتُ ..... قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهٗ قَالَ فَسَأَلَهٗ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَّا قَوْلُهَا یَضْرِبُنِیْ إِذَا صَلَّیْتُ فَإِنَّهَا تَقْرَأُ

بِسُوْرَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ كَانَتْ سُوْرَةٌ لَكَفَتِ النَّاسَ قَالَ وَأَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِيْ إِذَا صُمْتُ فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ تَصُوْمُ وَ أَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلا أَصْبِرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَصُوْمُ امْرَأَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا. (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی اور (اپنے شوہر کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ میرے شوہر صفوان بن معطل (رضی اللہ عنہ) جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتے ہیں اور جب میں روزہ رکھتی ہوں تو اس کو تڑوا دیتے ہیں۔ (اتفاق سے صفوان بھی نبی ﷺ کی مجلس میں شریک تھے۔ نبی ﷺ نے صفوان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول اس کا یہ کہنا کہ جب یہ نماز پڑھتی ہے میں اس کو مارتا ہوں تو (میں اس کا اعتراف کرتا ہوں لیکن ایسا کرنے کی) وجہ یہ ہے کہ یہ نماز میں دو طویل سورتیں پڑھتی ہے (جس سے مجھے تنگی ہوتی ہے مثلاً میں چاہتا ہوں کہ کوئی کام جلدی ہو جائے مگر اس کے لمبی لمبی نمازیں پڑھنے سے نہیں ہوتا۔ میں اس کو تنبیہ بھی کرتا ہوں لیکن یہ نہیں مانتی تو پھر میں اس کو مارتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ اگر ایک سورت ہو تو وہ بھی (نماز میں قراءت کے لئے) لوگوں کو کافی ہو۔ صفوان نے کہا رہا اس کا یہ کہنا کہ جب یہ روزہ رکھتی ہے تو میں اس کا روزہ تڑوا دیتا ہوں تو (اس کی وجہ یہ ہے کہ) یہ مسلسل روزے رکھنا شروع کر دیتی ہے جب کہ میں جوان آدمی ہوں (دن میں بھی صحبت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے) صبر نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت (نفلی) روزے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر میں بلائے اور وہ (محض سستی کی وجہ سے) انکار کرے اور (اس پر) شوہر غصہ میں رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے عورت پر لعنت کی بددعا کرتے ہیں (کیونکہ اس کی یہ حرکت عائلی زندگی کو خراب کرنے کا ذریعہ بنتی ہے)۔

بیوی کے حقوق

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضَلْعٍ أَعْوَجَ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلْعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ

يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کے بارے میں (میری) خیر و بھلائی کی نصیحت قبول کرو (اور وہ یہ ہے کہ ان کے مزاج میں جو ٹیڑھا پن تمہیں نظر آئے تو اس کو ختم کرنے کے درپے نہ ہونا کیونکہ یہ ان کی فطرت میں شامل ہے اور فطری چیز کو ختم نہیں کیا جا سکتا اور فطرت میں ٹیڑھ پن کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی حکمت سے ایسا ہی بنایا ہے) وہ (یعنی ان کی ماں حواء علیہا السلام آدم علیہ السلام کی) سب سے ٹیڑھی پسلی سے لئے گئے خلیے CELL) سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر کی ہوتی ہے۔ تم اگر بہت ٹیڑھی پسلی کو سیدھا کرنے لگو تو (وہ سیدھی تو نہ ہوگی) البتہ تم اس کو (سیدھا کرنے میں) توڑ دو گے اور اگر تم اس کو یونہی رہنے دو تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ (ایسے ہی عورت کا معاملہ ہے۔ اس کے مزاج کے فطری ٹیڑھ کو سیدھا کرنے لگو گے تو وہ تو سیدھا نہ ہوگا البتہ تمہاری باہمی معاشرت برباد ہو کر رہ جائے گی۔ لہٰذا اس کے مزاج کے فطری ٹیڑھ کو برداشت کرتے ہوئے اس کے ساتھ بھلائی کے ساتھ گزارا کرو۔ یہ تمہیں میری نصیحت ہے) لہٰذا تم عورتوں کے بارے میں میری (اس) نصیحت کو قبول کرو۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضَلْعٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَکَ عَلٰی طَرِيْقَةٍ. فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا إِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ وإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا. (مسلم)

حضرت ابو ہرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت (کی اصل یعنی حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی) پسلی (کے جزو) سے پیدا کی گئی ہے۔ وہ ایک سیدھی حالت پر کبھی بھی (دوام و ہمیشگی کے ساتھ) قائم نہیں رہ سکتی (کبھی شکر گزاری کرے گی تو کبھی ناشکری کرے گی، کبھی اطاعت کرے گی تو کبھی اس سے روگردانی کرے گی) لہٰذا اگر تم اس سے نفع اٹھانا چاہو (اور اپنے گھر کو آباد رکھنا چاہو) تو تم اس کے ٹیڑھ کو برداشت کرتے ہوئے نفع اٹھاؤ۔ اور اگر تم اس کو بالکل سیدھا کرنے لگ جاؤ تو (تم اس کو سیدھا تو نہیں کر سکو گے البتہ) تم اس کو توڑ دو گے اور اس کا ٹوٹنا (آپس کی علیحدگی) طلاق ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِيْ آخِرِ الْيَوْمِ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ تم میں سے

کوئی اپنی بیوی کو اس طرح شدت سے مارے جس طرح غلام کو مارتا ہے پھر دن کے آخری حصہ (یعنی رات) میں اس سے مجامعت کرنے لگے (تو جب دن کے آخر یعنی رات میں تمہیں اس کی اور اس کے پیار و محبت کی ضرورت ہوسکتی ہے تو تم دن میں اس کے ساتھ ایسا رویہ کیوں اختیار کرو جو اس کے دل میں تم سے نفرت کا باعث ہو)

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاحَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِيْ الْبَيْتِ (احمد و ابوداؤد)

حکیم بن معاویہ کے والد کہتے ہیں میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب تم لباس پہنو تو اسے بھی پہناؤ اور (اگر کبھی تادیب کے لئے مارنے کی ضرورت پڑے تو) چہرے پر نہ مارو اور اس کے لئے قبیح الفاظ استعمال مت کرو (اور گالم گلوچ نہ کرو) اور (اس سے غصہ میں) جدا نہ ہو مگر گھر کے اندر ہی (یعنی گھر چھوڑ کر کہیں اور نہ جاؤ)۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْمُ عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبْشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهِ لِأَنْظُرَ إِلٰى لَعْبِهِمْ بَيْنَ أُذُنِهِ وَعَاتِقِهِ ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ أَجْلِيْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَنَا الَّتِيْ أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ. (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اللہ کی قسم میں نے نبی ﷺ کو اپنے صحن کے دروازے میں کھڑے دیکھا جب کہ کچھ حبشی چھوٹے چھوٹے نیزوں کے ساتھ مسجد سے متصل میدان میں کچھ کرتب دکھا رہے تھے (جو کہ فوجی مشق کا ایک حصہ تھا) اور رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے تاکہ میں آپ کے کان اور کندھے کے درمیان سے ان کے کرتب دیکھ سکوں۔ پھر آپ میری خاطر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں ہی پلٹی۔ تو اندازہ کرلو کہ کھیل کود کی حریص کم سن لڑکی کتنی دیر تک کھڑی دیکھتی رہی ہوگی۔

باب: 20

حسن عمل کی توفیق ہوتو زندگی بڑی نعمت ہے

عَنْ أَبِیْ بَکْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ قَالَ أَیُّ النَّاسِ شَرٌّ؟قَالَ مَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَسَاءَ عَمَلُهٗ. (احمد)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! آدمیوں میں کون بہتر ہے؟ (یعنی کس قسم کا آدمی آخرت میں زیادہ کامیاب رہے گا) آپ ﷺ نے ارشادفرمایا، کہ: وہ جس کی عمر لمبی ہوئی اور اس کے اعمال اچھے رہے (پھر اسی سائل نے) عرض کیا آدمیوں میں زیادہ برا (اور آخرت میں زیادہ خسارہ میں رہنے والا) کون ہے؟۔ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: جس کی عمر لمبی ہوئی اور اعمال اس کے برے رہے۔

عَنْ عُبَیْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اٰخٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ فَقُتِلَ أَحَدُهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَهٗ بِجُمُعَةٍ أَوْنَحْوِهَا فَصَلُّوْا عَلَیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَا قُلْتُمْ؟ قَالُوْا دَعَوْنَا اللّٰهَ أَن یَّغْفِرَ لَهٗ وَیَرْحَمَهٗ وَیُلْحِقَهٗ بِصَاحِبِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ فَأَیْنَ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ وَعَمَلُهٗ بَعْدَ عَمَلِهٖ أَوْ قَالَ صِیَامُهٗ بَعْدَ صِیَامِهٖ لَمَا بَیْنَهُمَا أَبْعَدُ مِمَّا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. (ابوداؤد و نسائی)

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے دوشخصوں کے درمیان مواخات قائم فرمائی (یعنی اس وقت کے دستور کے مطابق ان کو باہم بھائی بھائی بنایا) پھر یہ ہوا کہ ان میں سے ایک صاحب (قریبی ہی زمانہ میں جہاد میں شہید ہوگئے) پھر ایک ہی ہفتہ بعد یا اس کے لگ بھگ دوسرے صاحب کا بھی انتقال ہوگیا (یعنی ان کا انتقال کسی بیماری سے گھر ہی پر ہوا) تو صحابہؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھنے والے ان اصحاب سے دریافت کیا کہ تم لوگوں نے (نماز جنازہ میں) کیا کہا (یعنی مرنے والے بھائی کے حق میں تم نے اللہ سے کیا دعا کی؟)۔ انہوں نے جواب دیا کہ: ہم نے ان کے لئے یہ دعا کی کہ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، ان پر

رحمت فرمائے، اور (ان کے جو ساتھی شہید ہو کے اللہ کے قرب ورضا کا اعلیٰ مقام حاصل کر چکے ہیں اللہ ان کو بھی اپنے فضل وکرم سے اسی مقام پر پہنچا کے) ان کے اس ساتھی کے ساتھ کردے (یہ جواب سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر ان کی وہ نمازیں کہاں گئیں جو اس شہید ہونے والے بھائی کی نمازوں کے بعد انہوں نے پڑھیں، اور وہ اعمال خیر کہاں گئے جو اس شہید کے اعمال کے بعد انہوں نے کئے، یا آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ اس کے وہ روزے کہاں گئے، جو اس بھائی کے روزوں کے بعد انہوں نے رکھے (راوی کو شک ہے کہ نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عام اعمال کا ذکر کیا تھا، یا روزوں کا ذکر فرمایا تھا)۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کے مقامات میں تو اس سے بھی زیادہ فاصلہ ہے جتنا کہ زمین وآسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ بَنِیْ عُذْرَةَ ثَلٰثَةً أَتَوُالنَّبِیَّ ﷺ فَأَسْلَمُوْا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَّكْفِلُنِيْهِمْ؟ قَالَ طَلْحَةُ أَنَا فَكَانُوْا عِنْدَهٗ فَبَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ أَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ الْاٰ خَرُ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَأَيْتُ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةَ فِی الْجَنَّةِ وَرَأَيْتُ الْمَيِّتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ أَمَامَهُمْ وَالَّذِی اسْتُشْهِدَ اٰخِرًا يَلِيْهِ وَأَوَّلُهُمْ يَلِيْهِ فَدَخَلَنِیْ مِنْ ذَالِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِیِّ ﷺ ذَالِكَ فَقَالَ وَمَا أَنْكَرْتَ مِنْ ذَالِكَ؟ لَيْسَ أَحَدٌ أَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مُّؤْمِنٍ يُعَمَّرُ فِی الْإِسْلَامِ لِتَسْبِيْحَةٍ وَتَكْبِيْرَةٍ وَتَهْلِيْلَةٍ. (احمد)

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی عذرہ میں سے تین آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے (اور حضور ﷺ کی خدمت میں قیام کا ارادہ کیا) تو آپ ﷺ نے (صحابہ کرام سے) فرمایا ان نومسلم مسافروں کی خبر گیری میری طرف سے کون اپنے ذمہ لے سکتا ہے؟ طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ چنانچہ یہ تینوں ان کے پاس رہنے لگے، اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر کسی جگہ کے لئے روانہ فرمایا، تو ان تین صاحبوں میں سے ایک اس لشکر میں چلے گئے اور وہاں شہید ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے ایک اور لشکر روانہ فرمایا تو ایک دوسرے ساتھی اس میں چلے گئے اور وہ بھی شہید ہو گئے، پھر (کچھ دنوں بعد) ان میں سے تیسرے جو باقی بچے تھے ان کا انتقال بستر ہی پر ہو گیا (حدیث کے راوی عبداللہ بن شداد) کہتے ہیں حضرت طلحہ نے ذکر کیا کہ میں نے خواب میں ان تینوں ساتھیوں کو جنت میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ جو صاحب سب سے آخر میں اپنے بستر پر طبعی موت سے مرے وہ سب سے آگے ہیں اور ان کے پیچھے

ان کے وہ ساتھی ہیں جو دوسرے نمبر پر شہید ہوئے تھے، اور ان کے پیچھے ان کے وہ ساتھی ہیں جو پہلے نمبر پر شہید ہوئے تھے، اس خواب سے میرے دل میں شبہ اور خلجان پیدا ہوا (کیونکہ میرا خیال تھا کہ شہید ہونے والے ان دو ساتھیوں کا درجہ اس تیسرے ساتھی سے بلند ہوگا جس کا انتقال بستر پر طبعی موت سے ہوا) پس میں نے رسول ﷺ سے اس (خواب اور اپنے تاثر اور خلجان) کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ: اس میں تم کو کیا بات اوپری اور غلط معلوم ہوتی ہے، (تم نے ان کے درجات کی جو ترتیب دیکھی ہے وہی ہونی چاہئے، اور جو تیسرا ساتھی اپنے دو ساتھیوں کی شہادت کے بعد بھی کچھ عرصہ زندہ رہا، اور نمازیں پڑھتا رہا اور اللہ کا ذکر کرتا رہا اسی کو سب سے آگے ہونا چاہئے، کیونکہ) اللہ کے نزدیک اس مومن سے کوئی افضل نہیں جس کو ایمان و اسلام کے ساتھ عمر دراز ملے، جس میں وہ اللہ کی تسبیح (سبحان اللہ کا ذکر) تکبیر (اللہ اکبر کا ذکر) اور تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر) کرے۔

فائدہ: یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کسی کو زیادہ عمر دے کر اس سے زیادہ نیک عمل کرالے اور اس طرح اس کو بلند تر درجات کا مستحق بنا دے۔

باب: 21

ابلیس اور اس کے لشکر کے انسان دشمنی کے چند کام

دین خراب کرنا

عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُوْرُهُ لَيْلاً فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِيْ لِيَقْلِبَنِيْ وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ ﷺ أَسْرَعَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَ إِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا سُوْءًا أَوْقَالَ شَيْئًا (بخاری)

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ (مسجد میں) معتکف تھے۔ میں رات کے وقت آپ کو دیکھنے کے لئے آپ کے پاس گئی اور (کچھ دیر) آپ سے بات کی۔ پھر میں کھڑی ہوئی اور (واپس جانے کے لئے) پلٹی تو آپ بھی میرے ساتھ کھڑے ہوئے تا کہ (مسجد کے دروازے تک جا کر) مجھے واپس بھیجیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں تھی۔ (جب نبی ﷺ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مسجد کے دروازے پر تھے) تو انصار کے دو آدمی (قریب سے) گزرے۔ انہوں نے جب نبی ﷺ (کے ساتھ ایک خاتون) کو دیکھا تو تیزی سے چلنے لگے (تا کہ آپ کے لئے خلل اور تنگی کا باعث نہ بنیں)۔ نبی ﷺ نے فرمایا آہستہ چلو یہ (میرے ساتھ) صفیہ بنت حیی ہیں۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول سبحان اللہ (آپ کا یہ بتانا تعجب کی بات ہے۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ ہم آپ کے بارے میں کیا کوئی برا گمان کریں گے) آپ ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کے اندر خون کی گردش کی طرح گردش کرتا ہے (یعنی خون کی مسلسل گردش کی طرح مسلسل وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے کوئی موقع جانے نہیں

دیتا۔اس موقع پر بھی وہ وسوسہ اندازی کرسکتا ہے اور بعض اوقات وسوسہ قوت پکڑ لیتا ہے اور بدگمانی کا باعث بن جاتا ہے) اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں بھی برا وسوسہ ڈال دے (اور وہ برا وسوسہ میرے بارے میں تمہاری بدگمانی کا سبب بن جائے جو تمہارے لئے بہت خطرے کی بات ہے)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَأْتِی الشَّیْطَانُ أَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ کَذَا مَنْ خَلَقَ کَذَا حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّکَ فَإِذَا بَلَغَهٗ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْیَنْتَهِ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان (یعنی ابلیس یا اس کا کوئی ساتھی) تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے (کبھی تو کسی انسان کو ورغلا کر اس کے ساتھ آتا ہے اور اس سے کہلواتا ہے اور کبھی خود آ کر ذہن میں وسوسہ اندازی کرتے ہوئے) کہتا ہے فلاں چیز کس نے پیدا کی اور فلاں چیز کس نے پیدا کی (اس طرح کئی چیزیں گنواتا ہے تاکہ ذہن اس طرف پختہ ہو جائے کہ ہر چیز کا کوئی پیدا کرنے والا ہے) یہاں تک کہ وہ (اب اپنا اصل تیر چھوڑتا ہے اور) کہتا ہے (اب بتا) تیرے رب کو کس نے پیدا کیا (اس سے آدمی کے بھٹکنے کا بڑا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔تو اس خطرہ سے بچانے کے لئے نبی ﷺ نے فرمایا) جب تم میں سے کوئی اس مرحلہ تک پہنچ جائے (اور وسوسہ یہاں تک پہنچ جائے) تو (فوراً چوکنا ہو جائے کہ یہ ساری شیطان کی وسوسہ اندازی ہے اور اب اس کا (ایک) شافی علاج یہ ہے کہ آدمی شیطان سے) اللہ تعالیٰ کی پناہ لے (جس سے شیطان دور ہو جائے گا) اور اس سوچ بچار (میں مزید آگے جانے) سے رک جائے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... لَا تَحَیَّنُوْا بِصَلَاتِکُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ أَوِ الشَّیْطَانِ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.....اپنی نماز (پڑھنے) کے لئے نہ سورج کے طلوع ہونے کے وقت کو اختیار کرو اور نہ اس کے غروب ہونے کے وقت کو اختیار کرو کیونکہ سورج شیطان کے سر کے دو کناروں کے درمیان میں طلوع ہوتا ہے (یعنی جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان اس کے سامنے آ کر اس طرح کھڑا ہو جاتا ہے کہ سورج اس کے سر کے دائیں بائیں کناروں کے درمیان میں نظر آتا ہے۔ اس وقت کواکب پرست جو سورج کی پرستش کرتے ہیں شیطان گویا ان سے اپنی پرستش کرا رہا ہوتا ہے۔مسلمانوں کو اس وقت میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا تاکہ شیطان کو ان کی عبادت اپنی طرف منسوب کرنے کی گنجائش نہ رہے۔

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ خُطْبَةٍ أَلَا إِنَّ رَبِّيْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَاجَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا ..... أَنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَ أَنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ وَ أَمَرَتْهُمْ أَنْ يُّشْرِكُوْا بِيْ مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا..... (مسلم)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا سن لو میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ (دین کی ضرورت کی) جو باتیں تم نہیں جانتے وہ میں تم کو سکھا دوں۔ جو باتیں آج میرے رب نے مجھے سکھائیں ان میں سے یہ ہے (کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں)..... میں نے اپنے تمام بندوں کو موحد پیدا کیا (کہ عالم ارواح میں سب سے عہد لیا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا تھا کہ کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اسی فطرت پر میں نے ان کو پیدا کیا) پھر ان کے پاس شیطان آئے (کبھی تو نیک آدمیوں کی صورت میں خود آئے اور کبھی شیطان قسم کے انسانوں کو آگے لائے) اور انہوں نے (بہت سے) بندوں کو ان کے دین (فطرت یعنی توحید) سے ہٹا دیا اور جو چیزیں میں نے لوگوں کے لئے حلال کی تھیں شیطانوں نے (اپنی گمراہی کی تدبیروں سے) ان کو بندوں پر حرام ٹھہرا دیا۔ اور ان شیطانوں نے بندوں کو اس بات پر ابھارا کہ وہ میرا شریک ٹھہرائیں جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔

نمازیں خراب کرنا

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ (وَ فِيْ رِوَايَةٍ إِنَّ الشَّيْطَانَ) تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلٰوةَ فَأَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ وَأَرَدْتُّ أَنْ أَرْبِطَهٗ إِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِيْ سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا کل رات ایک (شیطان یعنی) بڑا طاقتور جن اچانک میرے سامنے آ گیا تا کہ میری نماز تڑوا دے۔ تو اللہ نے مجھے اس پر قابو دیا (اور میں نے اس کو پکڑ لیا) اور میں نے خیال کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں تا کہ تم سب صبح کے وقت اس کو دیکھ لو (لیکن) پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی یہ دعا یاد آئی رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۔ (اے میرے رب مجھے ایسی بادشاہی عطا فرمائیے جو میرے بعد کسی اور کے لئے نہ ہو) اس پر آپ ﷺ نے (ان کی دعا کے احترام

میں) اس شیطان کو ذلیل کر کے واپس کر دیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الإِنْسَانِ وَقَلْبِهٖ فَيَقُوْلَ أُذْكُرْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى لَا يَدْرِيْ أَ ثَلَاثًا صَلّٰى أَمْ أَرْبَعًا..... (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے (تو اس جگہ کا) شیطان (اس کا بوجھ اپنے اوپر محسوس کرتا ہے اور اس بوجھ کی وجہ سے وہ) آواز کے ساتھ ہوا خارج کرتا ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ جب اذان ہو چکتی ہے تو وہ واپس آ جاتا ہے۔ پھر جب اقامت کہی جاتی ہے تو وہ دوبارہ پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور جب اقامت ہو چکتی ہے تو وہ (واپس) آ جاتا ہے اور آدمی اور اس کے دل کے درمیان (جو تعلق ہے جس کی وجہ سے آدمی اپنے دل کو پوری طرح نماز کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ لیکن شیطان ان کے درمیان) حائل ہو جاتا ہے (اور مختلف قسم کے خیالوں میں اس کو الجھا دیتا ہے) کہتا ہے وہ وہ بات یاد کرو یہاں تک کہ (خیالوں میں الجھ کر) آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں پڑھی ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ أَحَدِكُمْ. (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں آدمی کے ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ تو اچکنا ہے جو شیطان تم میں سے کسی کی نماز سے اچک لیتا ہے (یعنی جب کوئی نماز پڑھنے لگتا ہے تو شیطان چاہتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے اب اس کی نماز خراب کرو اور آدمی کو ثواب نہ لینے دو اور اس وجہ سے وہ چاہتا ہے کہ آدمی نماز میں ایسی حرکتیں کرے جس سے یا تو نماز خراب ہو یا ثواب کم ہو جائے۔ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا بھی اسی قبیل سے ہے اور اس سے شیطان کی مراد پوری ہوتی ہے لہٰذا اس کو شیطان کا اچکنا بتایا گیا ہے۔)

انسانوں کا مذاق اڑانا اور ان کی توہین کرنا

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جماہی لینا شیطان کی جانب سے ہے (کہ وہی آدمی کو خوب زیادہ کھانے کی ترغیب اور شوق دلاتا ہے۔ اور زیادہ کھانے سے

طبیعت میں کسلمندی پیدا ہوتی ہے جس سے جماہی آتی ہے) تو جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے وہ اس کو روکے کیونکہ جب جماہی کے زور میں کوئی ہا کی آواز نکالتا ہے تو شیطان ہنستا ہے (کہ دیکھو میں نے انسان کو کیا خوب احمق بنایا ہے)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ أُذُنِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِيْ أُذُنَيْهِ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ کے پاس ایک شخص کا ذکر کیا گیا اور بتایا گیا کہ وہ سوتا ہی رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی (اور سورج نکل آیا لیکن) وہ نماز کے لئے نہیں اٹھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (شیطان پہلے تو تین گرہیں باندھ کر سوتے رہنے کا وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی طویل رات باقی ہے۔ پھر جب فجر کی نماز قضا کروا دیتا ہے تو پکے دشمنوں کی طرح توہین آمیز سلوک بھی کرتا ہے کہ) شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے۔

نیک عمل سے غافل کرنا

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ مَكَانَهَا عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ إِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ إِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلّٰى إِنْحَلَّتْ عُقَدُهٗ كُلُّهَا فَأَصْبَحَ نَشِيْطاً طَيِّبَ النَّفْسِ وَ إِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سو جاتا ہے تو شیطان اس کے سر کی پچھلی طرف تین گرہیں لگاتا ہے ہر گرہ کی جگہ پر تھپتھپاتا ہے (اور یہ وسوسہ اندازی کرتا ہے) کہ ابھی تو طویل رات (باقی ہے) لہٰذا سوتا رہ۔ اگر آدمی (رات میں یا فجر کی نماز کے لئے وقت پر) بیدار ہو جاتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے (اور نیند سے بیدار ہونے کی دعائیں پڑھتا ہے) تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر وضو کرتا ہے تو (دوسری) گرہ کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو (تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اس طرح) تمام گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ شخص صبح اس حال میں کرتا ہے کہ اس (کی طبیعت) میں نشاط ہوتا ہے اور نفس میں خوشی (کی کیفیت) ہوتی ہے ورنہ آدمی صبح اس حال میں کرتا ہے کہ طبیعت میں خباثت (اور مردنی سی) چھائی ہوتی ہے اور کسلمندی وسستی کا زور ہوتا ہے۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَ رَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ فَأَحَدُهُمَا

إِحْمَرَّ وَجْهُهُ وَ انْتَفَخَتْ أَوْدَاجُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّيْ لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْقَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ لَوْ قَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ. (بخاری)

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور (کچھ ہی فاصلہ پر) دو آدمی آپس میں (جھگڑتے ہوئے) ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس دوران (غصہ کی شدت سے) ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا (جب دو آدمیوں میں کوئی رنجش اور جھگڑا ہوتا ہے تو شیطان اس سے فائدہ اٹھا کر غصہ بھڑکانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ غصہ کی شدت سے مغلوب ہو کر آدمی بہت سی ناجائز حرکتوں کا مرتکب ہو جائے مثلاً بری گالیاں دینا، مار پیٹ کرنا، زخمی کرنا اور قتل تک کر دینا وغیرہ۔ لہٰذا ایسی کیفیت سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر ایسی کیفیت طاری ہو جائے تو) مجھے ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر اس کیفیت والا آدمی اس کو کہہ لے تو یہ کیفیت اس سے دور ہو جائے۔ اگر وہ یوں کہہ لے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ تو اس کی یہ کیفیت دور ہو جائے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتٰى أَهْلَهُ قَالَ أَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِيْ فَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ وَلَمْ يُسَلَّطْ عَلَيْهِ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے اور (پہلے) یہ کلمات کہہ لے کہ أَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِيْ (اے اللہ مجھ سے بھی شیطان کو دور رکھئے اور جو اولاد آپ مجھے عطا فرمائیں اس سے بھی شیطان کو دور رکھئے) تو اگر ان (میاں بیوی) کے ہاں اولاد ہو گی تو شیطان اس کو (ایسا) ضرر نہیں پہنچا سکے گا (کہ وہ بڑا ہو کر خبیث بن جائے) اور نہ ہی (شیطان کو) اس پر مسلط کیا جائے گا۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كُلُّ بَنِيْ آدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطَانُ فِيْ جَنْبِهِ بِإِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا شیطان (یا اس کا کوئی پیروکار جن) ہر آدمی کی پیدائش کے وقت اس کے پہلو میں اپنی دو انگلیوں سے کچوکا لگاتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے کہ ان کو لپٹے ہوئے کپڑے کے اوپر سے لگایا۔

دنیا کا نقصان پہنچانا

عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ الرُّؤیَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُکُمْ حُلْمًا یَخَافُهُ فَلْیَبْصُقْ عَنْ یَّسَارِهٖ وَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ. (بخاری)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا اچھا (اور سچا) خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے اور جھوٹا (اور برا) خواب شیطان کی جانب سے ہوتا ہے (کیونکہ آدمی کو پریشان اور غمگین کرنے کے لئے وہی انسان کی قوت متخیلہ پر اثر انداز ہوکر پریشان کن خواب دکھاتا ہے) تو جب تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے جس سے خوفزدہ ہو تو اپنی بائیں جانب تھتکار دے اور اس خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے تو وہ خواب اس کو نقصان نہ دے گا۔

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّیْلُ أَوْ قَالَ کَانَ جُنَحَ اللَّیْلُ فَکُفُّوْا صِبْیَانَکُمْ فَإِنَّ الشَّیَاطِیْنَ تَنْتَشِرُ حِیْنَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوْهُمْ. (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جب رات چھانے لگے (یعنی مغرب کا وقت قریب ہو جائے) تو اپنے (چھوٹے) بچوں کو (کمروں کے اندر کر کے) روک لو کیونکہ اس وقت شیطان جن پھیل جاتے ہیں (اور چونکہ چھوٹے بچے کچھ ذکر اور دعائیں وغیرہ نہیں پڑھ سکتے اس لئے اندیشہ ہے کہ شیطان ان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائیں) اور جب رات کی ایک گھڑی گزر جائے۔ (اور سیاہی پوری طرح چھا جائے کہ اب خطرہ نہیں رہا) تو پھر بچوں کو چھوڑ دو (کہ اس وقت شیطان جن دوبارہ سمٹ جاتے ہیں)۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ إِبْلِیْسَ یَضَعُ عَرْشَهٗ عَلَی الْمَاءِ ثُمَّ یَبْعَثُ سَرَایَاهُ یَفْتِنُوْنَ النَّاسَ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً یَجِیْءُ أَحَدُ هُمْ فَیَقُوْلُ فَعَلْتُ کَذَا وَکَذَا فَیَقُوْلُ مَا صَنَعْتَ شَیْئًا ثُمَّ یَجِیْءُ أَحَدُهُمْ فَیَقُوْلُ مَاتَرَکْتُهٗ حَتّٰی فَرَّقْتُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ امْرَأَتِهٖ قَالَ فَیُدْنِیْهِ مِنْهُ وَیَقُوْلُ نَعَمْ أَنْتَ قَالَ الْأَعْمَشُ أُرَاهُ قَالَ فَیَلْتَزِمُهٗ. (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر لوگوں کو (طرح طرح کی گمراہیوں اور) فتنوں میں ڈالنے کے لئے اپنے چھوٹے چھوٹے لشکر بھیجتا ہے۔ (اس کے لشکریوں میں سے) مرتبہ و منزلت کے اعتبار سے اس کے سب سے قریب وہ ہوتا ہے جس (کی گمراہی اور جس) کا فتنہ و فساد سب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ (کارگزاری سنانے کے لئے

لشکریوں میں سے) ایک (اسکے پاس) آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ یہ کام کئے۔ ابلیس کہتا ہے کہ (ٹھیک ہے لیکن) تو نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ پھر (اس کے پاس ان میں سے) ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں (فلاں آدمی کے پیچھے لگ گیا اور میں نے اس کو چھوڑا ہی نہیں (بلکہ اس پر مسلسل اپنی محنت کرتا رہا اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان نفرت اور غصہ ابھارتا رہا) یہاں تک کہ میں نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈلوا دی۔ فرمایا کہ (اس کارگزاری سے ابلیس بہت ہی خوش ہوتا ہے اور) اس کو اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں تو (نے ہی اصل میدان مارا) ہے۔ حدیث کے راوی امام اعمش کہتے ہیں کہ مجھے یوں یاد ہے کہ پھر شیطان اس کے گلے لگ جاتا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَئِسَ مِنْ أَنْ يَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ. (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان اس بات سے تو مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں مسلمان (بت پرستی کی راہ سے) اس کی عبادت کریں (اور اسلام سے پہلے جیسی عام بت پرستی کی حالت پیدا ہو جائے) لیکن اس کو مسلمانوں کے درمیان شر کو ابھارنے کی امید ہے (کہ مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ابھارے اور یوں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کروائے)۔

باب: 22

بیعت اور اس کی اقسام

بیعت عہد کرنے کو کہتے ہیں۔ کسی بات کی بیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بیعت کرنے والا اس کا عہد کرتا ہے کہ وہ اس کام کو حتی الوسع کرے گا اور اس کے تمام تقاضے پورے کرے گا۔

1- سمع وطاعت کے قابل عہدیدار سے نہ جھگڑنے اور حق وانصاف پر قائم رہنے کی بیعت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ فِي الْيُسْرِ وَالْعُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَأَنْ لَّا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَ أَنْ نَقُوْمَ بِالْحَقِّ حَيْثُ كُنَّا. (نسائی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی (یعنی آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آپ سے عہد کیا) کہ ہم آسانی ہو یا تنگی اور دل کا نشاط ہو یا ناگواری ہو (اپنے حکمرانوں کے) احکام کو سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے (جب تک کہ کفر یا معصیت کا حکم نہ دیں کیونکہ حدیث میں یہ ضابطہ ذکر ہوا ہے کہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ جس کام میں خالق کی معصیت و نافرمانی ہو اس میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے) اور یہ کہ ہم اہل و قابل حکمرانوں سے ان کی حکومت کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے (کہ ہم اس کوشش میں لگ جائیں کہ بلاوجہ ان کو معزول کریں یا ان کو ہٹا کر خود حکمران بن جائیں) اور یہ کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق پر قائم رہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم خواہ کہیں بھی ہوں حق بات کہیں گے اور ایک اور روایت میں ہے کہ ہم خواہ کہیں بھی ہوں انصاف کی بات کہیں گے۔

2- ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کی بیعت

عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. (نسائی)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی۔

3- کفار کے ساتھ مقابلہ سے نہ بھاگنے پر بیعت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ ..... إِنَّمَا بَايَعْنَاهُ (يَعْنِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ) عَلٰى أَنْ لَّا نَفِرَّ. (نسائی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے میدان جنگ سے نہ بھاگنے کی بیعت کی۔

4- موت پر بیعت

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِسَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ. (نسائی)

یزید بن ابوعبید کہتے ہیں میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ لوگوں نے حدیبیہ کے موقع پر کس بارے میں نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ موت پر (یعنی یہ کہ ہم دشمن کے مقابلہ پر ثابت قدم رہیں گے اور میدان سے نہ بھاگیں گے اگرچہ اس میں قتل ہو جائیں)۔

5- جہاد کی بیعت

عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِأَبِيْ أُمَيَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْ أَبِيْ عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أُبَايِعُهُ عَلَى الْجِهَادِ وَقَدِ انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ. (نسائی)

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فتح مکہ کے موقع پر میں اپنے والد امیہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا اور کہا اے اللہ کے رسول آپ میرے والد سے ہجرت کی بیعت لے لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ان سے جہاد کی بیعت لے لیتا ہوں کیونکہ (فتح مکہ کے ساتھ جب کہ مکہ مکرمہ بھی اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا ہے اور اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے) اب ہجرت (کی فرضیت) ختم ہو گئی ہے۔

6- مختلف برائیوں سے بچنے کی بیعت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ تُبَايِعُوْنِيْ عَلٰى أَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ وَ أَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِيْ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰى فَأَجْرُهُ

عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْكُمْ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَأَمْرُهٗ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَ إِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ. (نسائی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جبکہ صحابہ کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے گرد موجود تھی آپ نے فرمایا تم لوگ میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور چوری نہ کرو گے اور زنا نہ کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور اپنے دلوں سے کوئی بہتان نہ گھڑو گے اور بھلائی کے کام میں میری نافرمانی نہ کرو گے۔ پھر جس نے اس بیعت (اور عہد) کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ پر (اس کے فضل سے) ثابت ہوگا۔ اور تم میں سے جس نے ان برائیوں میں سے کوئی برائی کی پھر اس پر اس کو (دنیا میں) سزا ملی تو وہ سزا اس کے لئے کفارہ ہوگی اور جس نے یہ کوئی برائی کی پھر (دنیا میں) اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو (آخرت میں) اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا۔ اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو سزا دے گا۔

عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ لَهٗ أُبَايِعُکَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِيْمَا أَحْبَبْتُ وَ فِيْمَا كَرِهْتُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوَ تَسْتَطِيْعُ ذٰلِکَ يَاجَرِيْرُ أَوَ تُطِيْقُ ذٰلِکَ قَالَ قُلْ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ فَبَايَعَنِيْ وَالنُّصْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. (نسائی)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرتا ہوں کہ جو بات مجھے پسند ہو اور جو مجھے ناپسند ہو سب میں میں (اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے احکام) سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جریر کیا تم اس کی طاقت (اور استطاعت) رکھتے ہو۔ (اس کے بجائے یوں) کہو میں اپنی استطاعت بھر سمع و اطاعت کروں گا (یعنی آدمی کی اپنی پونجی تو اس کی استطاعت وقوت ہے جس سے وہ آگے نہیں جا سکتا اگرچہ مزید آگے بڑھنے کے مواقع نفس الامر میں موجود ہوں) پھر آپ ﷺ نے مجھ سے اس بات کی اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کی بیعت لی۔

مختلف نیک کاموں کی بیعت

عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يُبَايِعُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُبْسُطْ يَدَکَ حَتّٰى أُبَايِعَکَ وَ اشْتَرِطْ عَلَيَّ فَأَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ أُبَايِعُکَ عَلٰى أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ وَتُنَاصِحَ الْمُسْلِمِيْنَ وَتُفَارِقَ الْمُشْرِكِيْنَ. (نسائی)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ بیعت لے رہے تھے۔ میں

نے کہا اے اللہ کے رسول آپ اپنا (داہنا) ہاتھ (آگے) بڑھایئے تاکہ میں (جو بیعت کا طریقہ ہے اس کے مطابق آپ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر) آپ سے بیعت کروں اور آپ خود ہی بیعت کے کلمات مجھے کہلوا دیجئے کیونکہ آپ زیادہ باخبر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے بیعت لیتا ہوں اس کی کہ تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو گے اور نماز قائم کرو گے اور زکوۃ ادا کرو گے اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرو گے اور (کفار و) مشرکین سے جدا رہو گے۔

عورتوں سے زبانی بیعت

عَنْ أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ نِسْوَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ نُبَايِعُهُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نُبَايِعُکَ عَلٰى أَنْ لَّانُشْرِکَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَانَسْرِقَ وَلَانَزْنِيَ وَلَا نَأْتِيَ بِبُهْتَانٍ نَفْتَرِيْهِ بَيْنَ أَيْدِيْنَا وَ أَرْجُلِنَا وَلَا نَعْصِيَکَ فِيْ مَعْرُوْفٍ قَالَ فِيْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَ أَطَقْتُنَّ قَالَتْ قُلْنَا أَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَرْحَمُ بِنَا هَلُمَّ نُبَايِعْکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّيْ لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ إِنَّمَا قَوْلِيْ لِمِائَةِ امْرَاةٍ كَقَوْلِيْ لِامْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ أَوْ مِثْلَ قَوْلِيْ لِامْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ. (نسائی)

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں انصار کی چند عورتوں کے ساتھ نبی ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے آپ کے پاس گئی اور ہم (عورتوں) نے کہا اے اللہ کے رسول ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتی ہیں اس بات پر کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور ہم چوری نہ کریں گی اور ہم زنا نہ کریں گی اور ہم اپنے پاس سے بہتان نہ تراشیں گی اور کسی بھلائی کے کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ آپ نے فرمایا (یہ بھی ساتھ میں کہو کہ) جس قدر ہم استطاعت و طاقت رکھتی ہیں۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہم پر زیادہ مہربان ہیں (کہ ہماری رعایت فرماتے ہیں) تو اب آپ ہاتھ بڑھایئے تاکہ ہم بیعت کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا (اور مردوں سے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جس طرح بیعت لیتے ہیں اس طرح میں عورتوں سے نہیں لیتا۔ ان سے زبانی بیعت ہی کافی ہے) اور میری سو عورتوں سے بھی زبانی بات (اور بیعت) اسی طرح ہے جس طرح میری ایک عورت سے زبانی بات) یعنی سب عورتوں کو ایک دفعہ ہی بیعت کے الفاظ کہلا دینا کافی ہے)۔

وبائی مرض میں مبتلا شخص سے غائبانہ بیعت

عَنِ الشَّرِيْدِ قَالَ كَانَ فِيْ وَفْدِ ثَقِيْفٍ رَجُلٌ مَجْذُوْمٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ إِرْجِعْ فَقَدْ

بَايَعْتُكَ. (نسائی)

حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قبیلہ بنوثقیف کا جو وفد (رسول اللہ ﷺ کے پاس) آیا اس میں ایک کوڑھ زدہ شخص بھی تھا۔ آپ ﷺ نے (پرہیز و احتیاط کی خاطر) اس شخص کو کہلا بھیجا کہ تم واپس چلے جاؤ میں نے تمہیں (غائبانہ) بیعت کرلیا ہے۔

بچوں سے بیعت نہیں

عَنْ الْحِرْمَاسِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ مَدَدْتُّ يَدِیْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَ أَنَا غُلَامٌ لِيُبَايِعَنِیْ فَلَمْ يُبَايِعْنِیْ. (نسائی)

حضرت حرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب کہ میں (نابالغ) لڑکا تھا میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بیعت لے لیں لیکن آپ نے مجھ سے بیعت نہیں لی (کیونکہ نابالغ مکلّف نہیں ہوتا اور عہد تو اس سے لیا جاتا ہے جو مکلّف اور ذمہ دار ہو)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ..... وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا مَا يُرِيْدُ وَفٰى لَهٗ وَ إِنْ لَّمْ يُعْطِهٖ لَمْ يَفِ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین طرح کے آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو کلام کریں گے اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) کریں گے اور نہ (گناہوں وخطاؤں سے) ان کو پاک صاف کریں گے۔ (ان میں سے ایک) وہ شخص ہے جس نے امام وحاکم کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن صرف دنیوی غرض سے۔ اگر حاکم اس کو جو وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے تو وہ بیعت کا عہد پورا کرتا ہے اور اگر حاکم اس کو وہ نہیں دیتا تو وہ اپنا عہد پورا نہیں کرتا۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً وَفِیْ رِوَايَةٍ مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِیْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً. (طبرانی کبیر)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے بغیر مرا (یعنی جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ مسلمانوں کا ایسا حاکم موجود ہے جو اسلام کے احکام پورے کرتا ہے پھر بھی اس نے اس کو اپنا حاکم تسلیم نہیں کیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور (اسی مضمون کو) ایک اور روایت میں اس طرح ذکر کیا کہ جس شخص کو موت اس حالت میں آئی کہ اس کی گردن میں (عادل حکمران کی) بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

باب: 23

جزیرہ عرب سے یہود ونصاری کا اخراج

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ فِی الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ إِنْطَلِقُوْا إِلٰی یَهُوْدَ فَخَرَجْنَا مَعَهٗ حَتّٰی جِئْنَا بَیْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ یَهُوْدَ أَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا إِعْلَمُوْا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ إِنِّیْ أُرِیْدُ أَنْ أُجْلِیَکُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْکُمْ بِمَالِهٖ شَیْئًا فَلْیَبِعْهُ. (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس دوران کہ ہم مسجد میں تھے کہ نبی ﷺ (گھر سے) باہر تشریف لائے اور (ہم سے) فرمایا (میرے ساتھ) یہود کے پاس چلو۔ ہم آپ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم یہود کے مدرسہ میں پہنچے تو آپ کھڑے رہے اور (یہود کے قبیلہ بنونضیر کی جلا وطنی اور بنوقریظہ کے قتل کے بعد بچ رہنے والے یہود کے قبیلہ بنوقینقاع سے) فرمایا اے یہود کی جماعت تم اسلام قبول کرلوتو (دنیا وآخرت کی تکلیفوں اور عذاب سے) سلامتی حاصل کرلو گے۔ جان لو کہ زمین (حقیقت میں تو) اللہ کی اور (قانون شریعت میں) اس کے رسول کی ہے (کہ ان کو شریعت کے مطابق اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار ہے)۔ اور (اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق) میرا ارادہ ہے کہ میں تمہیں اس زمین (یعنی جزیرہ عرب سے جلا وطن کر دوں۔ تو تم میں سے جو کوئی اپنے مال میں سے کوئی شے پائے (جس کو منتقل کرنا ممکن نہ ہو مثلاً زمین، مکان اور درخت وغیرہ) تو وہ اس کو فروخت کر دے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی الله عنه أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ لَأُخْرِجَنَّ الْیَهُوْدَ وَ النَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ حَتّٰی لَا أَدَعَ فِیْهَا إِلَّا مُسْلِمًا (مسلم) و فی روایة لَئِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَأُخْرِجَنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ. (ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات

بتائی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (اللہ نے چاہا تو) میں یہود اور نصاری کو جزیرہ عرب سے ضرور نکال دوں گا یہاں تک کہ اس میں سوائے مسلمان کے کسی اور کو نہ چھوڑوں گا اور ایک روایت میں یوں ہے (آپ نے فرمایا) اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ یہود و نصاری کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَوْصٰى بِثَلَاثَةٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی (جن میں سے ایک یہ تھی کہ) آپ نے فرمایا مشرکین (یعنی یہود و نصاری) کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ أَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى أَهْلِ خَيْبَرَ أَرَادَ أَنْ يُّخْرِجَ الْيَهُوْدَ مِنْهَا وَكَانَتِ الْأَرْضُ لَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فَسَأَلَ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَّتْرُكَهُمْ عَلٰى أَنْ يَّكْفُوْا الْعَمَلَ وَ لَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُقِرُّكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَأَقَرُّوْا حَتّٰى أَجْلَاهُمْ عُمَرَ فِيْ إِمَارَتِهٖ إِلٰى تَيْمَاءَ وَ أَرِيْحَاءَ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود و نصاری کو ارض حجاز (یعنی جزیرہ عرب) سے جلا وطن کیا اور (اس کی صورت یہ ہوئی کہ) جب رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر پر فتح پائی تو خیبر کی زمین (حقیقت کے اعتبار سے تو) اللہ کی اور (شریعت کے اعتبار سے) اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی ہوئی تو (خیبر کے) یہود نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کو (جلا وطن نہ کیا جائے بلکہ ان کو (زمینوں پر) چھوڑ دیا جائے اس شرط پر کہ یہ زمینوں پر (مسلمانوں کے لئے کام (یعنی کاشتکاری) کی کفایت کریں گے اور عوض میں نصف پیداوار لیں گے (چونکہ مسلمانوں میں اس وقت افرادی قوت کی کمی تھی اس لئے یہود کی پیشکش کو آپ ﷺ نے قبول کیا) اور فرمایا جب تک ہم مسلمان چاہیں گے تمہیں اس پر برقرار رکھیں گے۔ تو ان کو ان کی جگہوں پر برقرار رکھا گیا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو (شام کے دو علاقوں) تیماء اور اریحاء کی طرف جلا وطن کیا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَامَ عُمَرُ خَطِيْبًا فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ

عَلٰى أَمْوَالِهِمْ وَقَالَ نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلَاءَ هُمْ فَلَمَّا أَجْمَعَ عُمَرُ عَلٰى ذٰلِکَ أَتَاهُ أَحَدُ بَنِیْ أَبِی الْحُقَیْقِ فَقَالَ یَا أَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ أَ تُخْرِجُنَا وَقَدْ أَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ وَعَامَلَنَا عَلَی الْأَمْوَالِ فَقَالَ عُمَرُ أَ ظَنَنْتَ أَنِّیْ نَسِیْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ کَیْفَ بِکَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَیْبَرَ تَعْدُوْ بِکَ قَلُوْصُکَ لَیْلَةً بَعْدَ لَیْلَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ کَانَتْ هُزَیْلَةً مِنْ أَبِی الْقَاسِمِ فَقَالَ کَذَبْتَ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ فَأَجْلَاهُمْ عُمَرُ وَ أَعْطَاهُمْ قِیْمَةَ مَا کَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالاً وَ إِبِلًا وَعُرُوْضًا مِنْ أَقْتَابٍ وَ حِبَالٍ وَ غَیْرِ ذٰلِکَ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہود کے ساتھ ان کے اموال (یعنی جزیہ دینے اور مزارعت کرنے) پر معاملہ فرمایا اور (ان کو) بتایا کہ جب تک اللہ تمہیں برقرار رکھیں گے (اور تمہیں یہاں سے نکالنے کا حکم نہ دیں گے) جس کی صورت یہ ہے کہ تم ہماری تابعداری کرتے رہو اور شرارتیں کرنے سے اجتناب کرو تو) ہم بھی تمہیں برقرار رکھیں گے (لیکن یہ پھر شرارتیں کرنے لگے اور جو مسلمان پیداوار کی جانچ پڑتال کرنے گئے ان میں سے بعض کو قتل و زخمی کر دیا لہٰذا) میں نے ان یہود کو جلا وطن کرنے کا سوچ لیا ہے۔ جب اس بارے میں (یہود نے دیکھا کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عزم پختہ ہو گیا تو قبیلہ بنو حقیق کا ایک سردار حضرت عمر کے پاس آیا اور کہا اے امیر المومنین کیا آپ ہمیں نکالیں گے حالانکہ محمد (ﷺ) نے ہمیں (یہاں) برقرار رکھا اور مال پر ہمارے ساتھ معاملہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیا تمہارا خیال ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا (تمہیں) یہ کہنا بھول گیا ہوں کہ تمہارا کیا حال ہو گا جب تم خیبر سے نکالے جاؤ گے اور متواتر کئی دن تک قوی اور جوان اونٹنی تمہیں لئے دوڑتی رہے گی۔ اس سردار نے کہا یہ تو ابو قاسم (حضرت محمد ﷺ) کا محض مذاق تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے دشمن تم جھوٹ کہتے ہو (کیونکہ رسول اللہ ﷺ کبھی مذاق میں بھی خلاف واقعہ بات نہیں کرتے تھے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود کو (خیبر سے) جلا وطن کر دیا اور پھل کی پیداوار میں جو ان کا حصہ تھا اس کی قیمت میں مال اور اونٹ اور ساز و سامان مثلاً کجاوے اور رسیاں وغیرہ دیں۔

باب: 24

طبعی (Physical) اسباب کے علاوہ ماوراء الطبعی (Metaphysical) اسباب

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِشْتَکَتِ النَّارُ إِلٰی رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ أَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٌ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٌ فِی الصَّیْفِ فَأَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَ أَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی اور کہا میرے بعض حصہ نے بعض کو کھا لیا ہے (یعنی میرے اندر حرارت اور برودت اتنی بڑھ گئی ہے گویا کہ خود ایک حصہ دوسرے پر غالب آ رہا ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اس کو (سال میں) دو سانس لینے (یعنی بجلی کی طرح کی اپنی وہ توانائی خارج کرنے) کی اجازت عطا فرمائی (جو حرارت و برودت میں منتقل ہوتی ہے جیسے بجلی کے چولہے اور ہیٹر میں بجلی آتی ہے اور حرارت میں تبدیل ہوتی ہے۔ اگر پیچھے سے بجلی کے لوڈ LOAD میں کمی ہو جائے تو حرارت کی پیداوار میں کمی ہو جائے گی۔ اسی طرح جہنم میں حرارت کی موجب توانائی کا سال میں دو مرتبہ اخراج کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ اس توانائی کا جو حرارت میں تبدیل ہوتی ہے اور دوسری مرتبہ اس توانائی کا جو برودت میں تبدیل ہوتی ہے۔ یہ خارج ہونے والی توانائی خواہ وہ لہروں کی شکل میں ہو یا شعاعوں کی صورت میں ہو باقی ساری کائنات میں پھیل جاتی ہے اور جہاں کہیں اور جب کبھی مناسب ماحول ملتا ہے تو وہ توانائی حرارت یا برودت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس حرارت و برودت کی مقدار کا دارو مدار اس شے کی صلاحیت پر ہوتا ہے جو اس توانائی کو قبول کرتی ہے۔ چونکہ اس کا واضح اظہار سخت گرمی اور سخت سردی میں ہوتا ہے اس لئے عام فہم کرنے کے لئے فرمایا کہ جہنم کا اس توانائی کو خارج کرنا (یا بالفاظ دیگر ایک مرتبہ سانس لینا) سردی میں ہوتا ہے اور ایک مرتبہ گرمی میں ہوتا ہے۔ تو سخت ترین گرمی جو تم پاتے ہو (اسی کی وجہ سے ہے)

اورسخت ترین سردی جوتم پاتے ہو(اسی کی وجہ سے ہے)۔

فائدہ: 1- قرآن پاک میں مذکور ہے کہ جہنم کی آگ کا ایندھن انسان اور پتھر یعنی بت ہیں تو ہماری بات اس کے خلاف نہیں اپنے وقت پر وہ بھی ایندھن بنیں گے۔

2- وہ کون سی اشیاء ہیں جو اس توانائی کو قبول کرتی ہیں؟ حدیث میں دو چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک سورج اور ایک انسانی جسم جب کہ اس کا درجہ حرارت ایک حد تک پہنچ گیا ہو۔

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ سَفَرٍ فَقَالَ أَبْرِدْ ثُمَّ قَالَ أَبْرِدْ حَتّٰی فَاءَ الْفَیْءُ یَعْنِی لِلتَّلُوْلِ ثُمَّ قَالَ أَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّمِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ (بخاری)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ (اور ساتھی) سفر میں تھے۔ظہر کی نماز کا وقت ہوا اور لوگوں نے ظہر کی نماز کا ارادہ کیا تو) آپ نے فرمایا ٹھنڈک ہونے دو (یعنی تپش کم ہونے دو۔ کچھ دیر بعد پھر لوگوں کا ظہر کی نماز کا ارادہ ہوا تو) آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ کچھ ٹھنڈک ہونے دو۔ آپ نماز میں تاخیر کرتے رہے یہاں تک کہ چھوٹے ٹیلوں کے سائے بھی بن گئے۔ پھر آپ نے فرمایا ظہر کی نماز کے لئے ٹھنڈک ہونے دیا کرو (یعنی گرمی کے موسم میں جب تپش کم ہو جائے اس وقت نماز پڑھو) کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی تپش کی وجہ سے ہوتی (جس کی توجیہ اوپر بیان ہو چکی)۔

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ أَلْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا (بہت تیز) بخار جہنم کی تپش کی وجہ سے ہوتا ہے تو اس کو پانی سے (یعنی ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کر کے یا جسم پر ٹھنڈا پانی ڈال کر) ٹھنڈا کرو۔

سورج اور چاند گہن

عَنْ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِیْمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِیْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَ لَا لِحَیَاتِهٖ فَإِذَا رَأَیْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ. (بخاری)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس دن سورج گرہن ہوا جس دن آپ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ اس پر (بعض) لوگوں نے کہا کہ سورج ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے گہنا گیا ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور

چاند نہ کسی کی موت کی وجہ سے گہناتے ہیں اور نہ کسی کی حیات کی وجہ سے (بلکہ یہ نظام اگرچہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے طبعی اسباب کے تحت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں نشانی رکھی ہے کہ یہ اتنے بڑے بڑے سیارے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قہر کے آگے بے بس ہیں۔ تو آدمی کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وقہر کی اس نشانی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے قہر سے ڈرے) لہٰذا جب تم سورج یا چاند گرہن دیکھو تو (اللہ تعالیٰ کی انتہائی عظمت وقہر کا احساس کر کے اس کے آگے اپنا سر جھکا دو اور) نماز پڑھو اور (اس کی پکڑ اور اس کے انتقام سے بچنے کی) اللہ سے دعا کرو۔

عَنْ أَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آیَتَانِ مِنْ آیَاتِ اللّٰهِ لَایَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلٰکِنْ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهٗ. (بخاری)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو (بہت بڑی) نشانیاں ہیں۔ یہ کسی کی موت کی وجہ سے نہیں گہناتے البتہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے (کہ یہ خلقت میں عظیم الشان ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے قہر اور ان کی قدرت کے آگے کیسے مغلوب ہیں) اپنے بندوں کو (اپنے قہر اور اپنی گرفت سے) ڈراتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلَتْ یَهُوْدُ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالُوْا یَا أَبَا الْقَاسِمِ أَخْبِرْنَا عَنِ الرَّعْدِ مَا هُوَ قَالَ مَلَکٌ مِّنَ الْمَلَائِکَةِ مُوَکَّلٌ بِالسَّحَابِ مَعَهٗ مَخَارِیْقُ مِنْ نَّارٍ یَسُوْقُ بِهَا السَّحَابَ حَیْثُ شَاءَ اللّٰهُ قَالُوْا فَمَا هٰذَا الصَّوْتُ الَّذِیْ تَسْمَعُ قَالَ زَجْرَةٌ بِالسَّحَابِ إِذَا زَجَرَهٗ حَتّٰی یَنْتَهِیَ إِلٰی حَیْثُ أُمِرَ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (کچھ) یہود نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے ابو قاسم (ﷺ) ہمیں رعد کے بارے میں بتائیے کہ اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر ہے۔ اس کے پاس آگ کے کوڑے ہیں جن سے وہ بادل کو جہاں اللہ چاہتا ہے ہنکاتا ہے۔ یہود نے پوچھا تو یہ کڑک کی آواز کیسی ہوتی ہے جو آپ سنتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بادل پر کوڑے کی مار ہوتی ہے کہ جو فرشتہ بادل پر مارتا ہے یہاں تک بادل اس جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں کا اسے حکم ہوتا ہے۔

فائدہ: بادلوں کے چلنے اور ان کی گرج اور ان میں بجلی کی کڑک کے جہاں طبعی اسباب ہیں جو سائنس کی مدد سے معلوم کئے جاتے ہیں وہیں کچھ مابعد الطبعی اسباب بھی ہیں جن کی خبر رسول دیتے ہیں اور یہ کچھ بعید نہیں کہ ایک ہی چیز کے دو سبب ہوں جیسا کہ بخار کے دو طبعی سبب اکٹھے ہو سکتے ہیں

مثلاً ملیریا اور فلو دونوں ہی سبب بیک وقت بخار کا باعث ہو سکتے ہیں۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ بَیْنَا رَجُلٌ بِفُلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِی سَحَابَةٍ إِسْقِ حَدِیْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰی ذٰلِکَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَ هٗ فِیْ حَرَّةٍ فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْکَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِکَ الْمَاءَ کُلَّهٗ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِیْ حَدِیْقَتِهٖ یُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهٖ فَقَالَ لَهٗ یَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُکَ قَالَ فُلَانٌ الْإِسْمِ الَّذِیْ فِی السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهٗ یَاعَبْدَ اللّٰهِ لِمَ تَسْأَلُنِیْ عَنِ اسْمِیْ فَقَالَ إِنِّیْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِی السَّحَابِ الَّذِیْ هٰذَا مَاءُ هٗ وَیَقُوْلُ اسْقِ حَدِیْقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِکَ فَمَا تَصْنَعُ فِیْهَا قَالَ أَمَّا إِذَا قُلْتَ هٰذَا فَإِنِّیْ أَنْظُرُ إِلٰی مَایَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَ اٰکُلُ أَنَا وَعِیَالِیْ ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِیْهَا ثُلُثَهٗ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا اس دوران کہ ایک شخص ایک صحرا میں تھا کہ اس نے بادل میں (فرشتے کی) آواز سنی کہ (اے فلاں بادل تو) فلاں (نام کے) آدمی کے باغ کو سیراب کر۔ اس پر وہ بادل علیحدہ ہو کر (اس نام کے آدمی کے باغ کی طرف گیا اور) اپنی بارش پتھروں پر برسا دی۔ پتھروں سے پانی کے بہاؤ کے نالوں میں سے ایک نالہ میں وہ سارا پانی جمع ہو گیا۔ آواز سننے والا شخص اس پانی کے پیچھے چلا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا اپنے بیلچے سے پانی کے رخ کو موڑ رہا ہے۔ اس شخص نے باغ والے آدمی سے پوچھا اے اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے جواب دیا میرا فلاں نام ہے (اور یہ وہی نام تھا جو بادل میں سنا تھا) پھر باغ والے نے پوچھا اے اللہ کے بندے تم میرا نام کیوں پوچھتے ہو۔ اس نے جواب دیا میں نے اس بادل میں کہ جس کا یہ برسا ہوا پانی ہے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں نام کے آدمی کے (یعنی تمہارے) باغ کو سیراب کرو۔ (اب) تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس باغ میں کیا کرتے ہو (جو تمہارے ساتھ یہ خصوصی معاملہ پیش آیا) باغ والے نے کہا جب تم یہ بتا ہی چکے تو (سنو) میں باغ کی پیداوار پر نظر ڈالتا ہوں پھر اس کے ایک تہائی کو (فقراء پر) صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک تہائی میرے اور میرے اہل وعیال استعمال کرتے ہیں اور ایک تہائی کو میں باغ کے خرچے میں لگا دیتا ہوں۔

فائدہ: اسی طرح جب کسی حادثہ سے انسان کا محفوظ رہنا مقدر ہوتا ہے تو جہاں طبعی اسباب بھی اثر دکھاتے ہیں وہیں ماوراء الطبیعاتی (Metaplysical) اسباب کی کارفرمائی بھی نظر آتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ (سورہ رعد: 11) فرشتے انسان کی امر الٰہی سے

(ان بلاؤں اور حوادث سے) حفاظت کرتے ہیں (جن سے اللہ تعالیٰ بندے کو بچانا چاہتے ہیں)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ بَنِیْ آدَمَ مَوْلُوْدٌ إِلَّا یَمُسُّهُ الشَّیْطَانُ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّیْطَانِ غَیْرَ مَرْیَمَ وَ ابْنِهَا. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی آدم میں ہر پیدا ہونے والے بچہ کو شیطان اس کی پیدائش کے وقت کچوکہ لگاتا ہے تو بچہ (طبعی سبب کے علاوہ) شیطان کے کچوکہ کی وجہ سے (بھی) بلند آواز سے روتا ہے سوائے مریم (علیہا السلام) اور ان کے بیٹے (عیسٰی علیہ السلام) کے (کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی دعا کی وجہ سے جو قرآن پاک میں منقول ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو شیطان کے کچوکہ لگانے سے محفوظ رکھا۔

باب: 25

دعا میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ کو وسیلہ اور واسطہ بنانا جائز ہے

جواز کے دلائل جو حدیث میں ہیں وہ آگے مذکور ہیں۔ جواز کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں جن چیزوں کو واسطہ بنایا گیا ہے ان میں اصل وصف ان کی مقبولیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان پر رضا ہے ورنہ ان چیزوں کا بذات خود تو اللہ تعالیٰ پر کوئی زور نہیں ہے۔ تو دعا میں ان چیزوں کے واسطہ بنانے کا مطلب حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی بندوں کے حال پر عنایت ومہربانی کو اور ان کے پرخلوص اعمال کی قدر دانی کو نمایاں کیا جاتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر مہربانی فرمائی اور ان کے اعمال کی قدر دانی کی ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر بھی مہربانی فرمائیں اور ہماری دعا کے عمل کو قبول فرمالیں۔

دعا میں عمل کا واسطہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنْطَلَقَ ثَلاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى اٰوَاهُمُ الْمَبِيْتُ إِلٰى غَارٍ فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالَ إِنَّهُ لَايُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا اَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَللّٰهُمَّ كَانَ لِيْ أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلاً وَلَا مَالاً فَنَاٰى بِيْ طَلَبُ شَجَرٍ يَوْمًا فَلَمْ أَرُحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غُبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، فَكَرِهْتُ اَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلاً أَوْمَالاً، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدِيْ أَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرِقَ الْفَجْرُ زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غُبُوْقَهُمَا أَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَانَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ قَالَ النَّبِيُّ قَالَ الْاٰخَرُ: أَللّٰهُمَّ كَانَتْ لِيْ إِبْنَةُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ

إِلَيَّ فَأَرَدْتُّهَا عَلٰى نَفْسِهَا وَامْتَنَعَتْ مِنِّيْ حَتّٰى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِيْنَ فَجَاءَ تْنِيْ فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ دِيْنَارٍ عَلٰى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ، حَتّٰى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ لَايَحِلُّ لَکَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِهٖ فَتَحَرَّجْتُ عَنِ الْوُقُوْعِ عَلَيْهَا فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَکْتُ الذَّهَبَ الَّذِيْ أَعْطَيْتُهَا، أَللّٰهُمَّ إِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْهِکَ فَافْرِجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا قَالَ النَّبِيُّ وَقَالَ الثَّالِثُ: أَللّٰهُمَّ إِسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ وَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَکَ الَّذِيْ لَهٗ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهٗ حَتّٰى کَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَ نِيْ بَعْدَ حِيْنٍ، فَقَالَ يَا عَبْدَاللّٰهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِيْ، فَقُلْتُ کُلَّ مَا تَرٰى مِنْ أَجْرِکَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيْقِ، فَقَالَ يَا عَبْدَاللّٰهِ: لَا تَسْتَهْزِئْ بِيْ فَقُلْتُ إِنِّيْ لَا أَسْتَهْزِئُ بِکَ فَأَخَذَهٗ کُلَّهٗ فَاسْتَاقَهٗ فَلَمْ يَتْرُکْ مِنْهُ شَيْئًا اللّٰهُمَّ إِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْهِکَ فَافْرِجْ عَنَّا مَا نَحْن فِيْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا يَمْشُوْنَ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمی جو تم سے پہلی امت میں تھے سفر میں چلے۔ یہاں تک کہ وہ رات کے وقت آرام کے لئے ایک غار میں داخل ہوئے۔ اتنے میں پہاڑ پر سے ایک چٹان نیچے لڑھک کر آئی اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس چٹان سے تمہیں کوئی چیز نہیں بچائے گی مگر یہ کہ تم اللہ سے اپنے نیک اعمال کے ذریعے سے دعا کرو۔ ان میں سے ایک نے یوں دعا کی اے اللہ میرے دو بوڑھے والدین تھے میں ان سے پہلے کسی کو دودھ نہ پلاتا تھا نہ بیوی بچوں کو نہ غلاموں کو۔ ایک دن درخت کی تلاش میں میں دور نکل گیا اور جب میں رات کو واپس آیا تو وہ سو چکے تھے مجھے یہ پسند نہ ہوا کہ والدین سے پہلے میں اپنے بیوی بچوں اور غلاموں کو دودھ پلاؤں تو میں اپنے ہاتھوں میں پیالہ پکڑے کھڑا رہا اور ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا ایک روایت میں ہے کہ بچے میرے قدموں پر (بھوک کی وجہ سے) شور کرتے رہے۔ یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی۔ پھر وہ بیدار ہوئے اور انہوں نے اپنا دودھ پیا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا ہے تو ہم جس مشکل میں ہیں آپ اس سے ہمیں کشادگی عطا فرما دیں۔ چٹان کچھ سرکی لیکن ابھی نکل نہ سکتے تھے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا دوسرے نے دعا کی اے اللہ میری ایک چچا زاد بہن تھی جو لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی میں نے اس سے اپنی مراد چاہی لیکن وہ نہ مانی یہاں تک کہ ایک مرتبہ قحط پڑا تو وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس کو

ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ میری مراد کے حصول میں حائل نہ ہو گی حتی کہ جب میں نے اس پر قدرت پا لی تو وہ بولی کہ تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم جائز طریقے کے بغیر مہر کو توڑو۔ اس پر میں اس سے جماع کرنے سے باز رہا اور اس سے پرے ہٹ گیا حالانکہ وہ لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی اور میں نے جو اس کو سونا دیا تھا وہ اس کے پاس ہی چھوڑ دیا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ عمل آپ کی رضا مندی کے لئے کیا تھا تو ہم جس مشکل میں ہیں اس سے ہم کو رہائی عطا فرما۔ وہ چٹان اپنی جگہ سے کچھ اور ہلی لیکن اب بھی وہ اس سے نکل نہ سکتے تھے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تیسرے نے یوں دعا کی۔ اے اللہ میں نے چند مزدور اجرت پر رکھے اور ان کو اجرت بھی دیدی البتہ ان میں سے ایک نے اپنا حصہ چھوڑا اور چلا گیا۔ اس کی اجرت کو میں نے (کاروبار میں لگا کر) بڑھایا یہاں تک کہ اس سے بہت سے اموال بن گئے۔ پھر ایک عرصے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے بندے مجھے میری اجرت دیدے میں نے کہا یہ اونٹ گائے بکریاں اور غلام جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب تمہاری اجرت ہے اس نے کہا اے اللہ کے بندے میرے ساتھ مذاق نہ کر۔ میں نے جواب دیا کہ میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ اس نے وہ سارا مال لیا اور ہنکا کر لے گیا اور اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ آپ کی رضا مندی کے لئے کیا تھا تو جس مشکل میں ہم ہیں اس سے کشادگی عطا فرما۔ اس پر چٹان ہٹ گئی اور وہ اس غار میں سے نکل کر چلے گئے۔

فائدہ: اس حدیث میں الفاظ کہ إِنَّهُ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ (تم اس چٹان سے نجات حاصل نہیں کر سکو گے مگر یہ کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کے واسطے سے دعا کرو) اس بارے میں واضح ہیں کہ اعمال کے واسطہ سے دعا کرنی ہو گی اور اسی طرح کی بھی گئی۔

دعا میں رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دینا

1- عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ فَقَالَ أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَنِيْ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَ إِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قَالَ فَادْعُهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَّتَوَضَّأَ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ وَيَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَانَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهِ لِتُقْضٰى لِيْ أَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ. (نسائی و ترمذی)

حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کر دوں اور اگر تم چاہو تو صبر کر لو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے (کہ تمہیں صبر کی وجہ سے آخرت میں بڑا اجر ملے گا)۔ اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کر دیجئے۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد ﷺ نبی رحمت کے اے محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنی رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ وہ پوری کی جائے اے اللہ ان کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے۔

2- عَنْ أَبِی الْجَوْزَاءِ أَوْسِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَحْطًا شَدِيْدًافَشَكَوْا إِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِيِّ فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كُواً إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمَنَتِ الْإِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتِ الشَّحْمُ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتَقِ. (سنن دارمی)

ابو الجوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف چھت میں ایک سوراخ کر دو تا کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب اور چھت نہ رہے چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی حتی کہ خوب گھاس اگی اور اونٹ خوب فربہ ہو گئے اور فربہی کی وجہ سے پھٹے پڑتے تھے اسی وجہ سے اس سال کو عام الفتق یعنی پھٹنے کا سال کہا جاتا ہے۔

عَنْ أَبِیْ بَكْرٍ قَالَ عَلَّمَنِیَ النَّبِیُّ هٰذَا الدُّعَاءَ فَقَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّكَ وَبِإِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِكَ وَبِمُوْسٰی نَجِیِّكَ وَ عِیْسٰی رُوْحِكَ وَ كُلِّ وَحْیٍ أَوْحَیْتَهٗ أَوْ قَضَاءٍ قَضَیْتَهٗ وَأَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَلَكَ أَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ غَیْبِكَ وَأَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الطَّاهِرِ بِالْأَحَدِ الصَّمَدِ الْوِتْرِ وَبِعَظْمَتِكَ وَكِبْرِیَائِكَ وَبِنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تَرْزُقَنِیَ الْقُرْآنَ وَالْعِلْمَ وَأَنْ تَخْلِطَ بِلَحْمِیْ وَ دَمِیْ وَسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَتَسْتَعْمِلَ بِهٖ جَسَدِیْ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ فَإِنَّهٗ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ. (رزین. جمع الفوائد)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے یہ دعا سکھائی! فرمایا کہو اے اللہ میں آپ کے نبی محمد اور آپ کے خلیل ابراہیم اور آپ کے نجی (سرگوشی کرنے والے) موسیٰ اور آپ کے روح اور کلمہ عیسیٰ علیہم السلام کے واسطے سے اور موسیٰ علیہ السلام کی تورات اور عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل

اور داؤد علیہ السلام کی زبور اور محمد ﷺ کے فرقان کے واسطے سے اور ہر وحی کے واسطے سے جو آپ نے کی ہو اور ہر فیصلے کے واسطے سے جو آپ نے کیا ہو آپ سے سوال کرتا ہوں .....الخ

غیر نبی کو وسیلہ بنانا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی الله عنه فَقَالَ اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِينَا وَ إِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ. (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب لوگوں پر قحط کی حالت آتی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ (نبی ﷺ کے چچا) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ کے واسطہ سے بارش کی دعا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے اے اللہ ہم آپ کی طرف اپنے نبی ﷺ کو وسیلہ بناتے تھے اور آپ ہمیں بارش عطا فرماتے تھے اور (اب) ہم آپ کی طرف اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں تو آپ ہمیں بارش عطا فرمائیے۔ کہتے ہیں کہ اس پر بارش ہو جاتی تھی۔

کسی مقبول بندے کے حق کا واسطہ دینا

دعا میں یوں کہنا کہ اے اللہ بحق فلاں میری مراد پوری کر دے یہ بھی جائز ہے کیونکہ مقبول بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق بھی محض اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے اور یہ کہہ کر ہم اللہ تعالیٰ کو ان کی عنایت و مہربانی کا واسطہ دیتے ہیں۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ لَيْسَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهٗ إِلَّا مُؤَخَّرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا. (بخاری و مسلم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے (ساتھ لیکن) پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان کاٹھی کی صرف پچھلی لکڑی حائل تھی۔ آپ نے پوچھا اے معاذ (کیا تم) جانتے ہو اللہ کا اس کے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ میں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ باخبر ہیں (میں تو یہ بات نہیں جانتا)۔ آپ نے فرمایا بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا

اللہ پر حق یہ ہے کہ جو اللہ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرتا ہو اللہ اس کو عذاب نہ دے۔ کہتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دوں۔ آپ نے فرمایا (کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کو یہ خوشخبری سناؤ تو وہ اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں (یعنی یہ بات ایسی نہیں کہ اس کو بعینہ اسی طرح ہر طرح کے لوگوں میں بیان کر دو کیونکہ بہت سے لوگ اپنی کم سمجھی کی وجہ سے اتنی بات پر مطمئن ہو کر بیٹھ رہیں گے اور عمل میں سستی کریں گے جس کی وجہ سے ایمان کے خراب ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے البتہ جو لوگ دین کو اچھی طرح سمجھتے ہیں تو ان کے اندر ان خوشخبریوں کو سن کر اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری اور اطاعت کے جذبہ میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے عوام کے سامنے جب یہ بات رکھی جائے تو ساری بات کو خوب کھول کر بیان کر دیا جائے اور ضروری تنبیہات بھی کر دی جائیں)۔

باب: 26

تعدیہ امراض

جاہلی دور کے عربوں کا یہ نظریہ اور خیال تھا کہ بعض بیماریوں کی یہ ذاتی اور لازمی خاصیت ہے کہ وہ ضرور متعدی ہوتی ہیں اور ایک کی بیماری بذات خود دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایام جاہلیت کے اس باطل نظریے کی نفی کی اور چونکہ آپ ﷺ سائنس کی تعلیم دینے نہیں آئے تھے اس لئے تعدیہ امراض کی سائنسی حقیقت تو نہیں بتائی البتہ کچھ احتیاطیں بتائیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تعدیہ کسی نہ کسی طریقہ سے ہوتا ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ خود بیماری دوسرے کو منتقل نہیں ہوتی اور نہ ہی تعدیہ لازمی ہے کہ ہر ایک کو ضرور ہو بلکہ بیماری کے اسباب مثلاً جراثیم اور وائرس مریض کی وجہ سے بھی پھیلتے ہیں اور ان اسباب سے ہر ایک کا متاثر ہونا لازمی نہیں ہے۔ دوسرے کا اس سے متاثر ہونا کچھ شرائط اور موانع پر موقوف ہوتا ہے مثلاً کسی دوسرے شخص میں اس بیماری کے خلاف قوت مدافعت (Immunity) پیدا ہو چکی ہو تو یہ قوت مدافعت جراثیم و وائرس کے موثر ہونے میں مانع ہو گی۔ علاوہ ازیں تعدیہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے آزاد نہیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاعَدْوٰی وَلَاصَفَرَ وَ لَا غُوْلَ. (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اسلام میں) نہ تعدیہ (امراض کا جاہلی نظریہ) ہے اور نہ صفر (کے مہینہ کے منحوس ہونے کا نظریہ) ہے اور نہ غول بیابانی (بھوت وغیرہ کا تصور) ہے (کہ وہ جنگلوں میں مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر مسافر کو راہ سے بھٹکا کر مار دیتے ہیں)۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا عَدْوٰی وَلَا صَفر وَ لَا هَامَةَ فَقَالَ أَعْرَابِیٌّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُوْنُ فِی الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَیُخَالِطُهَا الْبَعِیْرُ الْأَجْرَبُ فَیُجْرِبُهَا قَالَ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اسلام میں) نہ تعدیہ (کا جاہلیت کا سا نظریہ) ہے اور نہ صفر (کے مہینے کی نحوست کا نظریہ) ہے اور نہ پرندہ (سے شگون لینے کا

نظریہ) ہے۔ اس پر ایک بدوی نے کہا اے اللہ کے رسول پھر یہ کیا بات کچھ اونٹ جو ریت (اور ریگستان) میں اس طرح (صاف ستھرے) ہوتے ہیں گویا کہ وہ ہرن ہیں۔ پھر ان کے ساتھ کوئی خارش زدہ اونٹ آ ملتا ہے جو ان کو خارش زدہ کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اگر ایسی بیماری صرف تعدیہ ہی سے پھیلتی ہے اور ایک کی بیماری بعینہ دوسرے کو لگتی ہے تو پھر سوچنے کی بات ہے) کہ سب سے پہلا جانور جس کو خارش لگی اس کو کس نے خارش زدہ کیا (ظاہر ہے کہ اس کو خارش اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دیگر اسباب سے لگی اسی طرح آگے سلسلہ بھی اسی کے بنائے ہوئے اسباب کے تحت چل رہا ہے۔

چونکہ مقصود جاہلی نظریات وعقائد کی نفی کرنا تھی مطلق تعدیہ امراض کی نفی مقصود نہیں تھی اس لئے اس سے بچنے کی کچھ ہدایات رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائیں۔

عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ (أَنَّهٗ) سَمِعَ أَبَاهُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَایُوْرِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا بیمار چوپایوں والا اپنے چوپائے تندرست چوپایوں والے کے پاس نہ لائے۔ (یعنی بیمار چوپایہ کو تندرست چوپایوں سے دور رکھو)۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِیْدِ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ کَانَ فِیْ وَفْدِ ثَقِیْفٍ رَجُلٌ مَجْذُوْمٌ فَأَرْسَلَ إِلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ إِنَّا قَدْ بَایَعْنَاکَ فَارْجِعْ. (مسلم)

حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قبیلہ بنوثقیف کے وفد میں (جو بیعت کے لئے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا) جذام (کوڑھ) میں مبتلا ایک شخص بھی تھا۔ آپ نے اس کو پیغام بھیجا کہ ہم نے تمہیں (غائبانہ) بیعت کر لیا۔ بس تم (اپنی بیماری کی وجہ سے یہاں نہ آؤ اور) لوٹ جاؤ۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ کَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوڑھی سے ایسے ہی بھاگو (یعنی پرہیز اور حفاظت کرو) جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو (اور اپنی حفاظت کرتے ہو)۔

تنبیہ: لیکن یہ پرہیز اور احتیاط لازمی نہیں ہے۔ اور اگر کبھی وبائی امراض کے مریض سے دور رہنا ممکن نہ ہو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَخَذَ بِیَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَهَا مَعَهٗ فِی الْقَصْعَةِ وَقَالَ کُلْ

ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ. (ابن ماجه)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے کوڑھی شخص کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ پیالے میں ڈالا اور فرمایا تم (میرے ساتھ) کھاؤ میں اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتا ہوں۔

باب: 27

نظر لگنا

حسد اور فخر ایک نفسانی کیفیت ہے۔ بعض لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ ان میں جب کسی کے بارے میں حسد پیدا ہوتا ہے تو اس کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے نگاہ کے ذریعہ سے بھی اور اس کے بغیر بھی حتیٰ کہ نابینا میں بھی دوسرے کے حالات و اوصاف سن کر یہ کیفیت پیدا ہو تو اس کا بھی اثر پڑتا ہے۔ دوسرے پر اثر پڑنے کو نظر لگنا کہتے ہیں لیکن یہ اثر پڑتا ہے تو دیگر بیماریوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضا سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکم سے آزاد نہیں ہوتا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْعَيْنُ حَقٌّ فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا نظر (کا لگنا اور اس کا اثر ہونا) حق ہے (اور اس کا اثر اتنا تیز اور قوی ہوتا ہے کہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت (وغلبہ) لے جانے والی ہوتی (بایں طور کہ وہ کسی شے کو تقدیر میں لکھے وقت سے پہلے فنا اور ختم کر دیتی) تو نظر تقدیر پر سبقت لے جاتی۔

عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ رَأٰى عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَغْتَسِلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ وَلَا جِلْدَ مُخَبَّأَةٍ قَالَ فَلُبِطَ سَهْلٌ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقِيْلَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِيْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ وَاللّٰهِ مَايَرْفَعُ رَأْسَهُ فَقَالَ هَلْ تَتَّهِمُوْنَ لَهُ أَحَدًا فَقَالُوْا نَتَّهِمُ عَامِرَبْنَ رَبِيْعَةَ قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامِرًا فَتَغَلَّظَ عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ أَلَّا بَرَّكْتَ. (شرح السنة)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (میرے والد) سہل بن حنیف غسل کر رہے تھے کہ عامر بن ربیعہ کی ان پر نظر پڑی تو عامر نے کہا اللہ کی قسم میں نے نہ تو آج کا سا دن (پہلے) دیکھا اور نہ ہی (سہل بن حنیف کی جلد کی طرح نرم و ملائم) کسی کنواری کی جلد دیکھی۔ (عامر کا اتنا کہنا تھا کہ)

سہل بن حنیف ایک دم گر پڑے۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کیا سہل بن حنیف کا آپ کے پاس کوئی علاج ہے۔ اللہ کی قسم وہ تو اپنا سر تک نہیں اٹھاتے۔ آپ نے پوچھا کیا تم کسی کو اس کا ذمہ دار سمجھتے ہو (اور گمان کرتے ہو کہ اس کی نظر ان کو لگی ہوگی)۔ لوگوں نے کہا (جی ہاں) ہم عامر بن ربیعہ کو اس کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عامر بن ربیعہ کو بلوایا اور (تحقیق و تفتیش کے بعد) ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور فرمایا کیوں تم میں سے کوئی اپنے (مسلمان) بھائی کے قتل کے در پے ہوتا ہے۔ تم نے بَارَکَ اللّٰہُ عَلَیْکَ کیوں نہ کہا (کہ یہ کلمات یا ماشاء اللہ کہنے سے اس نفسانی کیفیت کی شدت ختم ہو جاتی ہے اور دوسرے کو ضرر نہیں ہوتا)۔

عَنِ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ الْعَیْنُ تُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَتُدْخِلُ الْجَمَلَ الْقِدْرَ. (ابن عدی)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نظر (دیگر بیماریوں کی طرح ایک سبب ہے جو) آدمی (کی موت کا باعث بن کر اس) کو قبر میں داخل کر دیتی ہے اور اونٹ (کو موت کے قریب کر کے اس کے ذبح کا باعث بنتی ہے اور اس کے گوشت) کو دیگ میں داخل کر دیتی ہے۔

نظر کا علاج

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ ..... وَ إِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا (نظر واقعی چیز ہے۔ جب تمہاری کسی کو نظر لگے اور نظر کے علاج کے لئے تم سے تمہارے جسم کا دھوون طلب کیا جائے تو تم وہ دو۔ (کیونکہ جب تمہارا دھوون اس شخص کے جسم پر ڈالا جائے جس پر تمہاری نظر کا اثر ہے تو اس سے نظر کا اثر دور ہو جاتا ہے)۔

اوپر حضرت سہل بن حنیف کا قصہ ذکر ہوا اس میں مزید یہ تفصیل ہے:

إِغْتَسِلْ لَهُ فَغَسَلَ لَهُ عَامِرٌ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ وَ رُكْبَتَيْهِ وَ أَطْرَافَ رِجْلَيْهِ وَ دَاخِلَةَ إِزَارِهِ فِیْ قَدَحٍ ثُمَّ صُبَّتْ عَلَيْهِ فَرَاحَ مَعَ النَّاسِ لَيْسَ لَهُ بَأْسٌ (شرح السنة)

رسول اللہ ﷺ نے عامر بن ربیعہ (جن کی نظر سہل کو لگی تھی ان) سے فرمایا کہ سہل بن حنیف کو اپنا دھوون دو۔ تو عامر نے ایک ٹب میں اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ اور دونوں کہنیاں اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں اور اپنی شرمگاہ دھوئی۔ پھر وہ دھوون سہل بن حنیف (کی پشت کی جانب سے ان) کے سر پر ڈالا گیا تو وہ ایک دم (ٹھیک ٹھاک ہو کر) لوگوں کے ساتھ چل دیئے اور ان کو کچھ تکلیف نہ رہی۔

2- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُّسْتَرْقٰى مِنَ الْعَيْنِ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی ﷺ نے نظر لگنے کی وجہ سے دم کرنے کی اجازت دی۔

عَنِ أُمِّ سَلِمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأٰى فِيْ بَيْتِهَا جَارِيَةً فِيْ وَجْهِهَا سُفْعَةً تَعْنِيْ صُفْرَةً فَقَالَ اسْتَرْقُوْا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ. (بخاری و مسلم)

(ام المومنین) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کے چہرے پر آسیب (یعنی جنات کے اثر) کی علامت دیکھی تو فرمایا اس کو دم کرو کیونکہ اس کو جنات کی نظر لگی ہے۔

عَنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ مَرْفُوْعًا بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْعَيْنِ حَاسِدٍ أَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ. (مسلم و ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے دم کرنے کے لئے مذکورہ بالا الفاظ نقل کرتے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے: اللہ کے نام سے میں تجھ پر دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تجھے تکلیف دیتی ہو اور ہر نفس کے شر سے یا ہر حسد کرنے والی کی نظر سے۔ اللہ تجھے شفا دے۔ اللہ کے نام سے میں تجھ پر دم کرتا ہوں۔

باب: 28

دم اور تعویذ

کسی بیماری اور تکلیف کو دور کرنے کے لئے جہاں کچھ مادی ذرائع ہیں مثلاً ادویات وغیرہ اسی طرح کچھ غیر مادی ذرائع بھی ہیں جس کی ایک بڑی واضح حسی مثال ہومیو پیتھک دواؤں کی ہے۔ان میں مادی دوا کی مقدار تو کم ہوتے ہوتے تقریباً کالعدم ہو جاتی ہے لیکن چند جھٹکے دینے سے اس کی تاثیر بڑھتی جاتی ہے۔قرآن پاک میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر جو جادوگر آئے انہوں نے اپنے عمل کے ذریعہ سے نظر بندی کر دی اور سب حاضرین کو ان کی پھینکی ہوئی رسیاں سانپ نظر آنے لگیں۔حضرت مریم علیہا السلام کے دامن میں فرشتے کے دم کرنے سے ان کو حمل ٹھہر گیا۔غرض بعض کلمات کے اثرات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان میں رکھے ہیں اور کلمات میں اصل تو اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا کلام ہے جس میں مادی و روحانی اثرات پائے جاتے ہیں۔

عَنِ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ كُنَّا نَرْقِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ذٰلِکَ فَقَالَ إِعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْکٌ. (مسلم)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جاہلیت کے دور میں (کچھ پڑھ کے) دم کرتے تھے۔ہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ کی اس (دم کرنے) کے بارے میں کیا رائے ہے۔آپ نے فرمایا دم کرنے میں جو کچھ تم پڑھتے ہو وہ مجھے بتاؤ۔(وہ سن کر آپ نے فرمایا) بذات خود دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں شرکیہ کلمہ نہ ہو۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْفَزَعِ كَلِمَاتٍ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ أَنْ يَّحْضُرُوْنَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ عَقَلَ مِنْ بَنِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَعْقِلْ كَتَبَهٗ فَأَعْلَقَهٗ عَلَيْهِ. (ابوداؤد و ترمذی)

عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب کے ذریعہ سے ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خوف کے لئے یہ دعا سکھاتے تھے۔ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے سمجھدار بچوں کو یہ دعا یاد کرواتے تھے (تاکہ وہ خود اس کو پڑھیں) اور جو نا سمجھ تھے اس کو لکھ کر ان کے گلے میں لٹکاتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی کتاب الطب میں بعض جلیل القدر تابعین کے اقوال درج ہیں۔

1- ابوعصمہ کہتے ہیں میں نے (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد) حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے تعویذ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا لَا بَأْسَ إِذَا كَانَ فِيْ أَدِيْمٍ یعنی جب وہ چمڑے کے اندر (سلا) ہو تو کچھ حرج نہیں۔

2- حضرت جعفر صادق اپنے والد حضرت محمد باقر رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَّكْتُبَ الْقُرْاٰنَ فِيْ أَدِيْمٍ ثُمَّ يُعْلِقُهٗ وہ قرآنی آیت کو لکھ کر چمڑے میں بند کرنے (تاکہ تعویذ کھلا نہ رہے اور بیت الخلا میں اسی طرح جانے سے بے ادبی نہ ہو) پھر اس کو گردن میں لٹکانے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔

3- حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا بِالشَّيْءِ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی وہ قرآنی تعویذ میں کچھ حرج خیال نہ کرتے تھے۔

4- حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا فتوی تھا کہ لَا بَأْسَ اَنْ يُّعَلَّقَ الْقُرْاٰنُ یعنی قرآنی تعویذ لٹکانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

وہ حدیثیں جن میں تعویذ، گنڈے اور منکے کے استعمال کی ممانعت ہے ان کا مطلب

1- عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَاٰى فِيْ عُنُقِيْ خَيْطًا فَقَالَ مَا هٰذَا فَقُلْتُ خَيْطٌ رُقِيَ لِيْ فِيْهِ قَالَتْ فَأَخَذَهٗ فَقَطَعَهٗ ثُمَّ قَالَ أَنْتُمْ آلُ عَبْدِ اللّٰهِ لَأَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ فَقُلْتُ لِمَ تَقُوْلُ هٰكَذَا لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِيْ تُقْذَفُ وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلٰى فُلَانٍ الْيَهُوْدِيِّ فَإِذَا رَقَاهَا سَكَنَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخَسُهَا بِيَدِهٖ فَإِذَا رُقِيَ كَفَّ عَنْهَا إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكِ أَنْ تَقُوْلِيْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا. (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ نے میری گردن میں ایک دھاگا (بطور گنڈے کے) لٹکا ہوا دیکھا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ دھاگا (گنڈا) ہے جس پر دم کیا گیا ہے (دم کرنے والا غالباً کوئی کافر تھا اور اندیشہ تھا کہ اس کے دم میں شرکیہ الفاظ ہوں)۔ کہتی ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وہ دھاگا پکڑا اور اس کو توڑ دیا پھر فرمایا اے عبداللہ کے گھر والو تم تو شرک (کی ان باتوں) سے بے نیاز ہو (کیونکہ توحید میں ہمارے پاس سب کچھ ہے اور) میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دم (جن میں کفریہ کلمات ہوں یا کوئی اور ناجائز بات ہو یا ایسے الفاظ ہوں جن کا معنی ہی معلوم نہ ہو) اور منکے (اور تعویذ جن میں شرکیہ وکفریہ کلمات کا استعمال ہو) اور جادو کے بول پڑھے ہوئے گنڈے شرک ہیں (مطلب یہ کہ اگرچہ ہم نے خود ان پر نہیں پڑھا اور نہ ہی ان پر لکھا لیکن کفریہ وشرکیہ الفاظ کے استعمال کی وجہ سے ان کا استعمال ناجائز ہے اور شرک ہی کا حصہ ہے) کہتی ہیں (مجھے خیال ہوا کہ اگر وہ کلمات ناجائز اور کفریہ ہوں تو پھر تو ان میں اثر ہی نہ ہونا چاہئے تھا کیونکہ اصل قدرت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اس لئے) میں نے کہا آپ یہ بات کیسے کہتے ہیں حالانکہ (پہلے کبھی) میری آنکھیں دکھتی تھیں تو میں فلاں یہودی کے پاس جاتی تھی۔ وہ ان پر (کچھ پڑھ کر) دم کرتا تو آنکھوں کو سکون ہو جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ایسا بھی ہوتا ہے کہ) وہ تکلیف شیطان (یعنی کسی شریر جن) کے اپنے ہاتھ کے اثر سے ہو۔ جب وہ یہودی دم کرتا تو شیطان تکلیف دینے سے رک جاتا۔ تمہارے لئے تو بس یہ کافی ہے کہ تم صرف وہ کہو جو رسول اللہ ﷺ کہتے تھے یعنی **أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيُ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُ كَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.** (اے لوگوں کے رب اس تکلیف و بیماری کو دور کر دے اور شفا دے کیونکہ صرف تو ہی شفا دینے والا ہے اور تیری شفا کے علاوہ اور کوئی شفا نہیں ہے (لہٰذا تو شفا دے) ایسی شفا جو کچھ بیماری نہ چھوڑے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا أُبَالِيْ مَا أَتَيْتُ إِنْ أَنَا ..... تَعَلَّقْتُ تَمِيْمَةً. (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے میں جو کچھ کروں اس کی مجھے کیا پرواہ ہو اگر ..... میں (جاہلیت کے زمانہ کے کفر وشرک والے) منکے (یا تعویذ) لٹکاؤں (یعنی اگر میں ایسا کروں تو میں ان لوگوں میں سے ہوں گا جو حرام اور ناجائز سے بچنے کی فکر نہیں کرتے)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وَكِّلَ إِلَيْهِ. (ابوداؤد)

(بڑے تابعی) حضرت عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے (اپنے گلے میں) کوئی چیز لٹکائی (جس کو وہ بالذات مؤثر اور شافی سمجھتا ہے یا اس میں کفر وشرک کے کلمات لکھے یا پڑھے گئے ہوں) تو وہ اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایسا تعویذ وغیرہ لٹکایا جس میں قرآنی آیات یا اسمائے الٰہیہ ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کی طرف سپردگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سپردگی ہے۔

مشہور تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے

كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ التَّمَائِمَ كُلَّهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَ غَيْرِ الْقُرْاٰنِ

(بعض) صحابہ سارے ہی تعویذوں کو ناپسند کرتے تھے خواہ قرآن کے ہوں یا غیر قرآن کے۔

فائدہ: ان بعض صحابہ کے ناپسند کرنے کی یہ وجہ تو نہیں ہوسکتی کہ تعویذوں کا استعمال محض تعویذ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے کیونکہ قرآنی آیات اور اسمائے الٰہی پر مشتمل تعویذوں کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا عمل شروع میں ذکر ہوا کہ وہ دعا کو لکھ کر نا سمجھ بچوں کے گلے میں ڈال دیتے تھے۔

البتہ ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَايَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. (مسلم)

میری امت میں سے ستر ہزار (یعنی کثیر تعداد) افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کراتے ہیں اور نہ فال وشگون لیتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں اور (بس) اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

اس حدیث میں فرمایا کہ وہ لوگ جو دم نہیں کراتے حالانکہ دم کرانا ناجائز نہیں۔ پیچھے بھی اور اس سے پہلے نظر کی بحث میں بھی دم کرانے کا جواز معلوم ہو چکا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک جیسا کہ حدیث کے آخری ٹکڑے وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ یعنی اپنے رب پر پورا توکل کرتے ہیں سے ظاہر ہے حدیث میں وہ لوگ مراد ہیں جو ناجائز اسباب سے بھی بچتے ہیں اور جائز اسباب جو ظنیات کے درجے میں ہیں ان سے احتیاط کرتے ہیں اور بس اللہ تعالیٰ کے مسبب الاسباب اور موثر حقیقی ہونے پر یقین رکھتے ہیں اور بڑے توکل والے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ صحابہ قرآنی تعویذ سے بھی پرہیز کرتے تھے ورنہ قرآنی

تعویذ لکھنا یا گلے میں لٹکانا کسی بھی اعتبار سے شرک کی بات نہیں ہے۔

دم یا تعویذ پر اجرت لینا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَرُّوْا بِمَاءٍ فِيْهِمْ لَدِيْغٌ أَوْ سَلِيْمٌ فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ رَاقٍ. إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلاً لَدِيْغاً أَوْسَلِيْمًا فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلٰى شَاءٍ فَبَرَأَ فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلٰى أَصْحَابِهٖ فَكَرِهُوْا ذٰلِکَ وَقَالُوْا أَخَذْتَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْراً حَتّٰى قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخَذَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْراً كِتَابُ اللّٰهِ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ کا ایک پانی پر گزر ہوا (جس کے پاس عرب کا ایک قبیلہ آباد تھا اس قبیلہ یعنی) وہاں کے لوگوں کے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا تھا۔ اس قبیلہ کا ایک شخص ان صحابہ کے پاس آیا اور پوچھا کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے کیونکہ قبیلہ کے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا ہے۔ ان میں سے ایک صاحب گئے اور کچھ بکریوں کے عوض سورہ فاتحہ پڑھ پڑھ کر دم کیا۔ وہ سردار ٹھیک ہو گیا (اور ان صحابی کو بکریاں مل گئیں)۔ یہ صحابی بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو ساتھیوں نے ان کے اجرت لینے کو ناپسند کیا اور کہا کہ تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ واپس مدینہ منورہ آئے (اور نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے) تو کہا اے اللہ کے رسول انہوں نے تو کتاب اللہ پر اجرت وصول کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کسی بیماری کے علاج میں) سب سے صحیح بات جس پر تم اجرت لو کتاب اللہ ہے (کہ اور دواؤں کے مقابلہ میں اس کا ذریعہ علاج ہونا زیادہ پختہ بنیادوں پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا کلام ہی حقیقتاً موثر ہیں۔

باب: 29

مسلمان گناہگاروں کو قبر کا عذاب

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ. أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنْ بَوْلِهِ فَدَعَا بِعَسِيْبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَسَ عَلٰى هٰذَا وَاحِدًا وَعَلٰى هٰذَا وَاحِدًا ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا (جن کے مردے اگرچہ مسلمان تھے لیکن وہ نبی ﷺ کے فیض یافتہ نہ ہوں گے) تو آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور ان کو کسی بڑے گناہ (یعنی کفر) پر عذاب نہیں دیا جا رہا (بلکہ وہ گناہ بھی ایسا ہے جس سے بچنا زیادہ دشوار بھی نہیں ہے)۔ ان میں سے ایک تو چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب (کی چھینٹوں) سے بچتا نہیں تھا۔ پھر آپ نے ایک تر ٹہنی منگوائی، اس کے دو حصے کئے ایک اس قبر پر گاڑ دی اور دوسری اس قبر پر گاڑ دی پھر فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ سوکھ نہیں جاتیں ان قبر والوں سے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔

فائدہ: 1- اسلام قبول کرنے کے بعد دینی تعلیم و تربیت کی مستقل ضرورت ہوتی ہے۔ دین کے احکام معلوم ہوں گے تو نافرمانیوں سے پرہیز کا علم ہوگا اور تربیت ہوگی تو برے اخلاق دور ہوں گے۔ بدوی قسم کے لوگ جو مسلمان تو ہو گئے لیکن نہ تو نبی ﷺ کی صحبت میں آئے اور نہ ہی تعلیم و تربیت کی فکر کی ان سے کوتاہیوں کا صدور بعید نہیں۔

2- نبی ﷺ نے تر ٹہنی ان لوگوں کی قبر پر لگائی جن کے بارے میں آپ کو معلوم ہوا کہ ان کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ نیک صحابہ کی قبروں پر تر ٹہنی گاڑنے یا تازہ پھول ڈالنے کا عمل آپ ﷺ نے نہیں کیا۔ جن لوگوں کے بارے میں ہمیں علم نہ ہو کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے یا نہیں یا ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہو کہ عذاب نہیں ہو رہا ہوگا اس حدیث کی بنا پر ان کی قبروں پر ٹہنی گاڑنا یا پھول ڈالنا قیاس فاسد ہے اور بلا دلیل ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔

قبر کے سوال اور عذاب سے بچانے والے امور

1- اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ یَقُوْلُ رَبَاطُ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ خَیْرٌ مِنْ صِیَامِ شَھْرٍ وَقِیَامِہٖ وَإِنْ مَاتَ جَرٰی عَلَیْہِ عَمَلُہُ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُہُ وَ أَجْرٰی عَلَیْہِ رِزْقَہُ وَأَمِنَ مِنَ الْفَتَّانِ. (مسلم)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک دن ایک رات (اللہ کی راہ میں) سرحدوں کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزے اور قیام سے بہتر ہے (یعنی ثواب میں زیادہ ہے)۔ اور اگر وہ اسی حالت میں مر جائے تو جو عمل وہ کر رہا تھا وہ اس پر مسلسل چلتا رہتا ہے (یعنی اس کا ثواب بغیر انقطاع کے مسلسل ملتا ہی رہتا ہے اور اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے اور قبر کے سوال (اور عذاب) سے امن میں ہو جاتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونا

عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِلشَّھِیْدِ عِنْدَ اللّٰہِ سِتُّ خِصَالٍ ..... وَیُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (ترمذی)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید کو اللہ کے ہاں چھ باتیں ملتی ہیں (جن میں سے ایک یہ ہے کہ) اس کو عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

3- سورہ ملک کی روزانہ تلاوت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ھِیَ الْمَانِعَۃُ ھِیَ الْمُنْجِیَۃُ تُنْجِیْہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ قَرَأَھَا کُلَّ لَیْلَۃٍ جَاءَ تْ تُجَادِلُ عَنْ صَاحِبِھَا (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورہ ملک عذاب قبر کو روکنے والی اور اس سے نجات دلانے والی ہے اور ایک روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس نے سورہ ملک کو ہر رات میں پڑھا تو وہ (قبر میں) اپنے پڑھنے والے کا (عذاب قبر سے) دفاع کرتی ہے۔

4- پیٹ کی تکلیف سے موت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدَ وَخَالِدِ بْنِ عَرْفَطَۃَ

فَذَكَرَا أَنَّ رَجُلًا مَاتَ بِبَطْنِهٖ فَإِذَا هُمَا يَشْتَهِيَانِ أَنْ يَّشْهَدَا جَنَازَتَهٗ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ أَ لَمْ يَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَّقْتُلُهٗ بَطْنُهٗ لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهٖ. (نسائی)

عبداللہ بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں میں حضرت سلیمان بن صرد اور حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے ایک شخص کے پیٹ کی تکلیف سے مرنے کا ذکر کیا اور دونوں ہی اس کے جنازہ میں شریک ہونے کے خواہش مند تھے (اپنی خواہش کی تائید میں مرنے والے کی فضیلت کے لئے بیان کے طور پر) ایک نے دوسرے سے کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا جس شخص کو پیٹ کی تکلیف مار دے اس کی قبر میں اس کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ (دوسرے نے کہا کیوں نہیں)۔

5- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن یا شب جمعہ میں جس مسلمان کی بھی وفات ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنہ (یعنی سوال اور عذاب) سے محفوظ رکھتے ہیں۔

باب: 30

عالم مثال

خارج یعنی ہمارے ذہن سے باہر جیسے ایک مادی عالم ہے اسی طرح ایک غیر مادی اور غیر عنصری عالم بھی پایا جاتا ہے۔ اس کے وجود پر مندرجہ ذیل احادیث دلیل ہیں:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى لَنَا يَوْمًا الصَّلَاةَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَقَدْ أُرِيْتُ الْآنَ مُذْ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلَاةَ الْجَنَّةَ وَ النَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبَلِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ. (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک دن نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر چڑھے اور اپنے ہاتھ سے مسجد کے قبلہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا تمہیں نماز پڑھانے کے وقت سے (منبر پر چڑھنے تک) اس دیوار کی جانب مجھے جنت اور دوزخ کی (مثالی) صورتیں دکھائی گئیں تو میں نے آج کی طرح کی خیر اور شر (کی چیزیں) نہ دیکھی تھیں۔

2- عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهٗ إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ فَيُقَالُ لَهٗ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا وَ أَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهٗ مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِيْ كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَهٗ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيْحُ صَيْحَةً. (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندے کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کے پاس سے (واپس جانے کے لئے) مڑتے ہیں تو (اس کے ساتھ اس کی روح کا تعلق جوڑ دیا جاتا ہے جس کے اثر سے) وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے۔ (اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم ان صاحب کے

بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو (وہ پوچھتا ہے کون سے صاحب ؟ تو وہ کہتے ہیں) محمد (ﷺ) کے بارے میں۔ جو مومن ہوتا ہے وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو اس سے کہا جاتا ہے جہنم میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ (جو کافر ہونے کی صورت میں تجھے ملنا تھا) اللہ نے تیرے لئے اس کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا تو مومن ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے۔ جو منافق اور کافر ہو اس سے بھی پوچھا جاتا ہے کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا تھا۔ وہ جواب دیتا ہے میں نہیں جانتا۔ جو اور لوگ کہتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے عقلی دلیل سے کام لیا اور نہ نقلی دلیل سے کام لیا۔ پھر اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے جس سے وہ (بہت زور سے) چیختا ہے۔

3- **عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰى قَالُوْا لَا قَالَ فَإِنِّيْ لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ.** (بخاری ومسلم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے مدینہ (منورہ) کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کی طرف نظر ڈالی اور فرمایا کیا تم وہ کچھ دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ (حضرت عثمان کی شہادت کے بعد اٹھنے والے) فتنے بارش کے قطروں کی طرح تمہارے گھروں میں گر رہے ہیں۔

4- **عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ.** (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں معراج کی رات موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گذرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

فائدہ: دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے سامنے ایک عالم کھل جاتا ہے جو کہ بذات خود عالم آخرت (یعنی جنت یا دوزخ) نہیں ہے۔ تیسری حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی اور عالم کھلا ہوا تھا جس میں فتنوں کو گھروں کے اندر گرتے ہوئے آپ دیکھ رہے تھے جب کہ وہ دوسرے لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔

چوتھی حدیث پر نظر کریں تو یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم کسی کی قبر کو کھول کر دیکھیں تو اس مادی عالم کے اعتبار سے قبر والے ہمیں بے حس و حرکت لیٹے ہوئے نظر آئیں گے۔ علاوہ ازیں قبر میں اتنی

جگہ بھی نہیں ہوتی کہ کوئی اس میں کھڑا ہو سکے۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے تو کسی دوسرے عالم کے اعتبار سے پڑھ رہے تھے۔ یہی دوسرا عالم جو عالم برزخ کہلاتا ہے عالم مثال ہی کا ایک حصہ ہے۔

عالم مثال کی خصوصیات

1- اس میں مادے سے مجرد معانی مثلاً فتنہ اور رحمی رشتہ جسدی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

(i) عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ بِحَقْوَی الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِکَ مِنَ الْقَطِیْعَةِ قَالَ أَلَا تَرْضَیْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَکِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَکِ قَالَتْ بَلٰی یَارَبِّ قَالَ فَذَاکِ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب (ایک وقت تک کی) مخلوق کو پیدا فرما چکے تو رحم (یعنی رحمی رشتہ) کھڑا ہوا اور رحمان کا ازار (یعنی اس کی عام رحمت کا دامن) پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اس طرح چمٹنے سے) رک جا۔ (اس پر رحمی رشتہ نے) کہا یہ (یعنی میرا اس طرح سے کھڑے ہو کر چمٹنا یہ) اس ذات کے کھڑے ہونے کی مثل ہے جو قطع رحمی سے آپ کی پناہ لیتیہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ جو تجھے جوڑے میں اس کو اپنی رحمت کے ساتھ جوڑ دوں اور جو تجھے کاٹے میں اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں۔ رحم (کے رشتہ) نے کہا کہ کیوں نہیں اے میرے رب (میں اس پر راضی ہوں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو پھر یہ (تیرے لئے) ہے۔

(ii) عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ أَشْرَفَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی أُطُمٍ مِّنْ آطَامِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰی قَالُوْا لَا قَالَ فَإِنِّیْ لَأَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَوَقْعِ الْمَطَرِ. (بخاری و مسلم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے مدینہ (منورہ) کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کی طرف دیکھا اور فرمایا کیا تم وہ کچھ دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا بلاشبہ میں (حضرت عثمان کے بعد کے ادوار میں پیش آنے والے) فتنوں کو تمہارے گھروں کے اندر بارش کے قطروں کی طرح گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

فائدہ: رحمی رشتہ اور فتنہ دونوں معنوی چیزیں ہیں لیکن عالم مثال میں ان کو ایسی صورت عطا ہوئی کہ رشتہ کھڑا بھی ہوا اور بات بھی کی اور فتنوں کو وہ صورت عطا ہوئی کہ وہ گرتے ہوئے دیکھے گئے۔

2۔ مادی عالم میں پیش آنے سے پہلے حوادث و واقعات کا وقوع عالم مثال میں ہوتا ہے۔

(i) عَنْ سَلْمٰی قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی أُمِّ سَلَمَةَ وَ هِیَ تَبْکِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْکِیْکِ قَالَتْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَعْنِیْ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَاسِهٖ وَلِحْیَتِهٖ تُرَابٌ فَقُلْتُ مَالَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُّ قَتْلَ الْحُسَیْنِ انِفًا. (ترمذی)

سلمی رضی اللہ عنہا (جو رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی انا تھیں) کہتی ہیں میں (ام المومنین حضرت) ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کیا وجہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے سر کے بال اور داڑھی کے بال گرد آلود تھے۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ کو کیا ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے ابھی حسین کے قتل کو دیکھا ہے۔ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب واقعہ کربلا سے چند سال پہلے دیکھا تھا۔ آگے بیان ہوگا کہ ایسے خواب اس بنیاد پر ہوتے ہیں کہ خواب دیکھنے والے کے سامنے عالم مثال کھل جاتا ہے)۔

(3) جو بھی دنیوی اور اخروی موجودات ہیں عالم مثال میں ان ہی کی مثل یا ان کے مناسب اجسام مثالیہ موجود ہیں اگرچہ اصل کے مقابلہ میں ان کا حجم بہت مختلف ہوسکتا ہے۔

(i) اوپر حدیث میں گزرا کہ آپ ﷺ نے قبلہ کی دیوار کی جانب جنت اور دوزخ کو دیکھا اور ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

أَنَّهٗ بَسَطَ یَدَهٗ لِیَتَنَاوَلَ عُنْقُوْدًا مِنَ الْجَنَّةِ وَأَنَّهٗ تَکَعْکَعَ مِنَ النَّارِ وَنَفَخَ مِنْ حَرِّهَا.

(وہ محض خیالی صورت نہیں تھی بلکہ حقیقی صفات سے متصف حقیقی چیز تھی اس لئے) نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ جنت کا خوشہ توڑ لیں اور جہنم کی وجہ سے آپ پیچھے کو ہٹے اور اس کی تپش کی وجہ سے پھونک ماری۔

(4) مرنے کے بعد والا عالم برزخ بھی عالم مثال کا حصہ ہے

قبر میں دفن کئے جانے کے بعد جب دو فرشتے آکر سوال کرتے ہیں اور مومن ان کا صحیح جواب دیتا ہے تو اس کے بارے میں حدیث میں ہے:

ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِيْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِيْ سَبْعِيْنَ ثُمَّ يُنَوَّرُلَهُ فِيْهِ (ترمذی)

پھراس کے لئے اس کی قبرکوستر ہاتھ درستر ہاتھ (یعنی بہت زیادہ) کشادہ کردیا جاتا ہے پھراس کے لئے اس کی قبرکوروشن بھی کردیا جاتا ہے۔

اوراگرکافریا منافق ہوتو

فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ فَتَخْتَلِفُ أَضْلَاعُهُ فَلَا يَزَالُ فِيْهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ. (ترمذی)

پھرقبراس پرمل جاتی ہے جس سے اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔تو اس کو اسی طرح عذاب ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائیں گے۔

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُسَلَّطُ عَلَى الكَافِرِ فِيْ قَبْرِهٖ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ تِنِّيْنًا تَنْهَسُهُ وَتَلْدَغُهُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ. (دارمی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کافر کے اوپر اس کی قبر میں ننانوے اژدھے مسلط کردیئے جاتے ہیں جو قیامت کے دن تک اس کو نوچتے اور ڈستے رہیں گے۔

فائدہ: عالم مادی کے اعتبار سے اگر ہم کسی کی قبر کو کھولیں تو ہمیں یہ سب کچھ نظر نہیں آتا لیکن عالم مثال کے اعتبار سے قبر ہی کے اندر یہ سب کچھ ہورہا ہوتا ہے۔

باب: 31

خواب

خواب کی بنیادیں

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ وَ أَنَا أَقُوْلُ اَلرُّوْيَا ثَلَاثٌ حَدِيْثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطَانِ وَبُشْرًى مِنَ اللّٰهِ. (مشکوۃ)

مشہور تابعی اور خوابوں کی تعبیر کے ماہر حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خواب کی تین قسمیں ہیں:

(1) محض خیالات (جو متشکل جاتے ہیں)۔

(2) شیطان کے ڈراوے جو اکثر اوقات ڈراؤنے خوابوں کی صورت میں ہوتے ہیں مثلاً وہ خواب دیکھنے والے کو اس کا سر کٹا ہوا دکھائے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت (مراد ہے سچا خواب جو اگر اچھے انجام والا ہے تو اس کا بشارت ہونا واضح ہے اور اگر برے انجام والا ہے تو اس میں اشارہ ہوتا ہے کہ آدمی پہلے سے اس کے لئے تیار ہو جائے اور ہو سکے تو نقصان کے اسباب سے بچے)۔

فائدہ: چونکہ خواب کا ایک بڑا سبب خیالات ہیں اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ خود خیالات کے کیا کیا اسباب ہیں۔

1- انسانی جبلت اور سرشت

2- طبعی مزاج جو کھانے پینے کی اشیاء کی نوعیت سے بدلتا رہتا ہے مثلا بھوکے کو کھانے کی طلب ہو گی اور اس کا خیال آتا رہے گا، پیاسے کو پانی کی طلب ہو گی اور جوان کو عورت کی طلب ہو گی۔ اگر سخت غذا کھائے گا تو دل میں سختی آئے گی اور غصہ زیادہ آئے گا اور اگر مقوی باہ چیزیں کھائے گا تو عورت کی طرف میلان زیادہ ہو گا۔ یہی لوگ اگر کھانا بہت تھوڑا کھائیں یا بوڑھے ہو جائیں یا کسی لاغر کر دینے والے مرض میں مبتلا ہو جائیں تو سابقہ خیالات میں بہت حد تک تبدیلی آ جائے گی۔

3- عادات و مالوفات یعنی جس قسم کے ماحول اور جس قسم کی چیزوں میں پرورش پائی ہو یا ان میں زیادہ وقت گزارا ہو تو اسی کے موافق خیالات آئیں گے۔

تنبیہ: جن لوگوں نے دنیوی زندگی اور اس کی چیزوں کو اپنا مقصود بنا رکھا ہو یا دنیوی مقاصد کا وقتی طور سے ان پر غلبہ ہو گیا ہو مثلاً دوسروں پر فوقیت حاصل کرنے کا جذبہ غالب ہو یا جنسی شہوت کو غلبہ حاصل ہو تو انہی سے متعلق خیالات کا بھی غلبہ ہو گا اور یہی خیالات خواب میں مناسبت رکھنے والی مختلف صورتوں میں متشکل ہوں گے۔ دور جدید کے تحلیل نفسی (Psycho- Analysis) کے ماہرین مثلاً فرائڈ (Freud) اور جیونگ (Jung) نے ان خوابوں کو سمجھنے پر محنت کی اور اس طریقے سے خواب دیکھنے والے کے خیالات اور اس کی شخصیت کے مطالعہ کا طریقہ قائم کیا۔

عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سچا خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے اور برا (یعنی ڈراؤنا اور فاسد خیالات پر مبنی) خواب شیطان کی جانب سے ہوتا ہے (یعنی ان میں شیطان کے عمل کو دخل ہوتا ہے اور شیطان یہ پسند بھی کرتا ہے کہ ایسے خوابوں کے ذریعے وہ انسانوں کو پریشان کرے)۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَاسِيْ قُطِعَ قَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ إِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِأَحَدِكُمْ فِيْ مَنَامِهٖ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا میں نے خواب میں دیکھا ہو گویا میری گردن کاٹ دی گئی ہے۔ (اس شخص کے حالات سے) نبی ﷺ نے (اندازہ کر لیا کہ اس کی کوئی تعبیر نہیں اور یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے جس نے اس کو پریشان کیا ہے اس لئے) آپ مسکرائے اور فرمایا جب شیطان تم میں سے کسی کے ساتھ اس کے خواب میں تمسخر کرے تو اس کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کرو (کہ کہیں لوگ اس کو تمہاری ہنسی مذاق نہ بنالیں)۔

سچے خواب

سچے خوابوں کی اصل وجہ یہ ہے کہ آدمی جب سویا ہوا ہوتا ہے تو اس کی روح اس کے بدن سے آزاد ہو جاتی ہے اگرچہ قوی تعلق باقی رہتا ہے اور بیداری کے موقع پر آن موجود ہونے میں اس کو کچھ بھی وقت نہیں لگتا۔ قرآن پاک میں ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى (سورہ زمر: 42)

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا اور چھوڑ دیتا ہے دوسروں کو ایک مقررہ وقت تک۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواح کو نیند میں کھینچ لیتے ہیں اور سوئے ہوئے آدمی کی روح اس کے جسم سے باہر ہوتی ہے۔

جسم سے آزاد ہونے پر روح کے سامنے کبھی عالم مثال کھل جاتا ہے اور اس وقت کبھی تو اس کی دیگر ارواح سے ملاقات ہوتی ہے اور کبھی عالم مثال میں پیشگی واقع ہونے والے حوادث دیکھنے کو ملتے ہیں جو کبھی اصلی صورت میں ہوتے ہیں اور کبھی مناسبت رکھنے والی دوسری صورت میں نظر آتے ہیں۔ کبھی عالم مثال میں معانی کسی مناسبت سے جسدی شکل میں نظر آتے ہیں اور کبھی عالم برزخ کی کوئی حالت کھل جاتی ہے۔ آدمی کی روح کو جب ان میں سے کوئی مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ سچا خواب بن جاتا ہے۔

1- ارواح سے ملاقات

عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ رَآنِىْ فِى الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِىْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِىْ صُوْرَتِىْ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے (فی الواقع) مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت کو اختیار نہیں کر سکتا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ وَرَقَةَ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ إِنَّهٗ كَانَ قَدْ صَدَّقَكَ وَلٰكِنْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ تَظْهُرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أُرِيْتُهٗ فِى الْمَنَامِ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ بِيْضٌ وَلَوْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَكَانَ عَلَيْهِ لِبَاسٌ غَيْرُ ذٰلِكَ (احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ سے (حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی) ورقہ بن نوفل کے بارے میں پوچھا گیا (کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ حضرت) خدیجہ نے آپ سے ذکر کیا کہ انہوں نے تو آپ کی تصدیق کی تھی لیکن آپ کی نبوت کے ظہور سے پہلے ان کی وفات ہو گئی۔ آپ نے فرمایا خواب میں وہ مجھے اس حال میں دکھائے گئے کہ ان پر سفید کپڑے تھے۔ اگر وہ جہنمیوں میں سے ہوتے تو ان پر اس کے علاوہ کوئی اور لباس ہوتا۔

2- عالم برزخ میں اجسام مثالیہ کو دیکھنا

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ ..... رَأَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ أَتَیَانِیْ فَأَخَذَا بِیَدَیَّ فَأَخْرَجَانِیْ إِلٰی أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَ رَجُلٌ قَائِمٌ بِیَدِهٖ کَلُّوْبٌ مِنْ حَدِیْدٍ یُدْخِلُهُ فِیْ شِدْقِهٖ فَیَشُقُّهُ حَتّٰی یَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرِ مِثْلَ ذٰلِکَ وَیَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هٰذَا فَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَهُ قُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی أَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰی قَفَاهُ وَ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰی رَاسِهٖ بِفِهْرٍ أَوْصَخْرَةٍ یَشْدَخ بِهٖ رَاسَهُ فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ إِلَیْهِ لِیَاخُذَهُ فَلَا یَرْجِعُ إِلٰی هٰذَا حَتّٰی یَلْتَئِمَ رَاسُهُ وَعَادَ رَاسُهُ کَمَا کَانَ فَعَادَ إِلَیْهِ فَضَرَبَهُ فَقُلْتُ مَاهٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی أَتَیْنَا إِلٰی ثَقْبٍ مِثْلَ التَّنُّوْرِ أَعْلَاهُ ضَیِّقٌ وَ أَسْفَلُهُ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ فَإِذَا ارْتَفَعُوْا حَتّٰی کَادُوْا أَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا وَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِیْهَا وَفِیْهَا رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَاهٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی أَتَیْنَا عَلٰی نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِیْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰی وَسْطِ النَّهْرِ وَعَلٰی شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَیْنَ یَدَیْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِیْ فِی النَّهْرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ یَّخْرُجَ رَمَی الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِیْ فِیْهِ فَرَدَّهُ حَیْثُ کَانَ فَجَعَلَ کُلَّمَا جَاءَ لِیَخْرُجَ رَمٰی فِیْ فِیْهِ بِحَجَرٍ فَیَرْجِعُ کَمَا کَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی انْتَهَیْنَا إِلٰی رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِیْهَا شَجَرَةٌ عَظِیْمَةٌ وَ فِیْ أَصْلِهَا شَیْخٌ وَصِبْیَانٌ وَإِذَا رَجُلٌ قَرِیْبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَیْنَ یَدَیْهِ نَارٌ یُوْقِدُهَا فَصَعِدَا بِیْ الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِیْ دَارًا وَسْطَ الشَّجَرَةِ لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا فِیْهَا رِجَالٌ شُیُوْخٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْیَانٌ ثُمَّ أَخْرَجَانِیْ مِنْهَا فَصَعِدَا بِیْ الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِیْ دَارًا هِیَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ مِنْهَا فِیْهَا شُیُوْخٌ وَّ شَبَابٌ فَقُلْتُ لَهُمَا إِنَّکُمَا قَدْ طَوَّفْتُمَانِیَ اللَّیْلَةَ فَأَخْبِرَانِیْ عَمَّارَأَیْتُ قَالَا نَعَمْ أَمَّا الرَّجُلُ الَّذِیْ رَأَیْتَهُ یُشَقُّ شِدْقُهُ فَکَذَّابٌ یُحَدِّثُ بِالْکَذِبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰی تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَیُصْنَعُ بِهٖ مَا تَرٰی إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَالَّذِیْ رَأَیْتَهُ یُشْدَخُ رَاسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّیْلِ وَلَمْ یَعْمَلْ بِمَا فِیْهِ بِالنَّهَارِ یُفْعَلُ بِهٖ مَا رَأَیْتَ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَالَّذِیْ رَأَیْتَ فِی الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِیْ رَأَیْتَهُ فِی النَّهْرِ آکِلُ الرِّبَا وَالشَّیْخُ الَّذِیْ رَأَیْتَهُ فِیْ أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِیْمُ وَالصِّبْیَانُ حَوْلَهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِیْ یُوْقِدُ النَّارَ مَالِکٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْأُوْلٰی الَّتِیْ دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَأَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَأَنَا جِبْرِیْلُ وَهٰذَا مِیْکَائِیْلُ فَارْفَعْ رَاسَکَ فَرَفَعْتُ رَاسِیْ فَإِذَا فَوْقِیْ مِثْلُ السَّحَابِ قَالَا ذَاکَ

مَنْزِلُکَ قُلْتُ دَعَانِیْ أَدْخُلُ مَنْزِلِیْ قَالَا إِنَّهُ بَقِیَ لَکَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَکْمِلْهُ فَلَوْ (وِفِیْ روایۃَ فَإِذَا) اسْتَکْمَلْتَهُ أَتَیْتَ مَنْزِلَکَ (بخاری)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (ایک دن فجر کی نماز کے بعد) نبی ﷺ نے فرمایا آج رات میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ انہوں نے میرے ہاتھ پکڑے اور مجھے ایک پاکیزہ جگہ کی طرف لے گئے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک مڑا ہوا کانٹا ہے۔ کھڑا ہوا شخص بیٹھے ہوئے کی باچھ میں کانٹا داخل کرتا ہے اور اس کے گال کو چیرتا ہوا کانٹے کو اس کی گدی تک کھینچتا ہے۔ پھر اس کی دوسری باچھ کے ساتھ ایسے ہی کرتا ہے۔ اتنے میں اس کی پہلی باچھ پہلے کی طرح جڑ (کر ٹھیک ہو) جاتی ہے۔ وہ شخص دوبارہ اس کی پہلی باچھ کے ساتھ وہی فعل کرتا ہے۔ میں نے (ان دو آدمیوں سے) پوچھا یہ کیا ماجرا ہے۔ انہوں نے کہا (ابھی) آگے چلئے (اور سوال نہ کیجئے)۔ ہم آگے بڑھے تو ایک شخص کے پاس پہنچے جو چت لیٹا ہوا ہے اور ایک شخص اس کے سرہانے بڑا پتھر لئے کھڑا ہے اور اس پتھر سے وہ لیٹے ہوئے کا سر کچل دیتا ہے۔ جب وہ لیٹے ہوئے کے سر پر پتھر مارتا ہے تو سر پر لگنے کے بعد پتھر لڑھکتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ کھڑا ہوا شخص پتھر اٹھانے جاتا ہے اور جب واپس آتا ہے تو اتنی دیر میں لیٹے ہوئے کا سر جڑ کر پہلے کی طرح ٹھیک ہو جاتا ہے۔ وہ لوٹ کر پھر اس کو پتھر مارتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ تو (مجھے لے جانے والے) دونوں آدمیوں نے کہا (ابھی) آگے چلئے۔ ہم آگے بڑھے یہاں تک کہ ہم تندور کی طرح کے گڑھے کے پاس پہنچے۔ اس کا اوپر کا حصہ تنگ تھا اور نچلا حصہ کشادہ تھا۔ اس گڑھے کے نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ جب آگ اوپر اٹھتی تو اس میں موجود لوگ بھی اوپر اٹھتے اور نکلنے کے قریب ہو جاتے۔ اور جب آگ کا زور کم ہوتا (اور وہ نیچے کو ہوتی) تو لوگ نیچے چلے جاتے۔ اس گڑھے میں مرد (بھی تھے) اور عورتیں (بھی تھیں اور سب) ننگے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ میرے دو ساتھیوں نے کہا آگے چلئے۔ ہم آگے چلے یہاں تک خون سے بھری ہوئی ایک نہر پر پہنچے۔ اس نہر کے بیچ میں ایک شخص کھڑا تھا۔ نہر کے کنارے پر بھی ایک شخص تھا جس کے سامنے بہت سے پتھر رکھے تھے۔ وہ شخص جو نہر میں تھا آگے بڑھتا اور جوں ہی وہ ہر سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تو کنارے والا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا جس کی وجہ سے وہ سابقہ جگہ پر دوبارہ جا پہنچتا۔ جب بھی نہر والا شخص باہر نکلنے کی کوشش کرتا کنارے والا شخص پتھر مار کر اس کو سابقہ جگہ پر پہنچا دیتا۔ میں نے پوچھا یہ کیا قصہ ہے تو میرے ساتھیوں نے کہا کہ آگے چلئے۔ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ہم ایک سرسبز (و

شاداب) باغ میں پہنچے۔ وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے نیچے ایک بزرگ اور بہت سے بچے تھے۔ درخت کے قریب ہی ایک اور صاحب تھے جن کے سامنے آگ تھی اور وہ اس کو بھڑکا رہے تھے۔ میرے دونوں ساتھی مجھے لے کر درخت پر چڑھے اور درخت کے وسط میں موجود ایک گھر کے اندر مجھے لے گئے۔ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت گھر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے (سب ہی) موجود تھے۔ پھر وہاں سے نکال کر وہ مجھے درخت پر اور اونچے لے گئے اور مجھے پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور افضل گھر کے اندر لے گئے۔ اس میں بھی بوڑھے اور جوان (دونوں طرح کے) تھے (اب) میں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ آج رات آپ دونوں نے مجھے خوب گھمایا ہے تو جو چیزیں میں نے دیکھی ہیں ان کے بارے میں (اب) مجھے کچھ بتایئے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے (اب ہم بتاتے ہیں)۔ وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کی باچھیں چیری جارہی تھیں تو وہ بڑا جھوٹا شخص تھا۔ وہ کوئی جھوٹ بناتا تھا جو اس سے نقل کر کے ساری دنیا میں پھیلا دیا جاتا تھا۔ جو معاملہ آپ نے دیکھا یہی اس کے (اس کو دیئے ہوئے جسم مثالی کے) ساتھ قیامت کے دن تک کیا جاتا رہے گا۔ اور وہ شخص جس کا سر کچلا جاتا تھا تو یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا لیکن وہ رات کو اس سے غفلت کی نیند سوتا اور دن میں (بھی) اس (کے احکام) پر عمل نہ کرتا تھا۔ جو آپ نے دیکھا یہی اس کے ساتھ قیامت کے دن تک کیا جاتا رہے گا۔ اور جن کو آپ نے (تندور نما) گڑھے میں دیکھا وہ زانی لوگ تھے، اور جس کو آپ نے (خون کی) نہر میں دیکھا وہ سود خور تھا، اور وہ بزرگ جن کو آپ نے درخت کے نیچے دیکھا وہ ابراہیم (علیہ السلام) تھے اور ان کے گرد جو بچے تھے وہ لوگوں کے بچے تھے (جو بچپن میں وفات پا گئے تھے) اور جو صاحب آگ بھڑکا رہے تھے وہ جہنم کے داروغہ مالک تھے۔ اور پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے عام (جنتی) مومنوں کا گھر (اور درجہ) تھا اور یہ گھر اور درجہ) شہداء کا گھر (اور درجہ) ہے اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ اور (اب) آپ ذرا اپنا سر اٹھائیں۔ جب میں نے اپنا سر اٹھایا تو اپنے اوپر میں نے (سفید) بادل سا دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کا (جنت کا) ٹھکانا ہے۔ میں نے کہا (پھر) مجھے چھوڑیں کہ اپنے گھر میں داخل ہوں۔ انہوں نے کہا ابھی آپ کی عمر کا ایک حصہ باقی ہے جو ابھی آپ نے پورا نہیں کیا ہے۔ جب آپ اس کو پورا کرلیں گے تب آپ اپنے گھر میں داخل ہوسکیں گے۔

فائدہ: جن مجرموں کو دکھایا گیا ان کو ان کے اجسام مثالیہ میں دکھایا گیا۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بچوں کے اجسام بھی مثالی تھے اصل جسم یا تو صحیح سالم مٹی کے قبر میں تھے جیسا کہ

انبیاء علیہم السلام کے اجسام ہوتے ہیں یا ان کے ذرات مٹی میں ملے ہوئے تھے جیسے مجرمین کے اور بچوں کے تھے۔ جو مکان اور درجے تھے وہ بھی مثالی تھے بعینہ جنت کے نہیں تھے اور جو آگ بھڑکائی جا رہی تھی وہ بعینہ دوزخ نہیں تھی بلکہ اس کی صورت مثالیہ تھی۔

3- موجود حقیقی کو ایسی صورت میں دیکھنا جس کے ساتھ اس کو کچھ مناسبت ہے

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِیْتُ بِخَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَ فِیْ كَفَّیَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَیَّ فَأُوْحِیَ إِلَیَّ أَنْ أَنْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَیْنِ اللَّذَیْنِ أَنَا بَیْنَهُمَا صَاحِبُ صَنْعَاءَ وَصَاحِبُ الْیَمَامَةِ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ میں سویا ہوا تھا (یعنی خواب میں) میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میری ہتھیلی پر سونے کے دو کنگن رکھے گئے جو مجھ پر گراں ہوئے (اور مجھے پسند نہیں ہوئے کیونکہ سونا مردوں کے لئے جائز نہیں ہے) تو (خواب ہی میں) مجھے الہام کیا گیا کہ آپ ان پر پھونک ماریے۔ میں نے ان پر پھونکا تو وہ دونوں کنگن غائب ہو گئے۔ میں نے ان کی یہ تعبیر کی کہ ان سے مراد وہ دو جھوٹے ہیں کہ (جغرافیہ کے اعتبار سے) میں جن کے بیچ میں ہوں۔ (ایک یمن کے شہر) صنعاء والا (یعنی اسود عنسی جس نے نبی ﷺ کے آخری زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ ﷺ مرض وفات میں تھے کہ فیروز دیلمی نے اس کو قتل کر دیا تھا جس کی خبر نبی ﷺ کو پہنچ گئی تھی اور (دوسرا) یمامہ والا (یعنی مسیلمہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ میں قتل ہوا)۔

فائدہ: جیسے سونے کے استعمال کے عدم جواز کی وجہ سے ناگواری تھی اسی طرح نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے بھی ان کے باطل اور جھوٹے ہونے کی وجہ سے ناگواری تھی۔ یہی بات موجود حقیقی اور خواب کی صورت کے درمیان مناسبت کی تھی۔

4- افعال کو ان کے مناسب جسدی صورت میں دیکھنا

عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ الْأَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ رَأَیْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنَ فِی النَّوْمِ عَیْنًا تَجْرِیْ فَقَصَصْتُهَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهٗ یُجْرٰی لَهٗ (بخاری)

(حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی زوجہ) حضرت ام علاء انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے خواب میں عثمان بن مظعون (جن کی وفات ہو چکی تھی ان) کے لئے ایک بہتا ہوا چشمہ دیکھا اور اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا یہ ان کا عمل ہے جو جاری کیا گیا ہے (یعنی جس کے

کرنے کا ثواب ان کو وفات کے بعد بھی مسلسل ملتا جا رہا ہے)۔

فائدہ: جاری عمل اور جاری چشمے میں تسلسل کے صفت کی مناسبت ہے۔ اس کی وجہ سے جاری عمل جاری چشمہ کی صورت میں نظر آیا۔

5- کسی معنی کو اس کے مناسب کسی صورت میں دیکھنا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَأَيْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ كَأَنَّا فِيْ دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ فَأُتِيْنَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابَ فَأَوَّلْتُ اَنَّ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْعَاقِبَةَ فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ دِيْنَنَا قَدْ طَابَ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ ہم (یعنی میں اور میرے اصحاب) عقبہ بن رافع کے دار (گھر) میں ہیں (کھجوروں کے باغ) ابن طاب کی کھجوروں میں سے کچھ کھجوریں ہمارے پاس لائی گئیں۔ (رافع اگرچہ نام ہے لیکن اس میں بلندی کا معنی ہے اور ابن طاب بھی اگرچہ باغ کا نام ہے لیکن اس میں طیب اور پاکیزگی کا معنی ہے۔ ان کی مناسبت سے آپ نے فرمایا) میں نے یہ تاویل کی کہ دنیا (کے دار) میں ہمارے لئے رفعت و بلندی ہوگی اور آخرت میں اچھا انجام بھی ہمارے لئے ہے کیونکہ یہ ہمارا دین پاکیزہ ہے۔

فائدہ: عالم مادی اور عالم مثال کی چیزوں کے درمیان مناسبت کا جس کو زیادہ علم ہوتا ہے وہی اصل میں خوابوں کی تعبیر بتا سکتا ہے کیونکہ خواب کی تعبیر کا حاصل یہ ہے کہ خواب میں جو صورت دیکھی ہے اس کو سمجھنا کہ وہ مادی عالم کی کسی شے یا اس کے کسی معنی کی مثالی صورت بن سکتی ہے۔ اور اس کا تعلق سمجھ بوجھ اور فراست سے ہے اس لئے کافر بھی بعض اوقات صحیح تعبیر دے دیتے ہیں۔

خواب سے متعلق چند دیگر امور

1- نبی ﷺ کا لوگوں سے خواب پوچھنا اور اس کی تعبیر دینا

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلّٰى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَأٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَأٰى أَحَدٌ فَقَصَّهَا فَيَقُوْلُ مَاشَاءَ اللّٰهُ (بخاری)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ جب (فجر کی) نماز پڑھا چکتے تو ہماری طرف رخ کر لیتے اور پوچھتے آج رات تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے۔ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو وہ اس کو ذکر کرتا اور نبی ﷺ جو اللہ چاہتے اس کی تعبیر بتاتے۔

2- سب سے سچا خواب سحری کے وقت کا ہوتا ہے

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ أَصْدَقُ الرُّوْیَا بِالْأَسْحَارِ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا سب سے سچا خواب سحری کے وقت کا ہوتا ہے (کیونکہ عام طور سے اس وقت ایک تو معدہ بھی خالی ہوتا ہے جس کی وجہ سے دماغ پر اس کا بوجھ نہیں ہوتا دوسرے اس وقت دماغ اپنے خیالات سے سکون میں ہو جاتا ہے اور تیسرے اس وقت فجر کی نماز کے لئے آنے والے فرشتوں کا نزول بھی ہوتا ہے)۔

3- جھوٹا خواب بنانا

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مِنْ أَفْرَى الْفِرْیِ أَنْ یُّرِیَ الرَّجُلُ عَیْنَیْهِ مَا لَمْ تَرَیَا (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بڑے افتراؤں میں سے (ایک یہ) ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جو انہوں نے نہیں دیکھا (یعنی یہ بات بنائے کہ اس نے یہ خواب دیکھا ہے حالانکہ اس نے وہ دیکھا نہیں ہے)۔

6- بعض خواب تعبیر کے ساتھ معلق ہوتے ہیں

عَنْ أَبِیْ رُزَیْنٍ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... وَهِیَ عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ یُحَدِّثْ بِهَا فَإِذَا حَدَّثَ بِهَا وَقَعَتْ (ترمذی)

وفی روایة مَالَمْ تُعَبَّرْ فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ وَ أَحْسِبُهُ قَالَ وَلَا تَقُصَّهَا إِلَّا عَلٰی وَادٍّ أَوْ ذِیْ رَأْیٍ (ابوداؤد)

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (بعض) خواب تو پرندے کے پاؤں کے ساتھ لٹکا ہوتا ہے (کہ ابھی گر پڑے اور اس کا کوئی مطلب نہ نکلے) جب تک کہ اس کو کسی سے بیان نہ کیا جائے۔ جب اس کو بیان کیا جائے اور اس کی تعبیر بھی بیان کر دی جائے تب وہ واقع ہو جاتا ہے۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے آپ نے فرمایا کہ خواب صرف محبت کرنے والے یا صاحب عقل وفہم سے ذکر کرو (تاکہ وہ یا تو اچھی تعبیر دے یا مصلحت سمجھ کر خاموش رہے)۔

5- بعض خواب دورخے ہوتے ہیں

عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... إِذَا رَأٰی أَحَدُكُمْ مَایُحِبُّ فَلَا یُحَدِّثْ بِهٖ